ماہنامہ
جواب عرض
اکتوبر 2014
ہرجائی نمبر
RS:90

WWW.PAKSOCIETY.COM
CPL No.220
ماہنامہ
جواب عرض
لاہور
جلد نمبر 40 شمارہ نمبر-5
ہرجائی نمبر
ماہ اکتوبر 2014
قیمت-90 روپے
خط وکتابت کا پتہ
ماہنامہ
جواب عرض
لاہور
پوسٹ بکس نمبر 3202، غالب مارکیٹ، گلبرگ لا
بانی-شہزادہ عالمگیر
نگران اعلیٰ-شہلا عالمگیر
چیف ایگزیکٹو-شہزادہ التمش
جنرل منیجر-شہزادہ فیصل
آفس منیجر-ریاض احمد
فون-0341.4178875
سرکولیشن منیجر-جمال الدین
فون-0333.4302601
مارکیٹنگ-کرن-ماہا-نور-
فاطمہ-رابعہ-سارا-زارا
WWW.PAKSOCIETY.COM

ماہنامہ جواب عرض ماہ اکتوبر 2014 کے شمارے ہرجائی نمبر کی جھلکیاں
تماشا ہے زندگی
رفعت محمود
۱۱
عشق نے بنایا بھکاری
آصف جاوید زاہد
۴۲
محبت کا زخم ۱۱۲
ایم یعقوب
اب اشک آنکھوں میں نہیں ٹھہرتے
انتظار حسین ساقی
ہرجائی
یونس ناز کوٹلی
۳۶
میں بے قصور ہوں ۱۰۴
ادلے کا بدلہ
مظہر حسین دنیوی
۲۴
کانٹوں کی سیج
سیدہ امامہ راولپنڈی
۴۸
میں سنگدل نہیں ہوں ۴۷
آخر میرا قصور کیا
سحرس شاہین
۲۸
خواہشوں کے سراب
ساحل ابڑو بلوچستان
۵۶
کسے آواز دوں ۶۰
گھر سے بازار تک
محمد عرفان ملک
۳۰
فنائے عشق
سائرہ ارم
۵۰
سچا پیار ۱۳۲

کہانیوں کی صداقت ہر شک وشبہ سے بالاتر ہوتی ہیں ایسی تمام کہانیوں کے تمام نام واقعات قطعی طور تبدیل کر دیئے جاتے ہیں جن سے حالات میں تلخی پیدا ہونے کا امکان ہو جس کا ایڈیٹر۔ رائٹر۔ ادارہ۔ یا پبلیشر ذمہ دار نہ ہوگا۔ (پبلیشر زشہزادہ عالمگیر۔ پرنٹرز زاہد بشیر۔ ریٹی گن روڈ لاہور)

ہرجائی نمبر

کسے دا پیار نہ وچھڑے — ثناء لیہ — ۶۸

ادھوری محبت بیوفا — نزاکت علی سانول — ۱۵۰

میری زندگی ہے تو — ندا ملک عباس — ۸۶

جانے کیسی تھی محبت — ارشاد حسین — ۱۵۲

قافلہ۔ آصف ریان لہڑی

پیار میں زندگی ہار گئے — ۱۲۰

موبائل کی محبت — راشد لطیف — ۱۵۶

میری چاہت ۸۷

پھر بھی محبت ہے — رابعہ عمران ساحل — ۱۲۶

پیار کا دستور — محمد رمضان بگٹی — ۱۷۰

مجبوری محمد رضوان

زلف محبوب — کشور کرن پتوکی — ۱۳۸

زخمی پرندے — عامر جاوید ہاشمی — ۱۸۴

شکی لڑکی۔ میر احمد میر

اسلامی صفحہ

حضرت سیدنا عیسیٰ روح اللہ علیہ اسلام ۔کا ایک شخص پر گزر ہوا جو بڑے خوفناک سانپ کا شکار کرنے کی کوشش کررہا تھا اس نے عرض کیا کہ یا نبی اللہ اس سے فرما دیجئے کہ مجھے میں بڑا قاتل زہر ہے آپ علیہ سلام نے اس کو منع کیا مگر وہ نہ مانا پھر دوبار حضرت عیسیٰ علیہ اسلام کا اسی جگہ سے گزر ہوا اس وقت آپ علیہ اسلام نے فرمایا اے شخص کیا تو نے سانپ کو پکڑ لیا یہ فرما کریوں ہی سانپ کی طرف نظر کی اس نے مارے شرم کے اپنا سر اپنی دم کے نیچے چھپالیا اور کہنے لگا اے روح اللہ علیہ اسلام ۔یہ مجھ پر اپنی قوت سے غالب نہیں آیا بلکہ۔
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔کی بدولت غالب ہوا ہے۔بسم اللہ نے میرا زہر باطل کردیا ہے دیکھیئے بسم اللہ کی کتنی فضیلت ہے جب ایک قاتل زہر سانپ پکڑا جا سکتا ہے تو پھر ہم بسم اللہ سے شیطان کو دور کیوں نہیں کرتے قارئین کرام میری آپ سے التجاہ ہے کہ خدا کے لیے اپنا ہر کام بسم اللہ سے شروع کیا کریں اور الحمد اللہ پہ ختم کیا کریں آپ تمام پڑھنے والوں سے گزارش ہے خد کے لیے ایک دفعہ سچے دل سے بسم اللہ کا ورد کر کے تو دیکھو آپ لوگوں کے تمام کام اللہ کے حکم سے آپ کی مرضی کے نہ ہوں تو میں دعوہ کرتی ہوں کہ آپ نے اپنی مرضی کو دل میں جگہ دی اللہ تعالیٰ کو نہیں سارے پڑھو۔بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔

عافیہ گوندل ۔جہلم

حدیث شریف

(۱) حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا تم بدگمانی سے بچو اس لیے کہ بدگمانی سب سے زیادہ جھوٹی بات ہے اور کسی کے عیوب کی جستجو کرو اور نہ حسد کرو اور غیبت کرو اور نہ بغض رکھو اللہ کے بندے بن کر رہو۔
(۲) ام المومنین حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا بندے کا اپنے گناہ کا ندامت اور شرمندگی کے ساتھ اعتراف کرنا اور اس پر توبہ کرا اور پھر سچی توبہ کرنا تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرماتا ہے۔
(۳) ایک اور روایت میں ہے کہ رسول کریم ﷺ نے بندے کی میزان میں قیامت کے روز اخلاق حسنہ سے زیادہ بھاری کوئی چیز نہ ہوگی اور اللہ تعالیٰ فحش بکنے والوں اور بیہودی باتیں کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔

ضیاقت علی شہر کوٹلی

اچھی باتیں

عزت اور رزق اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے ۔۲۔ جب غصہ تجھ پر غلبہ پائے تو خاموشی اختیار کیا کرو ۔۳۔ عالم وہی ہے جس کا اپنے علم پر عمل ہو ۔۴۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔رائے اطہر مسعود آکاش۔

ماں کی یاد میں

کما کے اتنی دولت میں ماں کو دے نہیں پایا۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کہ جتنے پیسوں سے وہ میرا صدقہ اتارا کرتی تھی
ماں۔ یہ وہ لفظ ہے جو بچہ پیدا ہونے کے بعد سب سے پہلے سیکھتا ہے سب سے پہلے وہ ماں کہتا ہے یہ لفظ کتنا پیارا ہے کہ خود بخود ہی جسم میں ایک خوشی کی لہر دوڑ جاتی ہے جب بچپن میں ہم بول نہیں سکتے تھے تو ماں ہی وہ ہستی تھی ہماری بات سمجھ جاتی ہے کہ اُس کا بچہ کیا مانگ رہا ہے دودھ مانگ رہا ہے یا پانی اور آج ہم کوئی کام کرتے ہیں تو ماں کچھ مشورہ دیتی ہے تو ہم کہتے ہیں ماں تجھے کچھ نہیں پتہ کیوں ہم ایسا کرتے ہیں اس دنیا میں ماں کے سوا کوئی وفادار نہیں کسی نے ماں سے پوچھا اگر تیرے قدموں میں جنت نا ہوتی تو تو خدا سے کیا ماں گتی تو ماں نے بہت ہی پیارا سا جواب دیا کہ میں اپنے بچوں کی تقدیر خود اپنے ہاتھ سے لکھنے کا حق ماں گتی اس دنیا میں سب کچھ مل جاتا ہے سب رشتے مل جاتے ہیں اگر نہیں ملتی تو ماں نہیں ملتی بد بخت ہے وہ شخص جس کی ماں زندہ ہے اور وہ لوگوں کو کہتا ہیں میرے لیے دعا کرو پلیز دوستوں اپنی ماں کی قدر کرو جس گھر سے ماں چلی جائے وہ گھر قبرستان بن جاتا ہے آج ماں ہمارا انتظار کرتی ہے جب ہم باہر جاتے ہیں ہمارے لیے کھانا لے کر آتی ہے جب یہ سایہ ہم سے چلا گیا تو پھر نہ کوئی انتظار کرے گا رات کو نہ کوئی اپنے ہاتھ سے کھانا کھلائے گا۔ ماں اک ایسا درخت ہے جو اپنی اولاد کو پھل اور سایہ دونوں دیتا ہے جن کی ماں نہیں اُن سے جا کر پوچھو زندگی کیسی ہے یہ دنیا ماں کے بغیر کیسی لگتی ہے جب ماں چلی جاتی ہے تو کوئی نہیں کہتا بیٹا گھر آ جاؤ اے میرے رب سب کی ماں کا سایہ ان کے بچوں پر ہمیشہ رکھنا کیوں کہ ہم ماں کی جدائی برداشت نہیں کر سکتے میری ماں دنیا کی سب سے پیاری ماں ہے میں اس قابل تو نہیں کہ میں جنت ماں گوں اے میرے رب میری اتنی سی عرض ہے کہ میری ماں میری جنت ہے اسے سدا سلامت رکھنا آمین۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔محمد زبیر شاہد۔ ملتان۔

والدہ کا احترام

امام بن سیرین اپنی والدہ کے ساتھ حسن سلوک کا بہت خیال رکھتے تھے خود ان کا بیان ہے کہ اللہ کی قسم اپنی والدہ کے گھر رہتے ہوئے بھی کبھی چھت پر نہیں چڑھا مبادہ ان سے اونچا نہ ہو جاؤں ان کا معمول تھا کہ وہ اپنی والدہ کی خدمت میں کھانا پیش کرتے اور اس وقت تک کھانا شروع نہ کرتے جب تک ان کی والدہ کھانا شروع نہ کرتیں نیز وہ اس برتن میں کھانا نہ کھاتے جس میں ان کی والدہ کھاتی تھیں جب ان سے اس کی وجہ پوچھی گئی تو انہوں نے فرمایا میں ڈرتا ہوں میری والدہ کی نگاہ انتخاب کسی کھانے پر پڑے اور میں اسے اٹھا کر کھالوں اور نافرماں بن جاؤں امام بن سیرین کی عادت تھی جب کبھی اپنی ماں کے سامنے بیٹھتے تو اپنی نگاہ اونچی نہیں کرتے تھے۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ضیافت علی۔ کوٹلی

سید ہمراز کی شاعری

غزل

میں کسی اور کی ہوں اتنا بتا کر روئی
وہ مجھے مہندی لگے ہاتھ دکھا کر روئی
قسمت بنائی میری خدا نے کسی اور کے ساتھ
اپنے سر کو دیواروں سے ٹکرا کر روئی
تیرا نام کیوں نہیں ہے میرے ہاتھ کی لکیروں میں
خون کے اشک آنکھوں سے گرا کر روئی
کیسے رہ سکوں گی بن تیرے ہمراز
سوچ لو زور سے وہ دل کی دھڑکنوں کو دبا کر روئی
تم میرے ہو سوچ لو بھول نہ جانا
میں کسی اور کی ہوں چہرا چھپا کر روئی

غزل

وہ جاتے جاتے یہ کمال کر گیا
ہجر و فراق سے وہ مالا مال کر گیا
میرے ٹوٹے دل کا اب کیا بنے گا
مجھے یہی تو پاگل خیال کر گیا
پوچھا کہ کب آؤ گے لوٹ کر تم
پنچھی لوٹتے ہیں یہ سوال کر گیا
میری سچی لگن کو وہ دل لگی سمجھ بیٹھا
میری پاکیزہ چاہت کو وہ پامال کر گیا
اب میرا ہمراز نہ کرنا انتظار بھی
میں مجبور ہوں وہ اپنا حال کر گیا

غزل

آنکھوں میں نشہ لیے لہجے پہ بہار لیے
آج پھر وہ چلا آیا میرے پاس پیار لیے
عجب سی مسکراہٹ ہے پھیکی پھیکی سی گفتگو
آن دبکا محفل میں وہ ہلکا سا خمار لیے
حدیں ٹوٹی تو میخانہ ابل پڑا
وہ سوچوں میں ہی رہا بس انتظار لیے
سچائی ہو دل میں ناممکن نہیں ہے کچھ
راستے بن جاتے ہیں آسانی کے حصار لیے ہوئے
چین کم نہ ہو خوشیاں ساتھ ہوں ہمراز
نہ سمجھ ہے ہر کوئی انجان ہے بس بن بنا کئے

غزل

کیسے بتاؤں کیا میرے لیے میری جان ہو تم
جو مرتے دم تک پورا نہ ہو وہ ارمان ہو تم
تم سے ہی وابستہ رہی ہے اب تک دنیا میری
تم میری شناخت ہو میری پہچان ہو تم
سمجھ کر بھی نہ جان سکے بے درد بے رحم
نہ سمجھ ہو انجان ہو اور نادان ہو تم
خوشیاں تم سے وابستہ ہیں یہ الگ بات ہے
قدم قدم پہ جو پایا نقصان ہو تم
رگ رگ پہ ٹھہری سچائی جان لو تم ہمراز
میری زندگی میں آنے والے پہلے انسان ہو تم

غزل

میرے دل کے تہہ خانے میں آ کر تو دیکھ
لٹا کر دم لیں گے ہر خوشی اپنا ہمدم بنا کر تو دیکھ
تو میرا ہے میرا رہے گا سوچ لے سمجھ لے
روشنی ہی روشنی ہو گی چراغ عشق جلا کر تو دیکھ
جان نہ دے دیں خاطر تیری تو بے وفا کہنا تم
اک دن اک پل اک لمحہ مجھے بھلا کر تو دیکھ

سید ہمراز مرز مظفر آباد آزاد کشمیر
0345.2677175

محمد اسلم جاوید کی شاعری

غزل

تیری خاموشی سے دھک اٹھتے ہیں شرارے بھی
کاش کوئی پھر دیکھے آج آنسو میرے
غم اٹھائے تھے تیری وفا کے لیے ہم نے
مشکل لمحات میں پھر کوئی یوں کسے پکارے بھی
تیری بے رخی کا برا نہیں مانتے ہم
تو لاکھوں دل پہ کرے ستم ہمارے بھی
ملیں تھیں دوریاں بھی قسمت میں
غم کے ماروں کو پھر یوں ملتے ہیں کنارے بھی
کچھ لوگ سزا کے یوں منتظر ہیں
قسمت والوں کو پھر سے ملتے ہیں سہارے بھی جاوید

غزل

دل جلتے ہیں مگر دھواں تک نہیں
جاتے ہوئے تو چھوڑا نشاں تک نہیں
ہلکی سی خلش دل میں محسوس کریں ہم
پھول کانٹوں سے بدگماں تک بھی نہیں
قدر میرے دل کی وہ کیا کریں اب
جن سے ملاقات کا امکاں تک نہیں
وہ روٹھ جائے گا کیا تھا ای خبر مجھے
دل کسی کی یاد میں پریشان تو نہیں
جانے کوئی کب لوٹ کے آیا ہے
کسی کے ہجر میں کوئی آہ فرقاں تک بھی نہیں

غزل

پیار میں جب کسی کو کچھ لوگ مسکرا کے ملتے ہیں
تیری یادوں کے کیا کیا پھول کھلتے ہیں
سیہ انداز وفا کا یہ تیرے بدلے ہوئے تیور
کانٹوں سے اے مہرباں کبھی زخم سلے ہیں
میرے لیے تو سب کچھ تیرے حسن کی دولت سہی
تجھ کو تو میری بے رخی کے پھر سے گلے ہیں
خاموش احباب تمنا پہ نہ ہم کبھی مسکرائیں گے
دل میں تو بہت کچھ سہی مگر ہونٹ سلیں ہیں
سنتے ہیں کہ اس بار بھی آئی تھی بہاریں
تیرے گلشن میں اس بار بھی کچھ پھول کھلے ہیں
آیا ہے بہت یاد جاوید پھر سے ان کا تبسم
جب بھی بہت گہرے داغ زمانے سے ملے ہیں

غزل

تجھ سے ملنے کی ہمیں فرست نہیں ملتی
کس سے پوچھوں تیرا انجمن سے محبت نہیں ملتی
تازہ زخم ہے یاد رکھوں تا حشر تک
زندگی میں اک پل کے لیے راحت نہیں ملتی
حقارت سے مت دیکھو میں بھی
انسان ہوں شیشہ گروں کے شہر میں محبت نہیں ملتی
تیری پلکوں پہ بہتے ہوئے اشکوں کی قسم
بے قرار زندگی میں پھر تیری عنایت نہیں ملتی
کانٹوں کے درمیان گزری ہے زندگی جاوید
غم سے پھر بھی ہمیں نجات نہیں ملتی

غزل

ہم درد کے مارے کیا جانتے ہیں
جیتے یا ہارے کیا جانتے ہیں
ہم شب کو آنسو بہایا کرتے ہیں
وہ دکھ ہمارے کیا جانتے ہیں
کیا میرے دل پہ جو گزری ہے
محمد اسلم جاوید فیصل آباد

خلیل احمد ملک کی شاعری

غزل

پا کر تیری چاہت مجھے زندگی ملی
بھٹکتی روح کو قرینہ و بندگی ملی
سیراب ہوا میں تیرے پیار میں
افسوس تیرے ہونٹوں کی تشنگی ملی
کاش عمر راز ملتی رب سے
پر ہر گھڑی تجھے موت کی خفگی ملی
ملی تو کس موڑ پہ ملی کومل
مجھے وقت کم اسے کم زندگی ملی
بتا نہ سکا درد دل اپنے خلیل کے
ملتا رہا ہاتھ اور شرمندگی ملی

غزل

دسمبر کی اور میری کتنی مشترکہ کہانی
زرد پتوں کی طرح چہرے دونوں کی نشانی
دسمبر روئے تو کہے زمانہ بارش اسے
روؤں میں تو سب کو لگے نمکین پانی
بچھڑ گئے دونوں لے کر دل میں یہی حسرت
کاش کوئی سنتا درد بھری داستاں ہماری زبانی
گرتے پتے بکھری زلفیں شاید ہے آمد خزاں
کیوں دسمبر میں ہوتی ہے جدائی کی پریشانی
دسمبر میں میرے گھر کی رونق کا تھا سبب خلیل

برس کے بٹھاتا تھا جب اڑتی مٹی
میری قبر پرانی

غزل

جام و ساغر مت اٹھا کے رات چلی
نظر ہی سے پلا کر رات چلی
ساقی ہو کر بھی چلمن کے پیچھے ہو
اٹھا پردہ گرما محفل کے رات چلی
میں وہ راز نہیں جو بہک جائے
میری سانسیں مہکا کہ رات چلی
عادت مئے نہیں کہ تیری شہرت کھینچ لائی
پیار کا جام پلا کہ رات چلی
حسن کا نہیں سیرت کا شیدائی ہے خلیل
نہ ٹھکرا جاؤں گا کہاں کہ رات چلی

غزل

برسوں کے انتظار کا انجام لکھ دیا
نام محبت میں دل کا پیغام لکھ دیا
نہیں کچھ اور دل میں پیار تیرے کے سوا
ریاضت زیست جو ملا انعام لکھ دیا
میرا ہو کے بھی تیرے لیے دھڑکتا ہے
اس لیے اس کو تیرا ہی غلام لکھ دیا
کئے تھے تحریر گم اپنی کاغذ پر
لوگوں نے کہا واہ کیا خوبصورت کلام لکھ دیا
سندیسے لکھ کر مٹا دیئے تیرے نام کے
خوف رسوائی سے پھر تجھے گمنام لکھ دیا
خلیل

غزل

دل کے جلتے ہوئے زخموں کو ہوا مت دو
پیار کرنا جرم نہیں پیار کی سزا مت دو
اب بدل دو صدیوں پرانی اس روایت کو
زمانے کی طرح وفا کے بدلے جفا مت دو
مریض عشق ہوں چاک وسینہ دیکھایا کہ شفا ملے
مسیحا بنو زندگی دو دوا مت دو
سوکھے پتوں کی طرح بکھرا پیار کی راہ میں
سمیٹنا ہے تو سمیٹو دکھاوے صدا مت دو

غزل

کچھ تو سوچتے مجھے بھلانے سے پہلے
دل پہ ہاتھ رکھتے مجھے رلانے سے پہلے
بسیا تھا صرف تم کو اپنے دل میں
نکالا ہوتا دل مجھے جلانے سے پہلے
کیوں توڑا میرا پختہ یقین واعتماد
خلیل احمد ملک شیدانی شریف۔

بشارت علی پھول کی شاعری

حمد باری تعالیٰ

اے میرے اللہ میں تیری کیا کیا
ثنا بیان کروں میری سوچ تو محدود
ہے تیری ذات لا محدود ہے
میرا عشق بھی ہے ادنیٰ سا
میں خود بھی حقیر سا ہوں
تیری عشق بھی عظیم ہے تیرا سب
سے اعلیٰ محبوب ہے
التجاہ ہے تجھ سے تو مجھے بہت ہی
پسند ہے کبریا
میں بھی تجھے پسند آجاؤں سجدے
میں سر سجود ہے
تیری اتنی عناعت ہے مجھ پر اتنی
ہیں نعمتیں
تیری بارگاہ اقدس پر مولا میری
مولا میری طرف سے تحفہ درود
ہے
میں مانگوں تو کس سے مانگوں ہر
چیز پہ ہے تو قادر
تو ہی پھول کو عطا کر جنت
کیوں کہ توالودود ہے

غزل

چند جھوٹے خواب تم بھی کبھی
میری آنکھوں کو دکھاؤ
مگر شرت یہ ہے کہ ہر خواب دلکش
اور رنگین ہو
تم کو اجازت ہے جہاں چاہو محبت
کرو جسے چاہو دل دو
صرف اتنا خیال رہے کہ وہ میری
طرح حقدار اور مسکین بھی ہو
وہ کون سا پیار دوں تجھے دنیا سے
چھپا کر
تو ہمیشہ کے لیے میری بن جائے
اور مجھے یقین ہو
اجڑے ہوئے انسانوں سے یوں
نہ بھاگ اے نادان
ضروری تو نہیں کہ ہر مکان
میں کوئی مکین ہو
ہو گا نہ ملال ذرا بھی اپنے
ارمانوں کے قتل کا
مگر قاتل تجھ سا معصوم اور ذہین
بھی ہو
وہ کون سے لفظ چنوں میں تیری
تعریف میں پھول
کہ تیری تعریف بھی ہو جائے
میرے دل کو تسکین ہو

غزل

جب بھی کبھی مانگتا ہوں بھیک
زندگی کی ان سے
آگ بگولا ہو کر کہتا ہے تو مر کیوں
نہیں جاتا
تم پاس ہوتے ہو تو تیرے ستم بھی
ہیں گوارہ
آنکھ سے اوجھل ہو جاتے ہو تو
بچھڑنے کا ڈر کیوں نہیں جاتا
بیٹھا رہتا ہوں تیری گلیوں میں
دیوانوں کی طرح
پوچھتے ہیں مجھ سے وابسطہ لوگ تو
گھر کیوں نہیں جاتا
روز کرتا ہے مجھ سے کئی عہد ووفا وہ
ستم گر
تو نہ جانے وہ پھر نبھا کر کیوں نہیں
جاتا
کانٹا رہتا ہوں چکران کے کوچے
میں ہر روز
ہم غریبوں کے نگر میں وہ اہل زر
کیوں نہیں جاتا
اس کی محبت نے یہ مجھ کو کیسا کافر بنا
دیا
خدا کے در پہ گھی سجدے میں سر
کیوں نہیں جاتا
بشارت علی پھول باجوہ ڈاکخانہ
خاص تھوتھیاں خورد تحصیل
صفدر آباد ضلع شیخوپورہ

رشتے ناطے

رشتے ناطے

مجھے اپنے بھائی کے لیے ایک شریف لڑکی کا رشتہ چاہیے جو زندگی کے ہر موڑ پر ان کا ساتھ دے جتنی مرضی پڑھی لکھی ہو بڑوں کا ادب کرنا جانتی ہو نماز پابند ہو انشاء اللہ زندگی میں کبھی بھی کسی کی چیز کی کمی محسوس نہ ہوگی خواہش مند لڑکیاں خود یا ان کے والدین رابطہ کریں
ضیاقت علی کوٹلی۔

مجھے اپنی دوست کے لیے ایک رشتہ درکار ہے عمر پچیس سال قد چھ فٹ سمارٹ اور سلیمہ مند ہے والدین فوت ہو چکے ہیں ایسے لڑکے کی تلاش ہے جو پڑھا لکھا ہو خوبصورت ہو چاہئے غریب ہی ہو جل باز اور وقت گزار لڑکے رابطہ نہ کریں ۔
خلیل احمد ملک شیدانی شریف۔

مجھے اپنے لیے ایک لڑکی کا رشتہ درکار ہے جو شریف اور سلیقہ مند ہو بے شک زیادہ پڑھی لکھی نہ ہو گھر کو سنبھالنا جانتی ہو میری پہلے بھی شادی ہوئی تھی جو گھر والوں کی مرضی سے لیکن وہ لڑکی عمر میں مجھ سے بڑی ہونے کی وجہ سے طلاق ہو گئی اب میں شادی کرنا چاہتا ہوں والدین نہیں ہیں خود مختار ہوں گھر گاڑی ٹریکٹر ٹرالی اور زمینیں سب کچھ ذاتی ہے انشاء اللہ جو بھی آئے گی راج کرے گی خود مختار ہو گی دھوکہ باز رابطہ نہ کریں خود مختار لڑکیاں یا والدین رابطہ کر سکتے ہیں۔
بشارت علی پھول باجوہ۔

مجھے اپنی چھوٹی سسٹر کے لیے ایک اچھا رشتہ درکار ہے گھر اور کاروبار ذاتی ہو خود مختار ہو کسی قسم کی کوئی پرابلم نہ ہو اور شہر میں ہو لڑکا بے شک میٹرک تک پڑھا لکھا ہو مگر کاروبار اپنا ذاتی ہونا چاہئے لڑکی سلجھی ہوئی ہے سلیقہ مند ہے سمجھدار ہے دین اسلام جانتی ہے زیادہ پڑھی لکھی نہیں مڈل تک تعلیم ہے۔ فوری رابطہ کریں۔ لڑکے کی عمر تیس سال سے زیادہ نہ ہو لاہور۔ قصور۔ پتوکی۔ بھائی پھیرو۔ اوکاڑہ۔ کو ترجیح دی جائے گی
کشور کرن پتوکی۔

مجھے اپنے چھوٹے بھائی کے لیے ایک رشتہ درکار ہے جو کے حافظ قرآن ہے اور امام مسجد ہے لاہور شہر میں ہے پہلی بیوی کچھ ہی خود مختار ہے ہمیشہ راج کرے گی کوئی اچھی سی لڑکی یا اس کے والدین بھی رابطہ کر سکتے ہیں پہلی بیوی کو ایک سال بعد ہی طلاق ہو گئی تھی اب کوئی ایسی لڑکی چاہئے جو اس کے قدم سے قدم ملا کر چل سکے دین اسلام جانتی ہو
ذوالفقار آرائیں لاہور۔

مجھے اپنی ایک دوست کے لیے اچھا سا رشتہ درکار ہے جو کہ پڑھی میٹرک پاس اور سلجھی ہوئی لڑکی ہے صرف اکیلی لڑکی دو بھائیوں کی بہن ہے جس کے لیے اچھا سا رشتہ چاہئے گھر کاروبار اپنا ذاتی ہو فوری رابطہ کریں
مریم ضلع قصور

مجھے اپنے لیے ایک رشتہ درکار ہے جو کہ آرائیں برادری کا ہو میٹرک تک تعلیم ہے قد اور جسامت اچھی ہے پانچ بہنوں کا اکیلا بھائی ہوں سب کچھ ذاتی ہے کچھ زمین بھی اپنی ہے کسی اچھی اور سلجھی ہوئی آرائیں قوم کا رشتہ درکار ہے۔
ندیم آرائیں۔ پتوکی

تماشا ہے زندگی

۔۔تحری۔رفعت محمود۔راولپنڈی۔0300.5034313۔

شہزادہ بھائی۔السلام وعلیکم۔امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔

قارئین کی خدمت میں اس بار جو سٹوری لے کر آیا ہوں اس کا نام میں نے ۔تماشا ہے زندگی۔ رکھا ہے یہ ایک حقیقت ہے اور سچی کہانی اس کا ایک ایک لفظ حقیقت کا آئینہ ور ہے امید ہے سب قارئین کو پسند آئے گی اس میں کیا ہے یہ فیصلہ آپ خود ہی کر سکتے ہیں یہ آپ پر چھوڑا ہے۔

شمع نے ایک جھٹکے سے فیروز کے گریبان کو پکڑ کر زور سے اپنی طرف کھینچا۔نجانے اس میں اتنی طاقت کہاں سے آ گئی تھی اچانک فیروز جھٹکے سے توازن برقرار نہ رکھ سکا اور پیچھے کی طرف گر پڑا شمع نے قریب پڑی ہوئی لوہے کی پائپ اٹھا کر زور سے اس کے سر پر دے ماری فضا میں ایک چیخ بلند ہوئی اور فیروز کا چہرہ مسخ ہو کر رہ گیا۔دیکھتے ہی دیکھتے وہاں لوگوں کا ایک ہجوم لگ گیا وہ پاگلوں کی طرح فیروز کو مار رہی تھی جب تک فیروز نے تڑپ تڑپ کر جان نہ دے دی۔خون سے اس کے کپڑے سرخ ہو رہے تھے پھر وہ اپنے کپڑے پھاڑنے لگی سر کے بال نوچنے لگی۔دیکھتے ہی دیکھتے پولیس نے اسے حراست میں لے لیا ہر آدمی کی زبان پر تھا کہ شمع پاگل ہو گئی ہے اس نے اپنی زندگی کو لوگوں کے سامنے تماشا بنا دیا ہے اور ایک شخص کا خون کر دیا ہے وہ قاتل ہے خونی ہے اس بازار میں آج بھی رونق رہتی ہے پائل کی جھنکار پر دولت لٹائی جاتی ہے لیکن شمع کا کمرہ ویران پڑا ہے اس کمرے میں کوئی بھی طوائف نہیں رہتی کمرے کی ہر چیز بکھری پڑی ہے ہر روز رات کے وقت نت نئے زندگی کے تماشے لگتے ہیں نہیں ہے تو شمع نہیں ہے عدالت نے اسے فیروز کے قتل میں عمر بھر کی قید سنا دی ہے جیل کی سلاخوں کے پیچھے وہ زندگی کے دن کاٹ رہی ہے شاید یہی مکافات عمل ہے جو جیسا کرتا ہے ویسا ہی پھل پاتا ہے۔

ادارہ جواب عرض کی پالیسی کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں مقامات کے نام تبدیل کر دیے ہیں تاکہ کسی کی دل شکنی نہ ہو اور مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی جس کا ادارہ یا رائٹر ذمہ دار نہیں ہوگا۔اس کہانی میں کیا کچھ ہے یہ تو آپ کو پڑھنے کے بعد ہی پتہ چلے گا۔

سورج غروب ہو چکا تھا کائنات کی ہر چیز پر تاریکی کا غبار چھا رہا تھا رات کی بڑھتی ہوئی سیاہی کیساتھ ساتھ دنیا کے کاروبار بھی کم ہوتے جا رہے تھے دکانیں بند کی جا رہی تھیں اور لوگ اپنے اپنے گھروں کی طرف لوٹ رہے تھے مگر شہر کے ایک کونے میں ایک جگہ راجہ بازار ایسی تھی جہاں اس وقت دن طلوع ہو رہا تھا یہاں اس جگہ تو ہمیشہ سے یہی ہوتا چلا آیا ہے کہ دن تو سوتے ہوئے گزارے جاتے ہیں اور راتیں جاگ کر کاروبار میں مشغول ہوتی ہیں اب بھی یہاں کاروبار کا بازار گرم تھا مدہوش قہقہے اور نقرئی کی مسکراہٹیں ابھر رہی تھیں قہقہے روشن تھے دروازے کھلتے اور بند ہو جاتے تھے کوئی اندر داخل ہو رہا تھا اور کوئی باہر جا رہا تھا

گھنگروں کی چھن چھن کی دلکش آواز فضا کو رنگین بنا رہی تھی ہر طرف گہما گہمی تھی نوجوان لڑکے ادھر سے ادھر چکر لگا رہے تھے گیارہ بج رہے تھے مگر

شہر کی مشہور طوائف شمع کا دروازہ ابھی تک بند تھا حالانکہ رات کے گیارہ بجے تک وہ اپنے دروازہ کھول دیتی ہے اور نوجوان مردوں کا ایک ہجوم لگا ہوتا ہے اتنا راستہ بھی کہ لوگ آسانی سے اس تک پہنچ جائیں یہ آج سے بیس سال پہلے کی بات ہے جب وہ جوان تھی اس کے انگ انگ میں کشش تھی مگر اب تو اس کے حسن شاداب کا سورج ڈھل چکا تھا۔

یہ تو دنیا کی پرانی ریت ہے کہ چڑھتے سورج کو سارے سلام کرتے ہیں اور ڈھلتے سورج کی طرف کوئی بھولے سے دیکھنا گوارہ نہیں کرتا آج اس بازار میں اور بھی بہت سی خوبصورت طوائفیں آب اپنے حسن کی جوانی بڑھا رہی تھی مگر اب تک وہ عروج کسی کو نہیں نصیب ہوا تھا جو شمع کو حاصل تھا پھر دیکھتے ہی دیکھتے شمع کا دوازہ کھلا اور وہ دروازے میں آن کھڑی ہوئی اس طرح جیسے سب طوائفیں دروازے کے درمیان میں کھڑی ہو کر تماشائیوں کو دیکھتی ہیں آج نجانے کیا بات تھی جو اس کا حسن سوگوار تھا آنکھیں اداس تھی وہی آنکھوں شرارتی جن میں ہر وقت بھری رہتی ہیں آج اداس اداس سی لگ رہی تھی نہ اس نے لباس پر کوئی توجہ دی اور نہ ہی بالوں کو ٹھیک طرح سے سنوارہ تھا وہ دروازے پر کھڑی باہر کی طرف دیکھ رہی تھی بازار میں رونق بڑھ رہی تھی شہر کے بڑے بڑے لوگوں کی بڑی بڑی گاڑیوں کی وجہ سے راستہ چلنا دشوار ہو رہا تھا

پائل کی جھنکار اور طبلے کی تھاپ میں تیزی آگئی تھی کچھ لوگ میدان چھوڑ کر گھر جا رہے تھے اور سب طوائفیں انہیں حسرت بھری نگاہوں سے جاتے ہوئے دیکھ رہی تھیں اب ان کی محفل کی رونق دم توڑ رہی تھی کیوں کہ بڑے تاجر ہمیشہ بڑے ہی سودے کرتے ہیں شمع دور تک کھڑی ان کاروں کے سلسلے کو دیکھتی رہی پھر یکدم اس کو یوں محسوس ہوا جیسے اس کے سامنے اس کا ماضی نقاب ڈالے کھڑا ہو اس کے تصور نے بڑھ کر ماضی کا نقاب چہرے سے اتار دیا اور وہ اردگرد کے ہنگاموں سے بے خبر ہو گئی

وہ ان دنوں میٹرک کے سکول میں پڑھتی تھی خوبصورت سی معصوم سی ہر غم سے آزاد سکول جانا اور گھر چلے آنا اس کا معمول تھا اس دن وہ سکول جانے کے لیے نکلی تو ایک لڑکا سائے کی طرح اس کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا بالکل چپ چاپ لیکن جب [اس] نے اس کی طرف دیکھا تو تو اسے اپنی جانب دیکھتے ہوئے پایا وہ گھبرا گئی اور جلدی جلدی چلنے لگی دوسرے دن جب وہ سکول جا رہی تھی تو تب بھی وہ لڑکا اس کی جانب دیکھ رہا تھا پھر نہ چاہتے ہوئے بھی اس نے جب مڑ کر پیچھے دیکھا تو لڑکے نے اشارے سے اس کو سلام کیا اس کی اس حرکت نے اس کی سانسوں کی رفتار بھی تیز کر دیا تھا وہ پسینہ پسینہ ہو گئی تمام دن وہ عجیب عجیب خیالوں میں رہی عجیب اور انوکھے خیالات اس کے ذہن میں پھیلتے جا رہے تھے وہ بڑے غور سے ٹیچر کا لیکچر سن رہی تھی مگر ذہن میں اس لڑکے کی تصویر رقصاں تھی اس نے کئی مرتبہ اس خیال کو ذہن سے جھٹکنے کی کوشش کی مگر خیالات تھے کہ مسلسل بڑھتے جا رہے تھے انہیں خیالات میں ڈوبی شمع جب شام کو سکول سے نکلی تو وہ لڑکا باہر کھڑا تھا ایک لمحہ تو وہ حیران رہ گئی لیکن پھر وہ گھر کے راستے پر چل پڑی وہ بھی اس کے ساتھ چلنے لگا۔

"کتنی حسین ہو تم شاید تمہیں پتہ نہیں ہے" وہ شمع کے قریب آتے ہوئے بولا تو وہ گھبرا دی گئی اور اس وقت [سڑک] سنسان کوئی ایک گاڑیاں گزر رہی تھیں اس نے اور تیزی سے چلنا شروع کر دیا وہ اب بھی پیچھے پیچھے آرہا تھا مگر شمع نے اسے اس کی بات کا جواب نہ دیا وہ گھر پہنچی تو اس کی حالت غیر ہو رہی تھی سانس تیز تیز چل رہی تھی کتابوں کے بیگ کو میز پر رکھ کر وہ غسل خانے میں نہانے کے لیے چلی گئی وہاں بھی اس کے کانوں میں وہی الفاظ گونج رہے تھے

اسے یوں محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے وہ الفاظ اس کی رگ پے میں سرایت کرتے جا رہے ہوں وہ رات کو سونے کی کوشش کر رہی تھی تو نا جانے کیسے اس کی بے چین نگاہیں چاند کی خوبصورتی میں الجھ گئی دوسرے دن وہ اسی جگہ ملا تو وہ نا جانے کیوں وہ اسے دیکھتے ہی بے اختیار سی مسکرا دی وہ بھی جواب میں مسکرا دیا

پھر یہ روز کا معمول بن گیا وہ لڑکا ہر روز اس کے ساتھ سکول جاتا اور واپسی پر آتا اسے دیکھ کر شمع پر ایک عجیب سی کیفیت طاری ہو جاتی ایک عجیب سی بے خودی طاری ہو جاتی ایک انوکھا سا خمار آنکھوں میں تیرنے لگتا وقت کے ساتھ ساتھ وہ دونوں ایک دوسرے کے قریب آتے گئے وہ موسم بہار کی ایک رنگین شام تھی جب شمع پہلی بار جب شمع پہلی بار اسے ایک پارک میں ملی تھی اس وقت کتنی ہی حسین امنگیں جوان ہوئی تھیں کتنی ہی تمناؤں نے جنم لیا تھا مستقبل کے کتنے ہی خوبصورت محلات اسے تصورات کی وادی میں لے گئے پھر ان خوابوں کو تعبیر دینے کے لیے خاندان کی عزت والدین کا وقار اور بھائی بہنوں کا پیار اسے سب کچھ دینا پڑا ہر چیز اسے منہ موڑنا پڑا ایک نئے گھر کی دھن یاں کا پیار باپ کی شفقت کی مضبوط بیڑیاں کاٹ چکی تھی

وہ ایک دن ہزاروں میل دور فیروز کے ساتھ ایک ہوٹل میں ٹھہری ہوئی تھی یہ شمع کی زندگی کا ایک بھیانک موڑ تھا اس رات وہ اپنا ب کچھ محبت کی قربان گاہ پر قربان کر چکی تھی وہ خاموش تھی کیوں کہ اس کی نظر میں فیروز اس کا پیار تھا اس کی تمناؤں اور آرزوؤں کا مرکز تھا اس نے فیروز کے لیے اپنے خاندان کی عزت اور وقار کو داؤ پر لگا دیا تھا اس نے فیروز وہ خوش تھی کہ اس کا محبوب اسے مل گیا ہے پھر رات اور دن آہستہ آہستہ گزرتے جا رہے تھے شمع نے کئی بار فیروز کو شادی کے لیے کہا مگر اس نے ہر بار ٹال دیا وہ کوئی نہ کوئی ایسا بہانہ بنا دیتا جسے سن کر شمع خاموش ہو جاتی جو رقم اور زیورات وہ ایک ایک کر کے سب کچھ ختم ہو گیا

ایک روز فیروز نے شمع سے کہا کہ میں نوکری کی تلاش میں جا رہا ہوں شام تک آ جاؤں گا مگر وہ ایسا گیا کہ پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھا صبح سے شام اور شام سے رات ہو گئی اس نے نہ آنا تھا نہ آیا شمع نے پھر کئی راتیں روتے روتے گزار دیں ایک مجبور لڑکی اس کے سوا اور کر بھی کیا سکتی ہے چار روز کے بعد ایک اور شخص نے اس کا ہاتھ تھام لیا جو بڑا ہمدرد دکھائی دیتا تھا وہ اس ہوٹل کا مالک تھا وہ ایسے خوش تھی جیسے خدا نے اس کے لیے اپنی رحمت کا فرشتہ بھیج دیا ہو اس کے دلاسوں اور حوصلوں نے شمع کا دل بڑھایا اس نے اپنی تمام داستاں اسے سنا دی وہ اسے اپنے کمرے میں لے آیا اب وہ بے حد خوش تھی کہ اسے پناہ مل گئی تھی ایک ایسا ہمسفر مل گیا تھا جو آخری دم تک اس کا ساتھ دے گا پھر اسے جلد ہی معلوم ہو گیا کہ اس ہمدرد اور غمگسار چہرے کے پیچھے ایک شیطانی روح ہے جو اپنے شیطان پنجے اس کی طرف بڑھا رہی ہے وہ جلد ہی اپنے اصلی روپ میں سامنے آ گیا وہ بہت چلائی روئی منتیں کیں اور خدا کے واسطے دیئے مگر اس کے کانوں تک جوں تک نہ رینگی فرشتوں نے بھی اس ظلم پر اپنے چہرے چھپا لئے ہوں گے وہ اپنے بچاؤ کے لیے کچھ بھی نہ کر سکی پھر ہر رات آنے والی اس کو نئے نئے چہرے دکھائی دیکھتے وہ اپنے پیٹ کے لیے سب کچھ کرنے لگی

پھر ایک روز ایک بہت بڑا تاجر آیا جو گھنٹوں ہوٹل کے مالک کے ساتھ باتیں کرتا رہا پھر دوسرے روز وہ تاجر اسے اپنے ساتھ اس بازار میں لے گیا جہاں کھلے عام تاجروں کی تجارت ہوتی ہے اسے بھی اس بازار میں اونچی جگہ پر ایک [illegible]رہ دے دیا گیا اب اس کی زندگی میں ایک نیا موڑ آ گیا تھا اسے مرد کی ذات سے شدید نفرت ہو چکی تھی اسے ہر شخص میں

فیروز کے مکروہ چہرے کی جھلک نظر آتی وہ ہر مرد کو اپنا دشمن تصور کرتی وہ انتقام لینا چاہتی تھی زبردست انتقام اتنا خوفناک انتقام کہ سماج کانپ اٹھے اس نے اپنے آپ کو زیادہ سے زیادہ دلکش بنانے کی کوشش شروع کردی تھی نئے نئے ماڈرن طریقوں سے اپنے آپ کو سنوارنا شروع کردیا تھا جلد ہی وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوگئی

اس کے حسن و جمال کا دور دور تک چرچا ہونے لگا اس کے گھنگروؤں کی جھنکار میں دولت کے انبار لگ جاتے یوں وہ اس بازار کی سب سے حسین طوائف بن گئی بڑے بڑے تاجر زمیندار اس کے قدموں میں جھکتے تو وہ خوشی سے جھوم اٹھتی قہقہے لگاتی اتنا روپیہ لیتی کہ وہ قلاش ہوجاتے جب ان کے پاس دینے کے لیے کچھ بھی نہ رہتا تو وہ انہیں دھکے دے کر اپنے دروازے سے باہر نکال دیتی اس طرح اسے بہت ہی سکون ملتا۔ لیکن ابھی اس کا انتقام پورا نہیں ہوا تھا ابھی اسے اور انتقام لینا تھا مگر وقت نے اس کا ساتھ نہ دیا اور اس کی جوانی بڑھاپے میں تبدیل ہوگئی۔

اچانک اس کے خیالات کا سلسلہ ٹوٹ گیا ماضی کے اندھیروں سے نکل کر ایکدم وہ اجالے میں آگئی اس نے اپنے پریشان بالوں پر ایک نگاہ ڈالی بالوں کی سفیدی اس کا منہ چڑا رہی تھی وہ زیادہ دیر اپنے بالوں کو نہ دیکھ سکی اس نے خالی خالی نگاہوں سے باہر کی جانب دیکھا جہاں لوگوں کا ہنگامہ عروج پر تھا دور تک گاڑیوں کی چمکتی ہوئی قطاریں لگی ہوئی تھیں وہ ان سب کاروں کے لوگوں کو اچھی طرح جانتی تھی وہ شہر کے ایک مشہور تاجر فیروز کی کار تھی اور وہ کتنی حسین ہو تم ۔۔وہ چونک پڑی وہی الفاظ وہی آواز جو آج سے اٹھائیس سال پہلے اس کے کانوں میں نشہ بن کر اتری تھی آج وہی آواز اس کے کانوں میں گرم گرم سیسے کی طرح اتر گئی۔ وہ ایک دم کمرے سے نکل کر گلی میں آگئی۔

ارے سنو تمہارا نام فیروز ہے کیا۔ وہ نرمی سے بولی۔

ہاں۔ کیابات ہے وہ مسکرا کر بولا۔

یہ سن کر شمع نے ایک جھٹکے سے فیروز کے گریبان کو پکڑ کر زور سے اپنی طرف کھینچا۔ نجانے اس میں اتنی طاقت کہاں سے آگئی تھی اچانک فیروز جھٹکے سے توازن برقرار نہ رکھ سکا اور پیچھے کی طرف گر پڑا شمع نے قریب پڑی ہوئی لوہے کی پائپ اٹھا کر زور سے اس کے سر پر دے ماری فضا میں ایک چیخ بلند ہوئی اور فیروز کا چہرہ مسخ ہو کر رہ گیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے وہاں لوگوں کا ایک ہجوم لگ گیا وہ پاگلوں کی طرح فیروز کو مار رہی تھی جب تک فیروز نے تڑپ تڑپ کر جان نہ دے دی۔ خون سے اس کے کپڑے سرخ ہو رہے تھے پھر وہ اپنے کپڑے پھاڑنے لگی سر کے بال نوچنے لگی۔ دیکھتے ہی دیکھتے پولیس نے اسے حراست میں لے لیا ہر آدمی کی زبان پر تھا کہ شمع پاگل ہوگئی ہے اس نے اپنی زندگی کو لوگوں کے سامنے تماشا بنادیا ہے اور ایک شخص کا خون کردیا ہے وہ قاتل [illegible] ہے اس بازار میں آج بھی رونق رہتی ہے پائل کی جھنکار پر دولت لٹائی جاتی ہے لیکن اس کا کمرہ ویران پڑا ہے اس کمرے میں کوئی بھی طوائف نہیں رہتی کمرے کی ہر چیز بکھری پڑی ہے ہر روز رات کے وقت نت نئے زندگی کے تماشے لگتے ہیں نہیں ہے تو شمع نہیں ہے عدالت نے اسے فیروز کے قتل میں عمر بھر کی قید سنادی ہے جیل کی سلاخوں کے پیچھے وہ زندگی کے دن کاٹ رہی ہے شاید یہی مکافات عمل ہے جو جیسا کرتا ہے ویسا ہی پھل پاتا ہے۔

نام تو لکھ دوں اس کا ہر جگہ مگر یہ خیال آتا ہے
معصوم ہے میرا صنم کہیں بدنام نہ ہو جائے

اب اشک آنکھوں میں نہیں ٹھہراتے

تحری۔انتظار حسین ساقی۔ تاندلیانوالہ۔ 0300.6012594

شہزادہ بھائی۔السلام وعلیکم۔امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔
قارئین کی خدمت میں اس بار جو سٹوری لے کر آیا ہوں اس کا نام میں نے۔اب اشکوں آنکھوں میں نہیں ٹھہرتے۔رکھا ہے یہ ایک حقیقت ہے اور سچی کہانی اس کا ایک ایک لفظ حقیقت کا آئینہ ور ہے امید ہے سب قارئین کو پسند آئے گی اس میں کیا ہے یہ فیصلہ آپ خود ہی کر سکتے ہیں یہ آپ کر چھوڑا ہے اور جو میری تحریروں کو پسند کرتے ہیں ان کا میں مشکور ہوں۔
ادارہ جواب عرض کی پالیسی کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں مقامات کے نام تبدیل کر دیئے ہیں تا کہ کسی کی دل شکنی نہ ہو اور مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی جس کا ادارہ یا رائٹر ذمہ دار نہیں ہوگا۔اس کہانی میں کیا کچھ ہے یہ تو آپ کو پڑھنے کے بعد ہی پتہ چلے گا۔

یہ ضروری نہیں ہر شخص مسیحا ہی ہو
پیار کے زخم امانت ہیں دکھایا نہ کرو
لوگ ہر بات کا افسانہ بنا لیتے ہیں
سب کو روداد عشق سنایا نہ کرو

کائنات میں آج تک کوئی بھی ایسا انسان نہیں ہے جو یہ دعویٰ کر سکے کہ اس کی ساری زندگی میں ہمیشہ خوشیاں ہی خوشیاں رہی ہیں اس نے کبھی زندگی میں کوئی غم نہیں دیکھا دکھ درد غم انسان کی زندگی کا حصہ ہیں آپ کو بہت سارے لوگ ہنستے مسکراتے ملیں گے مگر کبھی ان کی زندگی کے اندر جھانک کر دیکھا آپ کو اتنے دکھ درد ملیں گے کہ آپ اپنے دکھ بھول جائیں گے زمانے میں کچھ ایسے بھی لوگ ہوتے ہیں جو اپنے دکھ اپنے اندر ہی رکھتے ہیں کسی کو بتاتے نہیں ہیں کسی کو سناتے نہیں ہیں وہ دکھ انسان کو اندر ہی اندر مار دیتے ہیں انسان کب تک ان اشکوں کو اپنے دل کے اندر چھپائے کب تک آنسوؤں کے سمندر کو روکے جب دکھ درد حد سے بڑھ جائیں تو آنکھیں بے وجہ اپنے آپ ہی چھلک پڑتی ہیں جب آنکھیں چھلکتی ہیں تو ان آنسوؤں پر نجانے کتنے ہی لوگوں کی یہ بھی حقیقت ہے جب کوئی دکھ درد حد سے بڑھ کر محبت میں ملے تو کوئی اپنا جب جھوٹ بولے دھوکہ دے تو آنکھوں کے سمندر کناروں سے اچھل جاتے ہیں پھر اشکوؤں کی گھٹاؤں ساون کے بادلوں کی طرح برستی ہیں کچھ آنکھوں کو سہارے مل جاتے ہیں وہ کسی کندھے پہ سر رکھ کر اپنی آنکھوں کی برسات میں خود ڈوبتے ہیں اور کوئی اپنے آشکوؤں کو اپنے تکیے کے نیچے منہ چھپا کر روتا ہے برتی اور سلگتی آنکھوں والی ایک ایسی داستان جیسے پڑھ کر آپ کی آنکھیں بھی نم ہو جائیں گی۔

میں اسے گنوا کے زندہ ہوں اس طرح محسن
کہ جیسے تیز ہواؤں میں چراغ جلتا ہے
اس شب کے مقدر میں سحر ہی نہیں محسن
دیکھا ہے کئی بار چراغوں کو بجھا کر

مہینہ آتا ہے اس کے پہلے عشرہ میں جو پہلا جمعہ المبارک آتا ہے اس دن لوگ قبرستانوں میں جاتے ہیں اس دن کو پنجابی میں روڈ پانی والا دن کہتے ہیں یعنی لوگ قبرستان میں جا کر قبروں کی دیکھ بھال کرتے ہیں ۔ جو قبریں کچی ہوتی ہیں بارشوں کی وجہ سے ان کو نقصان ہوتا ہے تو سال کے بعد لوگ ان کی مرمت وغیرہ کرتے ہیں ان کی صفائی ان کی لپائی وغیرہ کرتے ہیں شہروں میں تو ہر قبرستان میں ایک ملازم ہوتا ہے جو قبروں کی دیکھ بھال کرتا ہے مگر گاؤں میں بہت کم ایسا ہوتا ہے وہاں کوئی ملازم نہیں ہوتا ۔ ۔

اس بار میں جب محرم کا مہینہ میں گھر گیا تو مجھے میرے ایک دوست نے کہا ۔ آؤ قبرستان چلیں ۔ میں نے اس سے کہا یار عمران آپ کو تو پتہ ہے کہ میں محرم کے مہینہ میں قبرستان یا قبروں پر نہیں جاتا ۔ میں تو عید کے دن قبروں پر جاتا ہوں اور عید کی نماز پڑھ کر پوری فیملی کے ساتھ قبرستان جاتا ہوں فاتحہ خوانی بھی کرتے ہیں اور گلاب کی پتیاں بھی قبروں پر ڈال کر آتے ہیں اس نے بہت ضد کی اور میں اس کے ساتھ قبرستان چلا گیا ۔

وہاں پر جا کر میری حیرانی کی انتہا نہ رہی کہ ہمارے گاؤں کا جو قبرستان ہے وہ دس بارہ دیہات کے درمیان میں ہے اس لیے وہ ایک بہت بڑا قبرستان ہے وہاں جا کر اس بات کی خوشی ہوئی کہ لوگ اپنے پیاروں کی آخری آرام گاہ پر پھول چھڑا کر پتیاں نچادر کر کے فاتحہ خوانی کر کے لنگر تقسیم کر کے قرآن خوانی کر کے اپنے پیاروں کے لیے دعا مغفرت کر رہے تھے وہ یہ تھی کہ لڑکیوں اور لڑکوں کے گروپ بہت ہی خوبصورت زرق و برق کپڑے زیب تن کئے بہت اچھے انداز کے ساتھ تیار ہو کر آئے ہوئے تھے ۔

لڑکیوں کے ہاتھوں میں مہندی کلائی میں چوڑیاں میں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھی شہر خاموشاں کا ہجوم ایسا تھا کہیں یہ لوگ اپنے پیاروں کی قبروں کے وقت کر رہے تھے مگر ساتھ ہی کچھ لڑکیاں اور لڑکے فون پر بات کرنے میں مصروف تھے ان کو کوئی پتہ نہ تھا کہ ان کے پاؤں کسی قبر پہ ہیں کہ نہیں یعنی قبروں کی حرمت اور تقدس جیسا کچھ پتہ نہ تھا ان لوگوں کو بلکہ یوں کہنا ہوگا کہ کچھ لوگ وہاں صرف اور صرف انجوائے کرنے گئے تھے ۔

میں نے کافی لوگوں کو نوٹ کیا کہ انہوں نے کچھ بھی نہیں کیا تھا صرف اور صرف چہل قدمی اور انجوائے کے سوا جدھر نظر جاتی تھی لوگ ہی لوگ نظر آتے تھے لوگوں کا انتشار اور ہجوم تھا کہ مجھے کہنا پڑ گیا شہر خموشاں تیرے ہجوم کی کیا بات ہے ۔

میں اور میرے دوست واپس آتے گئے دیکھا ایک بہت بڑی گاڑی بلیک شیشوں والی آئی اس میں سے چند آدمی نکلے اور اسلحہ سے لیس تھے ان کے پاس بندوقیں تھیں وہ کسی اہم شخصیت کی گاڑی تھی لوگ سب ان کی طرف چلنے لگے گاڑ کے بعد ایک نوجوان گاڑی سے نکلا دیکھنے میں بہت خوبصورت نوجوان تھا مگر اس کے پاؤں زنجیر اور اس کے ہاتھوں میں زنجیر میری تو کچھ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ یہ کیا ماجرا ہے اس شخص کو جب گاڑی سے نیچے اتارا تو وہ اونچا اونچا رونے لگا اور دیوانوں کی طرح اونچے اونچے وین کرنے لگا وہاں قبرستان میں یہ عجیب وغریب منظر سب لوگ دیکھ رہے تھے سارے لوگ وہاں جمع ہو گئے ساری فیملیاں بھی اور سارے وہاں پر آئے ہوئے تھے لوگ یہ سب اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے پھر گاڑی سے ایک بوڑھی عورت نکلی وہ اُس دیوانے شخص کو پکڑنے کی کوشش کر رہی تھی ۔

وہ لوگ اُس کو پکڑ لیتے تو وہ سب سے ہاتھ

چوڑا کر بھاگ کر ایک قبر کے پاس آیا اور وہ اس کو لپٹ جاتا بانہوں میں لے لیتا اُس کی مٹی کو اٹھا کر اپنے ہاتھوں سے اپنے چہرے پہ ڈال لیتا کبھی مٹی کو اٹھا کر چومنے لگتا لوگ سب یہ منظر دیکھ کر حیران اور پریشان ہو گئے میرے ذہن میں طرح طرح کے سوال جنم لے رہے تھے مثلاً یہ کون ہے کیا گاڑی ان کی ہے یہ جو ساتھ بوڑھی عورت ہے یہ کون ہے اور یہ کس کی ہے جس کو وہ دیوانوں کی طرح چومتا ہے اُس کی مٹی کو اٹھا کر چومتا ہے اور ایسی حالت کیوں ہے اگر یہ پاگل ہے تو اس کو یہ کیسے پتہ ہے کہ یہ قبر پہ ہی آنا ہے ورنہ قبریں تو ہزاروں ہیں یہ ان کی طرف نہیں جاتا اور اس کے ہاتھ پاؤں میں زنجیریں کیوں ہیں نے وہاں کافی لوگوں سے پوچھا کہ یہ کیا ماجرہ ہے کسی کو بھی کچھ پتہ نہیں نہ تھا پھر آہستہ آہستہ سب لوگ اپنے اپنے گھروں کو لوٹنے لگے شام کے سائے بڑھنے لگے تو میں نے جاتے ہوئے اُس قبر کی جانب ایک نظر دوڑائی تو کیا دیکھتا ہوں کہ کوئی شخص ہے جو اس قبر پہ چراغ روشن کر رہا تھا۔

میں واپس آیا میں نے اُس شخص سے پوچھا یہ قبر کس کی ہے اور آپ کون ہیں آپ کا اس سے رشتہ کیا ہے اُس شخص نے ایک ٹھنڈی آہ بھری اور بڑی حسرت بھری نگاہوں سے میری طرف دیکھا اور آنسوؤں کی ایک برسات اُس کی بوڑھی اور جھر آنکھوں سے چھلک پڑی اور مجھے اُس نے کچھ یوں بتایا۔

ہر پھول کی قسمت میں کہاں ناز عروساں
کچھ پھول تو کھلتے ہیں مزاروں کے لئے

بیٹا میرا نام آمنہ ہے اور یہ قبر جس پہ میں چراغ جلا رہی ہوں یہ میری بدنصیب کی بیٹی ہے اس کا نام شازیہ ہے جو ابھی کچھ دیر پہلے اس نو جوان جو ابھی زنجیروں میں جکڑا ہوا آیا تھا اس کا نام سجاول ہے جو اس کے ساتھ گارڈ تھے وہ سب کے سب اس کے ابو اعظم کے ہیں جو سب ان کے ملازم ہیں اعظم ایک با اثر اور بہت بڑا سیاسی شخص ہے اور اور اس علاقے کے بہت بڑے زمیندار ہیں ان کی زمینیں اتنی ہیں کہ نا جانے کتنے لوگ ان کے مندارے ہیں اور جو ساتھ میں بوڑھی عورت بھی اس کا نام پردین تھا اور وہ اعظم کی بیوی ہے اور سجاول کی ماں ہے میں اور میرا شوہر واجد علی ہم اعظم کے ملازم تھے میرا شوہر ان کے زمینوں میں کام کرتا تھا اور میں ان کے گھر کا کھانا پکاتی تھی گھر کے کام اور سب کچھ کرتی تھی۔

بڑے گھروں کے کام بہت ہوتے ہیں میں کام کر کر کے تھک جاتی تھی تھکن سے چور ہو جاتی تھی اس کے بدلے میں مجھے دو وقت کی روٹی ملتی تھی اور کبھی کبھی عید کے لیے ان کے پرانے کپڑے بھی مل جاتے تھے ہمارا ایک کچا مکان تھا جب شام کو میں اور میرا شوہر اکھٹے ہوتے تو سوچتے کہ کب تک ہم اس غربت وافلاس کی زندگی جئیں گے آخر ہماری بیٹی بڑی ہو رہی ہے کیا یہ بھی بڑی ہو کر اسی قدر غلامی اور افلاس کی قیدیوں جیسے زندگی گزارے گی۔

دل میں بہت سے خیال آتے کیا کریں ہمارے پاس اور کوئی راستہ نہ تھا کہاں جاتے اعظم صاحب بہت اچھے انسان تھے اس کی بیوی بھی بہت اچھی تھی ان کا ایک ہی بیٹا تھا جو سجاول۔

اعظم صاحب نے اپنے بیٹے کو شہر میں تعلیم کے لیے بھیج دیا تھا وہ چاہتا تھا کہ اس کا بیٹا اعلیٰ تعلیم یافتہ ہو وہ کبھی کبھی شہر سے گاؤں آتا تو زمینوں پر بھی چکر لگاتا تھا اس کو شکار کا بہت شوق تھا۔

میری بیٹی شازیہ جوان ہو چکی تھی اور گاؤں میں ایک سکول میں بڑی مشکل سے میٹرک تک تعلیم حاصل کر کے اس نے گھر کے کام سنبھال لیے تھے

شازیہ بھی کبھی میرے ساتھ اعظم صاحب کی حویلی بھی چلی جاتی تھی میرے ساتھ کاموں میں ہاتھ بٹانے کے لیے سجاول صاحب ایک دن شکار کرتے کرتے ان کو پیاس لگی وہ ہمارے گھر آ گئے تو صرف شازیہ گھر میں تھی میں اور میرا شوہر کام پر تھے شازیہ نے سجاول کو پانی دیا اس نے پوچھا کہ تم کون ہو تو اس نے بتایا کہ سرداری میں آپ کے ملازم کی بیٹی ہوں اور میری امی آپ کی حویلی میں کام کرتی ہے۔

اچھا اچھا تم آمنہ کی بیٹی ہو ہاں جی۔ تم کتنا پڑھی ہو جی میں نے میٹرک کیا ہے سجاول تو چلا گیا ہمارے گھر میں ایک قیامت برپا ہونے لگی وہ جب بھی شہر سے گاؤں آتا شکار کرنے کے بہانے وہ ہمارے گھر بھی ضرور آتا اور ڈھیروں سارا وقت ہمارے گھر میں گزارتا تھا اور جاتے ہوئے بہت سارے پیسے بھی دے جاتا ہم غریب تھے اس کو کیسے گھر آنے سے روک سکتے تھے سجاول کو اصل میں میری بیٹی شازیہ سے پیار ہو گیا تھا اعظم صاحب کو یہ بات اچھی نہ لگی کہ اس کا بیٹا کسی ملازم کے گھر جائے وہاں بیٹھے وہاں سے کھانا کھائے اعظم صاحب کو شک ہو گیا تھا کہ اس کا بیٹا سجاول اس کی ملازمہ کی بیٹی سے کو پسند کرتا ہے اور اس کی وجہ سے وہاں جاتا ہے۔

اعظم صاحب نے ہم لوگوں کو حویلی کے اندر ہی ایک گھر دے دیا تاکہ نہ سجاول ان کے گھر جائے اور نہ ہی کوئی بات بڑھے۔

یوں میں اور میری بیٹی شازیہ سجاول کی حویلی میں مل کر کام کرتی تھی اب سجاول کو شازیہ سے بات کرنے کا ٹائم ہی نہیں ملتا تھا سجاول شازیہ سے پیار کرنے لگا تھا اور شازیہ کو بھی سجاول سے محبت ہو گئی تھی شازیہ کی آنکھوں میں میں نے سجاول کے لیے محبت کو اچھی طرح پڑھ لیا تھا سجاول اور شازیہ کو نہ اب ملاقات کا ٹائم ملتا تھا اور نہ ہی بات کرنے کا ۔

ایک دن سجاول سے نہ رہا گیا اس نے مجھے کہہ دیا کہ آمنہ آنٹی میں آپ سے کوئی ضروری بات کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے کہا جی بیٹا بولو سجاول نے کہا آنٹی سچ تو یہ ہے کہ میں آپ کی بیٹی شازیہ سے محبت کرتا ہوں اور سچی محبت کرتا ہوں اور میں شازیہ کے بغیر نہیں رہ سکتا شازیہ میری زندگی ہے میری زندگی ہے میری چاہت ہے میری محبت ہے آنٹی میں شازیہ سے شادی کرنا چاہتا ہوں پلیز آنٹی میری مدد کریں میں آپ کے آگے ہاتھ جوڑتا ہوں سجاول کی ساری باتیں سن کو میرے تو قدموں تلے سے زمین نکل گئی کہ کیسے ہو سکتا ہے آسمان اور زمین کیسے مل سکتے ہیں مخمل میں ٹاٹ کا پیوند کیسے لگ سکتا ہے ایک دولت مند امیر زادہ نواب باپ کا بیٹا ایک غریب گھرانے کی لڑکی سے کیسے محبت کر سکتا ہے اور کیسے شادی کر سکتا ہے میں نے کہا بیٹا ہم تو آپ کے نوکر ہیں آپکے غلام ہیں ایسا کیسے ہو سکتا ہے اگر آپ کے والدین کو پتہ چل گیا تو وہ ہمیں جینے بھی نہ دیں گے بیٹا ایسا کبھی نہیں ہو سکتا آپ ہماری عزت کو نیلام نہ کریں خدا کے لیے ہمیں معاف کر دیں سجاول تو چلا گیا مگر دل میں ایک قیامت برپا کر گیا مجھے بہت ڈر لگ رہا تھا کہ اگر اعظم صاحب کو پتہ چل گیا تو ہمیں زندہ در گور کر دیں گے۔

زندگی کس مقام پر لے آئی تھی ایک طرف ہماری غربت تھی دوسری طرف سجاول کی محبت تھی اور پھر ایک طرف شازیہ کی خوشیاں اور پھر وہ دن بھی آ گیا کہ جب سجاول نے اپنے امی ابو سے کہہ دیا کہ مجھے آنٹی آمنہ کی بیٹی شازیہ پسند ہے اور میں اس سے محبت کرتا ہوں اور میں اس کے بغیر نہیں رہ سکتا میں اس سے شادی کرنا چاہتا ہوں حویلی میں تو

قیامت آ گئی اعظم صاحب نے کہا کہ تم نے سوچا بھی کیسے کہ تم ایک ملازمہ کی بیٹی سے شادی کرو گے ہم ایسا کبھی نہیں ہونے دیں گے سجاول نے کہا اگر میری شادی آمنہ کی بیٹی شازیہ سے نہ ہوئی تو میں خودکشی کرلوں گا۔

آخر بیٹے کی خوشی کے آگے اعظم صاحب ہار گئے شازیہ اور سجاول بہت خوش تھے آخر میرے دل میں ایک انجانا سا خوف تھا ہم غریب تھے ہمارے پاس تو کچھ بھی نہیں تھا سجاول کی شادی کی تیاریاں ہونے لگیں سجاول بھی بہت خوش تھا سجاول اپنی تعلیم مکمل کرنا چاہتا تھا اس کے امتحانات تھے امتحانات کے بعد سجاول اور شازیہ کی شادی تھی سجاول شہر میں تھا شازیہ اپنی امی کے ساتھ اور بھی زیادہ کام کرنے لگی ہوا یوں کہ شازیہ کی امی کی طبیعت خراب تھی تو کام کرنے کے لیے شازیہ ہی تھی حویلی کے اندر کچن میں کام کر رہی تھی کہ اس کے شازیہ کے دوپٹے سے آگ لگ گئی شازیہ کو پتہ بھی نہ چلا کہ آگ شازیہ کے سارے کپڑوں کو لگ گئی ہے وہ بیچاری چلاتی رہ گئی مگر کسی نے اس کی مدد نہ کی کسی نے اس کو نہ بچایا کسی نے اس کی چیخ وپکار پر توجہ نہ دی کسی نے اس کو آگ سے نہ بچایا اور وہ بیچاری آگ سے جل کر راکھ ہو گئی اس کو جب ہسپتال لے کر گئے تو کب کی مر چکی تھی شازیہ کی کو جب پتہ چلا تو وہ پاگلوں کی طرح رونے لگی شازیہ کا ابو بھی اس قیامت سے گزر رہا تھا۔

جب شازیہ کو حویلی میں رکھا گیا تو حویلی کے اندر قیامت کا منظر تھا سجاول دیواروں سے ٹکریں مار رہا تھا آخر شازیہ کو سپرد خاک کر دیا گیا شازیہ کو فوت ہوئے ابھی ایک ہفتہ بھی نہ ہوا تھا کہ سجاول کو کسی نے بتا دیا کہ شازیہ کو آگ لگی نہیں لگائی گئی تھی اور اس میں آپ کے والد اعظم صاحب کا ہاتھ تھا اور جب اس کو آگ لگی ہوئی تو وہ پکارتی رہی بچاؤ بچاؤ تو کسی نے بھی حویلی میں سے اس کی جان نہ بچائی اور نہ ہی آگ بجھائی سب دیکھتے رہے سب اس کی آوازیں سنتے رہے مگر بچانے کے لیے کوئی نہ آیا سجاول کو یقین نہیں آ رہا تھا کہ میرا باپ اتنا بڑا پاپ بھی کر سکتا ہے اتنا سنگدل اور ظالم بھی ہو سکتا ہے اس قدر اتنی گھٹیا حرکت بھی کر سکتا ہے۔

سجاول باپ کے سامنے کھڑا ہو گیا ابو جی شازیہ کیسے مری مجھے سچ بتاؤ ورنہ میں خود کو گولی مار لوں گا اعظم صاحب نے سچ بتا دیا کہ مجھے پسند نہ تھا کوئی نوکرانی ہمارے خاندان کی مہارانی بنے اس لیے میں نے اس کو راستے سے ہٹا دیا سجاول کو اپنے باپ کے الفاظ پر یقین نہیں ہو رہا تھا کہ باپ ایسے بھی ہوتے ہیں انہیں شان وشوکت کے لیے جان بھی لے سکتے ہیں سجاول شہر چلا گیا اس نے گھر آنا بند کر دیا۔

سجاول کی دنیا اجڑ چکی تھی سجاول چاہتا تھا کہ وہ اس دنیا سے اب کوچ کر جائے اس نے شراب پینی شروع کر دی نشہ کرنا شروع کر دیا۔

اور ایک دن اعظم اور اس کے آدمی سجاول کو ایک روڑ سے اٹھا لائے سجاول نشے میں دھت تھا جب وہ اٹھا تو اس کو کچھ سمجھ نہ آیا اس نے پستول اٹھایا اور اپنے ابو کو مار دیا اور ساتھ یہ بھی کہا کہ ابو جی تم نے میری محبت کو مارا تھا میں نے تم کو مار دیا۔

سجاول نشے میں تھا اس کو پتہ ہی نہ چلا کہ اس نے کیا کر دیا ہے حویلی میں ایک بار پھر قیامت کا منظر تھا جب اعظم صاحب کی لاش پڑی تھی اعظم صاحب کا سارا غرور اور تکبر آج خاک میں مل چکا تھا اس کے اپنے بیٹے نے اسی کے لخت جگر نے ہی اس کو مار دیا تھا اعظم صاحب نے معصوم سی بے گناہ شازیہ کی جان لی تھی مگر اس کی جان اس کے بیٹے نے لے لی اعظم صاحب کو سپرد خاک کر دیا گیا۔

جب سجاول صاحب کو نشے سے ہوش آیا تو

لوگوں نے جب اس کو بتایا کہ تم نے اپنے باپ کو مارا ہے اور اس کی میت آپ کی حویلی میں پڑی ہے تو ڈر کے مارے گھر سے بھاگ گیا سجاول گھر کا اکیلا وارث تھا اعظم صاحب کی وفات کے بعد سجاول صاحب کی والدہ نے اس کو شہر سے ڈھونڈ لیا اور اسکو حویلی میں لے آئی۔

سجاول کی ماں یہ چاہتی تھی کہ سجاول ٹھیک ہو جائے اور اس کی شادی کر دوں تا کہ کوئی ہمارے بعد بھی اس زمین اور جائیداد کا بھی مالک ہو مگر سجاول صاحب تو نشہ کرنے کا اتنا عادی ہو چکا تھا کہ اگر اس کو نشہ نہیں ملتا تھا تو وہ مرنے لگتا تھا سجاول صاحب کی حالت پاگلوں جیسی ہو گئی تھی سجاول صاحب کی ماں نے اس کی نشے سے جان چھڑوا دی مگر وہ ذہنی طور پر ٹھیک نہیں تھا وہ چاہتی تھی کہ کسی طرح یہ ٹھیک ہو جائے تا کہ اس کی شادی کر کے کوئی وارث پیدا ہو سجاول صاحب کو ایک پاگلوں کے ڈاکٹر کو دکھایا تو اس نے اس کا علاج شروع کر دیا۔

سجاول کی حالت کبھی کچھ ٹھیک ہو جاتی تو کبھی خراب یعنی وہ نیم پاگل سا ہو گیا سجاول ٹھیک ہونا ہی نہیں چاہتا تھا بس وہ اتنا کہتا تھا کہ جس زندگی میں جس دنیا میں میری شازیہ نہیں ہے وہ دنیا میری کس کام کی سجاول کی حالت دن بدن خراب سے خراب ہوتی گئی اور وہ گھر کے ملازموں کو مارنے پیٹنے لگا جو اس کے قریب آتا وہ اس کو مارنے لگ جاتا پھر ڈاکٹروں کے مشورے سے اس کو لوہے کی زنجیریں اس کے پاؤں میں ڈال دی گئی تا کہ وہ کسی کو مارے نہ جب وہ ہوش میں آتا ہے تو صرف اور صرف شازیہ کی باتیں کرتا ہے اس لیے اس کی ماں اس کو گاڑی میں اپنے گارڈ کے ساتھ گاڑی میں قبرستان لے آتے ہیں جہاں پہ شازیہ کی قبر ہے اور وہ شازیہ کی قبر سے لپٹ کر دیوانوں کی طرح باتیں کرتا ہے اور اونچا اونچا روتا ہے کبھی اس کی قبر کی مٹی اٹھا کر اپنے چہرے پر مل لیتا ہے کبھی مٹی کو چومنے لگتا ہے وہ دیوانہ ہو جاتا ہے اس کی ماں جب بھی وہ شازیہ کا نام لیتا ہے اس کو ادھر لے آتی ہے کہ یہ کسی بہانے سے ٹھیک ہو جائے مگر وہ ٹھیک ہو جائے گا اس کا تو کچھ کہا نہیں جا سکتا جب شازیہ زندہ تھی تو صرف اور صرف شازیہ کی محبت تھی باقی سب گھر والوں کو اچھی نہیں لگتی تھی مگر جب اس کو سب نے مل کر مار دیا تو آج سب کو شازیہ کی ضرورت پڑ گئی ہے۔

سجاول صرف اور اس قبرستان میں آ کر کچھ ٹھیک ہوتا ہے ورنہ گھر میں تو اس کو زنجیروں میں جکڑ کر رکھا ہوا ہے کیوں کہ وہ لوگوں کو مارتا ہے اور کہتا ہے میں ساری دنیا کو مار دوں گا جس نے میری شازیہ کو مار دیا بیٹا یہ ہے میری شازیہ کی کہانی اور یہ ہے اس کی بد نصیب قبر۔ میں کبھی کبھی آتی ہوں اس کے یہ چراغ جلا جاتی ہوں میرے بعد اس قبر پہ چراغ بھی کوئی نہیں جلائے گا بیٹا اس ظالم دنیا نے میری بیٹی کی زندگی چھین لی ہماری اور کوئی اولاد نہیں تھی صرف اور صرف اک شازیہ ہی تھی اور یہی ہماری زندگی تھی بیٹا نجانے کب میں بھی اس دنیا سے چلی جاؤں گی۔

تو قارئین یہ تھی شہر خموشاں کے ہجوم میں ایک اذیت ناک اور قرب ناک کہانی جو میں نے آپ لوگوں کے لیے حاضر خدمت کی مگر میں تمام لوگوں سے التماس کرتا ہوں کہ پلیز خدا کے لیے اپنی شان وشوکت پہ غرور مت کیا کرو غریب لوگوں کی طرف بھی دیکھا کرو اپنا حکم نہ چلایا کرو کبھی اپنے بچوں کی خوشیوں کا بھی خیال رکھا کرو آپ خود سوچیں کیا ہو جاتا اگر سجاول کی شادی شازیہ سے ہو جاتی کون سی قیامت آ جانی تھی۔

اعظم صاحب نے ایک غریب لڑکی سے

شادی کرانے کے بجائے اس کی اتنی بے دردی سے جان لے لی پلیز میری باتوں پہ غور کرنا دعا ہے کہ شازیہ کو جنت الفردوس میں اللہ تعالیٰ جگہ دے اور سجاول کو اللہ تعالیٰ صحت دے۔

تمام قارئین سے التماس کرتا ہوں کہ اگر آپ کو سٹوری اچھی لگی ہو تو پلیز ایک منٹ کی کال یا ایس ایم ایس کر کے میری حوصلہ افزائی کر دینا آپ کی محبتوں کا مجھے بڑی شدت سے انتظار رہے گا اگر کسی کو اس سٹوری پہ شک ہو تو وہ مجھ سے رابطہ کرے۔

میں آج بھی اسی قبرستان میں سے اس کو شازیہ کی قبر دکھا دوں گا اور ہر جمعرات کی شب اس کی قبر پہ اک جلتا ہوا چراغ اس بات کی علامت ہوتا ہے کہ ابھی شازیہ کی ماں آمنہ زندہ ہے اور سجاول صاحب لندن علاج کے لیے بھیج دیا یہ ساری باتیں مجھے بعد میں سجاول کے گھر سے سجاول کی ماں نے بتائی آخر میں وہ تمام لوگ جو میری تحریروں کو پسند کرتے ہیں میرا عقیدتوں بھرا سلام قبول فرمائیں میں اپنی یہ تحریر سیٹ کزن مس ماریہ شمائل قراۃ العین عینی اور ملک شاویز حیدر کے نام کرتا ہوں اس شعر کے ساتھ اجازت چاہتا ہوں۔

اجڑے ہوئے لوگوں سے گریزاں نہ ہوا کر
حالات کی قبروں پہ یہ کتبے بھی پڑھا کر۔

انتظار حسین ساقی چک نمبر 594 گ ب باسی کچیاں بھٹیاں تحصیل وڈاکخانہ تاندلیانوالہ ضلع فیصل آباد۔

ذرا سی زندگی ہے ارمان بہت ہیں
ہمدرد نہیں کوئی انسان بہت ہیں
دل کا درد سنائیں تو سنائیں کس کو
جو لوگ دل کے قریب ہیں وہ انجان بہت ہیں
✪ .... رئیس ساجد کاوش-شہر خان بیلہ

کتنی منفرد ہے یہ زندگی کی آرزو بلال دل جلے
مر جاتے ہیں کسی پہ کچھ لوگ جینے کے لئے
✪ .... بلال احمد دل جلے-حضرو

جن کے رخسار پر ہمارے ہونٹوں کے نشان ہیں فراز
آج وہ بھی ہم سے ملنے میں حیا کرتے ہیں
✪ .... حماد ظفر ساغر-گوجرہ

جب جنازہ میرا نکلے گا گلی گلی ساغر
تو بے وفا تم دیکھو گے پردہ اٹھا اٹھا کر
✪ .... عامر شہزاد-گوجرہ

وہ تو صدیوں کا سفر کر کے یہاں پہنچا تھا
تو نے منہ پھیر کر جس شخص کو دیکھا بھی نہیں
✪ .... آفاق احمد کنڈی-ڈیرہ اسماعیل خان

تم تکلف کو بھی اخلاص سمجھتے ہو فراز
دوست ہوتا نہیں ہر ہاتھ ملانے والا
✪ .... آفاق احمد کنڈی-ڈیرہ اسماعیل خان

نہ کر محبت امیروں سے امیر برباد کرتے ہیں
محبت کر غریبوں سے جو دل سے پیار کرتے ہیں
✪ .... وسیم احمد-گگومنڈی

ہم کبھی موجود تھے تقدیر کے دروازے پر
لوگ دولت پہ گرے ہم نے تجھے مانگ لیا
✪ .... وقاص احمد حیدری-سہگل آباد

نہ جانے کس دربار کا چراغ ہوں میں جنید
جس کا دل چاہتا ہے جلا کے چھوڑ دیتا ہے
✪ .... جنید اقبال اٹک

خدا کی اتنی بڑی کائنات میں ہم نے
بس اک شخص کو مانگا وہی نہ ملا مجھے
✪ .... جنید اقبال-اٹک

عادت ہی بنا لی تم نے منیر اپنی
کہ جس شہر میں رہنا اکتائے ہوئے رہنا
✪ .... ایم زبیر سنگم-جنڈانوالہ

ایسا کیا لکھوں کہ تیرے دل کو تسکین پہنچے
کیا یہی کافی نہیں میر کی دعاؤں میں تم ہو
✪ .... امر حسن-باغ آزاد کشمیر

ادلے کا بدلہ

۔۔تحریر۔ مظہر حسین دینوی۔ خانیوال۔

شہزادہ بھائی۔ السلام وعلیکم۔ امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔

قارئین یہ کہانی جو آپ کی نظر کرنے جا رہا ہوں اس لڑکی کے بارے میں ہے جس نے اپنے خون کے رشتے سے ملنے والے پیار کو نظر انداز کر دیا اور اپنے کزن سے ملنے والے حقیقی پیار کی قدر نہ کر پائی اور کسی اجنبی کو دل دے بیٹھی جس کو پہلے کبھی دیکھا نہیں تھا کہتے ہیں اپنے اپنے ہی ہوتے ہیں اور غیر غیر ہی ہوتے ہیں میں نے اس کہانی کا نام۔ ادلے کا بدلہ۔ رکھا ہے امید ہے سب کو پسند آئے گی۔

ادارہ جواب عرض کی پالیسی کو مد نظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں مقامات کے نام تبدیل کر دیئے ہیں تا کہ کسی کی دل شکنی نہ ہو اور مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی جس کا ادارہ یا رائٹر ذمہ دار نہیں ہوگا۔ اس کہانی میں کیا کچھ ہے یہ تو آپ کو پڑھنے کے بعد ہی پتہ چلے گا۔

قارئین ایک لڑکی کی کہانی اس کی زبانی سنئے

میرا نام سحرش ہے جو کہانی میں آپ کو سنا رہی ہوں یہ حقیقت پر مبنی ہے ہم چار بہن بھائی ہیں دو بھائی اور دو بہنیں میرے والد صاحب ایک نامور تاجر ہیں چونکہ میں سب سے چھوٹی تھی اس لیے مجھے بچپن سے ہی پیار و سکون ملا ہے۔ نہ تو کسی چیز کی کوئی فکر ہوتی تھی اور نہ ہی کام کی کوئی فکر سکول جانا اور کھیل کود میں وقت گزارنا میرا مشغلہ تھا پہلی جماعت سے لے کر پرائمری پاس کرنے تک میں گھر کے قریبی سکول میں پڑھتی رہی پانچویں جماعت پاس کرنے کے بعد میں نے دوسرے گاؤں کے مڈل سکول میں داخلہ لے لیا۔

جب میں نے وہاں پر داخلہ لیا تو آٹھویں جماعت کی لڑکیاں آپس میں پیار و محبت کی باتیں کرتیں کیونکہ مجھے پتہ بھی نہیں تھا کہ یہ پیار کیا ہوتا ہے اس لیے میں ان سے سخت نفرت کرتی اور ان سے دور ہی رہتی اور مجھے پیار نام سے واقفیت تک نہ تھی اسلیے میں ان سے دور ہی رہتی اور اپنی پڑھائی پر ہی دھیان دیتی جس وجہ سے میرے سکول کی تمام میڈم مجھے بے حد پیار کرتی اور میں دل لگا پڑھتی اس وجہ سے میں تمام سکول میں ٹاپ پر ہی رہتی۔

جب میں نے آٹھویں جماعت کا امتحان پورے شہر کے تمام سکولز سے ٹاپ میں پاس کیا تو تمام سکولز کی خوشی دگنی تھی اور مجھے ہر طرف سے مبارکباد ملنا شروع ہوئی آٹھویں جماعت کا امتحان پاس کرنے کے بعد میں نے شہر کے ہائی سکول میں داخلہ لیا جب میں سکول جاتی تو میرا کزن وسیم جو کہ سکول میں پڑھتا تھا ہر وقت میرے پیچھے ہی رہتا بس سٹاپ پر بھی وہ میرا انتظار ہی کرتا اور سکول سے واپس بھی میری ہی بس میں سوار ہو جاتا اور مجھے دیکھتا ہی رہتا۔

ایک دن میں سکول سے واپس آ رہی تھی کہ میرے کزن نے کسی طریقے سے میری بک میں لیٹر رکھ دیا جب میں شام کو ریڈنگ کرنے بیٹھی تو کتاب میں ایک لیٹر رکھا ہوا تھا جس کی تحریر کچھ یوں تھی۔

جان سے پیاری سحرش رانی۔

اسلام علیکم۔ میری جان۔

گزارش یہ ہے کہ میں بچپن سے ہی آپ سے پیار کرتا ہوں اور ایک آپ ہیں جو میرے پیار کو مسلسل ٹھکرا رہی ہیں اور یا تو یہ ہے کہ آپ میرے پیار کو سمجھ نہیں پا رہی ہیں میں نے سوچا کہ کسی طریقے سے آپ سے عرض کر دوں لہ جھے تم سے پیار بہت ہی پیار کے پلیز پلیز میرے پیار کو مت ٹھکرانا میں آپ کے جواب کا شدت سے انتظار کروں گا۔ والسلام۔

تو جیسے میں نے لیٹر پڑھا جواب دینے کے بجائے اس کو پھاڑ ڈالا دوسرے دن وہ پھر مجھے سکول سے جاتے وقت غور غور سے دیکھ رہا تھا شاید جواب کا منتظر ہو تو میں نے اپنا رخ دوسری طرف کر لیا اور اس کے لیٹر کے جواب تک نہ دیا۔

پھر اک دن میں گھر میں اکیلی تھی تو وہ ہمارے گھر آیا اور مجھ سے موبائل گانے سننے لگ گیا اور بار بار یہ گانا سن رہا تھا۔

قسمت والوں کو ملتا ہے پیار کے بدلے پیار

اور میں اپنے کمرے میں بیٹھی اس کے جانے کا انتظار کر رہی تھی ۔ادھر میں نے نویں جماعت بھی پاس کر لی تھی اور اب دسویں جماعت میں پڑھتی تھی ایک دن میں شادی پہ گئی ہوئی تھی اپنے ماموں کے بیٹے کی جو کہ دوسرے گاؤں میں تھی۔

میں نے اپنی فرینڈز کے ساتھ باتیں کر رہی تھی تو ایک ویٹر مجھے بار بار دیکھ رہا تھا اور میں ایک ہی نظر میں اسے دل دے بیٹھی تھی کبھی وہ مجھے دیکھ کر مسکراتا تو کبھی میں مسکرا دیتی تھی اس نے ایک بچی کو اپنا نمبر لکھ کر مجھے بھیج دیا تو میں نے وہ نمبر لے لیا اور جواب دینے کے لیے ایک چھت پر چڑھ گئی اپنا نمبر لکھ کر اس کو دیا اور پھر شام کو گھر آئی تو اس کی کال آ گئی اور میرے رسیو کرنے سے آگے سے میرا ساجن بول رہا تھا پہلے دن تو ہم نے صرف اپنا تعارف ہی کروایا اور کال ختم کر دی جیسے جیسے دن گزرتے گئے ہمارا پیار مزید پختہ ہوتا گیا اور ہم ساتھ نبھانے کی قسمیں کھاتے رہے۔

ادھر میرا کزن بھی میرے پیار کو ترس رہا تھا اور میں برابر ہی اس کو نظر انداز کرتی رہی پھر میں نے ایک دن اپنے بھائی سے گانے سننے کے لیے فون لیا تو میں گانے سنتے سنتے سو گئی میرا بھائی موبائل لینے آ گیا اس نے دیکھا کہ مجھے نیند آ رہی ہے اور میرے سرہانے موبائل رکھا ہوا تھا جس میں کال آ رہی تھی میرے بھائی نے اپنے موبائل کے ساتھ وہ موبائل بھی اٹھا لیا اور صبح گھر والوں کو بتا دیا کیوں کہ میں نے وہ موبائل سب سے چوری رکھا ہوا تھا اس لیے گھر میں کہرام مچ گیا۔

میرے ساتھ وہ کیا گیا جو کسی کے ساتھ بھی نہ ہوا ہو اور میرے ساجن کی جو کال آ رہی تھی صبح کو اس کو کال کی گئی کہ آؤ اور اپنی بجنی کو ساتھ ہی لے جاؤ اور مجھے بھی کہا گیا کہ تم یہاں نہیں رہ سکتی اس کو بلاؤ اور اس کے ساتھ ہی جاؤ۔

پھر میرا ساجن ہمارے گھر آیا اور کافی باتیں ہوتی رہی اور پھر وہ چلا گیا پھر میرے گھر والے اس کے گھر گئے تو وہ موسم کی طرح بدل چکا تھا۔

محبت کرنے والوں کو یہی انجام ہوتا ہے
تڑپنا ان کی قسمت میں صبح و شام ہوتا ہے

اور اب اس کی یادوں میں تڑپنا میرا مقدر بن گیا تھا کیوں کہ اس نے اور اس کے گھر والوں نے میرا رشتہ قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا گھر والوں نے جب رات کو آ کر مجھے یہ خبر سنائی کہ انہوں نے تمہارا رشتہ قبول کرنے سے انکار کر دیا ہے تو میں نے بھائی سے موبائل لے کر اس کو کال کی تو اس نے کال بھی نہیں رسیو کی اور میسج پر جواب بھی نہ دیا۔

اب اس کے پیار میں رونا میرا مقدر بن گیا تھا وہی کزن جس کو میں نے اس کے لیے چھوڑا تھا اب وہ سرکاری ملازم بن گیا تھا اب میں اس کے بھی پیار کو ترس رہی تھی جیسے ہی میں اس کے سامنے جاتی ہوں تو

وہ اپنا چہرا دوسری طرف کر لیتا ہے کیوں کہ اس کا بھی کوئی قصور نہیں ہے قصور تو میرا ہے جس نے ایک انجان کی خاطر خون کے رشتے کو بھی ٹھکرا دیا تھا اور غیر تو غیر ہی نکلا نہ تو میں نے اپنے خون کے رشتے سے وفا کی اور نہ ہی اس نے مجھ سے وفا کی میں نے اس کو تڑپایا اور میری قسمت نے مجھ کو تڑپایا۔

اب شاید میں بھی کسی کے قابل نہیں رہی اور اس کو اپنے کیئے کی سزا مل چکی ہے پھر اس نے زور زور سے رونا شروع کر دیا۔

اب کیا حوت۔ جب چڑیاں چن گئی کھیت۔

مظہر حسین دینوی۔ دین پور عبدالحکیم۔ خانیوال

این کے نام

نصیب اس کا اسے اتنا ستائے موت سے پہلے
کہ اس کی سانس بھی مشکل سے آئے موت سے پہلے

وہی انجام ہو اس کا جو ہر ظالم کا ہوتا ہے
نصیب اس کو زمانے سے مٹائے موت سے پہلے

وہ انسان ہو کے بھی انسان نہیں اک درندہ ہے
وہ پہچانا بھی اس صورت سے جائے موت سے پہلے

کرے رسوا زمانے میں بھی لخت جگر اس کا
مقدر اس کو یہ دن بھی دکھائے موت سے پہلے
اسے اپنا کیا خود ہی اسے پاگل بنا ڈالے
وہ اپنے جسم داغے جلائے موت سے پہلے
اگر وہ موت بھی مانگے نہ آئے موت سے بھی اس کو
وہ رو رو کر موت کو اپنی بلائے موت سے پہلے

عارف شہزاد۔ صادق آباد۔ ضلع رحیم یار خان۔

عید غزل

یہ عید تو پھر سے لوٹ آئی ہے
جو بچھڑے کب وہ لوٹیں گے
وہ کیسے ہم سے بچھڑ گئے
یہ بیٹھ کے ہم تو سوچیں گے
وہ جن سے گھر کی رونق تھی
وہ کیسے ہم سے دور ہوئے
وہ چاند سا جن کا چہرہ تھا
وہ آنکھوں سے ہماری دور ہوئے
جب یاد وہ ہم کو آئیں گے
ہم کیسے آنسو بہائیں گے
یہ عید تو پھر سے لوٹ آئی
جو بچھڑے کب وہ لوٹیں گے

شعر

دونوں جہاں کی نعمتیں صدقے تمہاری عید پر
کچھ دل کا تحفہ بخش دو تم بھی ہماری عید پر

ایس علی خان۔ E.B \38

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے اپنی دوست رقیبہ پر جو کہ مجھے پیار کے رنگ میں رنگ کر بیوفا ہو گئی ہے اب نہ تو رابطہ کرتی ہے اور نہ کوئی پتہ ہے پلیز رقیبہ زیب مجھ سے رابطہ کرو۔

خلیل احمد ملک۔ شیدانی شریف

دعا

اگر خدا تمہاری دعا قبول کر رہا ہے تو وہ تمہارا یقین بڑھا رہا ہے۔ اگر دعائیں قبول کرنے میں دیر کر رہا ہے تو وہ تمہارا صبر بڑھا رہا ہے اگر تمہاری دعاؤں کا جواب نہیں دے رہا تو وہ تمہیں آزما رہا ہے۔

حق نواز لسبیلہ۔ بلوچستان

آخر میرا قصور کیا

--تحریر۔ سحرش شاہین۔

شہزادہ بھائی۔ السلام وعلیکم۔ امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔

قارئین میں ایک مجبور لڑکی کی کہانی آپ کی خدمت میں لائی ہوں جسے پڑھ کر ہوسکتا ہے ان درندوں پر کچھ اثر ہو جائے جو کسی کی ماں بہن کو اپنی ماں بہن نہیں سمجھتے اور اپنی ہوس کا نشانہ بنا لیتے ہیں وہ لوگ صرف خود کو دیکھتے ہیں وہ یہ بھی بھول جاتے ہیں کہ ان کے گھر میں بھی عورت ذات رہتی ہیں وہ بھی کبھی بھی کسی بھی وقت کسی درندے کے ہاتھ لگ سکتی ہیں تو خدارا ایسا مت کرو کہ کسی مجبور اور معصوم لڑکی کی عزت کو داغ دار کرو خدا سے ڈرو وہ سب کے سر پر ہے

ادارہ جواب عرض کی پالیسی کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں مقامات کے نام تبدیل کر دیے ہیں تاکہ کسی کی دل شکنی نہ ہو اور مطابقت محض اتفاقیہ ہو گی جس کا ادارہ یا رائٹر ذمہ دار نہیں ہوگا۔ اس کہانی میں کیا کچھ ہے یہ تو آپ کو پڑھنے کے بعد ہی پتہ چلے گا۔

دوستو کرن ایک غریب گھرانے سے تعلق رکھتی تھی وہ پانچ بہنیں اور چار بھائی تھے کرن سب سے بڑی تھی ابھی وہ میٹرک کے امتحان سے فارغ ہی ہوئی تھی کہ اس کے ابو ایک کار ایکسیڈنٹ میں فوت ہو گئے۔

گھر کے حالات پہلے ہی بہت برے تھے بہت مشکل سے گزارہ ہوتا تھا کرن کی ماں نے لوگوں کے گھروں میں کام کرنا شروع کر دیا اور کرن نے بچوں کو ٹیوشن پڑھانا شروع کر دیا باقی بہنوں نے کڑھائی سلائی شروع کر دی۔

دو وقت کی روٹی اور گھر کا کام چلنے لگا رشتہ داروں نے پہلے ہی ساتھ چھوڑ دیا تھا خدا بھی ان کی مدد کرتا ہے جو اپنی مدد آپ کرتے ہیں۔

وقت اپنی رفتار سے چل رہا تھا کرن نے بی اے اچھے نمبروں سے پاس کر لیا تھا جس دن رزلٹ آنا تھا اس دن اس کی ماں کو ہارٹ اٹیک ہو گیا تھا کرن جو خوشی خوشی گھر آئی تو اس کی ماں کی محض ماتم بچھی ہوئی تھی چھوٹے بہن بھائیوں کا رو رو کر برا حال تھا کرن کو تو کسی بھی چیز کا ہوش نہ تھا۔

محلے والوں نے مل کر اس کی ماں کی تدفین کا اہتمام کیا ماں کو ایک ہفتہ ہو چکا تھا ساتھ چھوڑے ہوئے جو جمع پونجی تھی وہ بھی ختم ہو چکی تھی بہنوں نے تعلیم کو خیر آباد کہہ کر گھر میں کڑھائی کرنے لگیں لیکن اخراجات پورے ہونے کا نام ہی نہیں لے رہے تھے لہذا اس نے نوکری کی تلاش شروع کر دی۔

جہاں جاتی وہاں مرد کی جو اس تنگ نظر۔ لالچ ۔رشوت ۔سفارش کے سوا کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا لہذا اس نے پچیس سو ماہوار ایک پرائیویٹ سکول میں ٹیچنگ شروع کر دی اور شام کو بچوں کو ٹیوشن اور بھائی سکول جاتے اور بہنوں کڑھائی کرتیں اور اس طرح گھر کا گزارہ ہونے لگا۔

کچھ دن بعد ہی کال لیٹر آ گیا اس نے انٹرویو دیا تو وہ سلیکٹ ہو گئی اس کی پے بھی اچھی تھی پہلا دن تو کچھ عجیب سا لگا بے تکلفی عورتوں کو فل میک اپ میں

آنا ہی مذاق کا کام تھا کرن چپ ہو کر کام کرنے لگی وہ کسی سے فضول بات نہیں کرنا چاہتی تھی صرف کام کی حد تک بات کرتی ورنہ سنی ان سنی کر دیتی۔

وہ مجبور تھی کرن مجبور تھی ورنہ وہ اس جاب کا کب سے ہی خیر آباد کہہ دیتی ایک دن اس کو اس کے باس نے بلایا اور کہا یہ ارجنٹ رپورٹ ہیڈ آفس دینے ہیں تو آپ اس کو آج ہی کمپلیٹ کر دو تو کرن رپورٹ بنانے لگی یہاں تک کہ رپورٹ ابھی رہتی تھیں کہ آف ٹائم ہو گیا اس نے باس سے کہا کہ سر رپورٹ ابھی باقی ہیں اور چھٹی کا ٹائم ہو گیا ہے۔

اس کے باس نے کہا نہیں آپ انہیں کمپلیٹ کرو میں آپ کو ڈراپ کر دوں گا۔

کرن نے جلدی سے رپورٹ مکمل کر کے باس کے آفس میں دیں باس نے کہا آپ تھک گئی ہو گی چائے پی لو کرن نے جیسے ہی چائے پی تو اس کو چکر آنے لگے اور باس اس کے اتنا قریب آ گیا تھا کہ اس کی سانسیں اسے سنائی دینے لگیں۔

اس نے خود کو بچانے کی بہت کوشش کی مگر مرد جب درندگی پر اتر آئے تو عورت کچھ نہیں کر سکتی تین گھنٹے بعد جب کرن کو ہوش آیا تو اس کی دنیا ہی لٹ چکی تھی اس کا باس آرام سے سگریٹ نوش فرما رہا تھا اور کہا آپ لیٹ ہو رہی ہو آؤ میں ڈراپ کر دوں جیسے اس کے لیے کچھ ہوا ہی نہیں تھا۔

گھر پہنچ کر کرن پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی بہن بھائی بھی پریشان ہونے لگے لیکن کرن کا درد صرف وہی سمجھ سکتی تھی وہ رو رو کر اپنے ماں باپ کو آوازیں دینے لگی۔

رب سے گلے شکوے کرنے لگی وقت بہت خود غرض ہوتا ہے یہ کسی کے لیے نہیں رکتا۔

آج بھی کرن اسی جگہ نوکری کرتی ہے وہ آج بھی استعمال ہوتی ہے صرف اپنے بہن بھائیوں کے لیے اس کی باقی بہنوں کی شادی ہو گئی ہے اور بھائی اپنے پاؤں پر کھڑے ہو گئے ہیں اور اپنے گھروں میں اپنے بیوی بچوں کے ساتھ خوش ہیں۔

جن کے لیے اس نے اپنا سب کچھ لٹایا انہوں نے اسے بھلا دیا ایک دن کرن نے خودکشی کر لی کیا قصور تھا اس کا جن ہاتھوں پہ مہندی لگنی تھی ان ہاتھوں پہ داغ لگ گئے۔

خدا کے لیے جیسے ہم اپنی ماں بہن کو عزت دیتے ہیں ویسے ہی دوسروں کی بہنوں کو دینی چاہیے مانا سب ایک جیسے نہیں ہوتے مگر پر آپ کی آواز پر آپ کی بہن کی زندگی برباد نہیں ہو گی۔

جسم کا کوئی حصہ خراب ہو تو اسے کاٹنا پڑتا ہے اس طرح اگر کوئی مرد بری نظر رکھے تو دوسرے بھائیوں کو چاہیے کہ اسے روکے آواز اٹھائے کل کو آپ کی بہن بھی کرن ہو سکتی ہے۔

وہ سمجھتا ہے کہ میں ہر چہرے کا طلبگار ہوں فراز
میں دیکھتا سبھی کو ہوں بس اس کی تلاش میں
.... رئیس ساجد کاوش-شہر خان بیلہ

محبت کر سکتے ہو تو رب سے کرو کاوش
مٹی کے کھلونوں سے کبھی وفا نہیں ملتی
.... رئیس ساجد کاوش-شہر خان بیلہ

تیرا یہ انداز بھی مجھ کو برا نہیں لگتا احسان
میری جان یہ انداز زمانے کو اچھا نہیں لگتا
.... احسان سحر-میانوالی

جب کبھی میرا اس سے رابطہ نہیں ہوتا قمر
میں خود میں ڈوب جاتا ہوں وہ مجھ کو مجھ میں ملتا ہے
.... ملک محمد قمر رمضان-پپلاں

کوئی وعدہ نہیں پھر بھی انتظار تھا
دور ہونے کے بعد بھی آپ کی دوستی سے پیار تھا
آپ کے چہرے کی مسکراہٹ بتا رہی ہے آپ کو
میرے ہی ایس ایم ایس کا انتظار تھا
.... عبداللہ حسن چشتی-سیت پور

گھر سے بازار تک

تحریر۔ محمد عرفان ملک۔ راولپنڈی۔ 0313,7280229

شہزادہ بھائی۔ السلام وعلیکم۔ امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔
قارئین آج پھر میں ایک کہانی کے ساتھ حاضر ہو رہا ہوں امید ہے آپ میری حاصلہ افزائی کریں گے یہ ایک تلخ حقیقت سے بھرپور کہانی ہے جو ہمارے ضمیر کر جگانے کے لیے کافی ہے میں نے یہ کہانی بہت محنت سے لکھی ہے میں نے اس کہانی کا نام۔ گھر سے بازار تک۔ رکھا ہے اپنی رائے ضرور دینا۔
ادارہ جواب عرض کی پالیسی کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں مقامات کے نام تبدیل کر دیے ہیں تا کہ کسی کی دل شکنی نہ ہو اور مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی جس کا ادارہ یا رائٹر ذمہ دار نہیں ہوگا۔ اس کہانی میں کیا کچھ ہے یہ تو آپ کو پڑھنے کے بعد ہی پتہ چلے گا۔

یادیں

تلخ ہوں یا شیریں اپنا اثر ضرور رکھتی ہیں
جو ہماری خاتا یک اور وجود کو تلاشتا ہے
جن سے یہ یادیں وابستہ ہوتی ہیں جو ہماری موت تک یہ یادیں ہمارا ساتھ نہیں چھوڑتی یہ کسی دوست کی طرح ہمارے ساتھ ساتھ سفر کرتی ہیں بچپن سے لڑکپن جوانی تک جوانی سے بڑھاپے تک یہ کسی جونک کی طرح ہم سے چمٹی رہتی ہیں۔
میں آج پھر ایک کہانی لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں
آیئے قارئین کہانی ان کی ہی زبانی سنتے ہیں۔

ہر مسکرانے والے کو خوش نصیب نہ سمجھو
کچھ مسکراتے ہیں غم چھپانے کے لیے

میری زندگی بھی ایک عجیب کہانی ہے ایک شریف گھرانے میں آنکھ کھولی لیکن اس عمر میں بازار حسن کی زینت بنا دی گئی جب لڑکیاں پنڈ کلیاں اور گڑیوں کی شادیاں کرواتی ہیں کاش ہمارے رسم ورواج اور انکے نظریات بدل جائیں تو کوئی بھی لڑکی میری طرح بازار حسن کی زینت نہیں بنے گی یہ آج سے تقریبا چالیس سال پہلے کی بات ہے جب میری عمر بمشکل بارہ سال ہوگی ہم چار بہن بھائی تھے والد وفات پا چکے تھے بہن بھائی اپنی شادیوں کے بعد الگ ہو گئے تھے اور اپنی زندگی کی گاڑی کو چلا رہے تھے والد نے میرا نام شگفتہ رکھا تھا بھائی کبھی کبھی ہم سے ملنے آجاتے تھے یوں میں اور امی گاؤں کی صاف ستھری فضاء میں اکیلے زندگی بسر کر رہے تھے ہمارے گاؤں کا ماحول بہت اچھا تھا ہم ایک دوسرے کی مدد کرتے رہتے تھے۔
ہماری والدہ لوگوں کے برتن دھو کر گزارہ کرتی تھی اچانک امی کی طبیعت خراب ہو گئی اور وہ بیمار رہنے لگی ایک دن ایک حکیم سے گولیاں لیں جو رات کو کھا کر بے سدھ سو جاتی تھی اور پھر دی گئیاں امی کو ایسی لگیں کہ اگر اب رات کو گولیاں نہ کھانے سے امی کو نیند نہیں آتی تھی اور دن کو امی کو غنودگی سی رہتی تھی اب تو امی کی حالت اور بھی خراب ہوگئی تھی اب تو نہ دن کا پتہ چلتا تھا نہ رات کا امی ہر وقت غنودگی میں رہنے لگیں امی کو میری بھی سدھ بدھ نہ تھی۔

میں تو چھوٹی بچی تھی گاؤں میں نکل جاتی تھی اور
گاؤں میں کوئی مجھے کھانے کو دے دیتا تھا۔

ہمسائے میں ہمارے چاچا غلام حسین رہتے
تھے جب انہوں نے میری یوں حالت دیکھی تو انہوں
نے اپنی بیوی سے کہا اور مجھے کام کرسکھا دیا اور اب
میں اپنے گھر کا جھاڑو پونچا اور کھانا خود ہی بنا لیتی تھی
کیوں کہ امی کو تو ہوش نہ رہتا تھا اور میں خود ہی گاؤں
کے کھوکھے سے اشیاء خورد لے آتی تھی جب جاتی تو
محلے کے لڑکے آوازیں کستے تھے لیکن ان میں سے
ایک لڑکا ایسا تھا دانش جوان کو منع کرتا تھا اس وجہ سے
میں نے اس پر بھروسہ کرلیا اور بات چیت کرنے لگی۔

اہل ہوس تو دو ہی قدم چل کر تھک جاتے ہیں
ہم تیری جستجو میں بہت دور تک چلے

چند دنوں میں میں اس سے مانوس ہوگئی اور گھر
کی چیزیں دانش سے ہی کہہ کر سودہ سلف منگوا لیتی تھی
یوں میری اور اس کی دوستی ہوگئی میں بارہ برس کی تھی
اور وہ سولہ برس کا تھا قد کاٹھ کا اچھا خاصہ تھا جلد ہی
محلے میں ہاہا کار مچ گئی کہ دانش چنبیلی سے ملنے آتا ہے
میرا نام تو شگفتہ تھا مگر سب مجھے پیار سے چنبیلی کہتے
تھے کسی نے میری یہ باتیں میرے بھائیوں کو بتادیں تو
وہ غصے میں میرے گھر آگئے۔

میری قسمت اس وقت دانش میرے گھر سے
نکل رہا تھا وہ مجھے ماچس دینے آئے تھے جب بھائی
نے دیکھا تو آؤ دیکھا نہ تاؤ اور مجھے بہت مارا اور آگ
لگانے لگے تھے لیکن اسی وقت چاچا غلام حسین کسی
مہربان فرشتے کی طرح آئے اور مجھے بچالیا۔

عقب میں گہرا سمندر ہے اور سامنے جنگل
کس امتحاں میں میرا مہربان چھوڑ گیا

چاچا غلام حسین نے میرے بھائیوں کو لعنت
ملامت کی اور انہیں کہا کہ تمہیں شرم نہیں آتی کہ تم اپنی
بیویوں کے ہوگئے اور پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھا کہ تیری
بہن جوان ہو رہی ہے اگر اس کا خیال نہیں کر سکتے تو
اس کی شادی کروادوں کم از کم اپنے کنبہ تو رہے گی
چاچا کے سمجھانے پر میرے بھائیوں نے میری شادی
کی تیاریاں شروع کردی۔

عجلت میں ڈھنگ کا رشتہ تو نہ ملا البتہ ایک عمر
رسید نے تین بیگھے زمین میرے بھائیوں کے نام
کردی اور میرے بھائی میری شادی اس سے کرنے
پر راضی ہوگئے یہ عام بات نہ تھی کہ ہمارے دیہاتوں
میں اکثر لڑکیاں بوڑھوں سے بیاہ دی جاتی ہیں مگر
جب مجھے یہ پتہ چلا تو خوب واویلا مچایا بھابھیوں
نے سمجھایا کہ ہم تم کو نئے کپڑے اور جوتے دیں گے
لیکن ہم جب نہ ہوئے اور بلکہ زور سے رونے لگیں
بھائیوں نے سمجھایا کہ چپ ہوجاؤ تو میں ڈر کے
مارے چھت پر چڑھ گئی اور چاچا غلام حسین کے گھر
چھلانگ لگادی میں چارپائی پر گری لیکن زیادہ چوٹ نہ
آئی اور میرے بھائی مجھے دوبارہ مارتے ہوئے گھر
لے آئے اور کوٹھری میں بند کردیا۔

میں نے بہت شور مچایا لیکن میرے بھائیوں
نے میری ایک نہ سنی اور میری ایک چیخ کو بھی اپنے
دل کے پاتال میں اترتا ہوا محسوس نہیں کیا وہ اتنے
سنگدل ہوگئے تھے کہ میرے سر اور پاؤں سے خون
رس رہا تھا میری ماں یہ حالات دیکھ کر بے ہوش ہوگئی
تھی اور اسے وہ گولیاں کھلا کر پھر سلادیا۔

اگلے دن میری شادی زبردستی اسی بڈھے سے
کردی گئی ماں میری نحیف آواز میں اس عمل سے کوستی
رہی لیکن کسی نے اس کی آواز پر لبیک نہیں کہا۔

یار اتنی عورتیں جو چار تھیں بار بار کہتی رہی کہ بچی
ہے بچی ہے سنبھل جائے گی میری نظریں بار بار ان
عورتوں کے چہرے پر پڑتی تھیں اور میری آنکھیں
یہی سوال کرتی تھیں کہ اگر میری جگہ ان کی بیٹی ہوتی تو
آکاش کو کوئی دکھ ہوتا تو وہ برس جاتا ہے پھول کو دکھ
ہوتا تو وہ مرجھا جاتا ہے لیکن جب انسان اداس ہوتو نہ
وہ برس پاتا ہے اور نہ ہی مرجھا ایسا کیوں ہوتا ہے کہ

اہم اپنے کئی دکھ و درد کسی کو سمجھا ہی نہیں پاتے۔ میرے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا تھا میری آنکھیں بھی سپاٹ ہو گئی جیسے صحرا میں سے کوئی بادل برس کر چلا گیا ہو اور صحرا پھر ویسا کا ویسا ہی ہو جائے میں ان لفظوں کو کیسے بیان کر پاؤں جب میری زندگی کا غذ کے اوراق پر کسی اور کے نام منتقل کر دی گئی تھی میں ہونقوں کی طرح اس بڈے کے دیکھ کر لال پیلی ہو رہی تھی جس کی ہوس پر واہ آنکھیں مجھے گھور رہی تھیں اور میری حالت غیر ہوتی جا رہی تھی۔

دل کے ارمان آنسوؤں میں بہہ گئے تھے
میرے ارمان میرے خواب سب چکنا چور ہو گئے تھے

مجھے میری امی بتاتی تھی کہ بیٹی تم کو کوئی شہزادہ لینے آئے گا جو سفید گھوڑی پر سوار ہو گا جو تمہارا ہمسفر ہو گا۔ یہ میرا کیا ہمسفر ہوا جس کے بال سفید تھے اور شاید خون بھی وہ خزاب سے اپنے بالوں کو کالا کر لیتا تھا مجھے وہ اس وقت دیو ہی لگ رہا تھا جب وہ میری خوشیوں اور میرے حق پر ڈاکہ ہی ڈالنے آیا تھا لیکن اپنے خون کا کیا کرتا میری امی مجھے ایک دیو کی کہانی بھی سناتی تھیں جو شہزادی کو اٹھا کر لے جاتا اور زبردستی شادی کر لیتا۔

مجھے وہ اس وقت بالکل دیو ہی لگ رہا تھا جو میری خوشیوں اور میرے بچپن پر ڈاکہ ڈالنے آیا تھا میری زبردستی شادی اس بڈھے سے کر دی گئی اور مجھے جانوروں کی طرح باندھ کر گاڑی میں ڈال دیا گیا جیسے میری سانسیں ختم ہو چکی ہوں اور میں ایک لاش ہوں ساٹھ برس کے بڈے کو بالکل بھی شرم نہیں آ رہی تھی کہ وہ کتنا بڑا گناہ کر رہا ہے کہاں ایک بارہ سال کی بچی کو دلہن بنا کر لے جا رہا ہے۔

میرے بھائیوں نے تین بیگھے زمین کے واسطے میرا سودا کر دیا تھا خالو چاچو حتیٰ کہ ہر رشتے نے تماشہ دیکھا اور کسی نے اف تک نہ کی۔

ظلم بچے جن رہا ہے کوچہ ائے بازار میں
عدل و انصاف کر بھی صاحب اولاد ہونا تھا

دیہاتی یہ کہتے رہے کہ ایسی بے حیا لڑکی کو قتل کر دینا چاہئے میں آج تک یہ سمجھ نہ پائی تھی کہ کیا غیرت اتنی جلدی ہی فیصلے کر دیتی ہے تو میرے بھائیون کو کیوں غیرت نہیں آئی حتیٰ کہ میں حیا سے لبریز تھی میں تو حیا کی خوشبو سے رچی بسی تھی تو میرے بھائیوں کو کہاں سے مجھ میں بے حیائی کی خوشبو آ گئی شادی کی پہلی رات جو زندگی کی خوبصورت ترین رات ہوتی ہے اس رات میں دلہا کے گھر میں اس کی والدہ کے پاس سوئی تھی وہ جہاندیدہ عورت تھی کہنے لگی کہ بچی گھر والوں سے مانوس ہو گئی تو یہاں رہے گی۔

اگلی رات جب دلہا نے اپنی ماں سے کہا کہ یہ کب تک آپ کے پاس سوئے گی تو میں نے وہاں سے موقعہ پا کر فرار اختیار کر لی قریب ہی نہر تھی وہ لالٹین لے کر میرے پیچھے دوڑے چلے آ رہے تھے میں نے نہر میں چھلانگ لگا دی اور جب پھر مجھے کچھ یاد نہ تھا لیکن جب میں نے چھلانگ لگائی تو جال لپیٹے مچھیروں نے مجھے چھلانگ لگاتے ہوئے دیکھ لیا تھا اور انہوں نے بھی میرے پیچھے چھلانگ لگا کر مجھے بچا لیا تھا جب مجھے ہوش آیا تو خود کو مچھیروں کی بستی میں پایا میری قسمت کے میں جس مچھیرے کے ہاتھ لگی وہ ایک لالچی انسان تھا اور سفر کرتے وقت کسی نے مجھے اس کے ساتھ دیکھ لیا تھا۔

میں بہت ہی خوبصورت تھی اور اس سے دریافت کرنے لگا تو اس نے سب کچھ بتا دیا اور اس شخص نے مچھیرے کو کچھ پیسے دے کر مجھے خرید لیا تھا میری زندگی نے یہاں سے پلٹا کھایا تھا وہ شخص ایک دلال تھا جو مختلف علاقوں میں بڑے لوگوں کے لیے ایک تسکین کا سامنا مہیا کرتا تھا اور اپنے دام لے کر چلا گیا اور یوں میں ایک بڈھے کی ہوس سے بچنے لے لیے کئی بڈھوں کے نشانے بنتی گئی لاہور کے بازار حسن میں مجھ ایسی کوئی کم سن لڑکیوں کی عزت کو روندھا ہے

بازارحسن میں ایسی لڑکیوں کی تعداد زیادہ ہے جن کے محبوب یا نام ونہاد شوہر انہیں اس مقام پر چھوڑ گئے کہ گھر سے بھاگی ہوئی لڑکیاں جب اپنے ماں باپ کی نہیں بنی تو ہماری کیا ہوں گی۔

ان سب کا نصیب میری طرح سیاہ تھا کیوں کہ یہ ایک ایسا تاریکی غار ہے جہاں روشنی پر بھی نہیں مارتی یہاں لوگوں کے جذبات برہنہ ہوتے ہیں میں آج تک اس وقت کو کوستی ہوں۔ جب میں نے دانش سے بات کی تھی اس طبیب کو بددعائیں دیتی ہوں جس نے میری ماں کو دنیا و مافیا سے بے خبر کر دیا سب سے زیادہ اپنے بھائیوں کو جنہوں نے میری زندگی برباد کر دی انہوں نے اتنی سی بے غیرتی کا مظاہرہ کیا کہ جس کی آج تک مثال نہیں ملتی میں کس کس کو کوسوں۔

میں کس کے ہاتھوں پر اپنا ہے تلاشتی پھروں

سارے شہر نے پہنے ہوئے ہیں دستانے

کچھ لوگ اپنے ضمیر کو مار لیتے ہیں کچھ لوگ حالات سے سمجھوتہ کر لیتے ہیں۔

میں نہ تو ضمیر کو مار سکی اور نہ ہی حالات سے سمجھوتہ کر پائی روشنیوں کے اس شہر میں عیاشی مردوں کے لیے تسکین کا سامان بن کر ہر لمحہ تڑپتی اور سسکتی ہوں بدنام زمانے کوٹھے پر میں نے زندگی کے سالیس سال گزارے میری تین اولادیں ہیں لڑکیوں ڈانس کرتی ہیں اور لڑکے طبلہ بجاتے ہیں جو بچے اس دنیا میں آنکھ کھولتے ہیں ان کے لیے یہاں کی کوئی بھی بات عجیب اور کراہیت سے بھرپور نہیں ہے وہ آج تک یہی سمجھتے ہیں کہ یہی دنیا ہے وہ باہر کی روشن دنیا سے نابالغ ہیں انہیں کیا خبر کے شرفا کی کیا اقدار ہیں ان کی کیا زندگی ہے یہ تھی میری آپ بیتی۔

آخر میں اپنے چند الفاظ ان لڑکیوں کے لیے کہنا چاہتی ہوں جو گھر سے بھاگ کر شادی کرتی ہیں خدارا ایسا اقدام مت اٹھائیں میں نے گھر سے بھاگی ہوئی لڑکیو کو اس اندھیرے نگری میں تار تار ہوتے دیکھ لیا ہے ان کے محبوب ان کو کبھی دل سے قبول نہیں کرتے انہیں اس اندھیرے میں جھونک دیتے ہیں جس سے ان کا جسم نا نظر آنے والی چوٹوں سے بھر جاتا ہے۔ ائے عدم احتیاط لوگوں سے

لوگ منکر نکیر ہوتے ہیں

یہ تھی شگفتہ کی کہانی اپنی رائے سے ضرور نوازئے گا۔

آخر میں چند سطریں آپ لوگوں کے نام کرتا ہوں غیرت کے نام پر قتل غیرت کے نام پر سنگسار کرنے کے لیے ہم ہر وقت تیار رہتے ہیں چاہے ہو ہماری ماں ہو یا ہماری بہن یا بیوی ہمیں اپنی انا پیاری ہوتی ہے جس کے لیے ہم بنا سوچے سمجھے کچھ بھی کرنے کے لیے ہمہ تن تیار ہوتے ہیں دین اسلام ہمیں کب کہتا ہے کہ ہم کسی کو قتل کریں ہم دوسروں کی باری تو بڑے زور و شور سے تالیئے پیٹتے ہیں ہم اپنے لیے کیوں تالیاں نہیں بجاتے۔

شگفتہ جیسی کئی لڑکیاں بازار حسن کی زینت بن جاتی ہیں یا بنادی جاتی ہیں ہم نے کبھی ان کو غیرت نام پر قتل نہیں کیا جو ان کاموں میں ملوث ہیں ہم کیوں ان کے تو لے چاٹتے ہیں کیوں۔

مستنصر حسین تارڑ جو ہمارے ادبی دنیا کے مشہور نامور ستارہ ہیں انہوں نے بھی بازار حسن کے متعلق کالم لکھا تھا بقول ان کے بازار حسن سے استاد برکت علی خان ملکہ پکھراج۔ اور بڑے استاد غلام علی جیسے لوگ وہاں راگ الاتے تھے جو بازار حسن لاہور کے بھاٹی دروازے کے پاس تھا وہ اب پوری دنیا میں خاص طور پر پاکستان میں ایک خوردنی پودے کی طرح پرورش پا رہا ہے ہم نے اس بازار کی کیوں بیخ کنی نہیں کی علامہ اقبال کے لیے مشہور تھا کہ جب بھی وہ بازار حسن سے گزرتے تو ایک عورت کے پاس کھڑے ہو کر کچھ دیر کلام کرتے پھر گھر کی راہ لیتے کسی

نے اس کی وجہ پوچھی تو اس کو کہا کہ اس عورت کے پاس کوئی کھڑا نہیں ہوتا میں اس سے بات کر لیتا ہوں میرا مقصد لوگوں کے بارے میں لکھنا نہیں بلکہ صرف یہ بتانا تھا کہ یہ کب سے عروج پا رہا ہے اور ہم آج تک اس کی غیرت کا مسئلہ نہ بنا سکے۔۔ کیوں کہ اس بازار کے باسی نہیں ہیں کیا وہ انسان نہیں ہیں ہم کب تک ان دہاتوں کے رسم ورواج کو اپناتے رہیں گے جہاں ہم سب کی وجہ سے زندگی برباد ہو رہی ہے ہم کیوں زمانہ جاہلیت کے پوجاری ہیں ہم کیوں دین کی روشنی سے دور ہوتے جا رہے ہیں۔

ہم ہی وہ لوگ ہیں جو پیار کے نام پر جسم کی چاشنی کے خواں ہوتے ہیں ہم ہی وہ لوگ ہیں جو دنیا میں آنے سے پہلے ہی اپنی بچیوں اور بچوں کو زمین درگور کر دیتے ہیں ہم ہی وہ لوگ ہیں جو دوسروں کی غیرت کو تار تار کرتے ہیں اور اپنی عزت کو سات پردوں میں چھپا کر رکھتے ہیں ہم ہی وہ لوگ ہیں جو اپنی بنیاد اور اپنی عبادتوں اور ریاضتوں کو بھولتے ہی جا رہے ہیں۔

ہم ہی وہ لوگ ہیں جو شادی کے لیے لاکھوں کی فرمائش کرتے ہیں اور جہیز نہ لانے پر اسے ساری زندگی جسمانی روحانی اور نفسیاتی ٹارچر کرتے ہیں ہم ہی وہ لوگ ہیں جو اپنوں سے نیچے طبقے کو جانوروں کی طرح ٹریٹ کرتے ہیں ہم ہی وہ لوگ ہیں جو نماز روزہ اور زکوۃ سے بالکل ہی نابلد ہو کر رہ گئے ہیں ہم ہی وہ لوگ ہیں جو سفید کالر والے خود کو ظاہر کر کے کالے کرتوت کرتے ہیں۔

ہم ہی وہ لوگ ہیں میز کے نیچے سے ہاتھ بڑھا کر ہر کام کرنے پر راضی ہو جاتے ہیں چاہے وہ ناجائز ہی کیوں نہ ہو۔

ہم ہی وہ لوگ ہیں جو پیسہ پھینک کر تماشہ دیکھنے والے لوگوں کو اپنا آئیڈیل مانتے ہیں۔ ہم ہی وہ لوگ ہیں جو اپنی شریعت سے ہٹ کر فیصلے کرنے میں فخر محسوس کرتے ہیں ہم میں موجود کتنی خصلتوں کا ذکر کروں شاید اوراق ختم ہو جائیں مگر ہماری خصلتیں نہیں میری کوئی بات اگر کسی کو بری لگی ہو تو اللہ کے حضور معاف کیجئے گا۔

دعاؤں کا طلب گار آخری غزل کے ساتھ اجازت چاہتا ہوں۔

اپنے ہر جرم کی تاویل ہے ہر شخص کے پاس
کون ایسے میں کر لے ایسے کر لے
جھوٹ کی اوٹ میں پوشیدہ کسی سچ کی تلاش
جتنی قدریں تھیں بزرگوں کی امانت وہ سبھی
فالتو بوجھ کی مثال بنی جاتی ہیں
خواب بازار میں بکنے لگے چیزوں کی طرح
جسم برہنہ ہونے لگے پھٹے ہوئے کپڑوں کی طرح
خواہش الجھا ہوا جال بنی جاتی ہے
حق تھے جتنے بھی ہمارے وہ ہوئے ضبط بحق سرکار
جتنے ایواں تھے ہمارے ان میں سج گئے دربار
بے حسی وہ کہ ضمیروں کو یہاں کوئی ذلت نہیں کرتی بیدار
اس ہمہ گیر زبوئی کا گلہ کس سے کریں
اپنی پہچان بھی جس دور میں مشکل ہو وہاں
آئینے تو ہی بتا اب کے ملا کس سے کریں
اپنے ہر جرم کی تاویل ہے ہر شخص کے پاس

محمد عرفان ملک راولپنڈی

غزل

خلوص دل سے ملو تو سزا دیتے ہیں لوگ
سچے جذبات کو بھی ٹھکرا دیتے ہیں لوگ
دیکھ نہیں سکتے دو دلوں کا ملنا فرحان
بیٹھے ہوئے دو پرندوں کو اڑا دیتے ہیں لوگ
زندہ رہیں تو بات کرنا بھی گوارہ نہیں کرتے
مرجائیں تو کندھوں پہ اٹھا لیتے ہیں لوگ

نوید خان ڈاھا۔ اینڈ فرحان کمالیہ۔ پاکپتن۔

ہرجائی

۔۔تحری۔یونس ناز۔کوٹلی۔0313.5250706۔

شہزادہ بھائی۔السلام وعلیکم۔امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔
قارئین میں پھر ایک کاوش کے ساتھ حاضر ہوا ہوں امید ہے کہ سب قارئین میری حوصلہ افزائی کریں گے اور مجھے مزید لکھنے کا موقع ملے گا یہ کہانی چس پر مبنی ہے اور میں نے اس کا نام ۔ہرجائی۔ رکھا ہے میں اس کا لکھنے میں کہاں تک کامیاب ہوا ہوں یہ آپ ہی بتا سکتے ہیں باقی تمام قارئین کا شکر گزار ہوں جو میری تحریروں کو پسند کرتے ہیں۔
دارہ جواب عرض کی پالیسی کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں مقامات کے نام تبدیل کر دیئے ہیں تاکہ کسی کی دل شکنی نہ ہو اور مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی جس کا ادارہ یا رائٹر ذمہ دار نہیں ہوگا۔اس کہانی میں کیا کچھ ہے یہ تو آپ کو پڑھنے کے بعد ہی پتہ چلے گا۔
یونس ناز کوٹلی آزاد کشمیر

اس دنیا میں زندہ رہنے کے لیے انسان کو کن کن مشکلوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے کل کے لیے آج کا سکون برباد کر دیتا ہے اور کل کبھی نہیں آتا اور یوں انسان اپنی زندگی کی سکون برباد کر کے دار فانی میں کوچ کر جاتا ہے۔
ہماری سوچ میں بھی تفاد پایا جاتا ہے جو ہم سوچتے ہیں وہ کرتے نہیں ہیں اور جو سوچتے نہیں وہ کر جاتے ہیں۔خود غرضی کا شکار ہو جاتے ہیں دوسروں کو اچھائی کا مشورہ تو دیتے ہیں مگر خود اس پر عمل نہیں کرتے ہیں شاید انسانیت کا ہر معیار ہی ہماری تباہی کا سبب بن رہا ہے دلائل دیتے ہیں کہ اس دنیا میں وفا نام کی کوئی چیز نہیں محبت اک تجارت بن کر رہ گئی ہے لیکن خود وفا کی تلاش میں سب کچھ برباد کر دیتے ہیں آخر کار ہم اپنے آپ کو کب تک دھوکہ دیتے رہیں گے کب ہمیں عقل آئے گی شاید ہمیں عادت سے ہو گئی ہے کہ خود ہی اپنی بربادی کا جشن منائیں نئے نئے تجربے سے بہتر ہے کہ انسان تلخ تجربے سے ہی سبق سیکھ لے اور دوسروں کو ان تجربات کی روشنی میں بتا دے کہ دور حاضر میں کیا کچھ ہوتا ہے۔
بات احساس کی ہوتی ہے اور احساس صرف لفظوں کی حد تک ہی نظر آتا ہے حقیقی زندگی میں اس کا کوئی وجود نہیں ہے معاشرے میں اس قدر بے حس لوگ ہو گئے ہیں جن کو صرف اپنی ذات سے ہی غرض ہوتی ہے دوسروں کے بارے میں سوچنے کے لیے ان کے پاس وقت ہی کہاں ہوتا ہے لیکن ہم ہمیشہ سے ہی اس چیز کے قائل رہے ہیں۔
اپنے لیے تو سب ہی جیتے ہیں اس جہاں میں
مگر
ہے زندگی کا مقصد اوروں کے لیے جینا
لیکن یہاں قابل اعتراض بات یہی ہے کہ دوسروں کے لیے جی کر کیا ملتا ہے سوائے رسوائی دکھ درد کرب اور اذیت کے انسان صرف اپنے بارے میں ہی کوئی رائے قائم کرسکتا ہے دوسروں

کے دل میں کیا ہے اگر انسان یہ جان جائے تو کوئی بھی دکھی نہ ہو بات اعتماد کی ہوتی ہے۔

اور انسانی رشتے ناطے اعتماد پر ہی قائم ہوتے ہیں اور جب اعتماد کا رشتہ ٹوٹ جاتا ہے تو انسان کو دکھ ضرور ہوتا ہے اور دکھ بھی اپنوں سے ہی ملتے ہیں جن پر خود سے زیادہ بھروسہ کیا جاتا ہو وہی سب کچھ جلا کر بھسم کر دیتا ہے اور انسان اسی دوراہے پر کھڑا ہو جاتا ہے جہاں سے واپسی صرف موت ہی ہوتی ہے کاش دکھ دینے والے کچھ لمحوں کے لیے سوچ لیں کہ وہ جن کو دکھ درد دے رہے ہیں ان کا قصور کیا ہے اور جہاں پر اکثر ان کو ہی دکھ ملتے ہیں جو دوسروں کے ساتھ مخلص ہوتے ہیں۔

جو لوگ وقت گزارنے کے لیے محبت کا ناٹک کرتے ہیں وہ کامیاب ہیں وجہ یہ ہے کہ وہ کوئی بات دل پر نہیں لیتے اور جب ان کو پتہ چلتا ہے دوسرا ان کے کام کا نہیں رہا تو وہ یکدم بدل جاتے ہیں اور ایسا کرتے ہیں دونوں ہی مطمئن ہو جاتے ہیں وجہ یہی ہے کہ ان درندوں کے مفادات ہی مشترکہ تھے محبت اک کاروبار اور جسمانی ہوس کا م ہی بن کر رہ گیا ہے اور اب صرف کتابوں میں محبتوں کے قصے کہانیاں ملتی ہیں حقیقی زندگی میں اس کو دور دور تک نام نشان تک نہیں ہے لیکن مایوسی گنا ہ ہے آج بھی کچھ لوگ موجود ہیں جو سچی محبت کے قائل ہیں جن کا اپنا نظریہ زندگی کیا ہے جس میں د کھ درد نہ ہو خزاں کے بغیر بہار کی رونق کیا نفرت ہو گئی پتا پتا چلائے گا کہ محبت کیا ہے چھاؤں کا احساس دھوپ لگنے کے بعد ہی ہوتا ہے بھوک پیاس کا اندازہ وہی لگا سکتا ہے۔ جو اس اذیت سے گزرا ہو دشتی ہوگی تب پتہ چلے گا پھول اور کانٹے کا تعلق بھی گہرا ہے لازم اور ملزم ہی تو ہیں شاید وفا اور جفا کا بھی یہی رشتہ ہے محبت اور نفرت بھی ایک تصویر کے دو رخ ہوتے ہیں انسان اور حیوان کا بھی کوئی نہ کوئی تعلق ضرور ہوگا آزادی کی قدر ان کو معلوم ہوگی جنہوں نے غلامی کی زندگی گزاری ہوگی ہواؤں کا نظارہ اس پرندے کو ہوگا جو بھی پنجرے میں بند رہا ہو زندگی اک ہوا کا جھونکا سمجھ لیں یا پانی کا بلبلہ۔ ہم زندہ ہوتے ہیں اپنے ضمیر کے لیے اک زندہ لاش بن کر جی رہے ہیں دیکھنے والے تو دیکھ رہے ہیں کہ ہم مکمل انسان ہیں افسوس کہ ہم نے کبھی اپنے آپ کو پڑھنے کی کوشش نہیں کی الغرض کے انسان کو اپنا کچھ پتہ نہیں ہوتا لیکن دعوے بہت کرتا ہے زندگی امانت ہے اور امانت ہمیشہ واپس ہی کی جاتی ہے کب اور کہاں وقت کا یقین اپنے اختیار میں کہاں انتظار ہے اک آس ہے اور جینے کی تمنا ہے۔

زیر نظر یہ کہانی بھی ایک ایسے ہی انسان کی ہے جو اپنے مزاج کا آدمی تھا اور جب دنیا والوں نے اس کے اعتماد کو ٹھیس پہنچائی تو بکھر کر رہ گیا اور آخر وہ کہنے پر مجبور ہو گیا کہ کوئی کسی کا وفادار نہیں ہے بس مطلب کی خاطر سب کچھ ہوتا ہے۔

میرا نام جمال ہے ایک عام سا انسان جو خدمت خلق کا تجربہ رکھنے والا تھا زندگی کے ہر موڑ پر دکھ درد ملے مگر کبھی کسی سے کوئی گلہ شکوہ نہیں کیا بس یہی سوچ کر مطمئن ہو جاتا ہے کہ وہی ہوتا ہے جو قسمت میں لکھا ہوا ہوتا ہے محبت کے معاملے میں دو تین بار زخم کھا کر خاموش ہو گیا کہ ضروری تو نہیں کہ ہر شخص کے حصے میں محبت ہو کبھی کبھی دوسروں سے نفرت بھی مل جاتی ہے۔

بچپن غربت میں گزرا لیکن جوانی میں کچھ حالات بہتر ہو گئے جس کا چاہا وہ نہ مل سکا اور جس نے مجھے چاہا اس کا ہو کر رہ گیا زندگی میں اب ہر سو بہار ہی بہار ہے شریک حیات خوبصورت تو تھی ہی مگر خوب سیرت بھی تھی اک کامیاب زندگی گزر رہی تھی اور میں یہ بھول گیا کہ کبھی کسی کی ذات سے

مجھے دکھ بھی ملا تھا زندگی کا سفر رواں دواں تھا مگر پھر اچانک ندا کے روپ میں ایک لڑکی میری زندگی میں آئی۔

دل کو سمجھایا کہ باز آجاؤ اور عمر کے اس حصے میں ہمدرد نیا کہیں روگ ہی نہ بن جائے مگر ناکام رہا اور محبت کی پرخطر راہوں پر چل نکلا ندا کون تھی مجھے اس سے کوئی غرض نہ تھی بس وہ مجھ سے محبت کرتی تھی کیوں کرتی ہے اس بارے میں بھی سوچنے کا خیال ہی نہ آیا اور جب سوچنے کی فرصت ملی تو پانی سر سے گزر چکا تھا ندا اور میرے درمیان اک گہرا تعلق قائم ہو گیا تھا ہماری منزل کیا تھی اس کا کوئی پتہ نہ تھا ندا انتہائی مکار اور چالاک لڑکی تھی اور مجھ سے قبل کئی لڑکوں کو کنگال کر چکی تھی اس کے ساتھ کوئی دو ماہ سے زیادہ چل نہ سکا مگر میں خود بھی فریبی کا شکار ہو گیا۔

ندا کی محبت میں گھر والوں کو مکمل فراموش کر چکا تھا اور اگر گھر والے پوچھ بھی لیں کہ جمال تمہیں کیا ہو گیا ہے تو ان کو بڑی خوبصورتی سے ٹال دیتا تھا ندا دولت کی لالچی تھی میرے پاس دولت کی کمی نہ تھی میں اس کی ہر فرمائش پوری کرتا اور وہ میری ہر فرمائش پوری کرتی تھی لیکن ندا کو میں نے اتنا کہا کہ کبھی مجھے دھوکہ نہ دینا اور نہ ہی کبھی مجھے اپنی نظروں سے گرانا وہ کیا تھی مجھ سے بہتر اسے کون جانتا تھا اور اس طرح زندگی کے آٹھ سال گزر گئے۔

میرا اس سے روزانہ رابطہ نہ ہوتا کیوں کہ میں کاروباری سلسلے میں اکثر دوسرے شہروں میں چلا جاتا تھا اور جب واپس آتا تو اس سے بات بھی ہوتی ندا کو میرے شیڈول کا علم ہوتا تھا اور وہ میری عدم موجودگی میں دوسرے دوستوں کو ٹائم دیتی تھی مجھے حیرت ہوتی کہ وہ ایک ہی وقت میں کیسے دوسروں کو ٹائم دیتی ہے ندا کا تعلق ایک غریب گھرانے سے تھا مگر وہ اپنی اداؤں کی بدولت اپنے دوستوں کو جلد ہی اپنی طرف مائل کر لیتی تھی اور پھر دوسروں کی دولت لوٹ کر رفو چکر ہو جاتی تھی۔

اس نے کبھی کسی کو اپنا اصل نام اور گھر کا پتہ نہیں بتایا تھا جس ● سے تعلق ختم کرتی وہ سم بند کر لیتی مگر میں اس کی ہر حقیقت سے آگاہ ہو چکا تھا اس لیے وہ مجھ سے ڈرتی رہتی تھی میں اس کا فیملی ممبر بن گیا تھا اور اس کے گھر والوں سے اچھے استوار پیدا کر لیے تھے پھر اچانک مجھے لندن جانا پڑا پھر میں نے ندا کو بتایا کہ میں لندن جا رہا ہوں اور ہو سکتا ہے کہ واپسی میں دو ماہ لگ جائیں۔

لندن جا کر میں نے اس سے رابطہ کرنے کی کوشش کی مگر اس کا نمبر ہی آف تھا اس کشمکش میں دو ماہ لگ گئے واپسی پر بھی رابطہ کرنے کی کوشش کی مگر ناکام رہا ایک دن میرے دوست کی کال آئی کہ میرے بھائی کی شادی کل ہو رہی ہے آپ کو پہلے ہی اطلاع دیتے مگر آپ کے گھر سے پتہ چلا ہے کہ آپ لندن ہو آج ویسے ہی نمبر ملایا تو مل گیا لہٰذا کل آپ نے لازمی ولیمہ پر آنا ہے باقی باتیں ملاقات پر ہوں گی فاخر میرے اچھے دوستوں میں سے تھا لیکن مصروفیت کے باعث اس کو کم ٹائم دے پاتا اب اس کے بھائی کی شادی تھی جانا بھی ضروری تھا کشمیر کے لوگوں کا اک عام رواج ہے کہ شادی کے بعد ولیمہ اتوار کو ہی رکھا جاتا ہے کیوں کہ اتوار کو چھٹی ہوتی ہے اور تمام لوگ شادی میں شرکت کر سکتے ہیں ورنہ لوگوں کا اکثر گلہ ہی ہوتا کہ ورکنگ ڈے میں شادی کیوں رکھی اتوار کے دن تیار ہو کر گھر سے گاڑی لے کر فاخر کے گھر کی طرف چل پڑا۔

وہاں لوگوں کا اک ہجوم تھا اور شادی والے گھر میں ہجوم کا ہونا فطری بات ہی تو ہے کھانا پک چکا تھا میں نے کھانا کھایا مگر اس دوران فاخر مجھے

نظر نہ آیا مجھے کسی ضروری کام سے اسلام آباد کی طرف جانا پڑا اس جلدی میں مجھے فاخر سے ملاقات بھی کرنا تھی ورنہ وہ ناراض ہو جاتا میں نے فون کیا تو کہنے لگا کہ جمال بھائی ہم دوسرے کمرے میں ہیں دلہن کے ساتھ پوری فیملی کا فوٹو مشن ہو رہا ہے تم بھی اس طرف ہی آ جاؤ تم بھی تو ہمارے اپنے ہی ہو میں نے کہا کہ بھائی مجھے جلدی ہے اور مجھے لڑکیوں کے ساتھ اچھا نہیں لگے گا کیوں کہ وہاں عورتیں بھی ہوں گی اس نے کال کاٹ دی اور بھاگتا ہوا باہر آیا اور مجھے زبردستی اس روم میں لے گیا جہاں سب لوگ مل کر ویڈیو اور تصاویر بنوا رہے تھے۔

فاخر کے ابو نصیر صاحب سے میری خوب گپ شپ تھی دیکھتے ہی کہنے لگے جمال تم کہاں غائب تھے ہم نے تمہیں بہت مس کیا اور شادی بھی جلدی کرنا پڑی فاخر کہنے لگا یہاں کیوں کھڑے ہو گئے ہو آؤ میں تمہیں مہمانوں سے ملواتا ہوں۔

اس دوران سب لوگ دوسرے کمرے میں چلے گئے صرف دلہن فاخر کا بھائی امجد اور دلہن کے کچھ رشتہ دار ہی وہاں موجود تھے میں نصیر صاحب اور فاخر کے ساتھ چل دیا اور دلہن دلہے کو مبارکباد دی دلہن تو عروسی لباس میں تھی اس کا چہرہ تو نظر نہ آیا ہاں البتہ فاخر کے بھائی سے پوچھا کہ اکثر آپ کے بارے میں بھائی جان بتایا کرتے تھے۔

میں نے امجد کو سلامی دی اور ساتھ ہی دلہن کو بھی اور معذرت کرتے ہوئے رخصت ہونے کی اجازت طلب کی مگر انہوں نے صرف اتنا کہا کہ ہمارے ساتھ چائے پی کر آپ جا سکتے ہیں اتنی بھی کیا جلدی ہے مجھے مجبوراً وہاں رکنا پڑا امجد کہنے لگا کہ باقی گھر والوں کو تو آپ جانتے ہی ہیں مگر میری دلہن اجنبی ہے کیوں کہ یہ ہماری فیملی کی نہیں ہے بس دل آ گیا اور محبت رہی جو آٹھ سال تک جاری رہی ہے اور اب ہم دونوں ایک ہو گئے ہیں۔

ہاں جمال میں یہ بھول گیا اس کا نام ندا ہے۔

ندا کے نام سے جیسے میرے پورے جسم میں کرنٹ لگ گیا ہو اور بڑی مشکل سے خود پر قابو پایا اور چائے گرنے سے بچالی۔

اب وہاں سے کھسک جانا ہی مناسب تھا ورنہ ضبط کے سارے بندھن ٹوٹ جاتے اور وہاں کا موحول بھی خراب ہو جاتا۔ ہاں امجد تم خوش قسمت ہو جس کا چاہا اس کا اپنا لیا ورنہ یہاں تو لوگ دوستی کسی سے کرتے ہیں محبت کسی سے اور شادی کسی اور سے اور دعوے ہر کسی سے کرتے ہیں میں نے سب کو سلام کیا اور ندا کو صرف اتنا ہی کہا کہ مسز امجد سدا خوش رہو ہماری دعائیں آپ کے ساتھ ہیں۔

گاڑی لی اور فوراً واپس آ گیا اور واپسی پر سوچتا آیا کہ ندا کیا چیز تھی کہ ایک ہی وقت میں ہم دونوں کے ساتھ اور امجد کو کسی بات کی خبر نہ ہوئی۔

اب میرا شہر میں رہنا مشکل تھا ایک دن ندا کی کال آئی اور کہنے مکاری کرنے کی بہت کوشش کی مگر میں نے صرف اتنا ہی پوچھا کہ تم نے ڈرامہ کیوں رچایا کس نے تمہیں حق دیا تھا میری زندگی میں آنے کا اور جاؤ ندا تم نے میرا اعتماد توڑا اور ہمیشہ جھوٹ ہی بولتی رہی ہو مجھ سے۔ مجھے تم سے کوئی غرض نہ تھی صرف تم نے کہا تھا کہ محبت تم سے کرتی ہوں اور میری زندگی میں کوئی دوسرا نہیں ہے۔ شادی گھر والوں کی مرضی سے کروں گی مگر تم پر کیا بھروسہ کیا جا سکتا ہے تمہارا شہر چھوڑ رہا ہوں خوش رہنا اور کبھی فرصت ملے تو تم سوچنا کہ تم کس کے ساتھ مخلص تھی اور کس کے ساتھ دھوکہ کر رہی ہو تمہیں کیا ملے گا کسی کا اعتماد توڑ کر ندا تم کبھی بھی کسی کے ساتھ مخلص نہیں رہی ہو لیکن اب بھی وقت ہے اپنے کو بدل لو ورنہ بکھر جاؤ گی اور کوئی سمیٹنے والا نہیں ہوگا شاید میں تمہیں زندگی بھر معاف نہ کر

سکوں اور ہو سکتا ہے تم نے جس جس کے ساتھ دھوکہ کیا ہے ان کی بھی یہی رائے ہو۔

مطمئن ہوں تجھے لفظوں کی حرارت دے کر
میں نے کتنا تجھے سوچا کچھ سوچا تو نے

قارئین یہ داستاں جو ناکام سی اس میں کس حد تک کامیاب ہوا ہوں یہ تو آپ لوگ ہی بتا سکتے ہیں میں ان تمام دوست احباب کا ممنوں ہوں جو میری کہانیوں کو پسند کرتے ہیں اور ہمیشہ اپنی دعاؤں میں یاد رکھتے ہیں۔

تیرا سجدہ کہیں تجھے کافر نہ کر دے اے انسان
تو جھکتا نہیں اور ہے سوچتا کہیں اور
✪ .... واجد محمود-اٹک شہر

مت بہا آنسو بے قدروں کے لئے اے دوست
جو قدر کرتے ہیں وہ رونے نہیں دیتے
✪ .... محمد عمیر مظہر سی-تبکیاں

کل رات چاند بالکل تجھ جیسا تھا فراز
وہی حسن، وہی غرور، وہی دوری
✪ .... مزمل عارف-مندرہ

میں نے کبھی سوچا نہ تھا کہ تم یوں دور چلے جاؤ گے مزمل
میری ساری زندگی بے رونق کر کے
✪ .... مزمل عارف-مندرہ

وہ حسن کا پیکر ہے تو کیا ہوا عمران
میری اماں مجھے چودھویں کا چاند کہتی ہے
✪ .... عمران خان-پنجن کسانہ

شاہین کچھ لوگ یہاں پہ جام سے جام ٹکرائیں گے
اک دن دیکھ لینا تیرے میخانے ٹوٹکر بکھر جائیں گے
✪ .... فدا شاہین بھٹی-احمد پور لمہ

مانا کہ تیری دید کے قابل نہیں ہوں میں
تو میرا شوق دیکھ میرا انتظار دیکھ
✪ .... محمد اشرف زخمی دل-بچیکی

جس ہاتھ سے اس شوخ کی زلفوں کو چھوا تھا
چھپ چھپ کے اسی ہاتھ کو ہم چوم رہے ہیں
✪ .... رفاقت علی-لیاقت پور

بدن میں رنگ بھرتا ہے، تمہارا چاند سا چہرہ
مجھے بے چین کرتا ہے تمہارا چاند سا چہرہ
✪ .... محمد اسحاق انجم-کنگن پور

جب سے ہوا ہے خواب کی طرح زندگی گزر رہی ہے
عذاب کی طرح خوشبو کے قلم سے شاید لکھا تھا اس نے خط
☆ .... رفاقت علی-لیاقت پور

وفا کے اس شہر میں ہم جیسا سوداگر نہ ملے فراز
ہم تو آنسو بھی خرید لیتے ہیں اپنی مسکراہٹ دے کر
✪ .... رفاقت علی-لیاقت پور

میرے مرنے کی خبر سن کر اس نے کہا فراز اچھا ہوا
مر گیا اکثر اداس رہتا تھا
✪ .... رفاقت علی-لیاقت پور

تو نے چھیڑا ہے تو یہ کچھ اور بکھر جائے گی زندگی
زلف نہیں ہے کہ سنور جائے گی
✪ .... رفاقت علی-لیاقت پور

وہ جفا کرتے رہے ہم وفا کرتے رہے
اپنا اپنا فرض تھا دونوں ادا کرتے رہے
✪ .... رفاقت علی-لیاقت پور

نہ ملتی ہمت نہ کرتا میں حوصلہ
اب کیوں روتی ہو جب ہوتا ہے فیصلہ
✪ .... پرنس تنویر احمد-دادو

مانگ لینا خدا سے اگر ہو عقیدہ تمہارا جنید
خدا ان کو بھی دیتا ہے جو پتھروں سے مانگتے ہیں
✪ .... جنید اقبال-اٹک

نہ دنیا سے، نہ دولت سے، نہ گھر کو آباد کرنے سے
دل کو تسلی ملتی ہے خدا کو یاد کرنے سے
✪ .... پروفیسر ڈاکٹر واجد نگینوی-کراچی

ان آندھیوں سے کہہ دو اوقات میں رہنے
بڑی مشکل سے جلایا ہے یہ چراغ محبت
✪ .... سمیرا ناز-پھلروان

آج وہ بھی رو پڑا میری بے بسی دیکھ کر فراز
قسم جس نے کھائی تھی مجھے برباد کرنے کی
✪ .... ایم امیر عاصم ملک-میانوالی

رکھو رابطہ جب تک ہم زندہ ہیں دوست
پھر مت کہنا چلے گئے دل میں یادیں بسا کے
✪ .... رضا بلال-لاہور

عشق نے بنایا بھکاری

۔۔تحریر۔آصف جاوید زاہد۔ساہیوال، 0304,6552827

شہزادہ بھائی۔السلام وعلیکم۔امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔
قارئین ایک بار پھر آپ کی بزم میں ایک سٹوری کے ساتھ حاضر ہوا ہوں امید ہے میری حوصلہ افزائی ضرور کریں گے میں ان قارئین کا بہت بہت شکر گزار ہوں جو میری کہانیوں کو پسند کرتے اور میری حوصلہ افزائی کرتے ہیں میں نے اپنی اس کہانی کا نام۔عشق نے بنایا بھکاری رکھا ہے امید ہے سب کو پسند آئے گی۔
ادارہ جواب عرض کی پالیسی کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں مقامات کے نام تبدیل کر دیے ہیں تا کہ کسی کی دل شکنی نہ ہو اور مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی جس کا ادارہ یا رائٹر ذمہ دار نہیں ہوگا۔اس کہانی میں کیا کچھ ہے یہ تو آپ کو پڑھنے کے بعد ہی پتہ چلے گا۔

جب بھی درد کی شدت میں اضافہ ہوتا ہے تو مجھے اس کی یاد ستانے لگتی ہے اور میں خود کو کوسنے لگتا ہوں۔
آج سے چالیس سال پہلے جو جرم مجھ سے غلطی سے ہوا تھا اس کی سزا آج تک بھگت رہا ہوں جرم چاہے چھوٹا ہو یا بڑا اس کی سزا ضرور ملتی ہے جیسے مجھے سزا ملی ہے۔
آج سے بیس سال پہلے میں مجبور تھا پھر جس دن مجھے آزادی ملی اسی دن ہی میرا ایکسیڈنٹ ہو گیا اور میری ایک ٹانگ اور ایک ہاتھ معذور ہو گیا تھا۔
شاید یہ بھی مجھے میرے جرم کی سزا ملی تھی۔
اس کے بعد ہسپتال میں میرا علاج کروایا گیا اور میں اپنے کیئے کی سزا بھگتتا ہوا یہاں تک پہنچ گیا کہ بھیک مانگنے پر مجبور ہو گیا۔
آج بھی حالات میری آنکھوں کے سامنے ایک فلم کی طرح چل رہے ہیں آج سے سرسٹھ سال پہلے شہر سے پانچ کلومیٹر دور ایک گاؤں وہ گاؤں جس میں زندگی کی ہر چیز میسر تھی گاؤں کے چاروں طرف سرسبز کھیت گاؤں کی خوبصورتی میں اضافہ کر رہے تھے بہار کا موسم ایک سہانی شب گاؤں کے ایک امیر گھر میں بڑی چہل پہل تھی۔
اس وقت اس گھر میں ایک جشن کا سما تھا ساری رات ڈھول بجایا گیا بھنگڑے ڈالے گئے ہر کوئی میاں شمس کو مبارکباد دے رہا تھا۔
میاں شمس کا اصل نام شمس الدین تھا لیکن پورے گاؤں والے اسے میاں شمس کے نام سے ہی پکارتے تھے۔
میاں شمس کی بیوی کا نام عالم خاتون تھا وہ بہت نیک عورت تھی پانچ وقت کی نمازی اور غریب لوگوں کی ہمدرد تھی بہت مدد کرتی تھی غریبوں کی شاید اسی وجہ سے ہی لوگ اس کی بہت عزت کرتے تھے۔
میاں شمس بھی گاؤں کے امیر لوگوں میں شامل تھے شادی سے سات سال بعد ایک ننھا منھا بچہ اپنی گود میں پا کر عالم خاتون اور میاں شمس پھولے نہ سمائے۔

تھے بچے کا نام ساجد رکھا گیا۔

پورا ایک ہفتہ پورے گاؤں سے مبارکبادیں آتی رہیں پھر یہ سلسلہ آہستہ آہستہ ختم ہو گیا اور میاں صاحب نے بچے کی دیکھ بھال کے لیے ایک نوکرانی رکھ لی دن ہفتوں میں اور مہینے سالوں میں ڈھلتے گئے اور ساجد پورے گاؤں کی محبت کو سمیٹتا ہوا پانچ سال کو پہنچ گیا شہر کے ایک بہت ہی مہنگے اور پرائیویٹ سکول میں ساجد کو داخل کروایا گیا۔

اچھے نین ونگار کا مالک حسن بھی خدا نے دل کھول کر دیا تھا پورے سکول کا ہیرو ہر کوئی چاہتا کہ مجھ سے دوستی کرے لیکن وہ اپنی ہی مستی میں رہتا صرف اپنی پڑھائی پر توجہ دیتا تھا۔

اس کے علاوہ اس کا ایک ہی شوق کہ فٹ بال کھیلنا اور کھیلتے وقت ایسا مگن کے دیکھنے والا حیران رہ جاتا تھا ساجد نے میٹرک ضلع بھر کے سکولوں میں اول پوزیشن میں حاصل کی تھی اور وہ ساجد کون تھا وہ بد بخت میں ہی تھا

ایک بار پھر میاں شمس کے گھر میں جشن کا سا سماں تھا اور میں یہ تو بتانا ہی بھول گیا کہ میرے بعد میری ایک بہن پیدا ہوئی اس کے بعد ایک اور بھائی بہن کا نام اور بھائی کے بعد مجھے کالج میں داخل کرادیا گیا ہر روز نوکر گاڑی پر کالج چھوڑ جاتے اور چھٹی کے وقت کالج گیٹ سے ہی مجھے لے لیا جاتا کالج میں بھی میرے حسن کے چرچے تھے لیکن یہاں میں نے کسی چیز کی کمی محسوس کی اور وہ تھی کسی اچھے دوست کی کمی اور وہ بھی ملنے میں مجھے دیر نہیں لگی

کالج کے تیسرے دن ہی مجھے ایک بہت اچھا دوست مل گیا جس کا نام وسیم تھا وسیم ایک اچھا مخلص اور محنتی لڑکا تھا اس کی تمام عادات میرے جیسی تھی یعنی مجھ سے ملتی تھی وہ کوئی امیر لڑکا تو نہ تھا لیکن وفادار ضرور تھا اور میرا یہ ذاتی تجربہ ہے کہ وفا غریبوں میں ہی ملتی ہے امیروں سے وفا نہیں ملتی امیر مغرور قسم کے لوگ ہوتے ہیں خاص کر آج کے دور میں خیر وہم اور میں بہت گہرے دوست بن گئے فرسٹ ائیر میں نے کالج میں پہلی پوزیشن لی وسیم کی دوسری پوزیشن آئی ہم نے سوچا سیکنڈ ائیر میں ہم خوب محنت کریں گے

کالج میں فٹ بال کی گیمز کا آغاز ہوا مجھے بھی بطور کیپٹن شامل کیا گیا ہم دورے شہر کے ایک پرائیویٹ کالج میں فٹ بال کا میچ سیمی فائنل کھیل رہے تھے کھیل کے دس منٹ میں نے ایک گول کر دیا میچ کے بارہ منٹ بعد ایک لڑکا گراؤنڈ کی لیفٹ سائڈ سے آیا اور میرے بالوں سے گھسیٹتا ہوا مجھے باہر لے گیا گرتے ہی مجھے دو نرم ہاتھوں نے اٹھا لیا اور میں بس وہ دو لفظ ہی سن پایا۔

اوہ نو۔۔ یہی دو لفظ ہی میرا دل نکال کر لے گئے وہ میچ تو ہم جیت گئے لیکن میں اپنا دل ہار گیا میچ کے بعد میں نے اس کو کافی تلاش کیا مگر مجھے وہ حسین چہرہ کہیں نظر نہ آیا تیسرے دن ہمارا سیمی فائنل تھا اور میں نے وہ تین دن کسی طرح گزارے یہ تو میں ہی ہوں نہ کچھ کھایا تھا نہ کچھ پیا تھا امی ابو بھی پریشان تھے کہ اس کو کیا ہو گیا ہے تیسرے دن میں بہت خوش تھا کہ آج شاید مجھے میرا چاند نظر آ جائے کالج گیٹ پر ہی میرا دوست وسیم مل گیا میں نے اس کو بھی اپنے ساتھ گاڑی میں بٹھایا کالج گراؤنڈ میں پہنچے تو قدرت خدا کے دیکھنے۔ جب میں گاڑی سے اترا تو میری پہلی نظر ہی اس خوبصورت چہرے پر پڑی جیسے پہلے سے ہی وہ میری متلاشی ہو بیس منٹ ہم ایک دوسرے سے آنکھیں چار کرتے رہے پھر کھیل شروع ہو گیا لیکن میں ٹھیک طرح سے نہیں کھیل پا رہا تھا جس کی وجہ سے میرے اساتذہ اور تمام ٹیم پریشان تھی میں اس کی طرف دیکھ رہا تھا اس نے مجھے اشارہ کیا جیسے کہا ہو کہ ٹھیک طرح سے کھیلو اس کے بعد مجھ میں جیسے بجلی آ گئی ہو میں نے ایک کے بعد ایک تین گول کر دیئے دوسری

ٹیم صرف ایک گول کر پائی اور اس طرح ہم فائنل جیت گئے۔

بہت سے لوگوں نے میرا کھیل پسند کرتے ہوئے میرا فون نمبر لیا جن میں اس لڑکی کا کارڈ رائیور بھی تھا میں کالج میں ہی تھا کہ ایک نمبر سے کال آ گئی اس لڑکی نے اپنا نام نائلہ بتایا اس نے خود ہی دوستی کی آفر کر دی جس کو میں نے قبول کر لیا میں تو پہلے ہی یہی چاہتا تھا ہم ہر روز ایک دوسرے کو میسج کرتے اور پھر کال پہ بھی بات ہونے لگی

ایک دن میں نے محبت ایک دن میں نے محبت کا اظہار کر دیا اس نے کہا

مجھے بھی تم سے محبت ہے میں نے اظہار نہیں کیا میں ڈرتی تھی کہ کہیں تم کو کھو نہ بیٹھوں۔

پھر کیا تھا ہر روز کسی پارک میں بیٹھنا اور مہنگے مہنگے ہوٹلوں میں کھانا کھانا اور سیر و تفریح ہمارا معمول بن گیا تھا میں نے گھر سے چیزیں چرانا شروع کر دیں ایک دن مجھ سے نائلہ نے پیسے مانگے میرے پاس نہیں تھے میں تو وہ ناراض ہو کر چلی گئی میں نے ایک دوست سے ادھار لے کر اس کی ناراضگی ختم کی میں پڑھائی پر بھی توجہ نہیں دے رہا تھا بس ہر وقت اسی کی یاد آتی رہتی تھی ہر روز اس کے لیے طرح طرح کے خطوط لکھنا سارا دن فون پر بات کرتے رہنا ایک باغ تھا جس میں ہم ملکر ساتھ نبھانے کے وعدے کرتے ایک دوسرے کو ساری زندگی نہ چھوڑنے کی قسمیں کھاتے نائلہ کہتی تھی ساجد پلیز مجھے اپنا بنا لو ورنہ میں مر جاؤں گی میں اب تمہارے بغیر اک پل بھی نہیں رہ سکتی میں تیری ہوں اور آخری سانس تک تیری ہی رہوں گی میں نے گھر سے چیزیں چرا کر بیچنا شروع کر دیں لیکن نائلہ کو کھلانے یا پیسے دینے میں کمی نہ آنے دی وہ مجھ کو محبت کے نام سے لوٹتی رہی تھی اور میں اور میں محبت کے نام سے لوٹتا رہا

ایک دن ہم پارک میں بیٹھ کر آئس کریم کھا رہے تھے ہمیشہ کی طرح ساتھ نبھانے کے وعدے اور قسمیں کھا رہے تھے مجھے والد صاحب نے مجھے دیکھ لیا جب میں گھر پہنچا تو میرے والد صاحب نے مجھے اپنے پاس بلایا وہ بہت غصے میں تھے اور میں بڑے ادب سے حاضر ہوا جیسے کوئی بندہ بادشاہ کے دربار میں حاضر ہوتا ہو میں نے ابو کو بڑے ادب کے ساتھ سلام کیا لیکن سلام کا جواب دیئے بغیر ہی ابو نے پوچھا وہ لڑکی کون تھی جس کے ساتھ تم پارک میں بیٹھے ہوئے تھے میں نے کہا

ابو وہ ساتھ والے کالج کی ہے اور میں اسے پسند کرتا ہوں اور اس سے شادی کرنا چاہتا ہوں میرے والد صاحب نے ایک تھپڑ مجھے مارا اور کہا

کالج میں پڑھنے جاتا ہے یا لڑکیوں سے عشق لڑانے ابو نے تو بہت کچھ کہا اور میں سنتا رہا اور ابو نے یہ بھی کہا کہ آج کے بعد تم کالج جاؤ گے اور سیدھے گھر آؤ گے ورنہ تیرا گھر سے نکلنا بھی بند کر دوں گا۔

میرے لیے ابو کی یہ دھمکی ہی نہیں تھی بلکہ مجھے پتہ تھا جو ابو کہتے ہیں وہ کرتے بھی ہیں میں نے بھی سوچ لیا تھا کہ شادی کروں گا تو صرف نائلہ سے ورنہ نہیں کروں گا دو دن بعد میں نائلہ سے ملا اور سب کچھ بتا دیا اس نے بجائے مجھے سمجھانے کے کہا

تیرے والد صاحب تیرے اوپر ظلم کر رہے ہیں وہ ہم دونوں کو ملنے نہیں دیں گے اگر تمہارے ابو نے تمہیں میری وجہ سے مارا ہے تو وہ اچھے انسان نہیں ہیں کیوں کہ تم اس کے بیٹے ہو اور پڑھے لکھے ہو تمہیں اپنی مرضی کرنے کا پورا حق ہے نائلہ نے میرے اندر آگ لگا دی اور میں نے تنگ آ کر اپنے والد سے کہا کہ میں اگر شادی کروں گا تو اپنی پسند کی لڑکی نائلہ سے ہی میری والدہ یہ سن کر تڑپ اٹھی کیوں کہ انہوں نے میرا رشتہ میرے ماموں کی لڑکی سے طے کیا تھا وہ اچھی لڑکی تھی پڑھی لکھی اور سلجھی ہوئی تھی آمنہ بچپن ہی سے میرے بندھن میں بندھ چکی تھی وہ لاہور میں رہتے

تھے جب میں نے انکار کر دیا تو ماں کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے لیکن میں اتنا ظالم کہ مجھ پر ان آنسوؤں کا کوئی اثر نہ ہوا کیوں کہ اس وقت میری آنکھوں پر عشق کی پٹی بندھی ہوئی تھی

ماں نے کہا بیٹا ہم زبان دے چکے ہیں تم ضد نہ کرو لیکن میں وہاں سے اٹھ کر چلا آیا اب میں نے کھانا بھی چھوڑ دیا تھا ٹھیک طرح سے سو بھی نہ پاتا تھا میری طبیعت پر بہت برے اثرات پڑے یہ ساری صورت حال دیکھنے سے ابو نے میری شادی کرنے کا فیصلہ کر دیا۔

لیکن میں مسلسل انکار کر رہا تھا میرے والد صاحب نے والدہ کو کہا کہ اس کو سمجھاؤ امی کو میں نے صاف انکار کر دیا تو امی کے اس انکار کو برداشت نہ کر پائیں پھر میری امی کو ہارٹ اٹیک ہوا اور امی ہم سب کو چھوڑ کر چل بسی میری سانسیں میری جنت میرا سکون مجھ سے جدا ہو گئیں لیکن پھر بھی مجھ پر عشق کا بھوت سوار تھا والدہ کے جنازے کے ساتھ آمنہ کی امی ابو بھی آئے تھے میں بھی کافی دفعہ آمنہ کے ابو سے مل چکا تھا کیوں کہ میں نائلہ کے ساتھ اکثر چلا جاتا تھا ان کے پاس ان کا دس مرلے کا مکان جس میں چار کمرے ایک واش روم ایک کھانا کھانے کا کمرہ جس میں بڑی ترتیب سے کرسیاں اور میز لگائے ہوئے تھے ایک کمرہ مہمانوں کے لیے تھا جس میں اچھے قسم کے صوفے لگے ہوئے تھے کمروں کے آگے برآمدے کمروں کی خوبصورتی میں اضافہ کر رہے تھے صحن میں رنگ برنگے پھول لگے ہوئے تھے۔

امی کے جانے کے ایک سال بعد میری شادی ماموں کی بیٹی سے کر دی گئی میری چھوٹی سسٹر کی بھی شادی ہو گئی میں نے اپنی بیوی کے ازدواجی حقوق بھی پورے نہ کیے کیوں کہ مجھے تو اس سے لگاؤ نہ تھا میں نے مجبور کر شادی کی تھی آمنہ نے مجھے بہت سمجھانے کی کوشش کی وہ ہر طرح سے مجھے سمجھاتی وہ جیسے جیسے

مجھے سنبھال رہی تھی میں ویسے ہی بکھر رہا تھا میں نے نائلہ کو بھلانے کے لیے نشہ شروع کر دیا تھا سگریٹ کے علاوہ شراب بھی پینا شروع کر دی میری صحت دن بدن بگڑنے لگی نائلہ سے میری بات نہیں ہو رہی تھی کیوں کہ میری شادی ہونے کی وجہ سے وہ مجھ سے روٹھ گئی تھی

پھر ایک دن میرا نشہ ہی مجھے برباد کر گیا مجھے آسماں سے گرا کر زمین کی گہرائیوں میں دفن کر گیا ہوا کچھ یوں کہ میں نے دوستوں کو ایک ہوٹل میں پارٹی دی وہاں ہم نے خوب شراب پی رات بارہ بجے میں خود ڈرائیور کرتا ہوا گھر آیا اور اندر سے دروازے کو لاک کیا دروازے میں پستول پڑا تھا میں نے پکڑ کر آمنہ کو جگایا اور کہا

تم آج یہاں سوئی ہو اس کے آخری الفاظ یہی تھے کہ ساجد کیا کر رہے ہو اتنے میں مجھ سے ٹرائیگر دب گیا ایک زوردار چیخ نکلی اس کے بعد وہ بیڈ پر گر گئی اندر سے گولی کی آواز سن کر بھائی اور ابو بھی آ گئے پھر میں نے بھی آمنہ کو مارے کا فیصلہ کر لیا اور میں پستول لے کر چلا گیا ابو اور بھائی بھی میرے پیچھے ہی تھے میں نے جاتے ہی آمنہ کو مار دیا جب دروازہ کھولا تو ابو اور بھائی سامنے تھے انہوں نے مجھ سے پستول چھینا اور آمنہ کو سنبھالنے لگے میں موقع پا کر فرار ہو گیا ایک دوست کے پاس گیا اس نے ایک دن اپنے پاس رکھا اور کہا۔

یہاں سے چلے جاؤ کسی اور کے پاس رہو اگر کسی کو پتہ چل گیا تو ہم دونوں ہی پھنس جائیں گے ایک اور دوست کے پاس گیا تو اس نے بھی وہی سلوک کیا مجھے ان دونوں پر بہت غصہ آیا جب میں ٹھیک تھا میرے پاس پیسے تھے تو سارے میرے ساتھ تھے لیکن اب کوئی مجھے جانتا نہیں تیسرے دن میں نے وسیم کو فون کیا وہ بھی میری بری حرکتوں کے وجہ سے مجھ سے ناراض تھا جب میں نے اسے سب

کچھ بتایا تو اس نے مجھے اپنے ایک دوست کے ہاں بھیج دیا ساتویں دن نائلہ کی کال آئی اس نے کہا میں نے اپنے ابو سے بات کر لی ہے تم آ جاؤ ابو تمہیں جیل نہیں جانے دیں گے پھر ہم شادی کر لیں گے لیکن یہ سب کچھ کرنے کے لیے میری ایک شرط ہے میں نے کہا کیا اس نے کہا جو تمہاری پراپرٹی ہے وہ ساری میرے نام کرنی پڑے گی میں نے اس کی شرط قبول کر لی اپنی ساری پراپرٹی اس کے نام کر دی پھر میں گھر چلا گیا اور پھر ایک دن میرے بھائی ابو اور میری بہن کو سسرال سے گھر لا رہے تھے کہ راستے میں ان کا ایکسیڈنٹ ہو گیا اور سب موقع پر ہی ختم ہو گئے اور میری تو دنیا ہی اجڑ گئی

پھر ایک دن نائلہ آئی کہنے لگی تمہارا گھر خالی ہے اگر کہو تو ہم اس میں رہ لیتے ہیں میں نے اجازت دے دی اور وہ رہنے لگے پھر اس نے وہ گھر بھی اپنے نام کروالیا تھا میں مجھے گھر سے نکال دیا اور پھر اس نے کبھی مجھ سے کوئی بات نہ کی تھی کیوں کہ اس کا مقصد پورا ہو چکا تھا اس کے بعد اس نے ایک امیر لڑکے سے شادی کر لی اب میں اگر کبھی جاتا ہوں تو مجھے بھکاری کہہ کر نکال دیتے ہیں وہ نائلہ جو میرے ساتھ جینے مرنے کی قسمیں کھاتی تھی اب مجھے بھکاری کہہ دیتی ہے اور نکال دیتی ہے اب میں اس کے عشق میں ہی بھکاری بن گیا تھا۔

کبھی عرش پہ کبھی فرش پہ
کبھی در پہ کبھی در بدر

دوستو یہ تھی میری تحریر کیسی لگی ضرور آگاہ کیجئے گا

غزل

کیسی رونق لگی ہے چلو چلتے ہیں میخانے میں
یار کیا رکھا ہے اس بے درد زمانے میں
ہم دیتے رہے اسے پیار بہت
مگر ہمیں آزماتے رہے جو ماہر تھے آزمانے میں
یوں تو چل دیتے ہو غیروں کے ساتھ
مگر کیا حرج ہے تمہیں میرے پاس آنے میں
مے خانہ میری منزل ہے جام میری زندگی ہے
مجھ سے پوچھو کتنا ہے مزہ ہے نغمے ساقی کے گنگنانے میں
سنا ہے خواب اکثر ٹوٹ جاتے ہیں
اس لیے ہم بھی مگن ہیں خواب سجانے میں
وہ کہتے ہیں تم اب نہ رہے ہو میرے پیار کے قابل
اور یہ بھی کہا ہے کہ ہم گلشن ہیں نئے یارانے میں
کیوں مجھے اکثر یہ بہار اداس کر دیتی ہے
دوستو مجھے دیر ہو جائے گی یہ داستاں سنانے میں
کچھ خط چند غزلیں اور ایک تصویر میری خیال
اس نے دیر نہ لگائی انہیں جلانے میں

ہاشم یعقوب خیال ۔مٹیلہ ۔

غزل

تیرے بعد جیسے اس دل پہ خزاؤں کا اثر ہے
اب غم جدائی ہی میرا مقدر ہے
اس قدر نڈھال ہیں تیری جدائی میں
آج تک میرا دل سینے سے در بدر ہے
وحشتوں نے ڈیرے ڈال رکھے تھے اس دل پر
کس قدر تیری یادوں نے سجا دیا یہ کھنڈر ہے
ورق ورق عکس تیرا لفظ لفظ خوشبو تیری
میری سوانح عمر میں یہی ایک باب معتبر ہے

قطعہ

جدائی مقدر بنے تو کچھ اپنی بھی خطا ہوتی ہے
خود کے علاوہ کیا ساری دنیا بے وفا ہوتی ہے
اپنی محبت کو ہوس کا نام دیتے ہیں یہ دنیا والے
نہ ملے تو کہتے ہیں ہر کسی کے پاس کہاں یہ دولت وفا

حرا رمضان ۔ اختر آباد ۔

کانٹوں کی سیج

تحریر۔ سیدہ امامہ۔ راولپنڈی کہوٹہ

شہزادہ بھائی۔ السلام وعلیکم۔ امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔
حوا کی بیٹی کو آج تک انصاف نہیں ملا اور نہ ہی ملے گا حوا کی بیٹی پردوں اور عزت کو لے کر زندگی بھر بیٹھی روتی رہتی ہے وہ کیا مانگتی ہے اور اس کو مل کیا جاتا ہے مگر وہ اپنی زبان کو تالا لگا کر خاموشی سے سب کچھ سہتی رہی ہے کیا وہ بول نہیں سکتی یا اس کے منہ میں زبان نہیں ہے یا اللہ نے اسے دماغ نہیں دیا اس کے پاس بھی سب کچھ ہے مگر وہ خاموش ہے اس نے صبر کا دامن تھام رکھا ہے۔ جسے۔ کانٹوں کی سیج۔ ہی ملی۔
ادارہ جواب عرض کی پالیسی کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں مقامات کے نام تبدیل کر دیئے ہیں تا کہ کسی کی دل شکنی نہ ہو اور مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی جس کا ادارہ یا رائٹر ذمہ دار نہیں ہوگا۔ اس کہانی میں کیا کچھ ہے یہ تو آپ کو پڑھنے کے بعد ہی پتہ چلے گا۔

یہ کہانی سائرہ کی ہے جس کی مختصر سی زندگی میرے ساتھ شروع ہوئی مگر بہت تیزی سے ختم ہوگئی کیوں کہ میں اور سائرہ ایک ساتھ کھیل کود کر بڑے ہوئے تھے۔
اور یہاں بھی ایک اور داستاں نے جنم لیا مرد کے ہاتھوں۔ ور مردوں کے اس معاشرے میں ایک اور عورت ایک مرد کے ہاتھوں کچلی گئی جس کا قصور صرف یہ تھا کہ وہ خوبصورت اور شوخ و چنچل لڑکی تھی منافقت سے عادی اپنے دل کی سننے والی تھی۔
اور یہ بھی بھول گئی کہ یہاں اس کی سننے والا کوئی نہیں ہے اور اگر سنے گا بھی تو اس کی آواز ہمیشہ ہمیشہ کے لیے دب جائے گی۔
سائرہ نے ہوش سنبھالتے ہی اذیت دیکھی اسے دو وجودوں نے پھینک کر اس طرح الگ کیا جیسے وہ ان کا حصہ تھی ہی نہیں جب خلع ہوئی تو کوئی اسے رکھنے پر راضی نہ تھا۔ نہ ماں اور نہ باپ کیوں کہ وہ دونوں اس کو شاید اپنی زندگیوں کا بوجھ سمجھتے تھے اور اس بوجھ کے ساتھ اپنی نئی زندگیاں شروع نہیں کرنا چاہتے تھے نہ تو سوتیلا باپ رکھنے کو تیار تھا اور نہ ہی سوتیلی ماں مگر سائرہ کی دادی ڈھال بن گئی اور اسے اپنے باپ کے ساتھ رہنا پڑا۔
ہم سب سکول پڑھتے تھے مگر سائرہ نے کبھی سکول کا منہ نہیں دیکھا تھا سارا دن گلیوں محلوں میں کھلتی رہی اور سر شام گھر واپس آجاتی اور کوئی پوچھتا تک نہ تھا کہ وہ کہاں تھی اور گھر دیر سے کیوں آئی۔
اسی طرح وقت کا پہیہ چلتا رہا اور وقت آج تک نہ رکا ہے نہ رکے گا سائرہ جوانی کی دہلیز پر قدم رکھ چکی تھی مگر ہاں وہ اتنی محتاط ہوگئی تھی کہ گھر سے باہر کم نکلتی تھی سائرہ کے والد ایک مزدور تھے اور غریب انسان کے دروازے پر آنے سے پہلے لوگ ہزار بار سوچتے ہیں یہی کچھ سائرہ کے ساتھ بھی ہوا غیر تو غیر اپنوں نے بھی کبھی سیدھے منہ سائرہ سے بات تک نہ کی تھی تو وہ

اس کا ہاتھ کیا خاک مانگتے سائرہ کے والد کہتے تھے کہ سائرہ کی جلد از جلد شادی کر دیں تا کہ روز روز کی لڑائی اور ما کٹائی سے جان چھوٹ جائے۔

مگر سائرہ کا کوئی رشتہ نہیں مل رہا تھا کیوں کہ وہ نہ تو کبھی سکول گئی تھی اور نہ اس میں کوئی ہنر تھا اور شکل وصورت بھی بس واجبی سی تھی مگر آج کل یہ ساری خصوصیات ہوں بھی تو بیٹیوں والے آس کا دامن تھامے رہ جاتے ہیں اور اس کی بے بہا مثالیں ہمارے ارد گرد بکھری پڑی ہیں مشینوں نے دور میں داخل ہونے کے باوجود بھی ہم جہالت کے دور میں جی رہے ہیں اور چاہنے کے باوجود بھی ذہنوں کی سیاہی کو دھو نہیں پا رہے۔

جب کسی طرح کوئی آس امید نظر نہیں آئی تو سائرہ کے والد نے سائرہ کی شادی اپنے دوست کے ساتھ طے کر دی جو عمر میں سائرہ سے پورے پچیس سال بڑا تھا اور نشے کا عادی تھا اندھا کیا چاہے دو آنکھیں وہ خوشی سے پھولے نہ سمایا اور ہاں کر دی سائرہ روتی رہی اور منتیں کرتی رہی کہ اسے بڈھے دے شادی نہیں کرنی اس کی شکل بہت خوفناک ہے وہ اظہر سے شادی نہیں کرے گی۔

حوا کی بیٹی ایک بار پھر وقت کی سولی چڑھا دی گئی اور کوئی کچھ نہ کر سکا نہ ہی کسی نے کچھ کرنا تھا روز ازل سے ایسا ہوتا آیا تھا اور روزِ ابد تک ایسا ہی ہوتا رہے گا اور سائرہ کو زبردستی اظہر کی ڈولی میں بٹھا کر رخصت کر دیا گیا۔

یوں کہا جائے کہ اس کی قبر پر مٹی ڈال کر فاتحہ پڑھ دی گئی۔ سائرہ اور اظہر کی عمر و فرق ذہنوں میں بھی فرق ہونے کی وجہ سے ان کی نہ بن پائی ہر روز سائرہ اس کے ظلم کا نشانہ بنتی وہ اس سے دور بھاگنا چاہتی تھی اور اظہر اسے خود سے باندھ دینا چاہتا تھا بالکل اس پرندے کی مانند جو باہر تو نہیں نکل سکتا مگر پھڑ پھڑا کے خود کو زخمی ضرور کر لیتا ہے۔

اور وہ سائرہ کے ساتھ ہوا وہ لہولہو ہو چکی تھی ذہنی اور جسمانی نیل تو آنکھوں والوں کو نظر آ ہی جاتے ہیں مگر دل کے نیل تو ایک ہی ذات کو نظر آتے ہیں اور اس کے سامنے ہر فرعون تو خاک میں مل جائے گا جوابدہ ہونا پڑے گا ہر فرعون ہو۔ یا ابلیس کو جو جو خود کو وقتی خدا سمجھتے ہیں مگر کب تک۔ آخر کب تک اور وہ لمحہ دور نہیں میں جانتی ہوں کہ وہ دور نہیں ہے ڈرو اس بے آواز لاٹھی سے اور عورت کو اس کا حق دو جسکا تعین اس نے کیا ہے۔

اس نے کہا ہے جو سب دیکھ اور سن رہا ہے سانسوں کے سلسلے کو نہ دو زندگی کا نام جسکے باوجود بھی کچھ لوگ مر جاتے ہیں۔

اور یہی سائرہ کے ساتھ بھی ہوا زندہ تو وہ پہلے ہی نہ تھی مگر اب جو برائے نام زندگی تھی وہ بھی ایک جلاد کے ہاتھوں اختتام کو پہنچ گئی تھی۔

جب اظہر نے دیکھا کہ سائرہ اسے چھوڑ کر چلی جائے گی تو اس نے خود ہی اک دن اس کو آزاد کو دیا۔ مایوسی کا ایک سورج طلوع ہو کر غروب ہو گیا۔

اک نئے سفر کی تلاش پر مگر عورت آج بھی انصاف کے لیے کھڑی ہے کسی مسیحا کی تلاش میں کسی نوعمر کی تلاش میں خدا کے لیے جاگ جاؤ کسی غفلت کی کسی جبر کی کسی نفس کی کسی درندگی کی اس نیند سے جاگ جاؤ اس سے پہلے کہ تم پر پتھروں کی بارش ہو اور تم کچلے جاؤ اس سے پہلے ہی تم اپنے کچلے ہوئے ذہنوں کو جھنجھوڑ دو اور سوچو کہ جو تم کر رہے ہو وہ تمہیں نہیں کرنا چاہیے۔

اس کے ساتھ ہی اجازت چاہوں گی امید کرتی ہوں کہ میری قلم اس تلخ حقیقت کو ضرور کھوجیں گے زندگی رہی تو پھر ایک نئی کاوش کے ساتھ حاضر ہوں گی اللہ حافظ۔

فنائے عشق

--تحریر۔ سائرہ ارم۔ جہلم شہر

شہزادہ بھائی۔السلام وعلیکم۔امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔
دایان نے سمت کو بہت پیار کیا تھا اور پھر بچپن کا پیار کبھی نہیں بھولتا اور وہ کئی سالوں سے اس سے جدا بھی تھا مگر پھر بھی اسے اس کی آرزو تھی کہ میری سمت ضرور ملے گی اس کا پل پل سمت کے لیے بیت رہا تھا اور سمت بھی اسے کوئی پل کوئی دن ایسا نہ تھا جب یاد نہ کرتی ہو اس نے اس کی یاد میں رو رو کر پل پل گزارہ تھا مگر جب ملنے کی گھڑی منظور ہوئی تو خدا کو شاید کچھ اور ہی منظور تھا امید ہے سب کو پسند آئے گی۔
ادارہ جواب عرض کی پالیسی کو مد نظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں مقامات کے نام تبدیل کر دیئے ہیں تا کہ کسی کی دل شکنی نہ ہو اور مطابقت محض اتفاقیہ ہو گی جس کا ادارہ یا رائٹر ذمہ دار نہیں ہو گا۔اس کہانی میں کیا کچھ ہے یہ تو آپ کو پڑھنے کے بعد ہی پتہ چلے گا۔

بچپن بچپن میں ہم بچھڑنے کے نام سے ڈرتے تھے حالات ایسے آئے کہ وہ جدا ہو گئے۔
ایک ایسا عشق جو بچپن سے دلوں میں تھا لیکن انجام ایسا کہ دیکھنا بھی نصیب نہ ہوا آج تو ان کا ملن ہونا تھا لیکن ہائے افسوس کہ وہ تو دنیا ہی چھوڑ گئے۔
مجھے اپنے بیٹے کا مستقبل بہتر بنانا ہے مائرہ بیگم تم نے چلنا ہے یا نہیں سوچ کر بتا دینا عزیز ہاشمی نے اپنا حکم صادر کر دیا۔
پر میری بات تو سنیئے۔
مجھے کچھ نہیں سننا تمہارے پاس صبح تک کا ٹائم ہے۔
اف میرے خدا یہ انہیں کیا ہو گیا ہے آخر دایان یہاں بھی تو پڑھ سکتا ہے فالتو میں یہ بھی ضد کر رہے ہیں ہو سکتا ہے صبح تک خود ہی اس فیصلے سے پیچھے ہٹ جائیں۔
دس سال کا دیان بہت ہی خوبصورت اور سمارٹ بچہ تھا جب اس کے والد نے اس کو ماں سے جدا کر کے اچھی تعلیم کے لیے اسے اپنے ساتھ لے جانا چاہا۔
دایان۔جی بابا۔بیٹا تم اپنے سکول کے سبھی دوستوں کو بتا دینا کہ کل سے تم اس سکول نہیں آؤ گے۔
لیکن کیوں پاپا۔آپ نے ایسا کیوں بولا۔
وہ اس لیے بیٹا کہ تم میرے اکلوتے بیٹے ہو اور میں تمہیں اعلیٰ تعلیم دلوانا چاہتا ہوں۔
مگر پاپا ماں اور چار بہنیں بھی تو یہاں ہیں وہ بھی تو اچھے سکولوں میں جانا چاہتی ہیں۔
میں صرف تمہاری بات کر رہا ہوں مجھے باقی سے کوئی اتنا لگاؤ نہیں ہے عزیز ہاشمی کی اس بات پر مائرہ کی آنکھوں میں آنسو امڑ آئے کہ اس کے شوہر نے ایسی بات کیوں کی۔
دایان کیا تمہارے پاپا تمہیں سچ مچ لے جا رہے ہیں۔
پیپل کے پیڑ کے نیچے بیٹھی سمت جو کہ اپنے ننھے ننھے ہاتھوں سے مٹی کے گروندے بنا رہی تھی۔

ہاں سمت یہ سچ ہے میرے پاپا مجھے تم سب لوگوں سے بہت دور لے کر جا رہے ہیں پاپا کہتے ہیں کہ یہاں سکول اتنے اچھے نہیں ہیں میں تمہیں مہنگے والے سکول میں تعلیم دلواؤں گا۔

ایک لحاظ سے تو اچھا ہے دایان تمہارا فیوچر بن جائے گا۔۔ پر میرا دل نہیں مانتا۔۔سمت میں جانتی ہوں۔

بابا صرف مجھے ہی لے جا رہے ہیں بہنوں کو بھی نہیں اور ماں بھی نہیں میں انہیں چھوڑ کر کیسے جا سکتا ہوں آخر انہیں کل کو میری ضرورت ہوگی۔اور اور مجھے سمت نے معصومانہ انداز میں کہا۔کیوں نہیں تمہیں بھی ہوگی دایان نے افسوس بھرے لہجے میں کہا۔

دایان دایان تم یہاں کیا کر رہے ہو۔

کچھ نہیں بابا وہ میں سمت سے احسن کا پوچھ رہا تھا چلو یہاں سے تمہارے کپڑے بھی تو تیار کرنے ہیں۔

دایان کی آنکھوں میں آنسو چھلک پڑے۔

دایان دایان رکو تو میری بات تو سنو۔

میں شام میں آؤں گا اس پیپل لے نیچے میرا انتظار کرنا،

دایان بھگتا ہوا گھر کو چل دیا اور سمت کھری راہ تکنے لگی۔ارے پگلی دایان جا رہا ہے تو تم کیوں اتنی پریشان ہو کیوں رو رہی ہو کیا تم نے بھی ساتھ جانا ہے۔کھانا تو کھا لو۔نہیں مجھے کھانا نہیں کھانا۔احسن کہاں ہے اسے بلاؤ وہ کدھر ہے اسے جلدی بلاؤ۔ذلیخاں نے سمت سے پوچھا۔

گھری کی سوئیں بری تیزی سے اپنا فاصلہ طے کر رہی تھیں سمت کب سے پیپل کے نیچے دایان کا انتظار کر رہی تھی شاید آج ان کی یہ آخر ملاقات ہو۔

بابا میں آتا ہوں۔کہاں جا رہے ہو بیٹا دایان۔بابا میں اپنے دوستوں کو بتانے جا رہا ہوں کہ میں صبح جا رہا ہوں۔

دایان کی ماں بیٹے کی جدائی میں نڈھال ہوئی جا رہی تھی دوسری طرف دایان اپنی ماں اور بہنوں کے متعلق بہت پریشان ہو رہا تھا۔

اور ایک طرف سمت کی جدائی بھی۔سمت اور دایان بہت اچھے دوست تھے دونوں میں بہت پیار تھا سمت پاگلوں کی طرح دایان کی راہ تک رہی تھی۔

ارے میں کب سے تمہارے انتظار میں کھڑی ہوں اور تم اتنے لیٹ۔

وہ سمت بابا اجازت نہیں دے رہے تھے۔

سمت بابا مجھے صبح اپنے ساتھ لے جا رہے ہیں میرے پیچھے سے اپنا خیال رکھنا اور پڑھائی مت چھوڑنا۔سمت مسلسل روئے جا رہی تھی۔

اور ہاں سمت میرے جانے کے بعد تم کبھی آنسو نہ بہانہ اور حالت کا مقابلہ کرنا بہادر بن کر رہنا کوئی بھی تم سے بدتمیزی کرے تو میرا نام لینا کوئی تمہیں کچھ نہیں کہے گا۔

مجھے تمہاری بہت یاد آئے گی۔اور مجھے بھی سمت تم اپنی کچھ چوڑیاں دو میں اپنے پاس رکھ لوں گا سمت جب بھی مجھے تمہاری یاد آئے گی میں تمہیں اپنے پاس ہی پاؤں گا۔

میرے پاس ابھی تو کچھ نہیں ہے یہ کالا دھاگہ ہے یہ میں تمہاری کلائی کے ساتھ باندھ دیتی ہوں اسے کبھی ٹوٹنے نہ دینا دایان یہ دھاگہ تمہیں ہر وقت میری یاد دلائے گا۔ہاں سمت مجھے تمہاری بہت یاد آئے گی۔

اچھا سمت مجھے اب جانا ہو گا اپنا خیال رکھنا زندگی رہی تو پھر ملیں گے جاتے جاتے دایان نے سمت کے ہاتھوں سے اپنا ہاتھ الگ کر لیا اور اتنا ہی کہا کہ سمت میرا انتظار کرنا میں ضرور آؤں گا۔

آج پھر برس کے چلی گئی بارش
ہر رم جھم میں تیرا انتظار رہے گا

وقت کا کرواں چلتا رہا دایان بی کام کر رہا تھا

اوشٹ آج پھر رات کا ایک بج گیا کتنے دن ہو گئے میں نے اپنی سمت سے دل کی کوئی بات ہی نہیں کی میری ڈائری کدھر ہو یار۔

ہیلو سمت کیسی ہو یار آئی ہوپ ٹھیک ہو گی۔ سمت سوری یار آج کافی ٹائم کے بعد لکھ رہا ہوں وہ کیا ہے ناں یار پڑھائی میں کافی بزی رہتا ہوں پر یہ سچ ہے سمت مجھے تمہاری بہت یاد آتی ہے مجھے جب جب تمہاری یاد آتی ہے میں اسی ڈائری میں لکھ دیتا ہوں۔

سمت دیکھنا ایک دن آئے گا میں تمہارے سامنے اپنے پیار کا اظہار کر دوں گا۔ ہاں سمت ہاں ہمارے بچپن کا پیار۔ سمت مجھے پتہ ہی نہ چلا کہ ہماری یہ دوستی پیار میں بدل جائے گی۔ آئی سوپ سمت تم بھی میرے بارے میں ضرور سوچتی ہو گی میرا انتظار کرنا سمت میں ایک دن ضرور لوٹ کر آؤں گا۔

تمہارے ہاتھ سے بندھا ہوا دھاگا آج بھی میرے بازو میں ہے تم اسے اپنے ہاتھوں سے ہی کھولنا سمت تم آج بھی اتنی ہی پیاری ہو جتنی بچپن میں تھی کتنا ہنستی تھی تم کیا آج بھی ایسے ہی ہو۔ میں جانتا ہوں تم بھی مجھے یاد کر کے بہت روتی ہو گی کیوں کہ ایک عرصہ ہو گیا ہے ہم نے ایک دوسرے کو دیکھا نہیں ہے۔

پر سمت تم سن رہی ہو نا اور پھر ایسے میں یہ ڈمپل جو تمہاری مسکراہٹ میں اور اضافہ کرتے ہیں او کے سمت اب تین بجنے والے ہیں مجھے نیند آ رہی ہے میرا انتظار کرنا سمت میں واپس ضرور آؤں گا۔ میرا انتظار کرنا میں واپس ضرور آؤں گا

یہ وہی لفظ تھے جو دایان نے بچپن میں بھی بولے تھے مگر آج بہت کچھ بدل چکا تھا جو کھلتا چہرہ ہر وقت مسکراتا تھا وہ آج بہت اداس ہو گیا تھا وہ سمت ہی تھی جو ایک طرف ماں باپ کے غم میں نڈھال تھی اور دوسری طرف دایان کی جدائی۔ ہر وقت سوچتے رہنا نہ کھانے کی ہوش نہ پینے کی۔

اکیس دسمبر کا دن تھا سمت سولہ برس کی تھی سمت کے ماموں کے بیٹے کی شادی تھی وہ لوگ اک شہر سے دوسرے شہر میں شادی پر جا رہے تھے راستے میں بس الٹ گئی اور سمت کے والدین دنیا فانی سے کوچ کر گئے۔ جس کی وجہ سے سمت پر قیامت ٹوٹ پڑی ۔سمت کی تو جیسے دنیا ہی اجڑ گئی سمت ماں باپ کی وفات کے بعد بہت اکیلی ہو گئی تھی۔ دایان کے گھر میں پہلے ہی چار بہنوں کی ذمہ داری تھی سمت کے تایا نے بھی کوئی حامی نہ بھری کہ اس معصوم سمت کو سہارا دیتے۔

آخر کار سمت کے ماموں سہیل احمد نے سمت کو اپنے پاس لاہور لانے کا فیصلہ کر لیا سمت بہت ٹوٹ گئی تھی ایسے میں اسے دایان بہت یاد آ رہا تھا میرے ماما پاپا مجھ سے کتنی دور ہوں گے دیکھو دایان تم کہاں ہو میں نہیں جانتی کہ تم لاہور میں کس جگہ پر ہو دیکھو وقت نے ہمیں کتنا دور کر دیا ہے ہم ایک شہر میں ہوتے ہوئے بھی کتنے ناآشنا ہیں ہم کیسے مل پائیں گے کیا ہم ایک دوسرے کو پہچان پائیں گے تم نے کہا تھا نہ میرا انتظار کرنا میں واپس ضرور آؤں گا تو پھر بھی ابھی تک آئے کیوں نہیں ہو کیا میری یاد نہیں آتی دیکھوناں میں کتنی اکیلی ہوں تم ہی تو تھے جو میرے مشکل وقت میں میرا سہارا تھے تمہیں یاد ہو گا دایان ایک بار میں کانٹوں پر گر گئی تھی تو تم نے مجھے بچایا تھا تو آج پھر اتنے کیوں لاپرواہ ہو مجھے تمہاری ضرورت ہے آخر کب وہ دن بھی آئے گا جب تم اپنی سمت سے ملو گے۔ کہیں دایان مجھ سے بدل تو نہیں گیا کہیں میرے بارے میں سوچنا گوارہ بھی نہ کرتا ہو کاش وہ ایک بار مجھے مل جائے اے میرے رب میری قسمت میں اور کتنا انتظار لکھا ہوا ہے کیا میں کبھی دایان سے مل پاؤں گی۔

سمت سمت۔ جی مامی تم یہاں بیٹھی مزے لے رہی ہو ہر وقت سوچوں میں ہی رہتی ہو کبھی باہر بھی نکل آیا کرو میری بات سنو سمت اب اگر ہمارے گھر آ ہی گئی ہو تو میری ہیلپ کروا دیا کرو میرے بھی چھوٹے

چھوٹے بچے ہیں آخر مجھے ان کو بھی دیکھنا ہوتا ہے تم اگر تھوڑا کچن ہی سنبھال لو تو خیر عافیہ کھری کھری سنا کر چلی گئی معصوم سمت کو آخر کار احساس دلا ہی دیا کہ جن کے سر پر والدین کا سایا نہ ہو ان کی زندگی اجیرن بن جاتی ہے اخر کب تک میں ان کی جلی کٹی باتیں سنا کروں گی میرے لیے بہتر یہی ہے کہ میں گھر کے کام کاج میں ان کی ہیلپ کیا کروں شاید تب ان کا رویہ میرے ساتھ ٹھیک ہو جائے۔ بوجھ جو بن گئی ہوں ان پر۔

او میرے خدا مجھے صبر سے سمت زارو قطار رونے لگی۔

ارے نہیں اماں میں نہیں رک پاؤں گی آپ تو جانتی ہیں ناں میرے بچے پیچھے اکیلے ہیں اچھا اماں میں فون رکھتی ہوں عائدرو رہا ہے۔

عافیہ بیگم کی اپنی ماں سے گفتگو ہو رہی تھی۔

مامی اایک بات کہوں۔ ہاں بولو آپ نانی کے ہاں چلی جائیں۔ٹھیک پر کیا تم یہ سب کر پاؤ گی۔آپ فکر نہ کریں میں سب سنبھال لوں گی شام کا کھانا بھی تیار کر لینا بچوں کو ہوم ورق بھی کرو دینا چھوٹے کو میڈیسن بھی دینی ہے اور کچھ مامی فی الحال تو اتنا ہی بڑی بات ہو گی۔

اونو مامی سچ ہی اتنا شور جو کرتی ہیں اتنا کام آج پتہ چلا کہ کام کرنا کتنا مشکل ہوتا ہے۔امی جی آپ کدھر چلی گئی ہیں مجھے اس دنیا میں چھوڑ کر شکر ہے بستر نصیب ہوا نیند ہے کہ پھر بھی نہیں آ رہی۔

دایان تم کیوں مجھے یاں تنہا چھوڑ گئے ہو۔

گزر تو جائے گی تیرے بغیر بھی لیکن

بہت بے قرار اور اداس سی زندگی

سمت تیار ہو جانا صبح نسرین کی بیٹی کی شادی ہے مامی نے ایک اور آڈر سنا دیا۔

شادی کا نام سن کر سمت کے ذہن میں ایک عجیب کا خیال آ گیا کہ کہیں دایان نے شادی ہی نہ کر لی ہو اور ہو سکتا ہے کہ وہ اپنی دنیا میں خوش ہو میں ایسے ہی اس کی یادوں میں ہر وقت گم رہتی ہوں پتہ نہیں وہ مجھے ملے گا بھی یا نہیں آخر کب تلک ایسا چلے گا آخر میرا انتظار کب ختم ہو گا دایان میں تھک گئی ہوں خدا کے لیے مجھے اپنا ہونے کا کچھ تو احساس دلاؤ۔سمت سوچتے سوچتے نیند کی نگری میں کھو گئی۔

ہیلو عافیہ آنٹی کیسی ہیں آپ۔عفت شوخ و چنچل لہجے میں بولی۔ٹھیک ہوں بیٹی تم سناؤ آنتی یہ کون ہے۔ئی میری نند کی بیٹی ہے۔شاید آپ کو پتہ ہو کہ اس کے والدین روڑ ایکسیڈنٹ میں چل بسے تھے۔اوسن کر بہت دکھ ہوا۔سمت کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔آؤ آپ ہمارے ساتھ بیٹھو عفت اور سمت دونوں ایک طرف کونے میں لگی چیر پر بیٹھ گئیں اور سنائیں آپ کیسی چل رہی ہے زندگانی ارے آپ اتنی سیڈ نہ رہا کریں سمت آپ ہنستی بہت اچھی لگتی ہیں۔

ہو بھی یہی کہتا تھا۔کون۔ک۔۔ک۔ک۔

کچھ نہیں سمت نے بات کو ٹال دیا ارے آپ نائٹ میں ایف ایم سنا کرو پتہ ہے پہلے احسن الحق نائٹ غزل شو کرتے ہیں اور اب ان کی جگہ کوئی دایان نامی ڈی جے آ رہا ہے جو نائٹ غزل شو کرے گا۔

تمہیں پتہ ہے جب سے میرا دل ٹوٹا ہے میں بھی ایف ایم ہی سنتی ہوں میرا سہارا تو صرف اور صرف ایف ایم ہے لاکھوں لوگ سن رہے ہیں ہر کوئی اپنی اپنی داستاں سنا رہا ہوتا ہے اور جانتی ان کے دکھ درد سن کر تو لگتا ہے ہمارا دکھ کچھ بھی نہیں ہے۔

سچ کہا تم نے کیا نام بتایا تم نے عفت۔

دایان۔دایان کا نام سنتے ہی سمت کی آنکھوں میں امید کی اک کرن جاگ اٹھی اسے کہیں اندھرے میں جگنوں کی روشنی نظر آئی۔ارے مس سمت کہاں کھو گئی ہیں آپ دایان شو کس دن سے شروع ہو رہا ہے کیا تم سنو گی ڈی جے کا شو کی پیر سے جمعہ نائٹ غزل شو دس سے بارہ بجے شروع کو گا۔

سمت سمت کہا ہو جی ماما میں یہاں ہوں اچھا
عفت میں چلتی ہوں اللہ حافظ۔
آج مدت کے بعد سمت کو دایان کی تھوڑی بہت
خبر ملی تھی جو اس کی خوشی کا باعث بنی اور وہ مسکرانے لگی
کہ قسمت کس موڑ پہ لے آئی ہے کہ دایان کو پانے کی
جستجو مسلسل کئے جانے کے بعد ابھی بھی مایوس ہے
فنائے عشق میں ابھی کچھ وقت بچا ہے سحر
آ دو لمحے پھر ساتھ بیتا لیتے ہیں
میرا ایک سپنا تو پورا ہونے کو جا رہا تھا سمت
کاش تم مجھے سن پاتی میں جانتا ہوں تم بہت خوش ہوتی
سمت پتہ نہیں تم کس جگہ ہو کس حال میں ہو کاش تم
جان پاتی کہ ایک ڈی جے کی حثیت سے بہت جلد
ایف ایم پہ آ رہا ہوں اے کاش تم دنیا کے جس کونے
میں بھی ہو میں یہ سب تمہیں بتا پاتا
کتنے فاصلے ہیں ہم دونوں کے درمیاں
اے رب تو کب انہیں ختم کرے گا
پیر کا دن تھا سمت بہت خوش دکھائی دے رہی
تھی ہوتی بھی کیسے نہ آخر وہ آج اپنے دایان کی آواز
سننے جا رہی تھی۔
رات کے دس بج رہے تھے دایان ہاشمی کا پہلا شو
آن ائیر جا رہا تھا شروعات کچھ یوں تھی۔

غزل

تم جب بھی محو گفتگو ہوتے ہو
ہر اک لفظ میں اعتدال رکھتے ہو
کبھی تو محبت میں بکھر جاتے ہو
اور کبھی نفرت میں بھی سنور جاتے ہو
میں نے کس قدر تجھے اذیت میں رکھا ہے
اور تم ہر گھری خود کو سنبھال لیتے ہو
تمہاری ذات کے پیچھے کوئی تو راز ہے
جسے تم با آسانی ہی چھپا لیتے ہو
بے پرواہ ہو کے جو تم دور ہونا چاہو تو
اور ایسے میں پھر اپنا نام جتا دیتے ہو

پت جھڑ کا موسم ہو یا دسمبر کی سرد راتیں
تم ہر بار ہی اک نیا روپ دھار لیتے ہو
کتنا بے مروت ہوں میں اور میرا کردار
تم ہر بار ہی اک انوکھی مثال دیتے ہو
تم جب بھی محو گفتگو ہوتے ہو
ہر اک لفظ میں اعتدال رکھتے ہو
مجھے دایان ہاشمی کہتے ہیں ابھی تو شروعات ہے
انجام کا کچھ پتہ نہیں جی ہاں سامعین۔
ہماری زندگیوں میں کچھ لمحات ایسے بھے آتے
ہیں کہ ہم انسان بالکل ہی بے بس ہو جاتے ہیں جو ہم
پانے کی آرزو کرتے ہیں وہ سب ہم سے دور ہوتا چلا
جاتا ہے۔
کاش یہ وقت ہمارا بھی تو ساتھ دے ڈیئر
سامعین میرا انتظار کرنا آپ لوگ میں واپس آؤں گا
مگر بریک کے بعد اس بندہ ناچیز کو دایان ہاشمی کہتے
ہیں۔ سنتے رہیئے گا۔
وقت کا کارواں چلتا رہا اور دایان ہاشمی کو ایف
ایم پہ کام کرتے ہوئے تین ماہ ہو گئے سمت کی بے
قراری دن بدن بڑھتی جا رہی تھی کہ وہ کب دایان کو
سب کچھ بتا دے۔
آخر کار سمت نے فیصلہ کر ہی لیا کہ وہ پہلے
دایان کو ایک خط لکھے گی جس میں صرف اتنا ہی لکھے گی
کہ دایان میں سمت ہوں اور میں بہت جلد آپ سے
ملنے آ رہی ہوں تمہارے بچپن کی دوست تمہارا پیار۔ کیا
یاد ہے دایان میں آ رہی ہوں تمہارے پاس ہاں دایان
یہ سچ ہے اب اور انتظار نہیں ہوتا سمت کے لیٹر ایف
ایم کے ایڈریس پر بھیج دیا۔
ہمیشہ کی طرح تم نے آج بھی تنہا چھوڑ دیا
کبھی تو آؤ اس اندھیری شب میں مجھے مکمل کر
دو
کیا خوب شعر بھیجا ہے اس کا نام ہے سمت تنہا
سمت کا نام پڑھتے ہی دایان کے ہوش و حواس کھو سے

گئے بڑی مشکل سے خود پر کنٹرول کر کے پروگرام اختتام کو پہنچا یا فری ہونے کے بعد سٹاف روم میں پہنچا تو حمید بولا سر یہ لیٹر آپ کے نام ہے شکریہ ایک کپ چائے کا مل سکتا ہے۔

جی بالکل سر دایان نے لیٹر کھول کر پڑھا تو اس کو یوں لگا جیسے اس کی کھوئی ہوئی قیمتی شے اسے واپس مل گئی ہو یہ تو حقیقت تھی کہ سمت اس کے لیے واقعہ قیمتی تھی۔

وہ کل مجھ سے ملنے آرہی ہے پتہ نہیں یہ رات کب ختم ہو گی کتنی بے چینی سی ہو رہی ہے اس کی ہنسی اور ڈمپل کیا لگے گی جب میں اسے اور وہ مجھے دیکھے گی۔

دایان کی منزل کو دچل کر اس کے پاس آرہی تھی جس کا اسے کئی سالوں سے انتظار تھا مگر افسوس دایان کو یہ خوشی نصیب نہ ہوئی شاید وہ اس کی قسمت میں ہی نہیں تھی یا پھر اس کا نصیب ہی ایسا لکھا تھا سمت لائٹ پنک سوٹ میں ہاتھ میں پھولوں کا گلدستہ لیے گاڑی سے اتری سڑک کراس کرنے سے پہلے ہی سامنے والے ٹرک کے نیچے آگئی یہ کیا شور ہے باہر۔

سر میں دیکھتا ہوں سر روڑ ایکسیڈنٹ۔

او نو میں دیکھ کر آتا ہوں دایان کے دل میں انجانا سا درد اٹھا جب اس نے دیکھا تو چونک گیا یہ سمت ہی تھی نہیں یہ نہیں ہو سکتا۔

جب اس نے اس کی ہتھیلی پر اپنا نام دیکھا تو نہیں ایسا نہیں ہو سکتا سمت تم مجھے یوں چھوڑ کر نہیں جا سکتی سمت تم ایسے کیسے اتنی جلدی میرا ساتھ سمت یہ کیا ہو گیا یہ کیا ہو گیا۔

تم ہی تو میری زندگی کا حاصل تھی سمت سب مٹ گیا دایان پاگلوں کی طرح رونے لگا۔

آپ کی قیمتی آراء کا انتظار رہے گا۔

قطعہ

بے عمل دل ہو تو جذبات سے کیا ہوتا ہے
دھرتی اگر بنجر ہو تو برسات سے کیا ہوتا ہے
عمل لازمی تکمیل تمنا کے لیے
ورنہ رنگین خیالات سے کیا ہوتا ہے

شعر۔ سائرہ کرن کے نام
دعاؤں کی محفل تھی اک دعا ہم نے بھی مانگی
تم ہمیش خوش رہو میرے ساتھ بھی میرے بعد بھی

سائرہ ارم۔ جہلم

ہم سے بھلایا نہیں جاتا ایک انسان کا پیار
لوگ جگر والے ہیں روز نیا محبوب بنا لیتے ہیں
✪ .... ثقلین ساجد۔ آزاد کشمیر

راستہ ایسا بھی دشوار نہ تھا
بس اس کو ہماری چاہت پہ اعتبار نہ تھا
وہ چل نہ سکے ساتھ ہمارے ورنہ
ہمیں تو جان دینے سے بھی انکار نہ تھا
✪ .... رئیس ارشد۔ شہر خان بیلہ

کب دل تمہاری یاد میں چور نہیں ہوتا
کب تم سے ملنے کو مجبور نہیں ہوتا
یہ سچ ہے زندگی میں دل اس کا ٹوٹا ہے
جس کا اکثر کوئی قصور نہیں ہوتا
✪ .... رئیس ارشد۔ شہر خان بیلہ

ہوتا ہے اپنی آنکھ کا آنسو بھی بے وفا ارشد
وہ بھی نکلتا ہے تو کسی اور کی خاطر
✪ .... رئیس ارشد۔ شہر خان بیلہ

فاصلے گھٹا دیئے دلوں میں نفرت کے سائل
وہ جو دور ہوئے تو کچھ محبت سی ہونے لگی
✪ .... رئیس ساجد کاوش۔ شہر خان بیلہ

خواہشوں کے سراب

تحری۔ ساحل ابڑو۔ بلوچستان۔

شہزادہ بھائی۔ السلام وعلیکم۔ امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔
میں ایک یار پھر چھوٹی سی کاوش۔ خواہشوں کے سراب۔ لے کر آیا ہون یہ تحریر مجھے کوئٹہ سے کسی دوست نے سنائی تھی ایسی تحریر پڑھنے سے آپ کو کیا سبق ملا آپ کی قیمتی رائے سے تو میرے قلم میں ایک نکھار پیدا ہوگا اور پختگی بھی مجھے امید ہے کہ میری یہ کاوش سب کو پسند آئے گی۔ یہ ایک اسے رئیس کی کہانی ہے جس نے اپنے دولت اپنے ہاتھوں سے دوستوں کو اور فضول خرچی میں ختم کر دی اور پھر اسی دولت کو پانے کے لیے در بدر کی ٹھوکریں کھانے لگا اور کچھ بھی حاصل نہ ہوا۔
دارہ جواب عرض کی پالیسی کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں مقامات کے نام تبدیل کر دیئے ہیں تا کہ کسی کی دل شکنی نہ ہو اور مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی جس کا ادارہ یا رائٹر ذمہ دار نہیں ہوگا۔ اس کہانی میں کیا کچھ ہے یہ تو آپ کو پڑھنے کے بعد ہی پتہ چلے گا۔

آج کوئٹہ کی حسین وادی میں گھومنے والے سیاح اس کو اداس اور کھویا کھویا گھومتے ہوئے دیکھتے صاف ستھرا اور عمدہ قسم کے لباس میں وہ ادھیڑ عمر مرد سب کی نظروں کا مرکز ہوتا۔

لوگوں نے اس کا نام پرنس رکھ دیا دراز قد سرخ وسفید رنگ اور رنگت موٹی موٹی کالی آنکھوں والے حسین اور وجیہہ پرنس کو دیکھ کر اس علاقے کی لڑکیاں پالیاں کنواری پر آ کر گھڑوں میں پانی بھرنا بھول جاتی تھیں۔

ان کی آنکھیں سفید گھوڑے پر پر سوار پرنس کا اس وقت تک تعاقب کرتیں جب تک وہ ان کی نظروں سے اوجھل نہیں ہوا جاتا تھا اس کے اوجھل ہوتے ہی لڑکیاں اپنے اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر ایک ٹھنڈی آہ بھرتیں۔

وہ اس علاقے کے رئیس اعظم کا اکلوتا بیٹا تھا نہایت ہی لاڈلا اس کا بچپن ناز و نعم میں گزرا اس لیے وہ کسی کی پرواہ نہ کرتا تھا اور نہ کسی کو اہمیت دیتا تھا لاڈ پیار نے اسے بگاڑ ڈالا تھا پہلے دن پڑھتے ہوئے جب اس نے اپنے استاد پر ہاتھ اٹھایا تھا تو اس کے اٹھتے ہوئے ہاتھ کو استاد نے غصے سے پکڑ لیا تھا لاڈلے بیٹے کا ہاتھ استاد سے آزاد کروا کر رئیس اعظم بولے ماسٹر جی میرے بیٹے نے پہلی مرتبہ ہاتھ اٹھایا ہے وہ وار خالی نہ جائے۔

ان کے بے جاں لاڈ پیار میں پلنے والا پرنس جب جوان ہوا تو اس کے ناز اٹھانے والا رئیس اعظم باپ اس دنیا میں اسے تنہا چھوڑ کر چل بسا تھا اس لیے پرنس کو آزادی مل گئی۔

اب اس کا زیادہ وقت لاہور اور کراچی میں بگڑے ہوئے اور لالچی قسم کے دوستوں کی نصبط گزرتا تھا ان سب کی نگاہیں اس کی دولت پر تھیں آہستہ آہستہ پرنس کی جائداد بکنے لگی اناروں کے باغ باداموں کے باغ گلابوں کے باغ بھی بک گئے۔

اب دوسری جگہ کے زرخیز مربعے بھی فروخت ہونے لگے لاہور شہر میں پرنس کی دھوم مچی ہوئی تھی پیراڈائز ہوٹل رات کو پرنس اور اس کے دوستوں کے لیے ہی بک ہوتا تھا پرنس کی شاہ خرچی ہر طرف مشہور ہوگئی۔

ہر نئی فلم لگنے پر سینما ہال پرنس اور اس کے ساتھیوں کے لیے بک ہوتا تھا پرنس کھانے پینے اور دیگر عیاشیوں پر بے دریغ دولت لٹا رہا تھا اس کی اور اس کے دوستوں کی شامیں حسین اور راتیں رنگین ہونے لگیں جب وہ اپنے حصے کی جائداد بیچ چکا تھا تو اس نے اپنی بہنوں کے حصوں پر اپنے ہاتھ صاف کرنے شروع کر دیئے تھے۔

گاؤں میں اس کی بیوہ ماں اس کی راہ تکتی رہتی تھی وہ جو اپنی بیٹیوں کی وجہ سے بھی پریشان تھی کہ جب سب کچھ بک جائے گا تو کیا ہوگا ان بچیوں کا کیا بنے گا ان کی رخصتی کیسے ہوگی رئیس احمد کی زندگی میں تو انہوں نے مہارانیوں جیسی زندگی گزاری ہے نوکرانیاں ان کو زمیں پر قدم نہ رکھنے دیتی تھی اور ان کی ہر ضرورت بن مانگے ہی پوری ہوتی تھی رباب اور نایاب دونوں ہی اپنی ماں کی طرح خوبصورتی کا شاہکار تھیں ان کا حسین سراپا دیکھ کر دیکھنے والے قدرت کی عنائی پر دم بخود سے ہو کر رہ جاتے ان کی ماں پرنس کی بے رہ روی کی وجہ سے بیٹیوں کے لیے بہت پریشان تھی وہ چاہتی تھی کہ وہ جلد از جلد اپنے گھر کی ہو جائیں۔

رباب کا رشتہ اس کے چچا کے بیٹے سے طے ہو چکا تھا مگر اب جب اس کے چچا نے یہ دیکھا کہ پرنس اپنے دولت دونوں ہاتھوں سے لٹا رہا ہے تو انہوں نے اپنے بچوں کے رشتے توڑ لیے اور کہیں باہر طے کر دیئے اور پرنس کی ماں اپنے خون کی بے وفائی دیکھ کر مایوس ہوگئی تو اس نے بجائے رونے دھونے کے ایک عقلمندی کی سب کچھ برباد ہونے سے قبل ہی اپنی بیٹوں نایاب اور رباب کی شادیاں بھی برادری سے باہر ہی کر دیں دونوں پیا کے دور دیس چلی گئیں اور مہارانی عالیہ تنہا ہی رہ گئی اس عظیم الشان لال حویلی میں وہ اکیلی ہی رہنے لگی۔

پرنس کی فضول خرچیوں کی داستانیں ملازم آ کر ان کو سناتے تو وہ رونے لگتی تھی اور اپنی بدنصیبی کا ماتم کرنے لگتی وہ حیران و پریشان مستقل کے خوف سے سہی ہوئی زندگی گزار رہی تھی پرنس کے رویے اور بے حسی نے ان سے زندگی کی ہر خوشی چھین لی وہ رات دن پرنس کی واپسی کی دعائیں مانگتی رہتی تھی۔

ایک روز لاہور کے ایک بہت بڑے رضا مہارانی سے ملنے آیا اور تعارف کروانے کے بعد کہنے لگا کہ مہارانی صاحبہ آپ پرنس کی شادی میری بیٹی سے کر دیں تو میں پرنس کو سنبھال لوں گا اور اس کو راہ راست پر بھی لے آؤں گا۔

مہارانی نے یہ سنا تو اس کے چہرے پر رونق بحال ہوگئی انہوں نے ہاں کر دی رضا خان میرے بیٹے کو سیدھی راہ پر لے آئے گا اور یہ ان کی خوش نصیبی ہوگی کہ ان کا بگڑا ہوا بیٹا بھی سدھر جائے گا بات طے ہوگئی برادری والوں کو بھی اس کا علم ہوگیا جب اس کا علم پرنس کی چچی اور اس کے بچوں کو ہوا تو وہ بھڑ گئے ان سے یہ برداشت نہ ہوسکا نہ ان کے اونچے خاندان میں ایک معمولی لڑکی بیاہ کر لائی جائے یہ ناممکن ہے ۔۔۔ ناممکن ۔۔۔ انہوں نے پرنس کو مل کر اسے نا جانے کیا پٹی پڑھائی کہ اس نے شادی سے انکار کر دیا اس نے ماں کی منت و سماجتوں کی بھی پرواہ نہ کی وہ ایسے اپنے دوستوں میں خوش رہتا تھا شادی تو اسے پاؤں کی زنجیر محسوس ہونے لگتی ہے کہ اس نے شادی کر لی تو گھر کا ہی ہو کر رہ جائے گا اور ایسا کرنا اس کے لیے ناممکن تھا۔

پرنس نے اپنی دوش نہ بدلی دن گزرتے رہے اس کی جائداد سب فروخت ہوگئی وہ تہی دست ہوگیا

دوستوں یاروں نے سب کچھ ہڑپ کرلیا اور اسے کنگال کر کے اس کا ساتھ چھوڑ دیا اور یہی ہوتا ہے مصیبت میں تو سایا بھی ساتھ چھوڑ دیتا ہے اب پرنس کو احساس ہوا کہ وہ سرابوں کے پیچھے بھاگتا رہا تھا کاش اس نے عقل سے کام لیا ہوتا ماں کی قدر کی ہوتی اس کا کہنا مانا ہوتا مگر اب پچھتاؤں کے علاوہ اس کے پاس کچھ نہ تھا وہ لاہور کی سڑکوں پر اکیلا بھٹکتا رہتا تھا بڑ بڑاتا رہتا تھا اپنے آپ سے باتیں کرتا رہتا کاغذوں کی ایک فائل تھامے وہ کچہری کے چکر لگاتا رہتا اور زمین خریدنے والے گاہک کے انتظار میں بیٹھا سگریٹ پھونکتا رہتا۔

جس دن اس کی ماں کو پتہ چلا کہ پرنس کو پاگل خانے میں داخل کرلیا گیا ہے تو وہ دکھ سے بے ہوش ہوگئی اسی بے ہوشی نے ہی اس کی جان لے لی پردیس میں بیٹھی بہنیں ماں کی جدائی اور بھائی کی پاگل ہونے کی اطلاع پاکر پھوٹ پھوٹ کر روتی رہیں لال حویلی کی رونقیں ختم ہوگئی تھی وہاں دکھوں اور آہوں نے ڈیرا ڈال لیا تھا پھر چوکیدار نے حویلی کو بند کر کے ایک بڑا سا تالا لگا دیا تھا اناروں گلابوں اور باداموں کے باغ غیروں کی ملکیت بن گئے تھے ذرخیز مربے مالکوں کے بجائے غیروں کے لیے سونا اگلنے لگے یوں ہی برسوں بیت گئے۔

پرنس کی بقیہ جوانی پاگل خانے میں ہی گزری تھی پھر ڈاکٹروں نے اسے فارغ کر کے واپس گھر بھیج دیا تھا اس کی حالت کچھ بہتر ہوگئی تھی وہ اپنے گاؤں لوٹ آیا تھا لال حویلی اک کھنڈر بن چکی تھی اس کی چھتیں اور دیواریں گر کر کسی ویرانے کا منظر پیش کر رہی تھیں پرنس نے حویلی کے ایک ٹوٹے پھوٹے کمرے میں رہائش کر لی تھی ماں کے حصے کی کچھ زمینیں بچ گئی تھیں چوکیدار نے وہ زمینیں سنبھال لیں تھیں اور اس پر کسی کو قبضہ نہ کرنے دیا تھا اس نے کسی کے ساتھ ہی حق نمک ادا کرتے ہوئے پرنس کو بھی سنبھال لیا تھا اور اس کی دیکھ بھال کرنے لگا مگر پرنس کی حالت بہتر نہ ہوسکی وہ اپنی حقیقی زندگی کی طرف لوٹ کر نہ آیا اس کا پاگل پن برقرار رہا تھا اسے تو اپنا ماضی بھی یاد نہ تھا مگر پھر بھی وہ اپنے لباس میں ترش کا تو کچھ خیال رکھتا تھا۔

صبح ہوتے ہی پرنس کاغذوں کی ایک فائل نکال کر مروڑتا ہوا بغل میں ڈال کر حویلی سے نکل جاتا کہ ذرا زمین کی رجسٹری کر آؤں وہ سارا دن بھٹکتا رہتا اور کچھ نہ کھاتا پیتا تھا اور شام کو بھوکا پیاسہ فائل کو بغل میں دبائے حویلی کے کھنڈر نما کمرے میں داخل ہو جاتا تھا چوکیدار پھول دوڑا دوڑا آتا اور بستر بچھا کر اس کو کھانا دیتا پرنس خاموشی سے کھانا کھاتا اور پھر خاموش ہو کر لیٹ جاتا اور کمرے کی چھت کو گھورتا رہتا نہ جانے وہ پگلا کیا خواب دیکھتا تھا لاہور کی پر رونق سڑکوں پر اپنے دوستوں کے ساتھ ہنستا کھلکھلاتا چلا جاتا تھا۔ پیرا ڈائز ہوٹل میں دوستوں کے ساتھ سٹیم روسٹ کھاتا پھر خالی سینما میں دوستوں کے ساتھ فلم دیکھ رہا ہوتا یہی خیال اور سوچیں اسے چین نہ لینے دیتی ہوں گی صبح جب وہ ان خوابوں سے جاگتا تو زندگی کے آبلہ سفر پر چل پڑتا۔

کوئٹہ کی حسین وادی میں سیاح اسے کھویا کھویا اور پریشان پریشان دیکھتے اور اس کے ہاتھ میں پکڑی ہوئی فائل دیکھتے اور اندازہ لگاتے کہ لگتا ہے کوئی زخمی دل شاعر ہے۔

پھر ایک دن وہ زخمی دل شاعر پرنس شاہ زیب اسی اسی وادی کی ایک چوٹی سے گر کا ناطہ توڑ گیا اور لال حویلی آسیب حویلی کہلانے لگی تھی۔

کیسی لگی میری کاوش قارئیں اپنی قیمتی رائے سے ضرور نوازیئے گا یہ بالکل سچی اور حقیقت پر مبنی کہانی ہے اس کو لکھنے میں کہاں تک کامیاب ہوا ہوں ضرور بتائے گا۔ ساحل ابڑو ڈیرا اللہ یار بلوچستان

کسے آواز دوں

تحریر۔ اقصد علی فراز۔ پانڈووال۔ 0347,7147553

شہزادہ بھائی۔ السلام وعلیکم۔ امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔
کسے آواز دوں آپ کی خدمت میں لے کر حاضر ہوا ہوں امید ہے پسند آئے گی اور یہ کہانی ایک ڈاکٹر کی ہے جو کہ بچپن سے ہی ڈاکٹر بننے کے خواب دیکھ رہا تھا لیکن اس کی ماں کی دعاؤں نے اسے کامیاب کر دیا اور آج وہ بہت بڑا ڈاکٹر ہے لیکن وہ اپنوں سے ہمیشہ کے لیے دور ہے کوئی بھی اس کا اپنا نہیں ہے آج اس کے پاس دولت پیسہ اور سب کچھ ہے مگر اپنا کوئی بھی نہیں ہے کیسی لگی ضرور رائے دیجئے گا۔
ادارہ جواب عرض کی پالیسی کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں مقامات کے نام تبدیل کر دیے ہیں تاکہ کسی کی دل شکنی نہ ہو اور مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی جس کا ادارہ یا رائٹر ذمہ دار نہیں ہوگا۔ اس کہانی میں کیا کچھ ہے یہ تو آپ کو پڑھنے کے بعد ہی پتہ چلے گا۔

وقت کی آندھیوں میں طوفان بدل جاتے ہیں
زندگی کی راہوں میں انسان بدل جاتے ہیں
دوستی کبھی ختم نہیں ہوتی فراز
دوستی کرنے والے انسان بدل جاتے ہیں

قارئین کرام پھر ایک نئے جذبے کے ساتھ ایک کہانی لے کر حاضر ہوا ہوں ہنستے

بستے آنسوؤں کی پہچان نہیں ہوتی
لفظوں میں محبت کی پہچان نہیں ہوتی
اگر ملے کبھی پیار زندگی میں تو قدر کرنا فراز
کیوں کہ قسمت سب پہ مہربان نہیں ہوتی

میرا نام جبار ہے میرا تعلق ضلع منڈی بہاؤالدین کے ایک گاؤں سے ہے میرا گھرانہ چھ افراد پر مشتمل ہے چار بہن بھائی والدہ اور والد بھی شامل ہیں۔
میں بھائیوں میں سب سے چھوٹا ہوں جب پانچ سال کا ہوا تو والدین نے قریبی سکول میں داخل کر دیا میں پڑھائی میں کافی لائق تھا جس کی وجہ سے اساتذہ کرام پیار فرماتے تھے کتنے حسین دن تھے وہ جب اساتذہ کرام کا پیار نصیب ہوتا تھا کوئی دکھ نہ ہوتا تھا ماں مجھ سے بہت پیار کرتی تھی۔
جب کے دوسرے بھائی مجھے خفگی نظروں سے دیکھتے تھے ابتدائی تعلیم گاؤں میں ہی حاصل کی اور مجھ میں ڈاکٹر بننے کا شوق پیدا ہو گیا تھا۔
میں نے ابو سے کہا کہ مجھے اعلیٰ تعلیم دلواؤ تاکہ میں ڈاکٹر بن سکوں والد صاحب شاید میرے ہی منتظر تھے انہوں نے کہا کہ میں تمہیں شہر میں اپنے ایک دوست کے ہاں چھوڑ دیتا ہوں تم واہاں پر اچھی تعلیم حاصل کر سکو گے۔ میں بہت خوش ہو گیا آخر وہ دن بھی آ گیا کہ میں اپنی ممتا کے سینے سے لگ کر رو رہا تھا ماں بولی جا بیٹا خدا تجھے کامیاب کرے۔

ماں کی دعا آج بھی میرے کانوں میں گونجتی ہے میں ایک بار پر ماں کے سینے سے لگ کر رو دیا۔

پھر جدا ہو کر شہر کی طرف محو سفر ہو گیا میرے ساتھ تینوں بھائی اور والد محترم بھی تھے جلد ہی ہم شہر پہنچ گئے ہم ایک کوٹھی کے سامنے رکے ابو مجھے اور بھائیوں کو لے کر اندر چلے گئے۔

کوٹھی بہت ہی خوبصورت تھی ابو نے مجھے اپنے دوست سے ملوایا اور کہا کہ یہ میرا چھوٹا بیٹا ہے جبار اس نے یہاں پڑھنا ہے اور اسے ڈاکٹر بننے کا بہت شوق ہے بلکہ جنون ہے مجھے پوری امید ہے کہ آپ اس کا اور اس کی پڑھائی کا پورا خیال رکھیں گے۔

اس صاحب نے اتنا ہی کہا جی۔

تو ابو بولے بیٹا اپنا خیال رکھنا اور اٹھ کر گلے ملے اور رخصت ہو گئے۔

مجھے کیا پتہ تھا کہ میں آج آخری بار اپنوں سے مل رہا ہوں۔

اگر مجھے پتا ہوتا تو میں انہیں کبھی بھی نہ جانے دیتا اپنے پاس رکھ لیتا یا انکے ساتھ ہی چلا جاتا لیکن یہ تو خدا ہی بہتر جانتا ہے۔

قارئین کرام۔ایک بات آپ کو بتانا بھول گیا کہ جب میں اپنے گھر سے رخصت ہوا تھا تو میری ماں نے مجھے کچھ جیب خرچ اور ایک موبائل نشانی کے طور پر دیا اور کہا جب چاہیے فون پر بات کر لینا۔

دن گزرتے رہے اور ایک دو تین اور چار پانچ اسی طرح پانچ دن گزر گئے اور میں نے جب بھی اس صاحب کو داخلے کا کہا تو اس نے ہوں ہاں اور ٹال مٹول کر دیا موبائل مجھ سے چھین کر اس میں سے سم نکال دی اور موبائل مجھے دے دیا۔

میں نے سوچا کہ اس نے ایسا کیوں کیا ہے وہ تو مجھ سے کوئی چال چل رہا تھا جس میں وہ مکمل کامیاب ہوتا گیا دراصل میرے بھائیوں نے مجھے اس آدمی کے ہاں بیچ دیا تھا جس کا والد صاحب کو قطعی علم نہ تھا مجھے اس شخص نے پانچ دن بعد بتایا اور کہا کہ اگر یہاں سے بھاگنے کی کوشش کی تو میں جان سے مار دوں گا۔

میں ڈر کے مارے کچھ نہ کر سکا ایک طرف اپنوں سے بچھڑنے کا دکھ اور دوسری طرف ڈاکٹر بننے کا شوق۔کیا بھائی بھی اپنے بھائی کو بیچ سکتے ہیں آٹھویں دن اس نے کہ آج تیار رہنا میں تمہیں سکول میں داخلہ دلوا دوں گا انہوں نے اس انداز سے کہا کہ میں خوش ہو گیا اتنا خوش کہ بیاں نہیں کر سکتا۔

میرا اپنوں سے ملنے کو بہت دل کر رہا تھا۔لیکن کیا کرتا مصیبت کا شکار ہو گیا تھا اور وہ مصیبت بھی اتنی بڑی تھی کہ جس سے جسم تو کیا روح بھی کانپ اٹھے میں نے رب کے آگے سجدے کیے کہ یا رب مجھے اس مصیبت سے بچا لے لیکن شاید رب کے ہاں بھی دعا منظور نہ ہوئی۔

اگلی صبح میں تیار ہو کر بیٹھا تھا وہ اپنے کمرے سے نکلا اور بولا تیار ہو میں نے جی۔اگر میں چاہتا بھی تو اپنوں سے نہ مل سکتا تھا وہ میرے ساتھ گاڑی میں بیٹھا تھا اور میں سارے راستے روتا رہا اس نے گاڑی بڑے روڑ پر فل سپیڈ میں دوڑا دی راستے میں بہت سے سکول آئے اور گزر گئے جو بھی سکول آتا میں سمجھتا کہ یہی سکول ہے لیکن نہ ہی اس نے مجھے کسی سکول میں داخل کروانا تھا نہ ہی کروایا۔

گاڑی تقریبا سات آٹھ گھنٹے چلتی رہی پھر ایک شاندار بنگلے کے سامنے آ کر رکی نیچے اترو اس نے غصے بھری آواز میں کہا میں ڈرتا ہوا نیچے اترا وہ مجھے بازو سے پکڑ کر اندر لے گیا۔

یہ رہا آپ کا غلام اس نے کوٹھی کے مالک سے کہا میرے لیے سب کچھ نیا نیا سا تھا ٹھیک ہے

آپ جائیں وہ صاحب مجھے اندر کمرے میں لے کر آ گئے اور کہا اس صوفے پر بیٹھ جا میں چپ چاپ صوفے پر بیٹھ گیا ان کے ساتھ ان کی وائف بھی تھی کچھ دیر خاموشی چھائی رہی پھر اس نے کہا بیٹا کچھ تو بولو میری آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

پھر میں نے ان کو سب کچھ بتا دیا انہوں نے مجھے سینے سے لگا لیا اور کہا آج سے تم ہمارے بیٹے ہو میری کوئی اولاد نہیں ہے اور ہم دونوں میاں بیوی اکیلے ہی ہیں۔

انہوں نے مجھے اپنا بیٹا بنا لیا ان کا پیار پا کر میں بہت خوش ہوا لیکن اچانک مجھے ابو امی کا خیال آیا تو میں کانپ اٹھا اور کچھ دیر مجھ پہ کپکپی سی طاری رہی پھر کچھ حواس قابو میں ہو گئے تو میں نے ان سے موبائل لے کر ابو کا نمبر ڈائل کیا جواب ملا نمبر بند ہے۔

میں نے ایک ایک کر کے بھائیوں کے نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے لیکن سب بند تھے۔

انہوں نے مجھے ایک اچھے سکول میں داخل کروا دیا اپنوں کی یاد آتی تو میں جی بھر کے رو لیتا تھا جب دل کا غبار آنسوؤں میں بہہ جاتا تو کچھ صبر مل جاتا دل میں نے کر لیا تھا۔

ایک دن میں نے بابا سے کہا کہ مجھے اپنوں سے ملنا ہے پلیز مجھے میرے اپنوں سے ملوایئے پلیز پلیز اتنا کہہ کر میں رونے لگا بابا نے کہا ایک دن میں تمہیں تمہارے اپنوں سے ضرور ملواؤں گا ضرور ملواؤں گا ماں کی گود میں جب سر رکھتا تو آنکھیں آنسوؤں سے بھیگ جاتی اور مجھے اپنی ماں یاد آ جاتی تھی۔

ماں ۔۔ اوہ ماں ۔۔۔ماں ۔۔۔اوہ ماں ۔۔ پاس بلاتی ہے کتنا ستاتی ہے۔

یاد تمہاری جب جب مجھ کو آتی ہے آتی ہے
میں ہر وقت یہ دکھی گانا سنتا رہتا اور روتا رہتا تھا میں نے میٹرک کرنے کے بعد کالج میں داخلہ لے لیا اور پڑھتا چلا گیا اور اتنا پڑھا کہ بڑے بڑے آفیسر مجھے خود ہی نوکری دینے کو تیار تھے۔

تیرہ سال کی عمر میں نے میٹرک کیا تھا اور اب میں خوبرو نوجوان بن چلا تھا ان بارہ سالوں میں اپنے کی یاد ہے ایک لمحہ بھی غافل نہ ہوا میں مزید ڈگریاں حاصل کرتا گیا۔

ایک دن میں ایک بڑے ہاسپٹل کا مالک بن گیا سارے ہسپتال میں سینئر ڈاکٹر میں ہی تھا آج مجھے ماں کی وہ دعا بہت یاد آ رہی تھی کہ جاؤ بیٹا اللہ تمہیں کامیاب کرے شاید آج میری ماں کی وہ دعا رنگ لائی تھی اور میں ایک بہت بڑے عہدے پر فائز ہو گیا پتہ نہیں میری ماں زندہ بھی ہو گی یا نہیں ۔۔نہیں نہیں میری ماں زندہ ہے اور میرے دل میں ہے میرے والدین کی دعائیں ہی تو ہیں جو آج مجھے کامیاب کر رہی تھیں۔

آج مجھے اپنوں کی بہت یاد آ رہی تھی میں نے دل میں طے کر لیا تھا کہ آج میں اپنے گاؤں ضرور جاؤں گا چاہئے کچھ بھی ہو جائے جب بابا آفس سے لوٹے تو میں نے کہا بابا خدا کے لیے مجھے میرے گاؤں لے چلیں پلیز بابا آج میں اپنے گاؤں اپنوں کے پاس جانا چاہتا ہوں۔

بابا نے کہا ٹھیک ہے بیٹا تم کل تیار ہو جاؤ ہم تمہارے گاؤں چلتے ہیں اور اٹھ کر مجھے گلے لگا لیا ساری رات جاگ کر گزاری صبح ہو گئی ہاں میں نے کمرے سے نکل کر دیکھا تو صبح کی روشنی رات کی تاریکی کو ختم کیئے جا رہی تھی۔

میں نے نماز پڑھی اور خدا کا شکر ادا کیا آج میں اپنوں سے ملنے جا رہا تھا میں دعا مانگ کر بابا کے کمرے کی طرف بھاگا اور انہیں جگایا اور ماں کو بھی جگا کر پھر ہم تینوں تیار ہو گئے اور گاڑی میں بیٹھ گئے۔

مجھے اپنے ضلع اور گاؤں کا نام یاد تھا آج میں بہت خوش تھا گاڑی اپنی منزل کی طرف رواں دواں تھی آٹھ گھنٹے چلنے کے بعد گاڑی اپنی منزل منڈی بہاؤالدین پہنچ گئی۔

وہاں سے ہم نے گاؤں کا رخ کیا میں تھر تھر کانپ رہا تھا اور دعا مانگ رہا تھا کہ یا خدا میرے اپنے سدا سلامت رہیں یا خدا خیر کرنا میرے ماں باپ زندہ ہوں تھوڑی دیر بعد گاڑی ایک گاؤں میں جا کر رکی گاؤں میں سب کچھ نیا نیا تھا میں سب کچھ بڑے غور سے دیکھا جا رہا تھا۔ کچھ مکانوں کی جگہ پکے مکانوں نے لے لی تھی ان تیرہ سالوں میں سب کچھ بدل کر رہ گیا تھا۔

میں گاڑی سے اترا اور سامنے ایک بزرگ کو دیکھا اور دور سے پکارا وہ آئے اور میں نے سلام کیا پھر انہوں نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور میں نے پوچھا بابا جی یہاں ایک شفقت احمد خان رہتے تھے وہ کہاں گئے۔

انہوں نے کہا ان کے چار بیٹے تھے چھوٹے سے ماں باپ بہت پیار کرتے تھے میں نے کہا ہاں ہاں پھر انہوں نے کہا بیٹا ان کے چھوٹے بیٹے کو پڑھنے کا بہت شوق تھا اس کے بھائیوں نے ایک چلاک اور مکار آدمی کو اس کے ابو کا دوست بنا کر اس کے پاس بیچ دیا تھا اور وہ تینوں بھائی بھی اس آدمی کے ساتھ ملے ہوئے تھے اور کاروبار کرتے تھے بچے لاکر بیچتے تھے اور چھوٹے بیٹے کو شہر بھیج دیا یعنی بیچ دیا بس بیٹا اس کا شہر جانا تھا کہ۔

آگے بابا ایک سرد آہ بھر کر رہ گئے آگے کیا ہوا پلیز بتایئے ناں میں ان کے آگے ہاتھ جوڑ کر کھڑا ہو گیا حوصلہ نہیں ہے بتانے۔ کا پلیز بتایئے بابا جی آگے کیا ہوا بیٹا اس کے بعد یہ ہوا کہ۔ وہ ایک مرتبہ پھر چپ ہو گئے۔

اس کے بعد انہوں نے اپنے ماں باپ کو زہر دے کر مار دیا اور پھر خود بیرون ملک چلے گئے۔

اتنا سننا تھا کہ میں تھر تھر کانپنے لگا دماغ مفلوج ہو کر رہ گیا زمین و آسماں گھومتے ہوئے دکھائی دیئے میں بے ہوش ہو کر گر گیا اس کے بعد جانے کیا ہوا کہ میں تقریباً دو گھنٹے بعد ہوش میں آیا اور اپنے ارد گرد بہت سے لوگوں کو دیکھا اور ایک ڈاکٹر مجھے چیک کر رہا تھا ماں باپ مجھے دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔

میرا ہوش میں آنا تھا کہ میرے منہ سے ایک چیخ نکلی اور پھر بے ہوش ہو گیا نا جانے کتنی بار ایسا ہی ہوا کہ میں ہوش میں آتا او چیخ مار کر بے ہوش ہو جاتا تھا ڈاکٹر کہہ رہا تھا کہ اسے بہت بڑا صدمہ پہنچا ہے اس کو ہارٹ اٹیک بھی ہو سکتا ہے۔

لیکن خدا کا شکر ہے یہ بچ گیا شام کو بابا نے کہا چلو گھر چلتے ہیں میں نے کہا نہیں مجھے گھر نہیں جانا ہے میں نے یہاں ہی رہنا ہے آخر کار بابا میری ضد کے آگے ہار گئے۔

میں ساری رات نہ سو سکا تارے گنتا رہا آخر کار صبح ہو گئی میں ٹھیک ہو چکا تھا میں نے کہا گاؤں والوں سے کہا میں شفقت کا بیٹا ہوں اگر کوئی میرا اپنا ہے تو بتائے پھر کچھ دیر خاموشی رہی پھر لوگ مجھے شہر خاموشاں میں لے گئے میرے ماں باپ کے پاس میں ساری قبروں کو بڑے غور سے دیکھ رہا تھا۔

آخر ایک قبر پر میری امی کا نام مجھے دکھائی دیا میں لپٹ کر رونے لگا میں دنیا سے بے خبر روتا رہا چیختا رہا سسکتا رہا آنسو میرے آنکھوں سے گر گر کر میرے رخساروں کو چوم رہے تھے۔

میں ماں سے ہزاروں سوال کرتا رہا لیکن آگے سے کوئی جواب نہ آیا ساتھ ہی میرے باپ کی قبر تھی میں اس پر بھی گر گر کر پوچھتا رہا کیوں بیچا تھا مجھے ہاں بتایئے ناں ابا جان کیوں بیچا تھا مجھے ابو

بو لیئے ناں کیوں کیا تھا ایسا۔

میں ہزاروں سوال کر رہا تھا میری آنکھوں سے آنسو نہیں خون ٹپک رہا تھا پھر آسماں پر ہلکے بادل چھا گئے تھوڑی دیر میں موسلا دھار بارش ہونے لگی شاید آسماں بھی میرے ساتھ رو رہا تھا اسے بھی میری بے بسی پر رونا آ گیا۔

ہو اٹھیے امی ابو آج میں ڈاکٹر بن کر آپ کے سامنے آ گیا ہوں ماں تیری ہی دعائیں ہیں جو مجھے کامیاب کر گئی ہیں اٹھیے ماں آج میں آپ کے بغیر اکیلا ہوں تنہا ہوں بے سہارا ہوں بے بس ہوں آپ کے سوا میرا اس دنیا میں کوئی بھی اپنا نہیں ہے اٹھیئے ماں گھر چلیں وہ گھر جو خوشیوں کا آشیانہ ہوتا تھا آج اس گھر کا نام نشان تک نہیں ہے۔

میں نا جانے کتنی ہی دیر وہاں بیٹھ کر روتا رہا پھر اٹھا اور بوجھل قدموں سے قبرستان سے نکل پڑا اور مجھے وہ گانا جو میں اکثر گاتا تھا یاد آ رہا تھا۔

ماں ۔۔اوہ ماں ۔۔ماں ۔۔اوہ ماں ۔۔
پاس بلاتی ہے کتنا ستاتی ہے
یاد تمہاری جب جب مجھ کو آتی ہے ۔آتی ہے
جن کے سر پہ ممتا کی دعائیں ہیں
قسمت والے وہ ہیں جن کی مائیں ہیں
جسم تو ہوتا ہے پر جاں نہیں ہوتی
ان سے پوچھو جن کی ماں نہیں ہوتی
لوری سلاتی ہے چھپ کے سلاتی ہے
یاد تمہاری جب جب مجھ کو آتی ہے ۔۔آتی ہے

۔۔۔آ جا سینے سے تجھ کو لگا لوں میں
چیر کے دل کو دھڑکن میں چھپا لوں میں
ساون بن بن کر میری آنکھیں برسی ہیں
تیرے لیے کتنا یہ پل پل تڑپی ہیں
کتنا ستاتی ہے پاس بلاتی ہے
یاد تمہاری جب جب مجھ کو آتی ہے
آتی ہے

بارش ہونے کی وجہ سے ہر جگہ کیچڑ ہی کیچڑ تھا میں نے ناجانے کتنی بار گرا اور اٹھ کر پھر چلنے لگ جاتا تھا مجھے اپنے بھائیوں پر بلکہ ان خوفناک درندوں پر بہت غصہ آ رہا تھا جی چاہ رہا تھا کہ ان کو کچا چبا لوں۔

میں نے بیرونی ملک جانیکا فیصلہ کرلیا۔

ماں باپ نے بھی اجازت دے دی آخر وہ دن بھی آ گیا جب میں بیرونی ملک جانے کے لیے روانہ ہو گیا وہاں جا کر میں نے نجانے کس کس سے پوچھا سارا دن دیوانوں کی طرح پھرتا رہتا چودہ سال میں وہ مجھ کو نہ ملے پھر میں پاکستان آ گیا جب میں گاؤں پہنچا تو ایک خبر جو مجھے کسی دھماکے کی طرح میرے کانوں تک پہنچی کہ تیرے ماں باپ اللہ تعالیٰ کو پیارے ہو گئے ہیں۔

آج میں پھر تنہا رہ گیا تھا اپنے ماں باپ کے مرنے کے بعد ایک یہ ہی تو تھے جو میرا سہارا تھے اپنے ماں باپ کی طرح ان کا پیار مجھے ملا تھا اگر یہ نہ ملتے تو آج میں نا جانے کن درندوں کے ہاتھوں سے کوئی خونخوار درندہ ہوتا یا پھر کچھ اور میرے ذہن میں طرح طرح کی باتیں آ رہی تھی۔

پھر میں گیا قبرستان اور سب کے لیے فاتحہ پڑھی اور اگربتیاں جلا کر لگائیں اور واپس آ گیا جب میں گاؤں آیا تو مجھے ایک بزرگ نے ایک خط دیا اور کہا بیٹا یہ خط تیرے باپ نے دیا تھا اور کہا تھا یہ امانت کے طور پر رکھ لو جب وہ واپس آئے تو اسے دینا جب میں نے وہ خط کھول کر پڑھا تو لکھا تھا۔

پیارے جبار سدا سلامت رہو یہ تو تم جانتے ہو کہ میری کوئی اولاد نہیں ہے اور تم مجھے ایک بیٹے کی طرح خدا سے ملے تھے۔

لیکن بیٹے سدا افسوس کہ ہم تمہیں تمہارے ماں

باپ کا آخری دیدار بھی نہ کروا سکے بیٹا شہر میں جو کچھ ہی تمہارا ہے ہسپتال ہے فیکٹری ہے کوٹھی ہے گاڑیاں ہیں بیٹا میری اور تیری ماں کی یہی خواہش ہے کہ تم شہر میں جو کچھ بھی ہے وہ سب بیچ کر گاؤں آجاؤ اور یہاں گھر بنا کر رہو اور لوگوں کا علاج کرو مجھے امید ہے تم ایسا ہی کرو گے۔

فقط محسن۔آمنہ۔

خط پڑھ کر میں بہت رویا کچھ دن بعد میں شہر گیا جو کچھ تھا بیچ کر گاؤں میں ایک مکان بنوایا اور ایک بہت بڑا ہسپتال خدا نے میرے ہاتھ میں بہت شفا رکھی تھی جو بھی میرے پاس آتا بہت جلد صحت یاب ہو جاتا کچھ ہی ماہ میں میرے ہسپتال کا نام بہت مشہور ہو گیا دور دور سے لوگ آنے لگے شفقت محسن میرے ہسپتال کا نام تھا۔

بہت ہی جلد میرا اور میرے ہسپتال کا نام آسماں کی بلندیوں کو چھونے لگا میں خود کو بہت مصروف رکھتا تھا لیکن جب بھی سونے کے لیے بستر پر لیٹتا ہوں تو ماں باپ کی بہت یاد آتی ہے اور میری آنکھیں آنسوؤں سے تر ہو جاتی ہیں۔

قارئین آپ ہی بتائیے میں کسے پکاروں کسے آواز دوں کوئی ہے میری سننے والا سوائے خدا کے نہ ماں نہ باپ نہ بہن نہ بھائی۔نہ کوئی اپنا نہ پرایا کوئی بھی نہیں ہے ماں کی دعا آج بھی میرے کانوں میں گونجتی ہے کہ جا بیٹا خدا تجھے کامیاب کرے۔

ماں واقعہ ایک عظیم ہستی ہے اور ان کی دعائیں رنگ لائی ہیں اور اللہ تعالیٰ نے مجھے کامیاب اور کر دیا

آج جب ہسپتال جاتا ہوں تو قبرستان سے گزر کر جاتا ہوں اور جب آتا ہوں تو بھی گزر کر آتا ہوں اگر بتیاں جلاتا ہوں اور فاتحہ خوانی کر کے آتا ہوں اور کچھ دیر رو کر واپس آجاتا ہوں۔

قارئین آپ ہی بتائیے کیسی لگی میری داستان آپ کی قیمتی رائے کا منتظر رہوں گا۔

اقصد علی فراز گاؤں کوٹلی مسنانی پانڈوال تحصیل ضلع بہاؤالدین۔

غزل

مجھے اپنا کر ٹھکرا دیا چلو اچھا کیا
عہد ووفا کو بھلا دیا چلو اچھا کیا
جب روشنی کی ضرورت پڑی تجھ کو
تو میرا ہی گھر جلا دیا چلو اچھا کیا
خود کے لیے بنا لیا پھولوں کا بستر مستوئی
مجھے کانٹوں پر ہی سلا دیا چلو اچھا کیا
کھیل کھیل میں ہی میرے پیار کو
تماشہ تم نے بنا دیا چلو اچھا کیا
اپنی ایک خوشی کی خاطر تم نے
محبت میں اتنا رلا دیا چلو اچھا کیا
میں نے چاہتا تھا تمہیں دیوانوں کی طرح
مجھے پاگل جو بنا دیا چلو اچھا کیا

------سردار محمد اقبال خان مستوئی۔سردار گڑھ

مزاحیہ شاعری

اک ہمسائے سے میں نے اک دن رو کر کہا
سوکھ کر میں فکر روزی میں چوہارہ ہو گیا
ہنس کے وہ بولا کہ بھائی یہ تو اچھا ہی ہوا
عید کے دن شیر خورمے کا سہارا ہو گیا

اک چاند سی لڑکی دیکھ کر ہو گیا دل بے قابو
کہہ دیا سامنے جا کر میں نے اس کو پیار سے چندا
فورا دس کا نوٹ تھما کر آگے سے وہ بولی
یہ بتا دو کس مسجد کا مانگ رہے ہو تم چندا

------شہباز حسین۔فقیر والی

فرق صرف اتنا ہے

تیری ڈولی اٹھی میرا جنازہ اٹھا
تو سج کے گئی میں سجایا گیا
پھول تجھ پہ بھی تھے پھول مجھ پہ تھے
سہیلیاں تیری بھی تھیں دوست میرے بھی تھے
قاضی وہاں بھی تھا مولوی یہاں بھی تھا
دو بول تیرے پڑھے دو بول میرے پڑھے
تیرا نکاح ہوا میرا جنازہ پڑھایا
آر۔ تجھے اپنایا گیا محمد علی کو دفنایا گیا
-----------گمنام عاشق محمد علی۔ ہانگ کانگ

سرِ راہ کچھ بھی کہا نہیں کبھی اس کے گھر میں گیا نہیں
میں جنم جنم اس کا ہوں اسے آج تک یہ پتہ نہیں
یہ خدا کے دین بھی عجیب ہیں کہ اسی کا نصیب ہے
جسے تو نے چاہا وہ مل گیا جسے میں نے چاہا وہ ملا نہیں
-----------عامر جاوید ہاشمی۔ چوک اعظم

لوگ ہمیں تکلیف نہیں دیتے ہیں بلکہ
ان سے وابستہ ہماری امیدیں ہمیں دکھ دیتی ہیں
✪..................... ایس عدنان خان- ڈی آئی خان

نہ میرا دل برا تھا نہ تیرے پیار میں کمی تھی
قسمت میں بچھڑنا تھا مقدر میں جدائی تھی ایس
✪..................... ایس عدنان خان- ڈی آئی خان

تو نے چرا لی نظریں ہم نے نظریں اٹھانا چھوڑ دیا
ملنا ہمارا ناگوار گزرا ہم نے روبرو آنا چھوڑ دیا
✪..................... ایس عدنان خان- ڈی آئی خان

یاروں کو یار ملا پیاروں کو پیار ملا
ہم کو ایک یار ملا وہ بھی باوفا ملا
✪..................... ایس عدنان خان- ڈی آئی خان

کہتے ہو کہ بچھڑے کوئی مدت نہیں گزری
لگتا ہے کہ تم نے کبھی کیلنڈر نہیں دیکھا
دھوئیں کی لہر تصویر رقص کرتی ہے
وہ سگریٹوں کے تسلسل میں یاد آتا ہے
✪..................... اے جی- حافظ آباد

کسے دا پیار نہ وچھڑے

تحریر۔ثناء۔لیہ۔

شہزادہ بھائی۔السلام وعلیکم۔امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔
قارئین میں پہلی بار ایک کاوش کے ساتھ آپ کی دکھی بزم میں حاضری دے رہی ہوں اور امید کے آپ سب قارئین اور سٹاف جواب عرض میری حوصلہ افزائی ضرور کریں گے میں نے جو کہانی لکھی ہے ہو سچ پر مبنی ہے اور اس میں قصور کس کا تھا عباد کا یا پھر ہانیہ کا یا پھر ان دوستوں کو تھا جنہوں نے عباد سے کہہ کر ہانیہ کو تماشہ بنایا تھا لیکن نقصان کس کا ہوا کسی کا بھی نہیں ہانیہ زندگی سے ہار گئی اور عباد جیتے جی مر گیا۔
ادارہ جواب عرض کی پالیسی کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں مقامات کے نام تبدیل کر دیئے ہیں تا کہ کسی کی دل شکنی نہ ہو اور مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی جس کا ادارہ یا رائٹر ذمہ دار نہیں ہوگا۔اس کہانی میں کیا کچھ ہے یہ تو آپ کو پڑھنے کے بعد ہی پتہ چلے گا۔

آج جب اکیڈمی سے چھٹی ہوئی تو ہم رکشے پر بیٹھ گئے مگر رکشے والا کہیں نظر نہ آیا ایک تو اتنی گرمی اور دوسرا انتظار ہماری جان نکال رہا تھا ہم رکشے والے کو دیکھ رہے تھے جو ایک سینٹر سے کتابیں خریدنے میں مصروف تھا۔
ہم سب لڑکیاں آپس میں باتیں کر رہی تھیں کہ ایک سفید داڑھی والا بوڑھا شخص ہمارے رکشے کے قریب آ کر کھڑا ہو گیا اور ہم سے باتیں کرنے لگا پہلے پوچھا کس سکول میں پڑھتی ہو کیا ایف ایس سی کر رہی ہو تمہیں پتہ ہے میں نے بھی ایف ایس سی کی تھی مجھے ڈر لگنے لگا پتہ نہیں یہ کیوں ایسی باتیں کر رہا ہے وہ بولتا جا رہا تھا اور ہم اسے نظر انداز کرنے کی کوشش میں تھیں تا کہ وہ ہماری جان چھوڑے مگر اس کی باتیں ختم نہیں ہو رہی تھیں لڑکیاں کہنے لگی ثنا اسے نام نہ بتانا پتہ نہیں م کوئی نشئی ہو گا جب اس نے مسلسل ہمیں خاموش دیکھا تو چلانے لگا جواب دو مجھے میں صبح سے بول رہا ہوں تم بھی چھوڑ دو گی مجھے تم بھی مر تو نہیں جاؤ گی میں تم لوگوں کے ساتھ بھی دھوکہ نہیں کروں گا میری محبت کا یقین کرو مجھے قبرستان نہ بلانا خدا کے لیے میں بہت محبت کرتا ہوں تم سے سنا تم نے۔تب ہمیں یقین ہو گیا کہ یہ کوئی پاگل ہے یا پھر آوازہ بوڑھا ہمیں ڈر لگ رہا تھا کہیں کوئی نقصان نہ پہنچا دے اتنے میں رکشے والا آدمی آتا ہوا دکھائی دیا مگر وہ پاگل بوڑھا جا چکا تھا ہمیں رکشے والے پر غصہ آیا کہ وہ اس طرح ہمیں اکیلا چھوڑ کر اپنے کاموں میں مصروف تھے رکشے والے نے جب سنا تو اس سے رہا نہ گیا اس نے پوچھا کیا ہوا تب ہم نے اس بوڑھے والی ساری بات بتا دی جو سڑک پر چلتا ہوا آگے جا چکا تھا۔
رکشے والا نہایت ہی شریف انسان تھا اس سے برداشت نہ ہوا۔اس نے آگے جا کر اس بوڑھے آدمی کا مارنا شروع کر دیا کہ تم نے لڑکیوں سے بدتمیزی کی ہے اور وہ بوڑھا بھاگتا ہوا جا رہا تھا اور کہہ رہا تھا میں نے ہنس مارا وہ نور میری ہے مجھے چھوڑ دو میرا کوئی قصور نہیں ہے۔
خیر رکشے والا واپس آ گیا مگر میرے ذہن میں اس بوڑھے کی باتیں جیسے نقش ہو گئی کہ یہ ایسے الفاظ

کیوں کہتا رہا ہے آخر اس کے ساتھ ایسا کیا ہوا ہے اگلے دن میں پھر اکیڈمی گئی تو مجھے کل والا واقعہ یاد آیا میری ساری فرینڈز بیٹھی تھیں انہیں میں نے اس بوڑھے کے بارے میں بتایا کہ وہ کس طرح چلاتا رہا تھا ان میں سے ایک لڑکی اس کو جانتی تھی اس نے کہا مجھے اس کا پتہ ہے اس نے اس کی کہانی سنائی جسے سن کر مجھے بہت دکھ ہوا جو میں آپ لوگوں کے سامنے پیش کرنے جارہی ہوں۔

محبت نہ کرنا انسان کے بس میں نہیں ہوتا محبت کیوں کی۔کی نہیں جاتی ہو جاتی ہے اگر محبت دو فریقوں کے درمیان میں ہو تو زندگی جنت اور اگر محبت کے شکنجے میں ایک ہی انسان پھنس جائے تو دوسرا نہ کر پائے تو زندگی جہنم سے کم نہیں ہوتی اور آج کل کے لڑکوں کا یہ تو فیشن بن چکا ہے کہ وہ محبت میں لڑکیوں کو کپڑوں کی طرح تبدیل کرتے ہیں چاہے لڑکی جتنے بھی سچے جذبات کیوں نہ رکھتی ہو اس کے لیے تو یہ ایک فن ہے تاکہ دوستوں کو فخر سے بتا سکیں کہ فلاں لڑکی بھی مجھ پر مرتی ہے فلاں بھی اور لڑکیاں سچے جذبات ان پر ضائع کر دیتی ہیں اور انجام ان کی بربادی ہوتا ہے خیر چلتے ہیں کہانی کی طرف۔

ملک عباد ایک امیر گھرانے میں پیدا ہوا بلکہ یوں کہیں کہ منہ میں سونے کا چمچ لے کر پیدا ہوا تو کچھ غلط نہ ہوگا والدین کا اکلوتا بیٹا بچپن ہی سے سب کی آنکھ کا تارا بن گیا مگر اسکی تعلیم و تربیت ایک اچھے ماحول میں کی گئی گھر گاڑی بینک بیلنس گویا کے کسی چیز کی کمی اسکی زندگی میں نہ تھی میٹرک کے امتحان سے فارغ ہونے کے بعد والدین نے اسے میڈیکل میں بھیج دیا ڈاکٹر بننا اس کا خواب تھا جس کی تعبیر وہ چاہتا تھا وہ اپنی ذات میں مگن رہنے والا شخص تھا اسے کبھی محبت نہ ہوئی تھی محبت کے جذبات پر وہ یقین نہ رکھتا تھا اس کے لئے سب کتابی باتیں تھی۔

یونیورسٹی میں جب وہ لڑکے لڑکیوں کو ساتھ میں دیکھتا تو اکثر کہتا کتنے پاگل لوگ ہیں چار دن کی زندگی ہے موج کرو یہ کیا جی بیٹھے ہیں وعدے قسمیں کھاتے اور رونے روتے۔

دوست اکثر کہا کرتے عباد تم کبھی اسی محبت میں بری طرح پھنسو گے مگر عباد ہنس کر ٹال دیتا میرے پاس فضول ٹائم نہیں ہے جو لڑکیوں پہ صرف کرتا پھروں جب وہ ایسی باتیں کرتا تو دوست ہنس پڑتے گویا کہ اس کے دن دوستوں اور والدین کے ساتھ گزر جاتے مگر وہ لڑکیوں کی عزت کرتا کبھی کسی لڑکی کو تنگ نہیں کیا بس ذرا ہٹ کر رہتا اس کے دوست اکثر مذاق میں کہتے رہتے یار عباد آخر کیا وجہ ہے کہ تمہاری کوئی بھی گرل فرینڈ نہیں ہے آخر لڑکیاں تم سے بنا کر کیوں نہیں رکھتی تو عباد کہتا کہ ایسی بات نہیں ہے میں خود ہی نہیں چاہتا کہ لڑکیاں مجھ سے بنا کر رکھیں کیاں کہ میں ان چکروں میں نہیں پڑنا چاہتا مگر دوست اس کا مذاق اڑانے لگے لڑکیاں تمہیں گھاس تک نہیں ڈالتی ایک دن تنگ آکر عباد نے کہا اب تمہیں لڑکیا فرینڈ بنا کر دکھاؤں گا۔

انہوں نے کہا لگی شرط عباد نے حامی بھر لی اور کہا کہ تم دیکھنا تم جس لڑکی کا کہو گے میں اس سے ہی فرینڈشپ کر کے دکھاؤں گا اس دوران یونیورسٹی میں میں نئی لڑکی نے داخلہ لیا تھا اس کا نام ہانیہ تھا وہ ایک غریب گھرانے کی لڑکی تھی اس کی نیچر بھی عباد جیسی ہی تھی وہ بھی لڑکوں سے دور بھاگتی تھی کبھی کوئی لڑکا اس کو پرپوز کرتا تو اس کو منع کر دیتی کہ عباد کے دوستوں نے سوچا کہ عباد کو اسی لڑکی ہانیہ کا کہتے ہیں کیوں کہ یہ اسے انکار کرے گی اور ہم شرط جیت جائیں گے دوسرے دن جب عباد یونیورسٹی میں آیا تو اس کے دوستوں نے عباد کو لڑکی دکھائی کہ اس لڑکی کو پرپور کرو اگر یہ مان گئی تو ہم جان جائیں گے کہ تمہاری بات کہ تم خود ہی فرینڈشپ سے بھاگتے ہو اگر انکار کر دیا تو یہ ثابت ہو جائے گا کہ لڑکیا تمہیں لفت نہیں کرواتی

مسکراہٹوں میں پلنے والا عباد کب یہ جانتا تھا جبکہ اگر اس نے قبول کرلیا وہ پیار کرنے لگی اور اس کی اصل حقیقت کھل گئی تو کیا ہوگا۔

خیر عباد اپنے مشن میں چل نکلا تھا ہانیہ پلاٹ میں بیٹھی تھی پڑھ رہی تھی کہ عباد جب اس کے قریب جا کر بیٹھ گیا مگر یوں ہی وہ بیٹھا ہانیہ نے اس کو دیکھا اور اٹھ کر چلی گئی عباد کے دوست ہنسنے لگے اوہ یار اس نے دور سے ہی بائے بائے کر دیا ہے مگر عباد نے اس کو انا کا مسئلہ بنالیا۔

اب تو اسے منا کر ہی دم لوں گا مجھے صرف ایک ماہ کا ٹائم دو اگر نہ مانی تو تب میں ہار مان لوں گا اس کے دوست بھی مان گئے اس کو یہ بات اگلے دن جب عباد یونیورسٹی میں آیا تو وہ سب سے پہلے ہی کلاس میں بیٹھا گیا اور اس کا انتظار کرنے لگا۔

وہ بھی آ کر اس کے ساتھ بیٹھ گئی اس طرح عباد کو اس سے گفتگو کا موقع مل گیا عباد نے کہا اگر آپ برا نہ مناؤ تو میں آپ سے پوچھ سکتا ہوں آپ کے بارے میں ہانیہ نے کہا جی پوچھیں عباد نے کہا مجھے اپنی فیملی کے بارے میں بتاؤ آپ کے ابو کیا کرتے ہیں آپ کتنے بہن بھائی ہیں تب ہانی نے اسے بتایا کہ وہ ایک غریب گھرانے سے تعلق رکھتی ہے اس کے ابو سکول میں ٹیچر ہیں وہ پانچ بہن بھائی ہیں عباد نے پھر اپنے بارے میں بتایا کہ اس کے ابو کی کپڑے کی فیکٹریاں ہیں اور وہ ایک کھاتے پیتے گھرانے سے تعلق رکھتا ہے اس طرح وہ دن باتوں سے گزر گیا اگلے دن عباد پھر پہلے کی طرح اس کا انتظار کر رہا تھا ہانیہ نے آ کر اسلام کیا تو عباد نے مسکرا کر جواب دیا اور پھر دن بدن وہ ایک دوسرے کو سمجھنے لگے اور یوں ان کے درمیان دوستی کا خوبصورت بندن بند گیا عباد ہانیہ سے دوستی کر کے اپنے فرینڈز میں شرط تو جیت گیا مگر اس کے دل میں ہانیہ کیلئے کو احساس نہ تھا وہ شرط جیتنے کیلئے ہی اسے آئی لو یو کہہ چکا تھا جیسے ہانیہ نے سچ سمجھ لیا خیر دن گزرنے لگے اور ہانیہ دن بدن اسے چاہتی رہی مگر عباد میں اتنی ہمت نہ ہو پائی کہ وہ اسے بتا سکے کہ وہ اس سے کوئی پیار نہیں کرتا وہ جب بھی بات کرنے کی کوشش کرتا ہانیہ کا پیار دیکھ کر خاموش ہو رہ جاتا کہ یہ رہرٹ ہوگی ادھر ہانیہ دن بدن محبت میں پاگل ہوتی جا رہی تھی۔

آخر ایک دن عباد نے ہمت کر کے کہہ ہی ڈالا کہ یہ پیار محبت میری نظر میں کوئی حقیقت نہیں رکھتے ہانیہ خدا کے لئے مجھے نہ چاہو جب ہانیہ نے عباد کے منہ سے یہ سنا تو اس کے پاؤں کے نیچے سے زمین نکل گی وہ عباد جس نے خود مجھ سے پیار کا اظہار کیا آج یہ کیسی باتیں کر رہا ہے ہانیہ نے پوچھا عباد مجھ سے کوئی غلطی ہوگی ہے آخر آپ ایسا کیوں کہہ رہے ہو تب عباد نے شرط والی ساری بات ہانیہ کو بتا دی ہانیہ کو زمین آسمان ایک لگنے لگا کہ میرے ساتھ اتنا بڑا دھوکہ میرا عباد کیسے کر سکتا ہے وہ چلانے لگی نہیں عباد کہہ دو کہ یہ جھوٹ ہے پلیز عباد کہو کہ یہ سب مذاق ہے عباد آپ صرف میرے ہو مگر عباد کہاں اس کا تھا بلکہ وہ تو کسی کا نہیں تھا اپنی ذات کے علاوہ۔

عباد تو یہ سب بتا کہ چلا گیا مگر ہانیہ خود کو نہ سنبھال پائی کیونکہ وہ بہت پیار کرنے لگی تھی ایک پاکیزہ محبت تھی جس کا اتنی بے دردی سے خون کیا تھا اسی شخص نے جس نے اس کو چاہا حد سے زیادہ پیار کیا ہانیہ لٹے ہوئے قافلے کی طرح بوجھل قدموں میں گھر پہنچی اسے ابھی تک یقین نہیں تھا کہ عباد ایسا بھی کر سکتا ہے اس کی حالت پاگلوں جیسے ہونے لگی۔

اس دن کے بعد اس نے خود کو کمرے میں بند کر دیا مگر زخم کیسے مدھم ہوتے ہیں محبت کے زخم تو بڑی گہرائی رکھتے ہیں اور عباد ہانیہ کے دل و دماغ میں چھا گیا تھا ہانیہ نے بہت کوشش کی کہ عباد اسے نہ چھوڑے وہ یونیورسٹی جاتی تو عباد کی منتیں کرتی خدا کے لئے مجھے نہ چھوڑو میں مر جاؤں گی مگر ملک عباد کے دل پر اسکی

التجاؤں کا کوئی اثر نہ ہوا ہانیہ روز اسکے راستے میں بیٹھ جاتی جب وہ آتا ہوا دکھائی دیتا تو اس کی طرف بھاگ پڑتی اور عباد ہمیشہ کی طرح اسے نظر انداز کر کے آگے بڑھ جاتا اور ہانیہ ٹوٹ کر بکھر جاتی کبھی کبھی تو یہ ہوتا وہ اس کے سامنے ہاتھ جوڑ کے کھڑی ہو جاتی کہ عباد مجھ سے بات کرو تم صرف میرے ہو ادھر عباد کو بھی اپنی غلطی کا احساس تھا کہ میں نے اسے دھوکا دیا ہے مگر وہ کہتا ہانیہ مجھے محبت نہیں ہے تم سے میں کیا کروں کیسے کروں مجھ سے محبت نہیں ہو سکتی محبت اور ملک عباد کے یہ الفاظ بجلی کی طرح ہانیہ پر گرتے اور حقیقت یہ بھی تھی کہ عباد کے والدین ہانیہ کو کبھی قبول نہ کرتے کیوں کہ وہ ایک غریب گھرانے سے تعلق رکھتی تھی یہ سوچ کر عباد خاموش ہو جاتا دوستوں نے عباد کو مشورہ دیا کہ تم اپنے سٹینڈر کی لڑکی سے منگنی کرلو تو ہانیہ یہ حقیقت تسلیم کر کے خود کو سنبھال لے گئی تو عباد بھی اس بات پر راضی ہو گیا۔

عباد نے اپنے والدین سے اپنی خواہش کا اظہار کیا تو عباد کی منگنی اس کی کزن سے طے ہونے لگی ادھر جب ہانی کو معلوم ہوا کہ عباد اپنی کزن سے منگنی کر رہا ہے تو اس نے عباد کو فون کر کے کہا اگر آپ کی منگنی کی تو میں اپنی جان دے دوں گی مگر عباد نے صرف اسے اس کا پاگل پن سمجھا کہ یہ ایسا کیسے کر سکتی ہے جان دینا کوئی آسان کام نہیں ہے عباد نے ہانیہ کو اپنے طریقے سے سمجھانے کی بہت کوشش کی۔ مگر وہ نہ مانی عباد کی منگنی طے ہو گئی جب ہانی نے سنا تو اس نے منگنی والے دن عباد کے گھر جا کر خود کو گولی مار لی وہ جگہ جہاں پر عباد نے اپنے زندگی کا نیا سفر شروع کرنا تھا اسی جگہ ہانیہ نے اپنی زندگی کا خاتمہ کر لیا۔

عباد نے جب ہانیہ کو خون میں لپٹے ہوئے دیکھا تو اس کا دماغ گھومنے لگا ہانیہ اٹھو خدا کے لیے اٹھ جاؤ میں تمہارا ہوں میں تمہارا ہی ہوں اور تمہارا ہی رہوں گا۔ مگر ہانیہ تو زندگی کی جنگ ہار کر بہت آگے نکل چکی تھی ہانیہ کی موت کے بعد اس کا چہرہ عباد کے سامنے گھومنے لگا وہ چاہتا تھا کہ ہانیہ بھی کہیں سے آ جائے مگر ہانیہ تو ہمیشہ کے لیے جا چکی تھی وہ اس منزل پر چلی گئی تھی جہاں سے کوئی کبھی واپس نہیں آتا عباد نے خود کو اپنے تک محدود کر لیا وہ یونیورسٹی جاتا تو اس کو ہانیہ کا خیال آتا کہ جیسے کہہ رہی ہو عباد تم صرف میرے ہو عباد کہہ دو کہ آپ صرف میرے ہی ہو۔ کبھی کبھی تو اس کو یوں بھی محسوس ہوتا ہے ہانیہ پہلے کی طرح آج پھر اس کے راستے میں بیٹھی ہوئی اس کا انتظار کر رہی ہے جیسے ہانیہ آج بھی اس کے سامنے ہاتھ جوڑ کر کھڑی ہے اور کہہ رہی ہو کہ۔ عباد خدا کے لیے مجھے یہ چھوڑ و عباد کی زندگی میں سکون نام کی کوئی چیز نہ رہی تھی وہ گھر جاتا تو اس کو ہانیہ کی موت کا منظر نظر آتا جیسے ابھی ہانیہ نے خود کو ختم کیا ہو یوں دن بدن ہانیہ اس کے دماغ پر چھانے لگی۔

اسے ہانیہ کی یادیں نہ مرنے دیتی اور نہ جینے دیتی وہ رو رو کر خدا سے اپنے کئے کی معافیاں مانگتا مگر اسے سکون نصیب نہ ہوتا پھر وہ ہانیہ کی قبر پر چل پڑتا اور رو کر اس کو پکارتا ہانیہ خدا کے لیے ایک بار واپس آجاؤ عباد تمہارا ہی ہے صرف تمہارا ہے اس مٹی کے ڈھیر میں چھپی ہانیہ کب اس کو کوئی جواب دے سکتی تھی۔ عباد نے یونیورسٹی بھی چھوڑ دی تھی اس طرح اس کے دن رات رونے سے ہانیہ کو یاد کرنے میں گزرنے لگے تنہائی اس کا مقدر بن گئی تھی ملک عباد جس کو دیکھ کر دنیا رشک کرتی تھی اس کی حالت پاگلوں والی ہونے لگی تھی۔

گھر والے اس کو سمجھاتے مگر وہ کب سمجھ سکتا تھا اس کے گمان میں تو ہانیہ ہی تھی وہ ہانیہ جسے وہ اپنے ہی ہاتھوں سے کھو بیٹھا تھا والدین کا اکلوتا بیٹا جو اس گھر کا واحد چشم و چراغ تھا اس کی راتیں قبرستان کی مٹی پر بسر ہونے لگیں عباد کے باپ نے جب اپنے بیٹے کی یہ حالت دیکھی تو اس نے اپنے بیٹے کو کمرے میں بند کر

لیا تا کہ وہ باہر نہ جا سکے قبرستان نہ جائے تو اسے بھول جائے گی مگر یہ تو اس کے باپ کا محض خیال تھا اس طرح کمرے میں بند کرنے سے عباد کی ذہنی حالت مزید بگڑنے لگی وہ کمرے میں چیزیں توڑنے لگتا خدا کے لیے مجھے باہر نکالو میری ہانیہ میرا انتظار کر رہی ہے والدین خون کے آنسو روتے اور خاموش ہی رہتے عباد پوری طرح پاگل ہو گیا اس کے باپ نے بیرونی ملکوں سے اس کا علاج کروایا مگر وہ ٹھیک نہ ہو سکا عباد کی ماں اپنے جوان بیٹے کی یہ حالت دیکھ کر زیادہ دن برداشت نہ کر پائی اور چل بسی۔

باپ کو بیٹے کا غم کیا کم تھا جو اس کی بیوی بھی چھوڑ گئی تھی اس نے عباد کو آزاد کر دیا عباد وقت و حالات اور زمانے کی ٹھوکریں کھانے کے لیے ہی رہ گیا تھا کبھی بچے اسے پاگل سمجھ کر پتھر مارتے تو کبھی اس پر ہنستے اسی طرح وہ اسی طرح وہ ٹھوکریں کھاتے ہوئے جوانی سے بڑھاپے میں آ گیا تھا۔ اور آج بھی جہاں کہیں کوئی لڑکی دیکھتا ہے کہتا ہے تم مجھے چھوڑ تو نہیں دو گی تم مر تو نہیں جاؤ گی۔

کروڑ پتی باپ کا اکیلا بیٹا سڑکوں پر پڑا رہتا ہے اس سب میں قصور کس کا تھا عباد کا جس نے ہانیہ کو محض ایک شرط سمجھ کر اپنے قریب کیا تھا اور اس کے سچے جذبات کا مذاق اڑایا تھا یا پھر ہانیہ کا جس نے محبت کی انتہا کر دی کہ وہ اس کے بغیر جینے سے موت کو گلے لگا بیٹھی تھی یا پھر قسمت کا۔

آخر میں ایک غزل قارئین کے نام۔

تمہیں ہم بھول جائیں گے کبھی ایسا نہیں ہوگا
تمہیں ہم یاد آئیں گے کبھی ایسا نہیں ہوگا
ہمارے دل میں دیکھو تو محبت ہے عقیدت ہے
تمہارے دل میں یہ سب ہو کبھی ایسا نہیں ہوگا
فقط لفظوں کی گستاخی ہے بد دعا ان کو
ہمارے دل میں نفرت ہو کبھی ایسا نہیں ہوگا
مانا کہ میں مجرم ہوں فقط مجرم محبت میں
وہ سزائیں ہم نے کم کر دیں کبھی ایسا نہیں ہوگا
بھنور میں چھوڑ کر ہم کو کھڑا تھا وہ کنارے پر
وہ ہم کو آ کے تھامیں گے کبھی ایسا نہیں ہوگا
ثناء اس زندگی میں تو اپنا آسرا بن جا
وہ تیرا آسرا ہوں گے کبھی ایسا نہیں ہوگا

اور مجھے قارئین کی رائے کا بے چینی سے انتظار رہے گا اور میری اپنی بھی بہن بھائیوں سے گزارش ہے کہ کبھی کسی کے خلوص کو نہ ٹھکرائیں کیوں کہ ہر انسان کے سینے میں ایک دل ہوتا ہے وہ چاہے غریب کی بیٹی ہو یا امیر کی ہو دل میں خدا رہتا ہے دل تو خدا کا گھر ہے ہم کسی کا دل توڑتے ہیں تو اپنے رب کا ناراض کرتے ہیں اگر ہمیں اپنے کیے پہ سزائیں ملنے لگیں تو ہم کہیں کے نہ رہیں۔ کیوں کہ وہ سب کچھ دیکھتا ہے اور انصاف کرنے والا ہے۔

غزل

دل کے جلتے ہوئے زخموں کو ہوا مت دو
پیار کرنا جرم نہیں پیار کرنے کی سزا مت دو
اب بدل دو صدیوں سے چلتی اس روائت کو
کہ زمانے کی طرح وفا کے بدلے جفا مت دو
مریض عشق ہوں چاک وسینہ دکھایا شاید شفا ملے
مسیحا بنو زندگی دو موت کی دوا مت دو
ٹوٹ کر بکھر گیا ہوں تیرے پیار کی رہ میں
سمیٹنا ہے تو سمیٹو دکھاوے کی صدا مت دو

خلیل احمد ملک شیدانی شریف

☆ایک سردار جی اپنے لنچ بوکس اس لیے چیک کرتے ہیں کہ آیا وہ آفس جا رہے ہیں یا واپس آ رہے ہیں۔

☆ادھیڑ عمر کے بعد بھی اگر آئینے میں آپ کا چہرہ خوبصورت نظر آئے تو سمجھ لیجیے کہ آپ کی نظر کمزور ہو گئی ہے۔۔۔۔۔۔ محمد صفدر دکھی گلستان کالونی کراچی

میں سنگ دل نہیں ہوں

۔۔تحریر۔شاہد رفیق سہو۔جسو کانویں۔0345.3272617

شہزادہ بھائی۔السلام وعلیکم۔امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔
قارئین ایک بار پھر ایک کہانی کے ساتھ حاضر خدمت ہوں امید ہے آپ میری حاصلہ افزائی کریں گے میں نے اس کہانی کا نام۔میں سنگ دل نہیں ہوں۔رکھا ہے امید ہے، پسند آئے گی یہ کہانی ایک رشتے میں جکڑے ہوئے مجبور بھائی کی ہے کہ اس نے اپنی بہن کا گھر بچانے کے لیے اپنی محبت کو قربان کر دیا
ادارہ جواب عرض کی پالیسی کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں مقامات کے نام تبدیل کر دیئے ہیں تا کہ کسی کی دل شکنی نہ ہو اور مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی جس کا ادارہ یا رائٹر ذمہ دار نہیں ہوگا۔اس کہانی میں کیا کچھ ہے یہ تو آپ کو پڑھنے کے بعد ہی پتہ چلے گا۔

یہ کہانی میرے جگری دوست کاشف کی ہے اس کی زبانی سنتے ہیں۔
میرا نام کاشف ہے ہم گاؤں جسو کانویں میں رہتے ہیں ہم دو بھائی اور دو بہنیں ہیں میں سب سے چھوٹا ہوں والد صاحب اس دنیا میں نہیں ہیں اور بڑا بھائی زمین کی کاشت کرتا ہے جو کسی کی بھی زمین ہے بڑا بھائی اور بڑی بہن کی شادی ہو چکی ہے میں نے تعلیم صرف میٹرک پاس کی ہے یہ ان دنوں کی بات ہے جب میری چھوٹی بہن کا رشتہ مانگنے ہمارے دور کے رشتہ دار آئے ہوئے تھے کیوں کہ ہمارے رشتہ دار ہم سے رشتہ نہیں لیتے تھے وہ اس لیے کہ ہم غریب تھے میری والدہ سلائی کا کام کرتی تھی۔
میری بڑے بھائی نے اور بڑی بہن نے یہ رشتہ قبول کر لیا مجھے اپنی چھوٹی بہن سے بہت پیار تھا جب میں نے اس کی شادی کی بات سنی تو میں پریشان رہنے لگا لیکن جس آدمی سے میری بہن کی شادی ہوئی اس کی پہلے بھی شادی ہو چکی تھی اس کے چار بچے بھی تھے دو بیٹے اور دو بیٹیاں خیر جو اللہ کو منظور تھا میری بہن کی شادی ہوئی کو دو ماہ ہوئے تھے کہ میں بیمار رہنے لگا میں نے باجی سے کہا مجھے بھی اپنے ساتھ لے جاؤ اس نے اپنے شوہر سے بات کی تو وہ مان گیا میں اپنی بہن کے گھر چلا گیا اور پھر دن اچھے گزر رہے تھے۔
میرے بہنوئی کی بڑی بیٹی مجھے دیکھ کر ہنستی تھی مجھے پیار کا کچھ پتہ نہ تھا کہ پیار کیا ہوتا ہے اور سمجھا رہی تھی کہ میری عزت کا خیال رکھنا کوئی بھی بات تمہاری نہ سنوں۔
وہ مجھے دیکھ کر ہنستی تھی اور دن بدن تنگ کرتی تھی ایک دن میں اکیلا تھا وہ آئی اور کہنے لگی کہ میں تم سے پیار کرتی ہوں اور اگر تم نے پیار سے جواب نہ دیا تو میں زہر پی کر مر جاؤں گی میں نے اس کو کوئی جواب نہ دیا میں بہن سے ڈرتا تھا کہ بہن کیا سوچے گی ایک دن تو اس نے چوہے مار گولی کھالی تھی اور اس کو جلدی سے ڈاکٹر کے پاس لے گئے اچھی تو وہ بھی مجھے لگتی تھی مگر میں ڈرتا تھا کہ میری بہن کا کیا بنے گا پیار اندھا

ہوتا ہے میں بھی اس سے پیار کرنے لگا ہم روز ملتے اور روز عید ہوتی کیوں کہ وہ بھی اسی گھر کی تھی اور میں بھی اسی میں تھا۔

ماریہ کی امی۔۔اوہ۔سوری ماریہ میری جان کا نام تھا ماریہ کی امی میری بہن سے بہت جلتی تھی اب تو لڑائی جھگڑا بھی ہوتا تھا ایک دن ہم اندر بیٹھے باتیں کر رہے تھے کہ ماریہ کی امی آ گئی اور ماریہ کو غصہ ہوئی اور اسے لے گئی پھر اس نے ماریہ کے ابو کو بتا دیا تو میرے بہنوئی نے میری بہن کو بہت مارا کہ تیرے بھائی نے یہ صلہ دیا ہے میں نے اس کو اپنا بیٹا سمجھا تھا ماریہ کی امی نے پتہ نہیں کیا کیا باتیں کیں تھی اپنے شوہر سے مجھ سے بہنوئی نے بات کرنا چھوڑ دی۔

میری بہن مجھے لے کر میکے آ گئی اور بڑے بھائی کو بتا دیا اس نے مجھے مارنا شروع کر دیا دو دن بعد میری بہن واپس سسرال چلی گئی میں تو پاگل ہو رہا تھا ماریہ بھی بہت پریشان تھی دس دن بہت مشکل سے گزارے اور میں پھر چلا گیا۔

ماریہ مجھے دیکھ کر بہت خوش ہوئی اور میرے جسم میں بھی جان آ گئی تھی ماریہ کے امی ابو کو میرا آنا پسند نہ تھا ماریہ نے ضد کی کہ مجھے ملو پھر ہم رات کو گھر سے باہر ملے اور دو گھنٹے پیار محبت کی باتیں کیں ماریہ نے کہا کہ جب تم چلے گئے تھے تو ابو امی نے میرے رشتے کی بات کی تھی اور اپنی بہن سے کہا کہ میرا رشتہ میرے ابو سے مانگے ورنہ میں اپنی جان دے دوں گی میں بھی اس کے بغیر نہیں رہ سکتا تھا میں اسے حوصلہ دے رہا تھا کہ اوپر سے امی آ گئی ماریہ کو اس کی امی لے کر چلی گئی۔

میں ڈر گیا کہ اب کیا ہوگا میں اپنے کمرے میں آ گیا ماریہ کی امی نے پتہ نہیں کیا کچھ کہا پھر میری بہن کو مار کھانا پڑی بہنوئی نے جب یہ بات میرے بھائی کو بتائی تو وہ بھی آ گیا پھر میری خوب مرمت کی اور ہم اپنے گھر آ گئے میری والدہ میرے آگے رونے لگیں

کہ تم کیوں آپی بہن کا گھر اجاڑ رہا ہے میں رونے لگا میں نے امی سے کہا کہ میں ماریہ کے بغیر نہیں رہ سکتا میری بہن میری آنکھوں میں آنسو نہیں دیکھ سکتی تھی اس نے مجھے یقین دلایا کہ وہ ضرور بہنوئی سے بات کرے گی۔

میری بہن اپنے گھر چلی گئی میری پھر وہی حالت ہوگئی تھی کہ نہ کھانا کھاتا نہ نیند آتی تھی ماریہ کی بھی یہی حالت تھی پھر ایک دن میری بہن آ گئی اور اس نے کہا کہ کاشف یہ رشتہ نہیں ہو سکتا ماریہ کی منگنی ہو چکی ہے اور اس کے امی ابو نہیں مان رہے۔

میری تو زندگی بھی وہی ہے میں نے اپنی بہن سے کہا کہ ایک بار مجھے ماریہ ملوا دو اس کو میرے اوپر رحم آ گیا وہ مجھے اپنے ساتھ لے گئی رات کو جب میں اور ماریہ ملے تو ماریہ نے کہا کاشف مجھے یہاں سے لے چلو ہم کورٹ میرج کر لیں گے میں نے ماریہ کو بہت سمجھایا کہ میری بہن کا کیا بنے گا اس نے کہا کہ تم بے وفا ہو تمہیں میرے پیار کی قدر نہیں ہے اور تم نے اپنی بہن کا ہی سوچا ہے میں نے ماریہ سے دو دن بعد ملنے کا کہا اور پھر واپس اپنے گھر آ گیا۔

بہت سوچا ایک طرف بہن گھر دوسری طرف محبت میں اپنے دوست شاہد کے پاس گیا وہ بہت سمجھدار تھا اس سے بات کی تو اس نے مجھے سمجھایا کہ تیری بہن کے دو بچے ہیں اس کا گھر اجڑ جائے گا میں بہت پریشان تھا ادھر گھر آئے ہوئے پانچ دن ہو گئے تھے میں مجبور ہو گیا میں نے ماریہ کو بھگا کر شادی کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

میں نے کچھ پیسے اور کپڑے اٹھائے اور گھر والوں کو کہا کہ میں کام پر جا رہا ہوں میں اپنی جان ماریہ کے پاس چلا گیا رات کو ہم نے گیارہ بجے جانا تھا کہ میری بہن کو شک ہو گیا کہ کاشف کوئی غیر قدم نہ اٹھائے میں اور ماریہ گیٹ کے پاس پہنچے ہی تھے کہ پیچھے سے میری بہن آ گئی اس نے اپنا دوپٹہ

میرے پاؤں میں رکھ دیا اور رونے لگی میں مجبور ہو گیا یہ منظر بہت عجیب تھا ایک طرف پیار اور ایک طرف بہن میری بہن نے ابو کی قسم لی اور ماریہ رونے لگی میری بہن جیت گئی اور میری محبت ہار گئی میں واپس آ کر شاہد کے پاس گیا میں شاہد سے کہتا رہا کہ میں اس کے بغیر مر جاؤں گا۔

ایک دن ماریہ نے کسی نمبر سے کال کی اور کہا کہ تم بدل سکتے ہو کہاں گئے وہ وعدے وہ قسمیں اگر اتنا ہی ڈر تھا تو کیوں کیا تھا پیار میری شادی ہو گئی ہے تم خوش رہو پھر کال کٹ گئی میں رونے کے سوا اور کیا کر سکتا تھا میں نے خودکشی کرنے کا فیصلہ کر لیا میں نے سپرے پی لی پھر مجھے کوئی ہوش نہ رہا جب ہوش آیا تو میں ہسپتال میں تھا میں شاہد کے گلے لگ کر بہت رویا ماریہ کی شادی ہو گئی تھی میں نے ابھی تک شادی نہیں کی تھی اب میں شراب پیتا ہوں۔

ماریہ جب بھی کسی سے ملتی ہے تو کہتی ہے کہ کاشف بے وفا تھا اب یہ بات ہمارے پورے خاندان میں پھیل چکی ہے کہ کاشف اور ماریہ محبت کرتے تھے۔

قارئین میں اپنے دوست کاشف کو دیکھ کر روتا ہوں قارئین التجاء ہے کہ اسے صبر دے اپنی رائے سے ضرور نوازئے گا۔ آخر میں میرے دوست راشد لطیف کو سلام۔ شاہد رفیق سہو۔ جسوکانویں۔ خانیوال۔

غزل

جو دل سے میرے پیار کی عزت نہیں کرتا
شاہد میں طلب اس سے محبت نہیں کرتا
وہ میری محبت میں گرفتار جو ہوتا پھر
چھپ کے کسی اور سے الفت نہیں کرتا

میں اس کو چاہتا ہوں اس طرح سے
مگر اس کی نظر میں پہلی سی محبت نہیں رہی

میں ٹوٹتے ہوئے پتے سنبھالتا کب تک
زرد زہر تو پیڑوں کی ڈال ڈال میں تھا
تیرا خلوص پرکھنے کا وقت ہی نہ ملا
کہ میں اسیر تیری نفرتوں کے جال میں تھا

غم کی بارش میں تیرا نقش دھویا نہیں
تو نے مجھے کھو دیا میں نے تجھے کھویا نہیں
مانتا ہوں ایک ایسے شخص سے شاہد
غم سے پتھر ہو گیا لیکن رویا نہیں
غم ہستی غم دنیا غم حالات سے شاہد
اے خدا کتنی بلائیں ہیں میری جان کے ساتھ

غم یہ نہیں کہ ہم کو زمانہ برا ملا
غم تو یہ ہے کہ ایسے زمانے کو ہم ملے

رک درد کے ماروں سے میرا ذکر نہیں کرنا
گھر جاؤ تو یاروں سے میرا ذکر نہ کرنا
وہ ضبط نہ کر پاؤں گا آنسوؤں کے سمندر
تم روئے غیروں سے میرا ذکر نہ کرنا

رخسانہ جی کے نام
جانتا ہوں اک ایسے شخص کو میں بھی شاہد
غم سے پتھر ہو گیا لیکن کبھی رویا نہیں

ملا نہ دل کو قدر دان اس زمانے میں
یہ شیشہ ٹوٹ گیا دیکھنے دکھانے میں

اگر ہم حسرتوں کی قبروں میں دفن ہو جائیں
تو کتابوں پہ لکھ دینا محبت مر نہیں سکتی
پرانے رابطوں کو پھر نئے وعدوں کی ضرورت ہے
ذرا اک بار تو کہنا محبت مر نہیں سکتی
شاہد رفیق سہو۔ جسوکانویں۔ خانیوال

میری چاہت

تحریر۔ مداد علی عرف ندیم۔ 0334.4774719

شہزادہ بھائی۔ السلام وعلیکم۔ امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔
قارئین میں ایک بار پھر آپ کی خدمت میں ایک کہانی لے کا حاضر ہوا ہوں امید ہے کہ آپ لوگ میری حوصلہ افزائی ضرور کریں گے میں نے اس کہانی کا نام۔ میری چاہت۔ رکھا ہے اور یہ کہانی ایک سچ پر مبنی ہے جو کسی کی زندگی برباد کرتا ہے وہ خود بھی آباد نہیں ہوتا اور اس کو اس کے کیئے کی سزا دنیا میں ہی مل جاتی ہے اور وہ دربدر کی ٹھوکروں میں اپنی زندگی کے دن گزارتا ہے اور روتا ہے۔
ادارہ جواب عرض کی پالیسی کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں مقامات کے نام تبدیل کر دیے ہیں تا کہ کسی کی دل شکنی نہ ہو اور مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی جس کا ادارہ یا رائٹر ذمہ دار نہیں ہوگا۔ اس کہانی میں کیا کچھ ہے یہ تو آپ کو پڑھنے کے بعد ہی پتہ چلے گا۔

آج چاندنی رات میرا دل بہت اداس تھا نا جانے کیوں مجھے بے قراری سی ہو رہی ہے آج شادی کے بعد پہلی بار اپنے والدین کے گھر آئی تھی چاندنی رات جو مجھے بہت ہی اچھی لگتی تھی ہمیشہ مگر جب مجھے عظمت نے ٹھکرایا تو چاندنی رات سے تو کیا مجھے تو روشنی سے بھی نفرت ہو گی تھی آج مجھے بہت ہی آ رہا تھا پتہ نہیں میں اپنے کمرے میں سویرا جو میری چھوٹی بہن ہے اُس کے ساتھ سو رہی تھی کہ نیند آنکھوں سے دور تھی۔ اور میں باہر آ گن میں بیٹھ گئی تھی۔

ہوں ہی باہر آئی تو میری بہن سویرا بھی میرے پیچھے آ گئی اور میرے پاس آ کر کہنے لگی آپی کیا بات ہے خیریت تو ہے آپکی طبیعت تو ٹھیک ہے رات کو اس وقت آ کر بیٹھ گئی ہو۔

کچھ نہیں سویرا بس دل بے چین تھا اس لئے نیند نہیں آ رہی تھی اس لئے باہر آ گئی ہوں۔ نہیں آپی میں آپ کو جانتی ہوں کوئی بات تو ہے جو آپ اتنی اداس ہو بس سویرا تمہیں تو معلوم ہے کہ میں عظمت سے کتنا پیار کرتی تھی اور وہ بھی مجھ سے کتنا پیار کرتا تھا۔ آخر اُس نادیہ نے کیا جادو کیا جو اُس نے مجھے ٹھکرا دیا بس یہ ہی سوچ رہی ہوں۔

سویرا تم اندر جاؤں جنت اگر اٹھ گئی تو ڈر جائے گی اور پوری رات نہیں سوئے گی تم جاؤ اندر میں آتی ہوں۔ اچھا آپی جو آپ کی مرضی میں تو اندر جا کر سوتی ہوں مجھے تو بہت نیند آ رہی ہے۔ ٹھیک ہے سویرا تم جاؤ مجھے بہت نیند نہیں آ رہی ہے۔

جب خیال آیا تو تیرا ہی خیال کیوں آیا
آنکھیں بند کی تو خواب کیوں تیرا ہی آیا
سوچا تھا بھول جاؤ گی تنہا تجھے
پھر جب یہ سوچا تو نہ جانے کیوں پھر تیرا خیال آیا۔ دعا کے لئے جب ہاتھ اُٹھایا میں نے تو
میری زبان پر نام تیرا ہی آیا
اک عمر بیت چلی ہے تجھے چاہتے ہوئے
تو آج بھی بے خبر ہے کل کی طرح
یہ چاندنی رات کبھی جس کا انتظار کیا کرتی تھی
آج یہ رات گزرنے کا نام ہی نہیں لے رہی تھی۔

کچھ ہار گئی تقدیر میری کچھ ٹوٹے سپنے
کچھ غیروں نے برباد کر دیا کچھ لوٹ گئے
میرے اپنے

صبح فجر کی نماز پڑھ کر تلاوت کی اور اُس کے بعد ناشتے سے فارغ ہو کر اپنی بیٹی جنت کو نہلا رہی تھی کہ میری دوست اور میری کزن روبی آ گئی رسمی دعا اسلام کے بعد روبی سے گپ شپ ہو رہی تھی آج روبی سال بعد مجھے ملی تھی اُس نے جب عظمت کا ذکر کیا تو میری آنکھوں سے آنسوں آ گئے اور اپنی زندگی کی کہانی روبی کو بتانا شروع کی۔

قارئین میری زندگی کی کہانی آپ لوگ بھی سنو اور اسکو کوئی کہانی سمجھ کر بھول نے مت دینا بلکہ اس سے سبق حاصل کریں۔

اب آتی ہوں اپنی کہانی کی طرف میری فیملی میں ہم تین بہن اور ایک بھائی امی اور ابو ٹوٹل چھ افراد ہیں میں نے میٹرک پاس کیا ہوا ہے اور میں پانچ ٹائم نماز اور تلاوت کی بھی پابند ہوں میری عظمت کی محبت کا آغاز بچپن سے ہوا عظمت میرے ماموں کا بیٹا تھا بچپن سے ہم دونوں ایک دوسرے سے محبت کرتے تھے ہماری محبت سے ہماری فیملی کو بھی پتہ تھا عظمت مجھ سے چھ سال بڑا تھا عظمت ایم بی بی ایس کرنا چاہتا تھا جو نہ صرف اُس کی خواہش تھی بلکہ اُس کے والدین کی بھی یہ ہی تمنا تھی۔

دن رات محنت کر کے عظمت نے آخر اپنی اور اپنے والدین کی کی خواہش کو پورا کیا جب عظمت ڈاکٹر بن کر لوٹا تو میری اور عظمت کی شادی ہو گئی ہم مانسہرا کے ایک گاؤں میں رہتے تھے ہمارے گاؤں میں کوئی ہسپتال نہیں تھا اور نہ ہی کوئی ڈاکٹر تھا ابو اور گاؤں والوں نے عظمت کی مدد کی تو گاؤں میں ایک ہسپتال قائم ہو گیا تھا۔

ہماری شادی کو دو سال ہو گئے تھے اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایک خوبصورت بیٹی عطا کی عظمت تو بہت ہی خوش تھے پورا ے گاؤں میں مٹھائیاں بانٹی گئیں اور عظمت نے اپنی بیٹی کا نام جنت رکھا تھا جنت کے آنے سے ہمارے گھر میں خوشیاں ہی خوشیاں تھیں میں اپنے آپ کو دنیا کی خوش نصیب ترین عورت سمجھتی تھی میری زندگی میں بہت خوشیاں تھی عظمت مجھے دل و جان سے چاہتے تھے اس کی چاہت میں کوئی کمی نہ تھی جنت کے آنے سے ہمارا گھر بھی جنت لگنے لگا وقت کبھی رکتا نہیں ہے۔

عظمت کا کلینک بھی بہت ہی اچھا چل رہا تھا اس نے اپنے کلینک میں ایک لیڈی ڈاکٹر کو رکھا لیا اس کا نام نائلہ تھا اس کو عظمت میں دلچسپی ہونے لگی کیوں ہونے لگی یہ مجھے عظمت نے خود بتایا تھا کہ نائلہ مجھ سے پیار کرنے لگی ہے۔

یہ جانتے ہوئے بھی کہ تم ایک بچی کے باپ ہو اور شادی شدہ ہو پھر بھی میں آج ہی جا کر اس کی خبر لیتی ہوں اس کی ہمت کیسے ہوئی میرے شوہر پر ڈورے ڈالنے کی۔

پھر ہسپتال میں ایک بہت بڑا تماشا شروع کو گیا میں عظمت سے ناراض ہو کر اپنے ابو کے گھر آ گئی عظمت کو ماموں اور امی نے بہت کہا مگر اس نے مڑ کر بھی نہیں دیکھا شاید وہ یہی چاہتا تھا۔

سب گاؤں والوں نے بھی بہت کہا مگر عظمت نے ضد کی اس نے نائلہ سے شادی کرنی ہے گھر والوں نے بھی اس کو دھمکی دی کہ اگر تم نے دوسری شادی کی تو ہم سے تیرا کوئی تعلق نہیں رہے گا تو ہمیشہ نے لیے ہمارے لیے مر گیا ماموں نے عظمت کو یہ بھی کہہ دیا۔ اور دو ماہ بعد عظمت نے مجھے گھر آ کر طلاق میرے منہ پہ ماری اور واپس چلا گیا میری زندگی تو اجڑ گئی تھی۔

شکوہ کروں تو کس سے کروں
خود سے کروں یا تم سے کروں
میں جانتی ہوں نادان ہو تم

مگر بے وفا کہوں تو کس کو کہوں

میں اور کیا کرتی عظمت نے مجھے اس نائلہ کی خاطر ٹھکرا دیا تھا تو اس کے ساتھ بھی کچھ اچھا نہیں ہوا تھا شادی کے چار ماہ بعد ہی اس کا چکر کسی امیر زادے سے چلا گیا تھا وہ امیر لڑکا جس نے کئی لڑکیوں کی زندگیاں برباد کی تھیں۔

اس کا نام ندیم تھا اور وہ ایک بڑے امیر باپ کی بگڑی ہوئی اولاد تھا نائلہ بھی اس کے چکر میں آ گئی تھی قدرت والا بھی عجیب ہی کھیل کھیلتا ہے وہ عظمت کو چھوڑ کر اس کے پیار کے جال میں پھنستی گئی ندیم نے اس سے شادی کا وعدہ کیا اور کہا کہ پہلے تم عظمت سے طلاق لے لو پھر ہم شادی کر لیں گے عظمت نے نائلہ کو طلاق نہیں دی بلکہ ندیم پر نائلہ کے اغوا کا الزام لگا دیا مگر ندیم تو دولت مند تھا اس کے پاس اس نے نائلہ سے بیان لے لئے تھے کہ عظمت اس پر ظلم کرتا ہے میں اس کے ساتھ نہیں رہنا چاہتی۔

اس طرح نائلہ نے عظمت سے طلاق لی اور ندیم کے پاس چلی گئی ان کی شادی بھی نہیں ہوئی تھی پھر بھی دونوں ایک ساتھ رہتے تھے چند ماہ تو ندیم اسے یہ ہی کہتا کہ ہم شادی کریں گے کر لیں گے مگر جب اس کو ندیم کے ارادوں کا پتہ چلا تو نائلہ تو جیسے مر ہی گئی تھی ندیم نے نائلہ کو صرف اپنی ہوس کا بہانہ بنایا تھا جب اس کا دل بھر گیا تو اس نے نائلہ کو گھر سے نکال دیا۔

نائلہ عظمت سے بھی طلاق لے چکی تھی اس کے پاس اور کوئی راستہ نہیں تھا اس نے خودکشی کر لی اور وہ اپنی موت آپ ہی مر گئی۔

کہتے ہیں ناں کہ جیسی کرنی ویسی بھرنی اور نائلہ بھی اپنے انجام کو پہنچ گئی قدرت والا جو بھی کرتا ہے ہمارے لیے نصیحت ہی ہوتی ہے۔ ندیم کو بھی بلیڈ کینسر ہو گیا تھا بہت پیسہ لٹایا مگر وہ بھی نہ بچ سکا اس کی موت نے بھی اس کو آواز دی اور وہ بھی اپنے انجام کو جا پہنچا تھا اس نے بہت سی زندگیاں برباد کیں اور اس کی کہانی بھی اپنے انجام کو ختم ہو گئی تھی عظمت کو گھر والوں نے نکال دیا تھا اور وہ کراچی چلا گیا تھا میری زندگی کا ایک ہی مقصد رہ گیا تھا بس میری بیٹی جنت اور میں جنت کیلیے ہی جی رہی تھی۔

میرے گھر والوں نے بہت کوشش کی کہ میں شادی کر لوں مگر میں ایک بار برباد ہو چکی تھی اس لیے دوبارہ شادی کے نام سے ہی نفرت تھی میری زندگی تو جنت تھی بس اس کے لیے ہی تو میں زندہ تھی مجھے اپنی زندگی سے کوئی مطلب نہیں تھا بس اس کے لیے ہی جی رہی تھی۔

ایک دن عظمت کراچی سے واپس آیا اور آتے ہی میری بیٹی مجھ سے چھین لینا چاہتا تھا مگر میں نے صاف انکار کر دیا تھا ابو امی اور ماموں نے عظمت کو دوبارہ بے عزت کر کے گھر سے نکال دیا تھا اور اس نے مجھے دھمکی دی کہ میں اپنی بیٹی لے لوں گا مگر کوئی بھی چار سالہ بچے کو اپنی ماں سے جدا نہیں کر سکتا مگر فیصلہ میرے حق میں ہی ہوا۔ اور عظمت کسی ہارے ہوئے جواری کی طرح چلا گیا۔

چند ماہ بعد میری زندگی میں ہادی آیا اور اس کی میرے ساتھ دوستی ایک رونگ نمبر سے ہوئی تھی کب پیار ہو گیا مجھے کچھ پتہ ہی نہ چلا مجھے ہادی سے محبت ہو گئی ہماری محبت چلتے چلتے ملاقات پر آ گئی میں نے بھابی کو بتایا اور اس نے میرا ساتھ دیا اور ہماری ملاقات ہو گئی ہماری پہلی ملاقات تھی ہادی بہت ہی خوبصورت اور نوجوان لڑکا تھا اس نے دل میں میرے لیے ہمدردی بھی تھی اور پیار بھی تھا بھابی بھی میرے ساتھ تھی پچیس منٹ کی ملاقات پر ہادی بہت خوش تھا اس نے پیار کی نشانی مجھے چوڑیاں دیں اور میں نے بھی اس کو انگوٹھی دی۔

اس طرح ہماری ملاقات سے ایک پیار کا رشتہ قائم ہو گیا ہادی مجھ سے پیار کے بہت ہی دعوے اور

وعدے کر کے چلا گیا اس نے کہا کہ میں بہت ہی جلد اپنے گھر والوں کو شادی کی بات کروں گا ہادی کے آنے سے میری زندگی میں دوبارہ سے خوشیاں لوٹ آئیں اور میرے ابو نے بھی میرا رشتہ ہمارے خاندان میں ایک میرے کزن سے طے کر دیا تھا مگر میں نے انکار کر دیا تھا میں نے کہا کہ اگر شادی کروں گی تو صرف ہادی سے مجھے ہادی سے محبت ہونے لگی تھی اس نے مجھے میری بیٹی جنت سمیت ہی قبول کرنے وعدہ کیا اور فون پر بھی میری بات اپنی امی اور بہن سے کروائی اس کی امی بہت ہی اچھی تھی اس کی بھی یہی خواہش تھی کہ میری اور ہادی کی شادی ہو جائے اور ہادی مجھے ہر بار یہی کہتا کہ مصروفیات بہت ہیں میں بہت جلد آؤں گا میری جان ہادی تمہارا ہے۔

تیرے ہی وعدے پر اعتبار کیا ہے
میں ناداں تھی جو تم سے پیار کیا ہے
کیا خبر تھی کہ تو بے وفا نکلے گا
تیرے انتظار میں میں نے کیا کیا نہ کیا

پانچ ماہ گزر گئے مگر ہادی نہیں آیا پہلے تو وہ ہر روز کال کرتا تھا مگر اب ہفتہ ہفتہ گزر جاتا ہے وہ فون ہی نہیں کرتا اس نے فون کرنا چھوڑ دیا تھا وہ مجھ سے بہانے کرتا رہا اور مجھے دکھ دیتا رہا۔

اب میں ہر وقت اس کی کال کا انتظار کرتی رہتی ہوں اور میرے ابو نے بھی کہہ دیا ہے کہ بیٹی کیوں اس اجنبی کی خاطر اپنی زندگی برباد کر رہی ہو ہم تمہارا بھلا چاہتے ہیں ہم تمہارے دشمن نہیں ہیں میں نے ابو سے ایک ہفتے کی مہلت مانگی میں نے ہادی کو بہت کہا مگر ہادی نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ اگر میں اس کا انتظار نہیں کر سکتی تو جہاں میرے گھر والے کہتے ہیں میں وہاں شادی کر لوں اور اس نے بعد ہادی کا نمبر آف ہو گیا تھا۔

کس سے کریں شکوہ کس سے کریں گلہ
میرے نصیب نے میرا یہ حال کر دیا تھا

اب میرے پاس اور کوئی راستہ نہ تھا کہ میں گھر والوں کی بات مان لوں گھر والے بھی کب تک اپنی جوان بیٹی کو گھر میں بٹھا کر رکھتے۔

پھر میری شادی عابد سے ہو گئی عابد ایک پرائیویٹ جاب کرتا تھا اور ہمارا رشتہ دار بھی تھا میری عابد سے شادی کے بعد ہادی روتا رہا کہ تم نے میرا انتظار نہیں کیا ہے مگر میں مجبور تھی۔

آج میری اور عابد کی شادی کو دو سال ہو گئے تھے عابد نے مجھے اتنا پیار دیا کہ میں نے اپنے سارے غم بھلا دیئے اور آج میں بہت ہی خوش ہوں کہ میری بیٹی جنت بھی میرے پاس ہے اور عابد اسے بھی اپنی اولاد کی طرح سمجھتا ہے اور ان دو سالوں میں یہ کبھی احساس نہیں ہونے دیا کہ وہ اس کی اولاد نہیں ہے آج اتنے عرصے بعد مجھے ایک بار بھی عظمت کی یاد نہیں آئی مگر آج چاندنی رات میں۔ میں اپنے گھر کے آنگن میں بیٹھی چاند کو دیکھ رہی تھی تو مجھے ہادی کی یاد آ رہی تھی ہادی کی نظر میں شاید میں نے اس کے ساتھ بے وفائی کی تھی مگر میرا خدا گواہ ہے کہ اس کے لیے میں نے اپنے ابو کو بھی ناراض کیا تھا اور اپنی خالہ کو بھی۔

اب اس کا فیصلہ تو خدا ہی کرے گا کہ میں نے بے وفا ہوں یا کہ میں نے جو بھی کیا وہ شاید میری قسمت میں تھا عابد ہی میرا نصیب تھا عابد سے مجھے کوئی شکوہ نہیں ہے اور عظمت آج کل نشے کا عادی ہو چکا ہے اب تو وہ مارا مرا پھرتا ہے اور عظمت نے میرے ساتھ جو کیا اس کی سزا تو قدرت والے نے ہی اس کو دنیا میں ہی دے دی ہے۔

عابد کو میں نے ہادی کے بارے میں بتایا اس نے کچھ کہا بھی نہیں۔ مجھے چھوٹی بہن سویرا نے بتایا کہ ہادی کی منگنی ہو چکی ہے وہ بھی میری ہی کزن سے یہ رشتہ بھی میری بھابی نے کروایا ہے وہ بھابی کی چھوٹی بہن فضہ تھی۔

چند ہی دنوں بعد ہادی اور بھابی کی چھوٹی بہن

فضہ کی شادی ہو گئی مگر بھابی نے مجھے کیوں نہیں بتایا یہ حقیقت تو تب معلوم ہوئی جب ہادی کی امی سے میری بات ہوئی اس نے کہا کہ بیٹی تمہاری بھابی نے ہی ہادی کو تم سے شادی سے روکا تھا جب وہ تمہارے گاؤں آیا تو فضہ کی تصویر لے گیا تھا اس نے مجھے بھی دکھائی تھی پیاری ہے خوبصورت ہے مگر تمہاری بھابی نے کیوں ہادی کو روکا یہ حقیقت تو تمہاری بھابی ہی بتا سکتی ہے اور جب میں نے بھابی سے پوچھا تو اس نے کہا کہ تیری اور ہادی کی جوڑی بن ہی نہیں سکتی تھی تم عمر میں ہادی سے بڑی تھی اور طلاق یافتہ بھی اس لیے میں نے اس کی ملاقات فضہ سے کروائی ہادی کا فضہ پسند آئی اور فضہ کو ہادی پسند آیا تم تو اپنی زندگی برباد کر ہی چکی تھی ہادی جیسا خوبصورت نوجوان میں نے دیکھا تو میرا دل مچل گیا اگر میری شادی تیرے بھائی سے نہ ہوئی ہوتی تو میں خود ہی ہادی سے شادی کر لیتی یہ کہہ کر بھابی چلی گئی اور میری آنکھوں میں آنسو آ گئے میری دعا ہے کہ ہادی اور فضہ کی زندگی میں کبھی غم نہ آئے ہادی جیسا بھی ہے میں نے اسے دل سے پیار کیا ہے۔

تیرے معصوم چہرے کے تقدس کی قسم
دل نے تو کیا روح نے بھی تم سے پیار کیا ہے

بس روبی یہ تھی میری کہانی اب تم ہی بتا تو کیسے آئی تھی۔ یار اتنا عرصہ ہو گیا تھا دل چاہا اور تم سے ملنے آ گئی چلو یار کوئی اور بات کرو جو نصیب میں ہوتا ہے وہی ملتا ہے تیرے نصیب میں عظمت کی بے وفائی تھی اور عابد کا پیار تھا تم عابد سے پیار کرتی رہو اور ہادی کو بھول جاؤ یہی تمہارے لیے بہتر ہوگا میری دوست۔

سچ کہتی ہو روبی مجھے اپنوں سے ہی تو غم ملے ہیں عظمت بھی تو میرا اپنا ہی کزن تھا اور بھابی جمیلہ نے جو بھی کیا اپنی بہن کا گھر بسانے کے لیے کیا ہم تو ہر ایک کو اپنا کر رشتہ بنانے لگے تھے

جہاں جہاں سے بھی گزرے اپنی یاد سجانے
لگے۔ پر مقدر کا لکھا بھی کتنا عجیب تھا میری قسمت میں
گناہ گار کوئی اور تھا پر ہم سزا پانے لگے۔

یہ کہانی میری چاہت امید ہے کہ آپ کو ضرور پسند آئے گی قارئین کی رائے کا انتظار رہے گا اس شعر کے ساتھ میں امداد علی عرف ندیم عباس تنہا آپ سے اجازت چاہتا ہوں۔

نہ جانے کیوں وہ لوگ دل کو اچھے لگتے ہیں
جو ملتے ہیں بچھڑ جانے کے لئے
اجالے اپنی یادوں کے ہمارے ساتھ رہنے دو
نا جانے کس گلی میں زندگی کی شام ہو جائے

آپ سب کے دعا گو جواب عرض کی پوری ٹیم کو سلام قبول ہو۔

امداد علی عرف ندیم عباس تنہا۔ میری پور خاص

غزل

لگے تجھے نہ میری نظر۔
میں تیری دنیا سے جا رہا ہوں
دل میرا تو پہلے ہی ٹوٹا ہے
اب کی بار نے ٹوٹے تبھی تو جا رہا ہوں
محفلیں سب میرے لیے تو بے رونق ہیں
میں خوشی کی خاطر ہی جا رہا ہوں
اکیلے سفر کا کیا مزہ ہوتا ہے
وہ میں دیکھنے جا رہا ہوں
چھایا ہے میری سوچوں میں اندھیرا
میں روشنی کی تلاش میں جا رہا ہوں
کیسی منزل کیسا راستہ میرا ہے
میں سب کو چھوڑ کر جا رہا ہوں
ایک دل تھا میرا جواب میرا نہیں ہے
دوسرا ہوتا ہے کہاں امیں تلاش کرنے جا رہا ہوں۔

عابد علی جعفری۔ کندیاں۔

میری زندگی ہے تو

-- تحریر۔ ندا علی عباس سوہاوہ۔

شہزادہ بھائی۔ السلام وعلیکم۔ امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔
قارئین میں ایک بار پھر آپ کی خدمت میں حاضر ہو رہی ہوں امید ہے مجھے حوصلہ افزائی ملے گی ایک خاندان جو اپنے ہی گھر کے بچو کو پیار اور رشتوں کے بندھنوں میں باندھ کر کتنا خوش تھا مگر ان کی اپنی اولاد پاکیزہ باپ کے پیار کر ترستی رہی میں نے اس کہانی کا نام۔ میری زندگی ہے تو رکھا ہے امید ہے سب کو پسند آئے گی پاکیزہ کو جتنی باپ کی نفرت ملی تھی اس سے کہیں زیادہ بلکہ بہت ہی زیادہ عفان کا پیار ملا تھا ادارہ جواب عرض کی پالیسی کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں مقامات کے نام تبدیل کر دیئے ہیں تا کہ کسی کی دل شکنی نہ ہو اور مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی جس کا ادارہ یا رائٹر ذمہ دار نہیں ہوگا۔ اس کہانی میں کیا کچھ ہے یہ تو آپ کو پڑھنے کے بعد ہی پتہ چلے گا۔

آج آج کافی دنوں کی نسبت موسم فل قسم کے موڈ میں تھا رات سے مسلسل برستی بارش نے اعظیم والا کے مکینوں موڈ کافی خوشگوار بنا دیا تھا کچن سے آتی کھٹ پھٹ اور آوازیں اور خوشبو نے پورا گھر مہکا دیا تھا لاونج سے آتی قہقہوں کی آوازوں سے کچن میں کھڑی پاکیزہ جل بھن رہی تھی ایک چولہے پر چائے کے لیے پانی رکھ کر دوسرے چولہے پر کڑائی میں تیل ڈال کر وہ پکوڑوں کا سامان تیار کرنے لگی تیزی سے پکوڑے نکال کر پلیٹ میں رکھنے لگی کیک کو اون میں سے نکال کر وہ جیسے ہی مڑی ارے یہ کیا پکوڑوں کی پلیٹ کہاں گئی۔
لاونج میں قہقہوں کی آواز سن کر وہ آنچ دھیمی کر کے آئی اور دیکھ کر اس کا خون کھول اٹھا میز پر پڑی پکوڑوں کی خالی پلیٹ جو تقریبا خالی ہو ہی چکی تھی اور صوفوں پر بیٹھے وہ پانچ نفوس اس کا منہ چڑھا رہے تھے
ارے پاکیزہ آؤ نہ تم بھی ہمارے ساتھ موسم انجوائے کرو ناں یہ لو پکوڑے تم بھی کھاؤ اسے آتا دیکھ کر عفان نے تان لگائی۔
ارے تیری تو مجھے یہ بتاؤ میرے پکوڑے کس نے چرائے تھے کچن سے پاکیزہ نے عفان سے تقریبا پلیٹ کھینچتے ہوئے کہا کیا یہ پکوڑے چوری شدہ تھے پاکیزہ آپی مناہل نے چیختے ہوئے کہا۔
عفان بھائی یہ فول ہے مناہل نے عفان سے کشن کھینچتے ہوئے کہا۔
پاکیزہ ہمیں نہیں پتا ہمیں تو عفان نے دعوت دی تھی کھانے میں مثال نے اٹھتے ہوئے کہا۔
عفان کے بچے تمہیں تو میں آج نہیں چھوڑنے والی آج مجھ سے بچ کر دکھاؤ۔
دھڑ ادھڑ کشن کی بارش کرتی ہوئی پاکیزہ نے عفان کو ایک منٹ میں سنبھلنے کا موقعہ نہ دیا۔ پاکیزہ یار بات تو سنو قسم سے میں نے اکیلے نہیں کھائے یار بات تو سنو مجھے تو ارمان نے کہا تھا یار بے شک پوچھ لو بات تو سنو۔ عفان مسلسل اپنا بچاؤ کرتے

ہوئے اس کے ہاتھ سے کشن لینے کی کوشش کرنے لگا۔

ارمان بھائی آپ نے کہا یہ سب کچھ آپ کو پتہ بھی ہے کہ میں نے یہ سب کچھ پاپا لوگوں کے لیے بنایا تھا پہلے ہی بہت دیر ہوگئی ہے پاکیزہ نے اپنا رخ موڑتے ہوئے عفان کو چھوڑ کر ارمان کی طرف دیکھا گیا۔۔ قسم سے میں نے نہیں کہا مجھے تو پتا بھی نہیں تم کچن میں تھی ارمان نے اپنا بچاؤ کرتے ہوئے کہا۔

سچی پاکیزہ نے گھورتے ہوئے کہا۔۔ یار سچ کہہ رہا ہوں تمہاری قسم۔ارمان نے کہتے ہوئے اپنا رخ عفان کی طرف کیا سارا قصور عفی کا ہے۔

عفی پاکیزہ نے کشن اٹھا کر عفان کو مارا ۔عفان تو اپنا بچاؤ کرتے ہوئے پیچھے ہٹا اور کشن سیدھا سامنے سے آتے ہوئے پاپا کے پاؤں میں جا کر گرا۔

پاکیزہ یہ کیا بدتمیزی ہے چھوٹی ہو تم جب دیکھو اچھل کود میں مصروف رہتی ہو تم۔۔ پاپا نے غصے سے چیختے ہوئے پاکیزہ کو کھا جانے والی نظروں سے دیکھا سوری پاپا وہ میں ۔۔ پاکیزہ نے منمناتے ہوئے عفان کو دیکھا کیا ہو میں میں لگا رکھی ہے کام تو تم سے ڈھنگ کا ہوتا نہیں ہے۔ گھنٹے پہلے تمھیں پکوڑے بنانے کو کہا تھا ابھی تک منہ اٹھا کر کھڑی ہو پاپا نے اپنا سارا غصہ پاکیزہ پہ نکالتے ہوئے کہا۔

سوری چاچو۔۔۔ جی پاپا میں وہ ابھی لائی پاکیزہ کے لیے صفائی دیتے ہوئے عفان کی بات کاٹتے ہوئے پاکیزہ ایک دم سے بولی اور کچن میں چل دی چلو لڑکیو اٹھو تم بھی ہر وقت اوٹ پٹانگ کرتی رہتی ہو چلو جاؤ تم لوگ بھی پاکیزہ کا جا کر ہاتھ بٹھاؤ کچن میں۔ وہ بے چاری ہر وقت اکیلی لگی رہتی ہے بڑی امی نے ٹوکتے ہوئے کہا تو وہ سب منہ بناتے ہوئے کچن میں چلی گئیں۔

تمہارے منہ میں زبان نہیں ہے کیا تم چاچو کو جواب نہیں دے سکتی عفان بھی سب کے پیچھے چلا آیا اور اپنا غصہ پاکیزہ پہ نکالنے لگا۔

نہیں میں جواب نہیں دے سکتی پاکیزہ نے بیسن کو تیل میں ڈالتے ہوئے کہا تم ہمیشہ یونہی ان کی بے عزتی سہتی رہتی ہو کسی دن میں چپ نہیں رہوں گا پاکیزہ۔عفان نے پاکیزہ کا بازو پکڑ کر اس کا رخ اپنی طرف موڑتے ہوئے کہا۔۔نہیں تم کچھ نہیں ہو گے عفی وہ میرا باپ ہے وہ جو مرضی مجھ سے سلوک کرے تم نہیں بولو گے سمجھے تم۔۔ ویسے بھی تم ہوتے کون ہو میری ذاتی زندگی میں مداخلت کرنے والے پاکیزہ نے اپنا بازو چھڑاتے ہوئے کہا۔

میں کون ہوتا ہوں پاکیزہ بی بی میں خیر چھوڑو عفان نے غصے سے میز پر مکا مار کر کرسی کھینچ کر اپنی طرف کر کے بیٹھتے ہوئے کہا مسکان پلیز تم یہ چیزیں باہر چھوڑ کر آؤ پاکیزہ نے عفان سے نظریں چراتے ہوئے کیک اور پکوڑے مسکان کو دیتے ہوئے چائے کپوں میں انڈیلنی شروع کر دی۔سب کچھ ٹرالی میں رکھ کر وہ خود آنچ تیز کرنے کے لیے نیچے جھکی۔جانے کیسے ہاتھ چمچ کو لگا اور گرم گرم تیل سیدھا بازو پہ آ کر گرا اور کڑاہی ایک دم نیچے جا گری۔

اگر عفان اسے بازو سے پکڑ کر کھینچ نہ لیتا تو وہ پاؤں کے ساتھ ساتھ اپنی ٹانگ بھی جلا بیٹھتی۔

پاکیزہ تم ٹھیک تو ہو ناں مثال اور منابل اس کے قریب آکر بولیں۔بچ گئی محترمہ اگر پیچھے نہ کر لیتا تو بیسن کے ساتھ ساتھ گوشت کے پکوڑے بھی تم لوگ مزے لے لے کر کھاتی عفان نے طنز سے کہتے ہوئے اسے دیکھا اور وہ اپنے آنسو چھپاتی ہوئی سنک پر جھک گئی پانی کھول کر بازو نیچے رکھا۔

ارے پاگل لڑکی کیوں زخم خراب کرنے پر تلی ہوئی ہو مثی پلیز جاؤ جا کر برنال ٹیوب لے کر آؤ

عفان اس کی آنکھوں میں آنسو دیکھ کر تڑپ کے اس کی طرف بڑھا پانی بند کر کے اسے کرسی پر بٹھایا اور خود بھی کرسی کھینچ کر بیٹھ کر مثال کو کہا اور اور وہ جی اچھا کہہ کر باہر نکل گئی۔

اف پاکیزہ آپی درد تو نہیں ہو رہا دیکھئے ناں آپ کی جلد کتنی سرخ ہو رہی ہے اور دانے بھی نکل آئے ہیں مناہل غمگین چہرہ بنا کر اس کے پاس بیٹھتے ہوئے بولی۔مثال برنال لے کر آئی۔عفان نے اس کے بازو پر ٹیوب لگا کر پٹی کر دی اور اسے درد کی گولی دے کر فوراً باہر نکل گیا۔

وقاص عظیم وشواس عظیم اور الیاس عظیم تین بھائی تھے الیاس عظیم سب سے بڑے تھے وشواس عظیم دوسرے نمبر پر تھے اور وقاص عظیم تیسرے نمبر پر تھے اور اتفاق سے تینوں بھائیوں کی شادیاں بھی ایک ہی گھر میں اپنے ماموں کے گھر میں ہوئی تھی ثانیہ۔تانیہ اور لائبہ الیاس وعظیم کی تین اولایں تھی۔ارمان۔عفان اور مسکان۔ارمان اور عفان میں دو سال کا فرق تھا دونوں پڑھائی مکمل کر کے پاپا کے بزنس میں پاپا اور چاچو کے ساتھ سیٹ ہو گئے اور مسکان جو عفان سے ایک سال ہی چھوٹی تھی پڑھائی کے آخری سال میں ہی تھی وشواس عظیم اور ثانیہ وشواس کے ہاں دو بچے تھے پاکیزہ۔ذیشان بھی ارمان لوگوں کے ساتھ بزنس کرنے میں مصروف تھا ذیشان سے پانچ سال چھوٹی پاکیزہ فورتھ ائر میں تھی۔وقاص عظیم کے ہاں تین ہی اولایں تھی۔مثال۔نوال اور مناہل مثال اور نوال مسکان کیساتھ آخری سال میں ہی تھی اور مناہل میٹرک میں تھی نت کھٹ سی پاکیزہ میں ذیشان کی جان تھی سفید اُجلی رنگت سُرخ دہکتے گال لمبی مڑی ہوئی پلکیں گالوں میں پڑتے گڑھے دیکھنے موم لیتے مگر جانے کیوں وشواس سے اُس کا اپنا باپ ہی نفرت کرتا تھا۔

ذیشان کی پیدائش کے پانچ سال بعد ثانیہ جب دوسری بار امید سے ہوئی تو وشواس کے من میں نہ جانے کیا آیا کہ اُس نے دوسری بار بھی بیٹے بیٹے کی رٹ لگا دی بیٹی کی پیدائش ہوئی تو وشواس عظیم نے بیٹی کو دیکھنا گوارہ نہ کیا بڑے بھائی کے سمجھانے پہ پاکیزہ کو اٹھایا اور دیکھا بھی۔اتنی خوبصورت بیٹی ہونے کے باوجود نفرت کا گولہ حلق میں اٹک سا گیا بیٹی کو بیڈ پر بے دردی سے پھینک کر باہر نکل گئے۔

جب جب پاکیزہ باپ کے نزدیک ہونے کی کوشش کرتی اُنکے اندر بیٹا نہ ہونے کا ملال پیدا ہوتا اور وہ اُسے پاس آنے سے پہلے ڈانٹ دیتے اور وہ باپ کا پیار پانے کے لئے چھپ چھپ کر روتی ڈھیروں ڈھیر کام کرتی لیکن وہ اسکی طرف دیکھنا بھی پسند نہ کرتے اور ذیشان بچپن سے اپنی بہن پہ ہونے والے ظلم کو دیکھ کر خود پہ قابو نہ رکھ پاتا۔اپنے باپ کے حصے کا پیار بھی بہن پہ لٹاتا پاکیزہ کی ہر خواہش پوری کرتا اُسے سینک سینک کے رکھتا اور جب اُسے پتہ چلتا کہ پاپا نے آج پھر پاکیزہ کے ساتھ زیادتی کی یا ڈانٹا وہ باپ سے لڑ پڑتا اور کتنے کتنے دن باپ سے ناراض ہو جاتا اور وشواس عظیم بیٹے کے ناراض ہونے پر تڑپ اُٹھتے۔اور سارا غصہ پاکیزہ پر نکلتا پاکیزہ سے نفرت اور بڑھ جاتی وہ سمجھتے کہ پاکیزہ اُن دونوں باپ بیٹے میں لڑائی کرواتی ہے اور پاکیزہ بھائی کو سمجھا سمجھا کر تھک جاتی خود کو قصوروار کہہ کے باپ کو بچاتی لیکن ذیشان اُسکی حساس طبیعت کو جانتا تھا اور ثانیہ اپنی بیٹی کی قسمت دیکھ دیکھ کے اندر ہی اندر کڑھتی رہتی۔

ذیشان کی پسند پہ اس کی منگنی مسکان سے اور ارمان کی مثال سے ہو جاتی ہے نوال کا رشتہ اسے ماموں زاد کے لیے آتا ہے نوال کی پڑھائی ختم ہونے تک شادی کی ڈیٹ رکھ دی جاتی ہے اور بیس

سال پاکیزہ کو عفان پسند کرتا ہے یہ بات صرف ارمان اور مثال کو پتہ ہوتی ہے پاکیزہ کو بھی تھوڑا تھوڑا علم ہوتا ہے لیکن وہ عفان کو آگے سے کوئی رسپونس نہیں دیتی کیوں کہ ہو جانتی ہے اس کا باپ اس کو وہاں پھینکے گا جہاں سے وہ واپس کبھی نہ آ سکے اس کا باپ چاہتا بھی یہی ہے کہ وہ نہ خاندان میں بیاہے اور نہ ہی باہر اگر باہر جائے بھی تو وہاں کہ جو صرف بیٹی لے جائیں جائیداد کا کوئی مطالبہ نہ کریں اور بیٹی اتنی دور جائے کہ میں اس کی دوبارہ شکل نہ دیکھوں یہی باتیں عفان اور ذیشان کے اندر آگ لگاتی لیکن باپ کے آگے ان کی ایک نہ چلتی۔

ہیلو ایوری باڈی۔۔ذیشان نے کرسی کھینچ کر بیٹھتے ہوئے کہا۔

کیسے ہو بیٹا کام کیسا چل رہا ہے وشواس عظیم نے بریانی کی ٹرے اٹھا کر بیٹے کی پلیٹ بھرتے ہوئے کہا۔۔ پائن پاپا۔۔ پاکیزہ نظر نہیں آ رہی کدھر ہے وہ ذیشان نے اپنے باپ کو جواب دے کر مسکان کو دیکھا اور پوچھا۔

پاکیزہ شاید سو رہی ہے شام کو سوئی تھی اب تو نو بج رہے ہیں میں دیکھتی ہوں شاید اٹھ گئی ہو مسکان نے کرسی گھسیٹ کر اٹھتے ہوئے کہا۔۔

مسکان کو گئے ہوئے ابھی تھوڑی دیر بھی نہ ہوئی تھی کہ اس کی چیخ سنائی کی ساتھ ہی وہ بھاگتی ہوئی واپس آ گئی۔شانی۔۔شانی۔۔وہ پاکیزہ۔۔مسکان نے ہکلاتے ہوئے پھولی سانسوں سے کہا۔

چمچ منہ میں لے جاتے ہوئے عفان کا ہاتھ کانپا کیا ہوا پاکیزہ کو مسکان۔۔ذیشان ایک دم کھڑے ہوتے ہوئے بولا اور مسکان کے پیچھے پاکیزہ کے کمرے میں بھاگا کمرے میں داخل ہوتے ہی ذیشان اور عفان کی نظر کمرے کے درمیان میں پڑی نظر پاکیزہ پر پڑی وہ بھاگ کر پاکیزہ تک پہنچے پاکیزہ پاکیزہ کیا ہوا آنکھیں کھولو۔ذیشان نے پاکیزہ کا سر اپنی گود میں رکھتے ہوئے جھنجھوڑا۔

او مائی گاڈ یہ تو بخار میں جل رہی ہے شانی اسے اٹھا کر بیڈ پہ لٹاؤ یہ تو بے ہوش ہے میں ڈاکٹر کو فون کرتا ہوں عفان نے پاکیزہ کے ماتھے کو چھوتے ہوئے ذیشان سے کہا اور موبائل پہ نمبر پش کرتا باہر نکل گیا مسکان پلیز پانی اور پٹیاں لے کر آؤ میں تب تک اسے بیڈ پہ لٹاتا ہوں شانی نے کہا اور پاکیزہ کو دونوں بازوؤں میں بھر کر بیڈ تک لے آیا۔ثانیہ بیگم بیٹی کی حالت دیکھ کر رونے لگی لائبہ اور ثانیہ نے انہیں بیڈ پہ بٹھایا اور پاکیزہ کے پاؤں ملنے لگیں مثال ٹھنڈا پانی لے کر آئی تو ذیشان اس کی پیشانی پہ پٹیاں رکھنے لگا۔ڈاکٹر کے آنے تک پاکیزہ کو ہوش آیا اور پھر وہ غنودگی میں چلی گئی ڈاکٹر صاحب کوئی پریشانی کی بات تو نہیں میں تو صبح ٹھیک ٹھاک اپنی بہن کو چھوڑ کے گیا تھا۔پھر اچانک یہ بخار کیسے۔ذیشان نے ڈاکٹر سے کہا اور پھر دوبارہ پٹیاں رکھنے لگا ذیشان صاحب بچی کو بخار جلنے کی وجہ سے ہوا ہے تکلیف کی وجہ سے شاید یہ برداشت نہیں کر پائی۔ڈاکٹر نے پاکیزہ کے بازو کی پٹی اتار کر دوبارہ ڈریسنگ کرتے ہوئے کہا۔

ذیشان ہکا بکا سب کا منہ دیکھنے لگا اب میں نے اسے انجکشن دے دیا ہے تھوڑی دیر تک اس کا بخار اتر جائے گا اور آپ اسے کچھ کھلا کر اسے یہ میڈیسن دے دینا میں چلتا ہوں ڈاکٹر صاحب نے کہا اور اپنا اٹیچی کیس اٹھا کر باہر چلا گیا۔مما پاکیزہ کا بازو کیسے جلا ڈاکٹر کے نکلتے ہی ذیشان نے ماں سے جوابدہ ہوا میں بتاتا ہوں یار عفان نے کہا۔اور دن کو گزری ساری سٹوری ذیشان کے گوش گزار دی اور ذیشان باپ پہ افسوس کرتا ہوا کھول کر رہ گیا

پا کیزہ نے فورتھ ائیر میں ٹاپ کیا چہک چہک کر کے سب کی مبارکباد لیتی پا کیزہ کا ایک ایک روپ تھا کتنی ہی آنکھوں نے اسے یونہی خوشی امر ہانے کی دعا کی سب سے گفٹ وصول کرتی وہ اتنی خوش تھی اسے انتظار تھا تو اپنے باپ اور بھائی کا جو بزنس مٹینگ کے سلسلے میں انگلینڈ میں تھے اور آج رات آٹھ بجے کی فلائٹ سے واپس آرہے تھے اسے یقین تھا کہ بھائی کے ساتھ ساتھ اس کا باپ بھی بہت خوش ہوگا گھر کی خواتین اور لڑکیاں اس کی خوشی میں کچن میں گھسی نت نئی نئی ڈشز بنانے میں مگن تھیں ارمان نے اسے اتنی خوبصورت رنگ اور عفان نے ڈائمنڈ کی خوبصورت چین دی جسے پا کر وہ بہت خوش تھی لڑکیوں نے البتہ اس سے زبردست سی ٹریٹ مانگی تھی جو اس نے بغیر منہ بنائے قبول کر لی بڑی اماں اور ثانیہ چاچی نے اسے خوبصورت سٹائلس کا بوتیک کے سوٹ گفٹ کئے اپنی مما سے اس نے فرمائش کی تھی کہ آج اپنی ماں کے ہاتھ کا کھانا کھائے گی وہی اس کے لیے بہت ہے پھر بھی مما نے اسے ڈائمنڈ کے ٹاپس دیئے۔

وہ کتنی خوش تھی اور اس کی خوشی اس وقت ماند پڑی جب رات ذیشانی بھائی اور پاپا نے لاونج میں قدم رکھا وہ بھائی کو دیکھ کر بھاگ کر شانی سے لپٹ گئی اس وقت سبھی لاونج میں اس کی خوشی سلیبریٹ کرر ہے تھے۔

اسلام علیکم شانی بھائی آپ آگئے آپ کو پتہ ہے میں نے پورے کالج میں ٹاپ کیا ہے بھائی میں نے آپ کو بہت مس کیا ہے میں یہ خوشی سب سے پہلے آپ کو سلیبریٹ کرنا چاہتی تھی ایک تو آپ اتنے دور تھے اور آپ نے اپنا موبائل بھی آف کر کے رکھا ہوا تھا بھائی آئم ہیپی قسم سے وہ خوشی سے ایک دفعہ پھر ذیشان سے لپٹ گئی اور شانی نے مسکراتے ہوئے اسے بازوؤں کے گھیرے میں لے کر صوفے پر آبیٹھا اب بتاؤ جناب میری گڑیا مجھ سے کیا گفٹ لے گی ذیشان نے مسکراتے ہوئے اسے اپنا ہاتھ لگایا میں آپ سے ایک بہت ہی قیمتی چیز مانگنے والی ہوں آپ کو پتہ ہے بھائی اس نے مسکراتے ہوئے کہا وہاں بیٹھے ہوئے سبھی افراد کے ہونٹوں پہ مسکراہٹ رینگنے لگی۔ اچھا جناب مانگ کے تو دیکھے جان بھی حاضر ہے اپنی گڑیا کیلئے ذیشان نے اس کے سلکی بالوں کو چھیڑتے ہو کہا۔

ذیشان اٹھو بیٹا تم پہلے ہی کافی تھک چکے ہو آؤ کھانا کھا کے آرام کرو اور سنو یہ پیسے ضائع کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے اس کی تو عادت ہے دوسرں کی جیب خالی کروانے کی وشواس عظیم جو کافی دیر سے دونوں بہن بھائیوں کا پیار کافی دیر سے برداشت کرر ہے تھے کافی بگڑ کر بیٹے سے بولے اور وہاں بیٹھے تمام افراد کو جیسے سانپ سونگھ گیا۔

پاپا آپ کو کوئی حق نہیں پہنچتا پا کیزہ کو یوں بے عزت کرنے کا وہ آپکی نہیں میری ذمہ داری ہے آپکو کوئی پرابلم نہیں ہونی چاہیے وہ میری جیب خالی کرئے یا میرا بنک مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا یہ سب کچھ جتنا میرا ہے اتنا ہی پا کیزہ کا ایسی میں ہزار جانیں قربان کرسکتا ہوں اپنی بہن پہ اور ہاں آئندہ آپ نے پاکیزہ کیساتھ کوئی بھی زیادتی کی تو میں بھول جاؤ گا کہ آپ میرے باپ ہے سنا آپ نے چلو پا کیزہ ذیشان نے غصے سے کھولتے ہوئے باپ کو دیکھا اور پا کیزہ کی طرف مڑا جس کا رنگ فق ہو چکا تھا اور چہرا آنسوں سے تر تھا پا کیزہ کو پکڑا اور سڑھیاں چڑھ کے اپنے کمرے میں لے آیا بیڈ پہ اُسے بیٹھا کے خود اُسکے سامنے گھٹنے ٹیک کر کار پٹ پر بیٹھ گیا۔

تم جانتی ہو گڑیا مجھے تمہارے آنسوں دیکھ کر

کتنی تکلیف ہوتی ہے۔ پاکیزہ کے آنسوں صاف کرتے ہوئے وہ بولا۔

بھائی آپ کو ایسانہیں کرنا چاہیے تھا آپ کو پاپا سے میری وجہ سے جھگڑانہیں کرنا چاہیے تھا پاکیزہ آنسوں صاف کرتے ہوئے کہا۔نہیں گڑیا اب تم ایک لفظ نہیں بولوگی اس بارے میں اب تم کو ئی ٹینشن نہیں لوگی اب بس مجھے بتاؤ تم مجھ سے کیا گفٹ لینے والی تھی ذیشان نے اُسکے برابر میں بیٹھتے ہوئے کہا۔نہیں بھائی میں تو آپ کا دل چیک کررہی تھی کہ کتنا بڑا ہے دل آپ کا پاکیزہ نے اسے ٹالتے ہوئے کہا ادھر دیکھو میری طرف پاکیزہ میری طرف دیکھ کر بات کرو تم جھوٹ بول رہی ہو تم پاپا کی وجہ سے بات ختم کر رہی ہو دیکھو پاکیزہ تم وہی کہو جو تمہارے دل میں ہے ذیشان نے اس کا رخ اپنی طرف موڑتے ہوئے کہا۔نہیں بھائی ایسی کوئی بات نہیں۔۔پاکیزہ پلیز۔۔اس سے پہلے کہ وہ کوئی اور بہانہ بنائی ذیشان نے اس کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی ٹوک دیا۔شانی بھائی سچ بتاؤں میں تو صرف آپ سے آپ کا وقت مانگ رہی ہوں میں چاہتی تھی کہ ایک پورا دن آپ کے ساتھ گزاردوں۔بس پاکیزہ نے کہا اور شان کو دیکھا۔سچ کہہ رہی ہو شانی نے اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا۔

دیکھو گڑیا میرے ایک کیا میری زندگی کے سارے دن تمہارے لیے میں ایسا کرتے ہیں مجھے دو دنوں تک پھر دوبارہ لندن جانا ہے بزنس کے معاملے میں تم سب لڑکیاں ایک ویک تم گھوم پھر آؤ مری کاغان وغیرہ میں سب واپس آؤں گا دو تین دنوں میں تم لوگوں کو ٹائم کرلوں گا اوکے۔ذیشان نے مسکراتے ہوئے کہا۔۔پرامس بھائی وہ خوش ہوتے ہوئے اپنی ہتھیلی اس کے آگے کرتی ہوئے بولی۔پرامس میں صبح ہی عفان یا ارمان سے بات کرتا تم لوگوں کے ساتھ جائے گا کوئی ان دونوں میں سے ایک ٹھیک ہے ذیشان نے اس کی نرم نازک ہتھیلی کو تھامتے ہوئے کہا اوکے ٹھیک ہے بھائی۔۔وہ بولی۔۔اب مسکراؤ ویسے بھی ہر وقت رونی سی شکل بنا کر گھومتی رہی ہو۔ذیشان نے اسے جان بوجھ کر چھیڑتے ہوئے کہا اور وہ مسکرا دی

اگلے دو دن شاپنگ کی نظر ہو گئے سب نے ڈیسائیڈ کیا کہ مری جائیں گے اور سب سے پہلے وہاں جاتے ہی پاکیزہ سے ٹریٹ لینی ہے عفان اور ارمان کو باڈی گارڈ بنا کر ساتھ لیجانے کو کہا گیا۔۔

بڑی امی اور تانیہ چاچی نے لڑکیوں کے بیگ میں زبرستی سوئیٹر ٹھونسے کہ جانے وہاں کتنی سردی ہو ارمان بھائی کو ایمرجنسی ذیشان کے ساتھ لندن جانا پڑا چلتے وقت ذیشان نے عفان کو بے شمار ہدایتیں کیں اور یوں وہ سب ہنسی کھیلتی عفان کے ساتھ کار میں آ بیٹھیں لاہور سے مری تک کا سفر کافی خوشگوار رہا مری میں پہلے سے ہی بکنگ ہوٹل میں کروالی گئی وہ رات کو کافی دیر سے ہوٹل پہنچے ایک بڑے کمرے میں دو اٹیچ بیڈ روم ایک میں عفان کو دھکیلا اور دوسرے میں وہ خود دو بیڈ سیٹ کر کے تھک کے جس جس کو جہاں جگہ ملی وہ وہی ڈھیر ہو گئیں۔

اگلی صبح عفان کی آنکھ دس بجے کھلی ٹائم دیکھ کر وہ ایک دم اٹھ بیٹھا کپڑے نکال کر وہ واش روم میں جا گھسا آدھے گھنٹے بعد جب نکلا تو گھڑی گیارہ بجا رہی تھی اسے اچانک سے لڑکیوں کا خیال آیا تو وہ تولیے سے پونچھتا ہوا دروازہ کھول کر دوسرے روم میں آیا اندر داخل ہوتے ہی اس کی نظر سامنے بیڈ پہ سوئی ان پانچ نفوس پر جا پڑی جو ٹیڑھی میڑھی اور ایک دوسرے سے چمٹ کر سوئی پڑی تھیں۔

عفان کے چہرے پر مسکراہٹ رینگنے لگی نظریں سب پر سے ہوتے ہوئے پاکیزہ کے چہرے پر رک گئیں سوئی ہوئی وہ سے پہلے سے بھی

زیادہ خوبصورت لگی اس کا دل چاہا کہ وہ اس کے قریب جا کر اس کی بند پلکوں کو چھوئے جانے وہ کتنی دیر یونہی مدہوش کھڑا اسے دیکھتا رہا پھر واپس مڑا کیا سوجی پانی کا گلا بھر کر ان پانچوں پہ الٹ دیا وہ ساری چیخ مار کر اٹھ بیٹھی۔

عفی بھائی آپ کو سکون نہیں ملتا صبح صبح ہی نیند خراب کر دی مسکان آنکھیں ملتے ہوئے عفان کو گھورنے لگی محترمہ صبح صبح بارہ ہونے والے ہیں تم لوگوں کو ابھی صبح ہے اٹھو بھی اور سب بستر چھوڑ دو ورنہ میں گلاس کی جگہ پائپ لے آؤں گا۔ عفان نے دھمکی دیتے ہوئے کہا اور سب ایک ساتھ بستر سے اٹھ بھاگی اور عفان کا قہقہہ پورے کمرے میں گونجنے لگا پاکیزہ سے ٹریٹ لینے کے لیے ان لوگوں نے ڈینر کے لیے میز ریزار کروائی اس وقت وہ ساری میز کے گرد بیٹھی تھیں اور ڈیسائیڈ کر رہی تھی کہ کیا منگوایا جائے پاکیزہ نے سب کچھ ان پہ چھوڑ دیا کہ جس جس نے جو کھانا ہے منگوالیں وہ الگ بات منگوائی لیکن کھائی کسی نے نہیں کھانے کے بعد لڑکیوں نے اسٹابری کیک آرڈر کر دیا عفان نے چاکلیٹ کیک بھی ساتھ منگوایا سب اسٹابری کیک کھانے لگیں تمھیں بھی تو وہی پسند ہے پھر تم چاکلیٹ کیک پر کیسے آ گئے۔

پاکیزہ سے جو بات ہضم نہیں ہو رہی تھی وہ عفان سے کہہ دی بس میرا دل کر رہا ہے چاکلیٹ کیک کھانے کو تمھیں کوئی پرابلم۔ عفان نے کولڈرنک کا سپ لیتے ہوئے جواب دیا۔

جی نہیں مجھے کیا پرابلم ہو سکتی ہے میری طرف سے ہزار بار کھاؤ پاکیزہ نے اسے منہ چڑاتے ہوئے کہا۔۔ اچھا میں سمجھا تم رونے نہ لگ جاؤ میرے پیسے لگا ڈالے جہاں تم سب کو ان کی پسند کی چیزیں منگوا رہی ہو وہاں میری فرمائش کی کیا اہمیت ہے عفان نے اسے تنگ کرتے ہوئے کہا۔۔

جی نہیں مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا جو مرضی کھاؤ ویسے بھی میں سب کو ٹریٹ دے رہی ہوں تم بھی سب میں موجود ہو مجھے کیا جو مرضی منگواؤ۔ پاکیزہ نے کہا اور وہ مسکرا دیا۔

پھر جب کھانے سے فارغ ہوئے تو پاکیزہ نے بیرے کو برتن اٹھانے اور بل لانے کو کہا بیرا برتن اٹھا کر جی اچھا کہہ کر آگے بڑھ گیا۔

قسم سے پاکیزہ یار مزہ آ گیا تمہاری ٹریٹ ہمیشہ یاد رہے گی نوال نے مسکراتے ہوئے کہا باقی سب نے بھی تائید میں سر ہلا دیا۔

یار میں اتنی ااکسائیڈ تھی تم لوگ کچھ بھی مانگتی میں ضرور دیتی آخر یہ تو ٹریٹ تھی پاکیزہ نے مسکراتے ہوئے کہا اور عفان نے اس کی آنکھوں میں چمکتے ہوئے جگنوؤں کو دیکھا اور کرسی کی پشت سے ٹیک لگا لی اتنے میں بیرا بھی آ گیا اور اس دیکھتے ہوئے بولی کتنا بل بنا ویٹر۔ پاکیزہ نے کہا۔

میم آپ کا بل پہلے سے ہی ہو چکا ہے ویٹر نے اس کے قریب آتے ہوئے کہا اور پاکیزہ سمیت سبھی نے اسے چونک کر دیکھا۔

واٹ۔ میں نے تو بل نہیں پے کیا پھر کیسے ہو گیا پاکیزہ نے کھڑے ہوتے ہوئے ویٹر کے ہاتھ سے بل لیتے ہوئے کہا۔

میم پتہ نہیں بٹ آپ کا بل پے ہو چکا ہے اور پاکیزہ کے ہاتھ سے بل پیپر لے کر کاؤنٹر پر چلا گیا۔ یہ کیسے ہوا میں نے تو پے منٹ نہیں کی پھر کیسے ہوئی پاکیزہ نے کہا اور اٹھ کر کاؤنٹر کی طرف بڑھ گئی۔

سر پلیز یہ بتا سکتے ہیں کہ وہ سامنے والی میز کا بل کس نے پے منٹ کیا پاکیزہ نے کاؤنٹر پہ بیٹھ شخص سے کہا اسے دیکھ کر عفان بھی اٹھ کر آ گیا۔ میم جس کسی نے بھی کیا ہے راز داری سے ہوئی ہے ہم آپ کو نہیں بتا سکتے کاؤنٹر پہ بیٹھے شخص نے کہا۔

واٹ یہ کیا بات ہوئی بل پے میں نے کرنا تھا

اور یہ اور کوئی کہاں سے درمیان میں آ گیا پہ لو بل کھایا ہم نے اور پے منٹ کوئی اور کرے گا پاکیزہ نے غصے سے پرس میں سے ہزار ہزار ے پندرہ نوٹ نکال کر کاؤنٹر پہ رکھ دیئے۔

دیکھئے میم ہم یہ پیسے نہیں لے سکتے ہیں ہماری کمائی ہمیں مل چکی ہے پلیز آپ ہمیں غصہ مت دلائیں وہ شخص کرسی سے اٹھ کر پیسے پاکیزہ کو تھماتے ہوئے بولا اس سے پہلے کہ وہ کچھ اور بولتی عفان نے اسے ٹوکتے ہوئے کہا پاکیزہ چلو اوپر کمرے میں ہم وہاں جا کر بات کرتے ہیں یہاں سب لوگ تماشہ دیکھ رہے ہیں پلیز عفان نے کہا اور اسے لے کر کمرے میں آ گیا۔۔۔ وہ کمرے میں ٹہل ٹہل کر تھک چکی تھی کمرے میں موجود افراد بھی خاموش تھے۔ پاکیزہ کی بے چینی کو سبھی سمجھ رہے تھے سب کے سمجھانے کے باوجود بھی وہ پے منٹ کرنے والے شخص تک پہنچنے کی تک در میں بے چین تھی۔

پاکیزہ یار چھوڑو بھی اب جانے دو اد عا دو اس شخص کو اب کیا تم ہاتھ دھو کر اس بے چارے کے پیچھے ہی پڑ گئی ہو عفا نے مسکرا کر کہا۔

کیوں چھوڑ دوں اس کو وہ بے چارہ ایک بار سامنے آ جائے منہ نہ توڑ کر رکھ دوں اس کا پاکیزہ نے غصے سے مکا بنا کر دوسرے ہاتھ پہ مارتے ہوئے کہا یار کیسی فلمی سچویشن ہو گئی ہے نہ ایک خوبصورت لڑکی اپنے فرینڈ کے ساتھ ڈنر کے لیے ہوٹل جاتی ہے اور وہاں پہلے سے موجود ہینڈسم ڈیشنگ سمارٹ خوبصورت ہیرو لڑکا پہلے سے موجود ہوتا ہے وہ ہیروئن کو دیکھ کر اس پہ فدا ہو جاتا ہے اور ہیروئن کا بل پے کر کے غائب ہو جاتا ہے اور ۔۔۔۔

مثال تیری تو میں تمہیں نہیں چھوڑوں گی اس سے پہلے کے مثال اپنی کہانی مکمل کرتی پاکیزہ نے میز پہ پڑا گلدان اٹھا کر اور مثال کو مارنے بھاگی

سب کا قہقہہ مشترکہ تھا۔

دو دن وہ لوگ خوب گھومے خوب انجوائے کیا ایک دوسرے کو برف کے گولے بنا کر مارے خوب مستی کی پکچر بنوائی وہ بھی ایک عام دنوں میں سے ایک دن تھا جب سب لوگ ساحل سمندر پر جانے کا پروگرام بنا کہ تیاری میں مصروف تھے پاکیزہ اور عفان کہیں باہر گئے ہوئے تھے وہ سب باتوں کے ساتھ ساتھ تیار بھی ہو رہی تھیں۔

ویسے نوال آپی میرا دل کیوں کہتا ہے کہ پاکیزہ نے ہمیں جو ٹریٹ دی ہے اس کے بل کی پے منٹ کسی اور نے نہیں عفان بھائی نے دی تھی آئینے کے سامنے بیٹھی بالوں میں کنگھی کرتی ہوئی نوال نے پوچھا کیوں بھئی تمہیں کیسے شک ہوا۔ نوال نے کن اکھیوں سے مسکان کو دیکھا جو استری اسٹینڈ پہ کھڑی استری کر رہی تھی ۔۔۔ کیوں کہ مجھے لگتا ہے عفان بھائی کو پاکیزہ آپی میں انٹرسٹنگ ہے اگر وہ بل نہ پے کرتے تو کسی اور نے کیا ہوتا تو عفان بھائی اس بندے کی جان نہ نکال دیتے ۔۔ کیوں مسکان آپی میں ٹھیک کہہ رہی ہوں ناں مناہل نے مسکرا کر نوال کو جواب دیا اور پھر مسکان کی طرف دیکھا۔

اگر میں کہوں کہ تم بالکل سچ بول رہی ہو تو کیا تم میرا یقین کر لو گی مسکان نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ سچ آپی مناہل چیخی ۔۔ بالکل سچ میری جان ۔۔ مسکان ہنسی ۔ مطلب بل پے منٹ عفان بھائی نے کی اور دیکھیں پاکیزہ آپی کے منہ پہ کتنے بھولے بنتے ہیں مناہل سمیت وہ سب ہنسی ۔۔ یہ جانے بغیر کہ دروازے کے بیچ میں کھڑے عفان اور پاکیزہ نے یہ سب کچھ سن لیا عفان کے کھنگارے پہ وہ سب مڑیں اور ساکت ہو گئیں ۔۔۔ عفی یہ سب جھوٹ ہے ناں پاکیزہ نے ساکت نظروں سے عفان کو دیکھا عفان نے اسے شانوں سے پکڑ کر بٹھانے کی کوشش کی پاکیزہ نے اس کا ہاتھ جھٹک دیا

۔۔ مجھے بتاؤ عفی یہ سب جھوٹ ہے ناں بل تم نے
یہ نہیں کیا تھا ناں پاکیزہ نے عفان کی آنکھوں میں
دیکھتے ہوئے کہا۔عفان نے آنکھوں چرالیں۔۔کیو
ں کیا تم نے ایسا عفان تم جانتے تھے نہ میں اپنی خوشی
سے یہ سب کچھ کر رہی ہوں پھر تم نے میری خوشی کی
بھی پرواہ نہیں کی۔پاکیزہ نے ڈبڈبائی آنکھوں سے
اسے دیکھا عفان کو لگا جیسے اس کا دل کسی نے مٹھی
میں لے لیا ہو۔دیکھو پاکیزہ مجھے اچھا نہیں لگا
میرے ہوتے ہوئے تم بل پے کرو میں جانتا ہوں
تمہیں برا لگا لیکن۔۔۔۔۔تم کیا جانتے ہو کیا نہیں
لیکن میں جانتی ہوں کہ تمہیں میری خوشی برداشت
نہیں ہوئی عفان تم صرف مجھ پہ ترس کھا کر یہ کر
رہے ہو میرے باپ کی وجہ سے تم لوگ مجھ پہ ترس
کھاتے ہو ہمدردی جتاتے ہو نہیں چاہئے مجھے تم
لوگوں کی یہ جھوٹی محبت نہ ترس کھایا کرو مجھ پہ نہیں
چاہئے مجھے تم لوگوں کی یہ ہمدردی نہیں ہوں میں اس
ہمدردی کے قابل سمجھے تم لوگ۔۔۔عفان کی بات
کاٹ کر وہ تقریباً چیختے ہوئے بولی اور کمرے میں
موجود نفوس حق دق رہ گئے وہ بھاگتی ہوئی کمرے
سے باہر نکل گئی عفان نے اسے دیکھا اور اپنے
کمرے میں جا کر دروازہ زور سے بند کر دیا کمرے
میں موجود وہ چاروں ایک دوسرے کا منہ تکتی رہ گئیں
۔۔۔۔۔۔اس دن کے بعد اس نے عفان کو
دیکھنا بھی گوارہ نہیں کیا عفان نے کتنی بار اسے
بلانے کی کوشش کی مگر ہر بار وہ بے دردی سے اس کا
ہاتھ جھٹک دیتی وہ ہر بار بےبسی سے اسے دیکھتا رہ
جاتا۔

مسکان سے اپنے بھائی کی حالت دیکھی نہ گئی
وہ پاکیزہ کو سمجھاتی ایک دن وہ پھٹ پڑی عفی بھائی
آپ اسے بتا کیوں نہیں دیتے کہ آپ اس سے کتنی
محبت کرتے ہیں مسکان نے کہا۔

کیا بتاؤں تم جانتی ہو وہ میری بات کا یقین
نہیں کرے گی چاچو نے اسے اس قدر توڑ دیا ہے وہ
کسی کا بھی یقین نہیں کرے گی میرا بھی نہیں۔عفی
نے افسردہ سی ہنسی ہنستے ہوئے کہا۔

بھائی ایسا مت کہئے آپ اسے پیار سے
سمجھائیں وہ سمجھ جائے گی اسے ہماری محبت کی
ضرورت ہے آپ ایک بار کوشش تو کریں عفان
نے مسکان نے التجائیہ نظر سے اسے دیکھا اور وہ
اس کا ہاتھ تھپتھپاتے ہوئے مسکرا دیا۔

اس دن وہ بھی وہ سب گھومنے نکلے تھے آس
پاس اونچے اونچے پہاڑ درمیان میں بہتی آبشار ایک
خوبصورت منظر پیش کر رہی تھی وہ سب خوش تھیں کہ
انجوائے کر رہی ہیں۔عفان نے اسے دیکھا سب
سے الگ تھلگ دور بیٹھی ہوئی تھی نظریں بہتی آبشار
پہ تھیں مسکان نے اسے دور سے پاکیزہ کے پاس
جانے کا اشارہ کیا۔

ہیلو میم کیا ہو رہا ہے۔عفان نے اس کے
قریب ایک بڑے پتھر پہ بیٹھتے ہوئے کہا اس دن کی
لڑائی کے بعد آج وہ پہلی دفعہ آمنے سامنے تھے۔

ناراض ہو ابھی تک۔عفان نے اس کے
ناراض چہرے پر نظر ڈالی وہ پھر بھی نہ بولی۔دیکھو
پاکیزہ میں نے سوری تو کیا ہے نہ پھر بھی عفان نے
بےبسی سے اسے دیکھا۔عفان تم یہاں سے چلے
جاؤ پلیز۔اس نے ہاتھ اپنے ٹخنے سے اٹھاتے
ہوئے کہا پاکیزہ پلیز تم نہیں جانتی کہ میں اپنے دل
کے ہاتھوں کتنا مجبور ہوں میں تمہارے آگے بے بس
ہو جاتا ہوں پلیز پاکیزہ میری بات کا یقین کرو میں
سچ کہہ رہا ہوں آئی لو یو۔یار عفان اسے کے آگے
گھٹنے ٹیک کر زمین پر بیٹھتے ہوئے کہا۔پاکیزہ
ساکت ہو گئی میں سچ کہہ رہا ہوں میرا یقین کرو
پاکیزہ پلیز عفان بےبسی سے بولا پاکیزہ حق دق ہو
کر اس کا منہ تکتے رہ گئی۔۔

تمہیں میں کیسے یقین دلاؤں پاکیزہ تم میرا

یقین کیوں نہیں کر رہی ہو عفان اٹھ کر اس کے پیچھے جاتے ہوئے بولا وہ تب بھی کچھ نہ بولی ٹھیک ہے تم نے میری بات کا جواب نہ دیا تو میں اس پانی میں چھلانگ لگا دوں گا پاکیزہ کی طرف سے کوئی جواب نہ پا کر اس نے بہتے ہوئے پانی کی طرف اشارہ کیا پاکیزہ پھر بھی نہ مڑی پاکیزہ میں تم سے کچھ کہہ رہا ہوں عفان نے کہا۔تو وہ یونہی منہ موڑ کر کھڑی رہی کچھ دیر وہ یوں ہی خاموشی رہی اسے لگا جیسے عفان چلا گیا ہو اس نے پیچھے مڑ کر دیکھا وہ واقعہ نہیں تھا۔

عفان چلا گیا اس کے منہ سے سکاری نکلی اچانک ہی اس کے پیچھے سے پانی میں کوئی چیز زور سے گری اس کا دل اچھل کر حلق میں آ گیا۔

عفان نہیں یہ عفان نہیں ہو سکتا وہ نیچے پانی میں جھانکی پانی کسی کو بہت تیزی سے بہاتا ہوا آگے کی طرف لے جا رہا تھا۔

عفان ۔۔عفان ۔۔عفی وہ زور سے چیخنے لگی پیچھے سے اس کے کندھے پہ کسی نے ہاتھ رکھا۔وہ چیختی ہوئی مڑی اپنے پیچھے عفان کو کھڑے دیکھ ہو کر وہ مڑ کا پانی کی طرف دیکھنے لگی۔

پاکیزہ کیا ہوا عفان نے اسے پکڑ کر جھنجوڑا عفان ہو پانی میں چلا گیا وہ دیکھو۔۔۔وہ پاگلوں کی طرح عفان سے اپنے آپ کو چھڑانے لگی۔ پاکیزہ دیکھو میں یہاں ہوں یار عفان نے اسے بازوؤں سے پکڑ کر اپنی طرف موڑا۔۔نہیں وہ پانی میں ۔۔وہ پانی میں اس نے پانی کی طرف اشارہ کیا ۔۔پاکیزہ ادھر دیکھو میں یہاں ہوں یار ہوش میں آؤ عفان نے اسے زور سے جھنجھوڑا۔اور وہ یک ٹک اسے دیکھ کر رونے لگی

رات ہوٹل سے کمرے میں آتے وقت وہ کافی بھیگ گئی تھی پاکیزہ کمرے میں آتے ہی اپنے کپڑے نکال کر واش روم میں جا گھسی فریش ہو کر باہر آئی دانت سردی سے کپکپا رہے تھے وہ کمبل میں جا گھسی پھر کب وہ سوئی اسے خود پتہ چلا۔

صبح تک وہ بخار میں تپ رہی تھی مسکان نے اسے جگانے کے لیے ہاتھ لگایا تو وہ چیخ اٹھی ۔پاکیزہ کو تو بہت بخار ہے آناً فاناً سب اکٹھی ہو گئیں عفان صبح ہی صبح کہیں باہر نکلا ہوا تھا اتنی ساری اپنے آس پاس آوازیں سن کر وہ جاگ گئی نہیں یار میں ٹھیک ہوں معمول کا ٹمریچر ہے میں ٹھیک ہوں وہ انہیں تسلی دیتی ہوئی اٹھی اور واش روم میں جا گھسی نہا کر باہر نکلی تو نوال چیخ اٹھی ۔پاکیزہ بدتمیز تمہیں پہلے ہی بخار ہے رحم کھاؤ خود پر نمونیہ ہو جائے گا۔ کچھ نہیں ہوتا یار وہ ہلکا سا مسکرائی ۔۔نہ ۔۔نہ کرنے کے باوجود اگلے دو دن میں وہ مزید بیمار ہو گئی عفان نے مسکان سے کہا کہ وہ پاکیزہ کو تیار کرے وہ اسے ڈاکٹر کے پاس لے جائے گا پاکیزہ کے منع کرنے کے باوجود بھی مسکان نے اس کے کپڑے نکال کر استری کر کے واش روم میں بھیجا تھوڑی دیر تک وہ کپڑے چینج کر کے آئی تو مسکان نے اس کے بال سلجھائے عفان آیا اور اسے چلنے کو کہا چلو بھئی اور کتنی دیر ہے بیڈ پہ نیم دراز پاکیزہ کو دیکھا جو بلیک سوٹ میں بخار سے تپتے سرخ چہرے سے مسکان کو کچھ کہہ رہی تھی ۔۔مسکان تم بھی چلو نہ ساتھ پاکیزہ نے مسکان سے کہا۔نہیں یار میں نے نوال کے ساتھ کچھ چیزیں لینی ہیں تم جاؤ بھائی تمہیں کھا نہیں جائیں گے وہ ہنسی۔۔چلیں عفان نے اسے دیکھا تو وہ اٹھ کر کھڑی ہو گئی ایک دم سے اٹھنے سے اسے چکر سا آیا اس سے پہلے کہ وہ گرتی عفان نے اسے تھام لیا تھا۔۔آر یو او کے ۔پاکیزہ مسکان آگے بڑھی ۔۔آ۔ہاں میں ٹھیک ہوں وہ گھبرا کے عفان کی گرفت سے نکلی مسکان اسے تھام کر پارکنگ ایریا تک چھوڑنے آئی دروازہ کھول کر اسے بٹھایا اور عفان سے اس کا خیال رکھنے کو کہا اور واپس کمرے

میں آ گئی ہاسپٹل پہنچ کو عفان نے اسے خالی بینچ پر بٹھا دیا اور خود ڈاکٹر کا پتہ کرنے چلا گیا اور تھوڑی دیر بعد وہ ایک ڈاکٹر کے ہمراہ آتا ہوا دکھائی دیا قریب آ کر پاکیزہ سے ڈاکٹر کا تعارف کروایا پاکیزہ یہ میرا بہت اچھا دوست ہے میرے ساتھ یونیورسٹی میں پڑھتا تھا اور خیر سے اب پورا ڈاکٹر بن کے تمہارے سامنے موجود ہے اور فہد یہ میری کزن ہے پاکیزہ تم جانتے ہو اسے عفان نے پہلے پاکیزہ سے فہد کا تعارف کروایا پھر فہد سے کہا۔ وہ ہنسا اور بولا اسے کون نہیں جانتا خیر فہد نے پاکیزہ جناب کیسی ہیں آپ اور یہاں کیسے۔

میں یہ تو نہیں کہہ سکتی کہ میں ٹھیک ہوں اگر ٹھیک ہوتی تو یہاں موجود نہ ہوتی ٹمپریچر تھا اس لیے یہاں آئی ہوں وہ مسکرائی وہ تینوں باتیں کرتے ہوئے اندرونی حصے کی طرف بڑھ گئے فہد انہیں لیڈز ڈاکٹر کے روم تک چھوڑ آیا ڈاکٹر بتول نے دلچسپی سے اسے دیکھا اور مسکرا دی ۔ چیک اپ کرنے کے بعد میڈیسن پرچی پر لکھ کر وہ عفان سے مخاطب ہوئی جو بڑی محویت سے پاکیزہ کو دیکھ رہا تھا ۔۔ارے آپ پریشان تو ایسے ہیں جیسے آپ کی وائف پریگنٹ ہے وہ مسکرائی آپ کی وائف کو تھوڑا سا ٹمپریچر ہے سردی کی وجہ سے تھوڑی سی احتیاط کریں اس کی بات سن کو پاکیزہ شرم سے سرخ پڑ گئی جبکہ عفان کھل کر مسکرایا تھینکیو ڈاکٹر۔ یو ویلکم میں نے میڈیسن لکھ دی ہے یہ کھانے سے وہ ٹھیک ہو جائے گی ڈاکٹر بتول نے کہا اور وہ دونوں کمرے سے باہر نکل آئے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

پاکیزہ کو فریش کرنے کے لیے وہ ساحل سمندر پر لے آیا وہاں کافی ٹائم گزارنے کے بعد وہ لوگ ریسٹورنٹ چلے آئے پاکیزہ جانے کیوں چپ چپ تھی عفان نے اس کی خاموشی نوٹ کی پاکیزہ کو زبردستی ڈنر کروا کے میڈیسن دے دی مسکان کو میسج کر دیا کہ کھانے پر ان کا انتظار نہ کیا جائے ڈنر کے بعد پاکیزہ نے واپس چلنے کو کہا عفان مان گیا وہاں سے نکلتے نکلتے بھی دس بج گئے تھے آگے آئے تو ٹریفک جام تھی ساڑھے گیارہ وہی بج گئے اللہ اللہ کر کے ٹریفک کھلی پاکیزہ کو بخار نے پھر لپیٹ میں لینا شروع کر دیا عفان بار بار اس کی پیشانی پہ ہاتھ لگا لگا کر چیک کر رہا تھا۔

گاڑی ہوٹل کے قریب ہی تھی کہ عفان کو سامنے روڑ پر کسی لاش کا گمان ہوا گاڑی کی ہیڈ لائٹس آن کی تو واقعہ سامنے سڑک پر کوئی بوسیدہ چادر تانے کوئی تھا عفان نے ایک دم بریک لگایا کیا ہوا پاکیزہ نے کہا۔ پتہ نہیں شاید کوئی سڑک پہ لیٹا ہوا ہے یا کسی کا ایکسیڈنٹ ہوا ہے میں دیکھتا ہوں تم باہر مت نکلنا عفان نے سنسان سڑک پہ ادھر اُدھر دیکھا اور پاکیزہ کو تسلی دے کر باہر نکل آیا۔ عفی باہر مت جاؤ کیا پتہ کوئی فراڈی ہو پاکیزہ نے اس کا ہاتھ پکڑ کر روکتے ہوئے کہا۔۔ کچھ نہیں ہوتا مجھے لگتا ہے کوئی درویش ہوگا تم ٹینشن نہ لو میں دیکھتا ہوں ۔عفان نے اس کا ہاتھ تھپتھپاتے ہوئے کہا اور باہر نکل آیا پاس جا کہ وہ اس کے قریب بیٹھ کے چادر ہٹائی وہ کوئی آدمی تھا وہ کوئی آدمی تھا پکی عمر کا عفان کو دیکھا کر وہ مسکرایا اور کیسے ہو ڈئیر وہ شخص بولا ۔۔ یہ کون سی جگہ ہے لیٹنے کی عفان کو اسے یوں مسکراتے ہوئے دیکھ کر غصہ آیا اس سے پہلے کہ وہ کچھ اور کہتا عفان کو اپنے سر میں کسی نوکیلی چیز کا احساس ہوا ساتھ ہی اسے پاکیزہ کی چیخ سنائی دی وہ ایک دم مڑا لیکن اس کے پیچھے ایک اور آدمی بندوق تانے کھڑا تھا ۔۔کون ہو تم لوگ اور کیا چاہتے ہو عفان پاکیزہ کو دیکھ کر اس کی طرف بڑھا لیکن ساتھ کھڑے بندوق والے نے اس کی کوشش ناکام بنا دی تو عفان سے بولا بہت تکلیف ہو رہی ہے بیوی کو تکلیف میں دیکھ کر وہ شخص قہقہہ لگا کر بولا۔۔۔

دیکھو تم لوگوں کو جو لینا ہے لے لو لیکن ہمیں جانے دو عفان نے پاکیزہ کو اس شخص کے شکنجے میں دیکھ کر کہا ایسے تو نہیں جانے دیں گے یار پہلے جانے دیتے مگر اب نہیں جانے دیں گے لمبے بالوں والا جو شاید اس گروہ کا باس تھا بولا۔۔کیا مطلب عفان نے اسے دیکھا اور بولا۔دیکھو تیری قیمتی گاڑی کے ساتھ ساتھ ہم تیری خوبصورت بیوی کو ایسے تو نہیں نہ جانے دیں گے کیوں فیلے۔اس نے دوسرے آدمی کو آنکھ دبا کر کمینگی دیکھاتے ہوئے کہا۔

زیادہ بکواس کی ضرورت نہیں ہے گاڑی لینی ہے تو لو اور جاؤ ورنہ عفان غصے سے بولا۔۔

ارے غصہ کیوں ہوتا ہے اتنی ساری راتیں اس خوبصورت بیوی کے ساتھ منا چکا ہے اب ایک رات ہمارے نام کرنے سے تیرا کیا جائے گا کیوں بے بی سمجھا نا اپنے شوہر کو ایسے ہی بھڑک رہا ہے نہیں خون خرابہ تو نہیں چاہتا وہ شخص پہلے عفان کو پاکیزہ کو ٹکٹکی دیکھتے ہوئے بولا۔۔کمینے بکواس بند کر ہاتھ مت لگا ورنہ تیرے ہاتھ توڑ دوں گا عفان نے اپنے آپ کو چھڑاتے ہوئے چیختے ہوئے کہا۔عفان نے مشکل سے اپنے آپ کو چھڑاتے ہوئے اپنے پاس کھڑے ہوئے دو غنڈوں کی اچھی خاصی درگت بنا دی وہ شاید انہیں جان سے مار ڈالتا ۔۔ابے رک جا نہیں تو تیری محبوبہ کو گولی مار دوں گا باس جس نے پاکیزہ کو پکڑ رکھا تھا پاکیزہ کی کنپٹی پہ پسٹل رکھ کر بولا تو عفان نے مڑ کر دیکھا اور آگے بڑھنے لگا۔۔ابے رک آگے مت بڑھ ورنہ گولی مار دوں گا باس چیختا ہوا اور عفان سنے بغیر ہی آگے بڑھتا گیا۔اس سے پہلے کہ وہ پاکیزہ پر گولی چلاتا عفان نے دور سے ہی پاکیزہ پر چھلانگ لگا کر پاکیزہ کو لیتا ہوا گاڑی کے بونٹ پر جا گرا اور جو گولی پاکیزہ کے سینے پر لگنی تھی عفان کے بازو پر جا لگی اس سے پہلے کہ وہ دوسری گولی چلاتا دور سے آتی ہوئی پولیس کی موبائل کی آواز سن کر بوکھلا گیا اس سے پہلے کہ وہ بھاگتا عفان نے نیچے پڑے دو بے ہوش آدمیوں سے پسٹل لے کر اس شخص پر چلا دیا جو بھاگتے ہوئے اس کی ٹانگ پر لگی وہ نیچے گرا اور موبائل پولیس قریب آ کر رکی عفان چکراتے ہوئے گھٹنوں کے بل گرا سن سی کھڑی پاکیزہ میں جیسے جان سی آ گئی ہو وہ چیختی ہوئی عفان تک پہنچی گاڑی سے نکلتے ہوئے میں نے یہ منظر دیکھا خبردار کوئی بھی اپنی جگہ سے نہ ہلے پھر انہوں نے تینوں غنڈوں کو پکڑ کر گاڑی میں بٹھایا عفان چلتا ہوا روتی بلکتی پاکیزہ تک پہنچا پھر وہی آدمی عفان کو سہارا دے کر گاڑی تک لائے عفان کو پچھلی سیٹ پر بٹھا کر پاکیزہ کو اس کی جھولی میں لٹایا اور خود اگلی ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی ہاسپٹل لے چلو جلدی خون کافی بہہ چکا ہے۔

پلیز آپ اپنا دوپٹہ ہی ان کے بازو پر باندھ دیں خون تو رک جائے گا وہ آدمی پاکیزہ سے مخاطب ہوا جو بخار سے سرخ آنکھیں اور چہرہ لیے رونے میں مگن تھی۔

آپ اتنی رات کو یہاں پر کیا کر رہے تھے آپ کو پتہ نہیں کہ یہاں کے حالات ٹھیک نہیں ہیں پھر اتنی رات کو باہر آنے کا کیا مقصد۔ان آدمی نے پیچھے مڑ کر پاکیزہ کو بولا۔جواباً۔پاکیزہ نے اسے سب کچھ بتایا۔عفی پلیز آنکھیں کھولو مجھے ڈر لگ رہا ہے پلیز آنکھیں کھولو پاکیزہ نے روتے ہوئے عفان کے چہرے پر اپنا ہاتھ پھیرا اور کہا جواباً غنودگی میں۔جاتے ہوئے عفان نے اس کا ہاتھ چوم لیا اور آنکھیں کھول دیں اور کہا میں ٹھیک ہوں تم رو نہیں پلیز عفان نے بے چارگی سے مسکرانے کی کوشش کی اور وہ بے اختیار روتے ہوئے اس کے سینے سے لگ گئی۔

ڈریسنگ بورڈ پہ پڑا پاکیزہ کا موبائل بج رہا تھا

اس آدمی نے موبائل اٹھا کر پاکیزہ کو تھماتے ہوئے
کہا شاید آپ کو فون بج رہا ہے۔ پاکیزہ نے دیکھا تو
مسکان کی کال تھی اس نے کال ریس کی اور مسکان کو
ساری صورت حال بتا دی اس کو ہاسپٹل پہنچنے کا کہا
اور گھر بتانے کا منع کیا اور کال کاٹ دی ہاسپٹل پہنچ
کر عفان کو فوری ایمرجنسی لے جایا گیا وہ آدمی
پاکیزہ کے ساتھ ساتھ رہا آپریشن کے بعد ڈاکٹر نے
سب ٹھیک ہے کا سگنل دیا صبح ٹائم کے قریب ڈاکٹر
کے پاکیزہ کو بلایا اور بتایا کہ مسلسل غنودگی میں
مریض پاکیزہ کو پکارتا رہا ہے اور بارہ بجے تک وہ
ہوش میں آجائے گا تک تک وہ آدمی بھی ادھر ہی رہا
ہوش میں آنے کے بعد وہ ساری صورت حال پوچھ
کر چلا گیا رات تک عفان کو پاکیزہ سے بات کرنے
کا موقع نہ مل پایا رات کو عفان کے پاس رہنے کا
مسئلہ ہوا تو ڈاکٹر نے کہا صرف ایک بندہ ہی رک
سکتا ہے تو پاکیزہ نے حامی بھر لی جب وہ آدمی واپس
جانے لگا تو ساتھ میں مسکان لوگوں کو بھی ڈراپ
کرنے کی آفر کر دی حالات کے پیش نظر وہ لوگ
اس آدمی کے ساتھ ہوسٹل چلی گئی ویسے بھی اس آدمی
کو یہ لوگ بہت اچھے لگے تھے خاص کر پاکیزہ تو
اسے اپنی اپنی سی لگی رات کو کافی دیر تک ڈاکٹر فہد اور
عفان پاکیزہ اکٹھے بیٹھے رہے پھر بارہ بجے جب
عفان کی ڈرپ ختم ہوئی تو ڈاکٹر فہد نے آرام کا کہا
اور چلا گیا پھر سب کے جاتے ہی عفان نے پاکیزہ
کو دیکھا تو رو رو کر اس نے اپنی آنکھیں سجا لی تھی
عفان ششدر رہ گیا اسے یقین نہیں تھا کہ پاکیزہ
اسے اتنی جلدی اپنا لے گی۔

تم نے آج میری جان نکال دی تھی عفی تم نہیں
جانتے میں نے تمہارے لیے رو رو کر کتنی دعائیں کی
اگر تمہیں کچھ ہو جاتا تو میں مر جاتی عفی۔ وہ روتے
ہوئے اسے بچی سی لگ رہی تھی۔۔۔۔۔جب تک
میں ہوں تمہیں کچھ نہیں ہونے دوں گا کبھی۔ عفان کو
اس کے اظہار کا طریقہ اچھا لگا۔ ساری رات وہ
دونوں باتیں کرتے رہے عفان کو بہت نیند آرہی تھی
اسے انجکشن بھی نیند کے ہی لگے تھے لیکن اسے
پاکیزہ سے باتیں کر کے اچھا لگ رہا تھا یہ الگ بات
تھی کہ کوئی غلط بھی حرکت ان دونوں نے نہیں کی
تھی صبح کے قریب پاکیزہ سو چکی تھی لیکن عفان نے
ساری رات اسے دیکھنے میں ہی گزار دی۔ ہاں
ساری رات اسے دیکھ دیکھ کر بھی اس کی نظر نہیں
بھری تھی۔۔۔پھر اگلے دن ڈاکٹر نے عفان کو
ڈسچارج کر آرڈر دے دیا تھا پاکیزہ نے سائیڈ پہ جا
کر ذیشان کو کال کر کے ایمرجنسی آنے کا کہہ کر اور
گھر میں کسی کو نہ بتائیں کہا شام تک ذیشان اس کے
پاس تھا اور سب سے زیادہ پاکیزہ کو ڈانٹا کہ اس نے
کسی کو بتایا کیوں نہ تھا عفان کو ڈسچارج کروا کے
ہاسپٹل کی ساری پےمنٹ کر کے وہ لوگ وہ لوگ
مزید دو دن اور رکے اور شاپنگ وغیرہ کر کے وہ
واپس لوٹ آئے۔۔۔۔۔۔ پھر یونہی دن گزرتے
رہے مثال نوال اور مسکان کی پڑھائی ختم ہوتے ہی
ان کی شادی کی ڈیٹ رکھ دی گئی پاکیزہ نے آگے
ایڈمیشن لینے کا سوچا مگر وشواس عظیم نے یہ کہہ کر
انکار کر دیا کہ پاکیزہ کا رشتہ میرا دوست مانگ رہا
ہے اپنے بیٹے کے لیے جس کی رہائش انگلینڈ
میں ہے شادی کے بعد پاکیزہ کو بھی ساتھ ہی لے
جائے گا ہمیشہ کے لیے۔۔۔اس لیے سب کے ساتھ
پاکیزہ کو بھی رخصت کر دیا جائے گا جس نے بھی سنا
وشواس عظیم سے لڑا لیکن پاکیزہ تو گم سم سی ہو گئی خالی
خالی نظروں سے سب کو دیکھتی عفان نے اسے یقین
دلایا کہ وہ اسے کہیں نہیں جانے دے گا وہ صرف
اس کی ہے ذیشان بھی باپ سے کافی لڑا لیکن
وشواس عظیم تو ٹس سے مس نہ ہو رہے تھے عفان نے
بھی بڑے پاپا الیاس عظیم سے اور ماما لائبہ سے چاچو
سے پاکیزہ کے لیے بات کرنے کو کہا ان دونوں نے

وشواس عظیم کے آگے پاکیزہ کے لیے ہاتھ پھیلایا لیکن انہوں نے صاف انکار کر دیا یہ کہہ کر اسے وہی دینا ہے جہاں اس کا دوست کہہ رہا ہے اپنی نظروں سے دور وقاص چاچا اور تانیہ چاچی نے بھی بہت سمجھایا لیکن وہ نہ مانے آخر ذیشان کچھ سوچ کر چپ ہو گیا۔

یار کل تیری مہندی ہے تو آفس میں کیا کر رہا ہے ارمان اور عفان نے آفس میں داخل ہوتے ہوئے ذیشان سے کہا جو جانے کن سوچوں میں گم تھا ذیشان نے چونک کر ان دونوں کو دیکھا۔۔ کوئی پریشانی ہے ارمان نے ذیشان نے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔۔ ہاں یار پاکیزہ کے لیے پریشان ہوں جانے وہ لوگ کیسے ہیں پاپا پتہ نہیں کیوں ایسا کر رہے ہیں مجھے کچھ سمجھ نہیں آرہا ذیشان اٹھ کر اپنی پیشانی مسلتے ہوئے بولا اور پھر رک کر عفان کو دیکھنے لگا جو اپنی ہی سوچوں میں گم تھا سرخ ہوتی ہوئی آنکھیں دیکھ کر لگتا تھا کہ کئی دنوں سے نہیں سویا عفی میرے یار ایک بات مانے گا تو ذیشان عفان کے پاس گھٹنے ٹیک کر بیٹھتے ہوئے بولا عفی تو تو میری گڑیا سے پیار کرتا ہے پلیز عفی تم اس سے شادی کر لو ورنہ میرا باپ اسے دوران درندوں کے حوالے کر دے گا پلیز عفی پلیز ذیشان نے تڑپتے ہوئے التجائیہ نظروں سے عفان کو دیکھتے ہوئے کہا۔۔۔ عفان نے تڑپ کر اسے دیکھا۔۔۔ شانی تو جانتا ہے میں نے تیرے کہنے پہ ہی ماما پاپا کو کہا تھا کہ انہوں نے چاچو سے بات بھی کی مگر چاچو کچھ بھی ماننے کو تیار نہیں ہیں پھر تم بتاؤ میں کیا کروں عفان نے اس کا ہاتھ تھامتے ہوئے کہا۔

عفی تو ایک کام کر تو پاکیزہ سے نکاح کر لے چھپ کے بلکہ میں خود کرواؤں گا تب تو پاپا کچھ نہیں کر پائیں گے ذیشان تیزی سے بولا۔۔ ذیشان تم کیا کہہ رہے ہو تمہیں پتہ ہے کتنی مصیبت آئے گی ارمان نے اس کے کندھے پہ ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

میں صحیح کہہ رہا ہوں یار بعد میں جو ہوگا میں دیکھ لوں گا بس تم ایک بار ہاں کر دو ورنہ۔۔ کیا ورنہ ورنہ تو پاکیزہ کو کھو دے گا ذیشان نے اس کے ہاتھ پہ ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

او کے میں تیار ہوں کب کرنا ہے نکاح عفان تیزی سے بولا۔۔ وعفان تو ایک بار سوچ لے میرے بھائی ارمان نے عفان کو کہا۔ نہیں ارمان میں پاکیزہ کو نہیں کھو سکتا میں یہ سب کرنے کو تیار ہوں عفان نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

ٹھیک ہے یار میں تیرے ساتھ ہوں لیکن یہ کام راز داری سے ہونا چاہئے ارمان نے کہا اور ذیشان نے اثبات میں سر ہلا دیا۔۔ اور پھر ذیشان نے پاکیزہ کو کیسے منایا یہ بعد کی بات ہے پھر اسی شام تین گواہوں کی موجودگی میں مسکان۔ ذیشان۔ اور ارمان کی موجودگی میں وہ دونوں ایک پیار سے بندھن میں بندھ گئے۔

آج تمہارے سسرال والے منگنی کی رسم کرنا چاہ رہے ہیں تم شام تک تیار رہنا اگلی صبح ناشتے کی میز پر سب کی موجودگی میں وشواس عظیم نے پاکیزہ سے کہا۔۔ پاکیزہ نے اپنے بھائی کی طرف دیکھا ذیشان نے اسے آنکھوں ہی سے چپ رہنے کا اشارہ کیا۔

شام جب وشواس عظیم نے اسے ڈرائیور کے ہمراہ پارلر جانے کو کہا تو اس کی جگہ ذیشان بول اٹھا۔۔ یہ کہیں نہیں جائے گی پاپا۔ او کے نہ جائے گھر میں ہی تیار ہو جائے مغرب تک وہ لوگ آجائیں گے وشواس عظیم نے بیٹے کی بات کا کوئی رسپانس نہیں لیا اور اپنی سنا دی۔ پاپا آپ اپنے دوست کو انکار کر دیں ذیشان بولا۔۔ کیوں کوئی وجہ انکار کی وہ بولے۔۔ پاپا پاکیزہ وہاں شادی کے لیے راضی

نہیں ہے۔ ذیشان دوبارہ بولا تو پاکیزہ سمیت سب نے چونک کر اسے دیکھا کیوں پاکیزہ ذیشان ٹھیک کہہ رہا ہے۔ وشواس عظیم عین اس کے سامنے جا کر اس کی آنکھوں میں دیکھ کر بولے۔ جی۔ پاپا۔۔ وہ ہکلائی۔۔ مجھے صرف ہاں یا نہ چاہیے، وہ ہاتھ اٹھا کر بولے۔۔ جی پاپا وہ بولی وجہ معلوم کر سکتا ہوں وہ پھر بولے۔۔ میں وجہ بتاتا ہوں پاپا۔ پاکیزہ آل ریڈی کسی کے نکاح میں ہے۔۔۔۔ ذیشان بولا تو لاؤنج میں سب کو جیسے سانپ سونگ گیا ہو۔ واٹ کیا بکواس ہے یہ۔۔ وہ دھاڑے۔۔ یہ بکواس نہیں حقیقت ہے۔۔ پاپا۔ ذیشان بولا۔ کون ہے وہ کمینہ جس کے ساتھ گلچھڑے اڑا رہی ہو۔ وہ مڑے اور پاکیزہ کو ایک جھٹکے سے بازو سے پکڑ کر بولے۔ تو وہ زور سے سسکی۔ میں ہوں وہ کمینہ عفان کو بڑی دیر سے یہ ساری کاروائی دیکھ رہا تھا ایک دم اٹھ کر وشواس عظیم کے سامنے آ گیا آگے بڑھ کر اس نے چاچو کے ہاتھ سے پاکیزہ کو چھڑایا اور اپنے ساتھ لگا لیا آپ یہی چاہتے تھے۔ نہ کہ پاکیزہ آپ کی نظروں سے دور چلی جائے اور اس سے شادی کرنے والا جائیداد کا مطالبہ بھی نہ کرے تو میں لعنت بھیجتا ہوں ایسی جائیداد پر اور آپ کی بیٹی کو لے جاؤں گا اتنی دور کے آپ ترس جائیں گے اس کی شکل دیکھنے کو اور کبھی بھی آپ کو دیکھنے نہیں دوں گا اور ہاں یہ اب میری بیوی ہے اسے سوچ سمجھ کر ہاتھ لگایئے گا پہلے میں آپ کو بڑا سمجھ کر برداشت کرتا رہا اور لیکن میں اب پاکیزہ کے معاملے میں کوئی زیادتی برداشت نہیں کروں گا سمجھے آپ مسکان پاکیزہ کو اس کے روم میں چھوڑ آؤ وہ وشواس عظیم کو کہہ کر مڑا اور مسکان کو کہہ کر لمبے لمبے ڈھنگ بھرتے ہوئے باہر نکل گیا عفان کو یقین تھا کہ ماما۔ پاپا سب اس سے ناراض ہوں گے لیکن جب پاپا نے اسے بلا کر گلے لگایا تو وہ حیران رہ گیا۔۔ ہمیں یقین تھا تم اس بچی کو بچالو گے بیٹا۔ وہ فخر سے بولے پاپا یہ سب میرا کمال نہیں ہے ذیشان بھائی کا کیا دھرا ہے عفان نے کہا تو سارے حیرت سے ذیشان کو دیکھنے لگے۔

بیٹا میں چاہتا ہوں کہ تم شادی کے بعد پاکیزہ کو لے کر اسلام آباد شفٹ ہو جاؤ وہاں اپنا بزنس ہے گھر ہے تم وہی سنبھال لو پھر جب ملنا ملانا ہوا تو ہم سب خود جا کر پاکیزہ کو مل آیا کریں گے کیوں ثانیہ۔ الیاس عظیم پہلے عفان سے پھر ثانیہ سے بولے جو چپ چاپ بیٹھی تھی وہ اٹھی اور بیٹے کو گلے لگا لیا اور بولی۔

تم نے میری بیٹی کو بچا کر مجھ پہ بہت بڑا احسان کر دیا ہے ورنہ وشواس نے اسے مارنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی تھی وہ لڑکا جس سے پاکیزہ کی شادی کر رہے تھے وہ پہلے سے ہی شادی شدہ ہے۔ تھینکیو بیٹا تھینکیو ویری مچ۔ وہ جذب کے عالم میں بولی۔۔۔۔۔۔۔ پھر ذیشان اور ارمان کے ولیمہ میں ہی وہ رخصت ہو گئی جاتے جاتے وہ کتنا پھوٹ پھوٹ کر روئی تھی وہاں موجود سب ہی رو دیئے سوائے وشواس کے۔۔ اور شادی کی پہلی رات جس کی ہر لڑکی کو خواہش ہوتی ہے ہر لڑکی کا ارمان ہوتا ہے وہ پاکیزہ کے بہت بھاری ثابت ہوئی۔۔

گھر والوں سے پہلی بار جدا ہوئی تو پوری رات رو رو کر عفان کے بازوؤں میں ٹوٹ کر بکھرتی رہی اور عفان اسے پوری رات سمیٹنے میں مصروف رہا وہ رات دونوں کے لیے قیامت سے کم نہ تھی اور صبح ہوتے ہی عفان نے اس کے آنسو پونچھ کر کہا کہ وہ آج کے بعد اس کی آنکھ میں آنسو نہ دیکھے اور نہ ہی دیکھ سکتا ہے اور آنے والے دنوں میں عفان نے اس کو اتنی محبت دی اتنی محبت دی کہ وہ اپنے ہر غم بھول گئی حتیٰ کے اپنے گھر والوں کو بھی اور اگر بھولے سے کبھی یاد آتی تو عفان اس کی گھر میں بات کروا دیتا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

صبح سے لیکر شام تک وہ پور پور عفان کی محبت میں ڈوبی رہتی رات ساری عفان کی شوخیاں کم ہونے کا نام نہ لیتی اور صبح ہوتی تو عفان کی آنکھ کھلتی تو وہ کہتا کہ اٹھ جاؤ مجھے دیر ہو رہی ہے آفس سے۔۔ ہاں نہ مجھے سونے دو اور پھر آنکھوں بند کر لیتی ہے۔۔ او کے سو جاؤ میں بھی سو جاتا ہوں وہ اسے تنگ کرتا اسے ستاتا اور وہ جلدی سے اٹھ جاتی اور اسے بھی واش روم میں دھکیلتی اور خود اس کے فریش ہونے تک اس کی چیزیں اس کے اٹیچی میں رکھتی بستر جھاڑ کے سیٹ کرتی۔ وہ فریش ہو کر نکلتا اور بال پونچھ کر بال بناتا اور وہ اس کی ٹائی باندھتی اور اسے ناشتہ کروا کے گاڑی تک چھوڑنے جاتی۔

لنچ وہ ہمیشہ پاکیزہ کے ساتھ ہی کرنے کو وہ گھر آتا اور گھنٹہ ڈیڑھ گزار کر چلا جاتا اور واپسی شام چھ یا ساتھ بجے ہوتی روزانہ کی یہی روٹین تھی دونوں کی اور دونوں ہی خوش تھے پھر انہی دنوں پاکیزہ کو ماں بننے کی نوید ملی۔۔ عفان تو دن میں کئی بار گھر آتا اور اس کو گلے لگا کر خوشی کا اظہار کرتا پاکیزہ کو اس نے پکا بستر کا ہی کر دیا گھر کا سارا کام ماسی کرتی اور کھانا بنانے کے لیے بھی ایک خانساماں رکھ لی انہیں دنوں وشواس عظیم کو چھوڑ کر باقی سب اس کو ملنے اور مبارکباد دینے آئے وہ سب کتنے دن اس کے پاس رہے اور وہ بہت خوش تھی یہ ان دنوں کی بات ہے جب اسے پریگننسی میں پانچواں ماہ تھا اسے وشواس عظیم کا ایکسیڈنٹ کی خبر ملی وہ تڑپ اٹھی اس موقعہ پر بھی اسے عفان نے سنبھال لیا ذیشان بھائی نے بتایا کہ مسلسل بے ہوشی میں وہ پاکیزہ کو یاد کرتے رہتے ہیں اور ہوش میں آ کر بھی سب سے پہلے پاکیزہ کو ہی یاد کیا کرتے ہیں یہ سب سنتے ہی عفان اس کی ساری پیکنگ کر کے اسے لیے لاہور پہنچ گیا۔ اور وہ باپ کو پلیٹوں میں جکڑے دیکھ کر تڑپ اٹھی اور وہ اسے دیکھ کر بے ساختہ رو دیئے اور وہ باپ کے سینے سے جا لگی۔ زندگی میں پہلی دفعہ باپ کے سینے سے لگی یہ منظر سب ہی دیکھ کر خوش تھے مگر قیامت تو تب آئی جب ڈاکٹر نے وشواس عظیم کی دونوں ٹانگیں ضائع ہونے کی خبر دی وشواس عظیم شرمندہ تھے وہ اپنی بیٹی سے بار بار معافی مانگ رہے تھے انہیں لگتا تھا انہیں اپنی بیٹی کی بد دعا لگی ہے پھر بہت سارے دن وہ ہاسپٹل گزار کر ڈسچارج ہو کر گھر آئے پاکیزہ نے عفان سے باپ کے پاس رہنے کی کچھ دن اور اجازت مانگی وہ مان گیا لیکن جاتے جاتے وہ اسے یاد کروا گیا کہ اسے بھی تمہاری ضرورت ہے پھر وہ چلا گیا۔ پاکیزہ اپنا آپ بھول کر باپ کے پیچھے پھرتی رہتی عفان دن میں بار بار کال کر کے اسے اپنا خیال رکھنے کا کہتا اور بتاتا کہ وہ اسے کتنا مس کرتا ہے وہ جلد آ جائے۔

عفان کو گئے ہوئے ایک مہینے سے زیادہ دن ہو گئے تھے ایک دن جب وہ اپنے روم میں روئی ہوئی تھی تو رات کو جانے کون سا پہر تھا اسے اپنے چہرے پر سرسراہٹ محسوس ہوئی تو وہ گہری نیند میں تھی پھر بھی اٹھی اور اسے اپنے اوپر عفان کو جھکے دیکھ کر وہ حیران ہو گئی اسے لگا جیسے وہ کوئی خواب دیکھ رہی ہو مگر جب اس نے آنکھیں کھول کر دیکھا تو۔

عفان آپ کب آئے وہ اٹھ بیٹھی۔ ابھی ابھی آیا ہوں کیوں آپ کو میرا آنا اچھا نہیں لگا عفان نے مسکراتے ہوئے کہا۔۔۔ میں نے کب کہا۔ بہت اچھا لگا بہت ہی اچھا کیوں آپ کو کوئی شک ہے۔۔ ہاں نہ شک ہے تم ملی جو نہیں ہو مجھے ابھی تک۔ وہ مسکرایا اور وہ کھلکھلائی۔۔

اگلی صبح جس نے بھی عفان کو دیکھا سب کو حیرت ہوئی کہ یہ کب آیا دو دن رہ کر عفان نے واپس پاکیزہ کو لے کر جانے کا کہا سب نے روکا لیکن وہ کام کا بہانہ بنا گیا وشواس عظیم نے معافی بھی مانگی اور کہا کہ اب وہی یہی رہے لیکن عفان نے کام

چھوڑ کر یہاں نہیں آ سکتا ہاں پاکیزہ کو وقتا فوقتا ملواتا رہے گا پھر دو دن رہ کر واپس اسلام آباد آ گئے رمضان کی آمد آمد تھی کہ ڈاکٹر نے پاکیزہ کو روزے رکھنے سے منع کر دیا رمضان کا دوسرا عشرہ تھا جب پاکیزہ کی طبیعت خراب ہونے لگی عفان زیادہ ٹائم اسے دیتا اور اس کی صحت کا خیال رکھتا مگر وہ جو کچھ کھاتی قے کر دیتی عفان پھر سے کھلانا شروع کر دیتا تھا ڈاکٹر نے اسے سفر کرنے سے منع کر دیا تھا اسے اٹھواں ماہ تھا چاند رات کو عفان نے اسے ڈھیروں ڈھیر شاپنگ کروائی سب کا خیال تھا کہ اس بار عید پاکیزہ کے ساتھ منائی جائے لیکن پاکیزہ نے گھر جانے کی ضد کی عفان پہلے تو نہ مانا مگر اس کا رونا سا منہ دیکھ کر مان گیا عید والے دن وہ لوگ عید نماز پڑھ کر وہاں سے نکلے چار پانچ گھنٹوں کے بعد وہ لوگ سب کے درمیان میں موجود تھے عید کے پہلے دن تو خوب گھوم پھر کے انجوائے کیا عفان تو پاکیزہ کو ڈھونڈنے میں ہی رہا رات کو کمرے میں جا کر اس کے ہاتھ لگی آج تو میں تمہیں نہیں چھوڑنے والا محترمہ گھر جا کر اپنے مجازی خدا کو بھول جاتی ہو عفان نے کہا۔۔

تمہیں پتہ ہے تم کتنی خوبصورت لگ رہی تھی آج تمہیں بتا تا بٹ تم ہاتھ ہی نہیں لگی ہو عفان نے اس کے سلکی بالوں کو کیچر سے آزاد کراتے ہوئے کہا جو کیچر سے آزاد ہوتے ہی اس کے شانوں کے آس پاس بکھر گئے تھے تو اب بتا دیں نہ وہ کھلکھلائی اب تو بتاؤں گا اسے بولا رات یونہی باتوں میں گزر گئی صبح جب اس کی آنکھ کھلی تو عفان اپنے بستر پہ نہیں تھا اسے رات کا پیٹ میں درد تھا مگر اب تو شدید ہوتا جا رہا تھا اس نے ادھر ادھر دیکھا واش روم کا دروازہ کھلا تھا عفان کمرے میں موجود نہ تھا اس نے ٹائم دیکھا دس بجنے والے تھے جب اس سے برداشت نہ ہوا تو عفان کو آوازیں دینے لگی جواب نہ پا کر اس نے سائیڈ ٹیبل پہ پڑا اپنا موبائل اٹھایا اور عفان کو میسج کرنے لگی آنکھوں کے آگے اندھیرا چھانے لگا عفی پلیز کہاں ہو تم پلیز آؤ یو ہیلپ می عفان پلیز جلدی آؤ سینڈ کر کے اس نے موبائل سائیڈ پہ پھینکا اور سر کو کبھی دائیں اور کبھی بائیں مارنے لگی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔

لاونج میں موجود سب میں عفان نے موبائل کی بل بجنے پر موبائل نکالا اور پاکیزہ کا میسج پڑھا تو اوپر کی طرف دوڑا ایکسکیوز می میں ابھی آیا اوپر جا کر پاکیزہ کا دیکھا جو سر تکیے کے کبھی دائیں اور کبھی بائیں مار رہی تھی۔۔۔ پاکیزہ جانوں کیا ہوا گھبرا کر اس پہ جھکا عفی میں ٹھیک نہیں ہوں ماما کو بلاؤ پلیز وہ روتے ہوئے بولی اور وہ اس کو دلاسہ دیتے ہوئے باہر کی طرف بھاگا لاونج میں بیٹھی ماما کو آوازیں دیتا ہوا پاکیزہ کی طرف بڑھا پاکیزہ کی حالت خطرناک حد تک خراب ہو چکی تھی وہ اٹھا ارمان کو گاڑی نکالنے کا کہہ کر اسے نیچے لے کر آیا اور گاڑی میں ڈالا ذیشان نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی۔۔ وہ سب ہسپتال میں جمع تھے پاکیزہ ایمرجنسی روم کے دروازے پہ تھے جب دروازہ کھلا ڈاکٹر باہر آیا عفان اور ذیشان دوڑ کر اس کے پہنچے۔

ڈاکٹر پاکیزہ کیسی ہے عفان جلدی سے بولا تم میں سے مریضہ کا شوہر کون ہے میں ڈاکٹر صاحب میں ہوں اس کا شوہر ہوں وہ ٹھیک تو ہے ناں۔ دیکھیے مسٹر ساری رات آپ کی وائف تکلیف میں تھی اور آپ کو پتہ بھی نہیں چلا ڈاکٹر بولا۔۔

اس نے تو مجھے نہیں بتایا میں سچ کہہ رہا ہوں ڈاکٹر عفان بولا۔۔۔ دیکھیے مسٹر عفان آپ کی بیوی کی جان خطرے میں ہے ہم کسی ایک کو بچا سکتے ہیں ماں یا بچہ۔ پلیز آپ یہاں سائن کر دیں ڈاکٹر بولا تو عفان خالی نظروں سے ڈاکٹر کو دیکھنے لگا پھر جیسے ہی ہوش میں آیا مجھے میری بیوی چاہیے ڈاکٹر میری

پاکیزہ میری بیوی کو کچھ نہیں ہونا چاہئے ڈاکٹر وہ نرس کے ہاتھ سے کاغذات لے کر جھٹ سے سائن کرنے لگا ڈاکٹر نے اس کے کندھے پہ ہاتھ رکھ کر تسلی دی اور پھر ایمر جنسی روم میں چلا گیا وہ دیوار سے لگ کے خالی خالی نظروں سے سب کو دیکھنے لگا کچھ نہیں ہوتا اسے یار تو ٹینشن مت لے ذیشان نے اس کو حوصلہ دیا آا ادھے گھنٹے بعد ڈاکٹر کی دوبارہ انٹری ہوئی مسٹر عفان دیکھئے میری بات بات سمجھنے کی کوشش کریں بچے کے بچنے کے چانس زیادہ ہیں اور ماں کے کم آپ کو اپنا فیصلہ بدلنا ہوگا نہیں ڈاکٹر کچھ بھی ہو میری بیوی کو کچھ نہیں ہونا چاہئے وہ چیخا ----

دیکھئے مسٹر عفان بچے کے چانس نوے فیصد جبکہ ماں کے دس فیصد بھی نہیں ہیں ہم آپ کے بچے کی جان نہیں لے سکتے پلیز آپ سمجھائیے انہیں ڈاکٹر نے عفان کو سمجھانے کے بعد الیاس عظیم کی طرف مڑے ۔۔دیکھو بیٹا ڈاکٹر صاحب جو کہہ رہے ہیں انہیں کرنے دو کچھ نہیں ہوگا ہماری بیٹی کو الیاس اپنے بیٹے کو اپنے پاس بٹھاتے ہوئے بولے تو وہ بچوں کی طرح پھوٹ پھوٹ کر رو دیا۔

وہاں پر بیٹھے ہوئے ہر آنکھ اشکبار تھی۔

کچھ دیر میں نرس بار ہر آئی یہ مبارک ہو آپ سب کو سر آپ کے گھر بیٹا پیدا ہوا ہے۔ جو اس کی گود میں گلابی کمبل میں لپیٹا ہوا وہ گلابی وجود جو دنیا میں آتے ہی رو رو کر اپنی موجودگی کا احساس دلا رہا تھا عفان دوڑ کر ڈاکٹر کے پاس پہنچا ڈاکٹر نے عفان کے کندھے پہ ہاتھ رکھ کر مبارک دی اور کہا کہ مجھے لگتا ہے آپ اپنی بیوی سے بہت پیار کرتے ہیں اور مجھے یہ بھی لگتا ہے کہ آپ کی محبت ہی آپ کی وائف کو واپس دنیا میں کھینچ لائی ہے آپ کو بہت بہت مبارک ہو عفان اس بچے کی وجہ سے ہی ماں سانسیں اکھڑ رہی تھیں جیسے ہی یہ بچہ پیدا ہوا ہے ماں کی سانسیں بحال ہو گئیں ورنہ ہم ناامید ہو چکے تھے ۔۔کانگراچولیشن ینگ مین ۔ڈاکٹر نے اسے گلے لگاتے ہوئے کہا ڈاکٹر میں اسے مل سکتا ہوں عفان نے جلدی سے کہا۔نہیں بیٹا ابھی وہ ایمر جنسی میں ہیں دوسرے روم میں داخل کریں گے تو مل لیجئے گا ۔یہ کہہ کر ڈاکٹر چلا گیا وہ بچے کی طرف چلا آیا گلابی کمبل میں لپٹے اس بچے کو دیکھا اور ماں کی گود سے لیتے ہوئے وہ بے اختیار ہو کر اسے چومنے لگا۔۔

میری پاکیزہ کی نشانی ہے یہ میرے پیار کی نشانی بلکہ ہمارے پیار کی نشانی ہے یہ وہ اسے پیار کرنے لگا تو سب مسکرا دیئے

پاکیزہ کے ہوش میں آتے ہی وہ اس کے پاس گیا اور اسے تم جانتی ہو میں تمہیں کتنا چاہتا ہوں پھر بھی تم مجھے چھوڑ کر جا رہی تھی وہ اسے خود میں بھلتے ہوئے بولا ۔گئی تو نہیں ناں چھوڑ کے وہ مسکرائی ایسا سوچنا بھی مت کمرے میں سب کے آنے تک وہ آکر سائیڈ پہ بیٹھ گیا۔

پھر سب سے مبار سمیٹتے سمیٹتے رات کا سماں بندھنے لگا دو دن بعد وہ ڈسچارج ہو کر گھر آتی ہے دو ہفتے اس کے پاس رہنے سے عفان واپس اسلام آباد چلا گیا پھر جب وہ نہائی تو گھر میں سب نے کہا کہ ایک چھوٹی سی پارٹی کی جائے پھر جس روز ایان عفان کا بیٹا کا عقیقہ تھا تب عفان اور آیا اور عقیقے کے فورا بعد دونوں کو لے کر اسلام آباد چلا گیا اب ان دونوں کے درمیان اک تیسرا بھی آموجود ہوا وہ دونوں مل کر پاکیزہ کو بہت تنگ کرتے تھے ایان راتوں کو گلا پھاڑ کر روتا تو وہ اس ڈر سے کہ کہیں عفان کی آنکھ نہ کھل جائے اسے دوسرے روم میں لے آتی ہے اور وہاں اسے سلانے کی کوشش کرتی ہے اور وہاں جب عفان کی آنکھ کھلتی ہے تو وہ دونوں ماں بیٹے کو نہ پا کر ان کے پیچھے پہنچ جاتا ہے وہ ایان

کوسلا کر بیڈ پہ ڈالتی ہے تو صبح جب اس کی آنکھ کھلتی ہے تو عفان کو تیار ہوتا دیکھ کر اٹھ جاتی ہے وہ اسے زبردستی لٹا دیتا ہے کہ تم سو جاؤ رات بھر جاگتی ہو میں آفس میں ناشتہ کر لوں گا وہ منع بھی کرتی ہے لیکن وہ ٹس سے مس نہ ہوتا وہ آفس چلا جاتا ہے اور کبھی کبھی اسے لگتا ہے وہ سارا ٹائم بیٹے کو ہی دیتی ہے اور وہ اسے متوجہ کرنے کے نت نئے طریقے ڈھونڈتا ہے کبھی سبزی کی چھری اٹھا کر سبزی کاٹنے لگتا وہ اسے منع کرتی تو اپنا ہاتھ کٹوا لیتا وہ فوراً ایان کو چھوڑ کر اس کی طرف بھاگتی ہے چھری لے کر دور پھینکتی ہے اور غصہ ہوتی ہے منع کیا تھا نہ کہ مت کرو پھر ہاتھ کٹوا لیا اور وہ ہنسنے لگتا ہے۔

مجھے تو کچھ نہیں ہوا وہ اسے مارنے دوڑتی ہے کہ مجھے بے وقوف بنایا بچہ ماں باپ کو آگے پیچھے دیکھ کر کھلکھلاتا ہے غرض کے وہ دونوں اپنی زندگی میں بہت خوش تھے۔۔قارئین کیسی لگی میری کہانی ضرور آگاہ کیجئے گا میں آپ کی آراء کی منتظر رہوں گی آپکی دعاؤں کی محتاج۔۔ ندا علی عباس۔۔

غزل

نظر جب اس سے ملتی ہے تو میں خود کو بھول جاتا ہوں۔بس ایسی دھڑکن دھڑکتی ہے میں دل کو بھول جاتا ہوں۔اسے ملنے سے پہلے میں بہت سجتا سنورتا ہوں۔میں اکثر کتابوں پر اس کا نام لکھتا ہوں مگر جب جان لکھتا ہوں تو لکھا بھول جاتا ہوں۔میں اکثر کہا کرتا تھا میں تم سے پیار کرتا ہوں مگر جب وہ یہ کہتا ہے میں دنیا بھول جاتا ہوں

غزل

کاغذ پہ نہیں لکھتے کچھ راز محبت کے
پل بھر میں بکھر جاتے ہیں سب راز محبت کے
اسے ٹوٹ کر چاہا تو ہم خود ہی بکھر گئے
میری زندگی ہے تو

ایسے بھی بدلتے ہیں انداز محبت کے
ساحل سے ذرا کہنا انہیں ساتھ ہی لے جائے
مجھے پھر سے سجانے ہیں کچھ خواب محبت کے

غزل

قدموں میں تھی زمیں سفر فاصلوں میں تھا
وہ تھا میرے قریب مگر راستوں میں تھا
ملنا تھا اتفاق بچھڑنا میرا نصیب تھا
وہ اتنا ہی دور ہو گیا جتنا قریب تھا
اسے دیکھنے کو ترستی رہ گئی آنکھیں
جس کے ہاتھوں کی لکیروں میں میرا نصیب تھا

نوید خان ڈاھا۔عافوال پاکپتن ایم فرحان کمالیہ۔

بچھڑے ہوئے لوگوں کی ہر بات رُلا دیتی ہے
ہم کو تو ہر جانے والی شام رُلا دیتی ہے
ویسے تو ہم دل کے بڑے مضبوط ہیں
پس کبھی کبھی کسی کی یاد رُلا دیتی ہے

✪ .... رئیس ساجد کاوش-شہر خان بیلہ

کاش میں بادشاہ ہوتا تو محبت کا قانون بنا دیتا
دو دل جدا کرنے والوں کو میں موت کی سزا سنا دیتا

✪ .... دانش عارف-راولپنڈی

تیری بے وفائی کا شکوہ کروں تو
میری محبت کی توہین ہو گی

✪ .... آفاق احمد کنڈی-ڈی آئی خان

آج تو ان کی یادوں میں ایسے کھوئے ہو فراز
جیسے تنہا کشتی کو سمندر میں شام ہو جائے

✪ .... حسن رضا-رکن

بچپن میں آسمان کو چھونے کا شوق تھا
جب قد بڑھا تو پیار زمینوں سے ہو گیا

✪ .... عاصم علی-گوجرانوالہ

سارا قصور تھا میرا سارا گناہ تھا میرا
جس دن سے دل لگایا تھا وہ دن برا ہی تھا میرا

.... رانا محمد عمر حیات-گوجرانوالہ

میں بے قصور ہوں

۔۔تحری۔اظہر سیف دکھی۔سکھیکی منڈی۔0341.0615145۔۔

شہزادہ بھائی۔السلام وعلیکم۔امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔
قارئین میں پھر ایک کاوش کے ساتھ حاضر ہوا ہوں امید ہے کہ سب قارئین میری حوصلہ افزائی کریں گے اور مجھے مزید لکھنے کا موقع ملے گا یہ کہانی جس پر مبنی ہے اور میں نے اس کا نام۔ میں بے قصور ہوں۔رکھا ہے میں اس کا لکھنے میں کہاں تک کامیاب ہوا ہوں یہ آپ ہی بتا سکتے ہیں باقی تمام قارئین کا شکر گزار ہوں جو میری تحریروں کو پسند کرتے ہیں۔
دارہ جواب عرض کی پالیسی کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں مقامات کے نام تبدیل کر دیئے ہیں تاکہ کسی کی دل شکنی نہ ہو اور مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی جس کا ادارہ یا رائٹر ذمہ دار نہیں ہوگا۔اس کہانی میں کیا کچھ ہے یہ تو آپ کو پڑھنے کے بعد ہی پتہ چلے گا۔

آج سرد راتوں کی تنہائی مجھے ناگن کی طرح ڈستی ہے اس کے ساتھ گزر رہے شب و روز جب بھی یاد آتے ہیں تو بے ساختہ آنکھیں چھلک پڑتی ہیں اور دل کی دنیا بہت اداس ہو جاتی ہے اور پھر یہ اداسی کئی راتوں تک مجھے سونے بھی نہیں دیتی اس کے ساتھ گزرا ہوا ایک ایک پل بھی رلاتا ہے اس کی باتیں آج بھی میرے کانوں میں سنائی دیتی ہیں ایسا لگتا ہے کہ وہ آج بھی میرے ساتھ ہے مگر یہ صرف میرا خیال ہے کیوں کہ اسے ایک مدت ہوگئی ہے مجھے چھوڑ کر گئے ہوئے۔

وہ بھی کیا دن تھے جب تم روز ملا کرتے تھے اب تیرے نہ ہونے کا احساس دلانے تیری یادیں آتی ہیں۔

سورج آج بھی نکلتا ہے اور ڈوب جاتا ہے ہوا ئیں اب بھی چلتی ہیں چاند اب بھی رات کو اپنا جوبن دکھاتا ہے سب کچھ وہی ہے ساری کائنات ویسی کی ویسی ہے ہوا کچھ بھی۔دوستو کچھ بھی نہیں بدلا ہوا کچھ بھی نہیں صرف بدلی ہے تو میرے دل کی دنیا پہلے میرے دل کی دنیا میں صرف تمہارا ہی بسیرا تھا لیکن اب میں نے اپنے دل میں صرف تیری یادوں کو ہی پال رکھا ہے۔

دوستو یوں تو میری زندگی میں کچھ تلخ مزاج ہیں لیکن میں آج کچھ بیتے دنوں کا ماتم لکھوں گا جو دن میں نے کسی کے ہوتے ہوئے ضائع کیے اس مقصد کے لیے میں نے اپنی ذات کو ریزہ ریزہ کر دیا تھا کبھی مجھے لگتا ہے کہ میری روح میں تیری اداسی اور تاریخی ہے میں اتنا اداس کیوں ہوں یہ تو آج تک میں نے جان ہی نہ سکا مگر ضرور معلوم ہے کہ صبا میرا پیار تھا صبا میری محبت تھی میرے جینے کا مقصد تھی یوں لگتا ہے کہ اس کے بغیر میں ایک پل بھی نہ جی پاؤں گا یہ ہمیشہ میرے ساتھ رہے گی میری زندگی میرا پیار بن کر مگر قدرت کو اور کچھ ہی منظور تھا مانتا وہی ہے جو انسان کی قسمت میں لکھا ہوتا ہے میرے ساتھ قدرت نے ایسا ہی کھیل کھیلا ہے۔

مجھ سے میرا پیار میری محبت چھین لی اور آج میں صرف اس کی یادوں کے سہارے جی رہا ہوں مجھے یقین ہے کہ وہ دوبارہ کبھی نہیں لوٹ کر آئے گی مگر پاگل دل آج بھی اس کی دیکھتا ہے۔

تیری یاد کے آتے ہی نکل پڑتے ہیں آنسو
یہ وہ برسات ہے جس کا کوئی موسم نہیں ہوتا

میں نے جس کو جان سے بڑھ کر چاہا پیار کیا وہ مجھے رسوا کر کے چلی گئی اور آج تک بھی پلٹ کر میری خبر تک نہ لی میں آج بھی اس صبا کی یادوں کے سہارے پھرتا ہوں میں صبا کو بھولنا چاہتا ہوں مگر نہ جانے کیوں اسے بھول نہیں پا رہا ہوں کیوں کہ اس کی یادیں مجھے تکلیف دیتی ہیں وہ مجھے بہت یاد آتی ہے مجھے اس صبا کے ساتھ بیتے ہوئے پل یاد آنے لگتے ہیں تو بے ساختہ میرا ماضی تیری آنکھوں کے سامنے گھومنے لگتا ہے۔

پھول تیرے تبسم کو کون جانے کہاں برسے
تیری صورت مقدر میں کہاں ہم تو تیری آرزو کو ترسے

دوستو مجھے آج بھی یاد ہے وہ مئی کا مہینہ جب میں اپنے گاؤں شہر سکھیکی منڈی کی زندگی سے اکتا گیا تھا شہر سیالکوٹ چلا گیا تھا تا کہ شہر سیالکوٹ کی رنگین زندگی میں کچھ سکون مل سکے کچھ دن ادھر اُدھر پھرنے کے بعد میں نے سوچا کہ کیوں نہ کسی فیکٹری میں چلا جاؤں میں فیکٹری میں چلا گیا جو کہ سیالکوٹ کے قریب تھی اس میں لڑکے اور لڑکیاں کام کرتے تھے میں نے سوچا کیوں نہ یہاں مصروفیات کا کوئی بہانہ بنایا جائے میں نے اس فیکٹری میں کام کرنا شروع کر دیا اور ایک مکان کرائے پر لے لیا کیوں کہ میں اپنے ماموں کے گھر رہنا نہیں چاہتا تھا۔

کرائے کے مکان میں بہت اچھے دن گزر رہے تھے میرے ساتھ بھی بہت سی لڑکیاں کام کرنے لگیں نوکری کے بعد میں بہت خوش ہو گیا کیوں کہ ایک تو میں تنہا رہنا پسند کرتا تھا اور دوسرا میں جو بھی چاہتا کرتا تھا تین ماہ کا عرصہ ہو چکا تھا ایک دن ایک بہت ہی پیاری خوبصورت لڑکی جاب کرنے آئی اس کا نام صبا تھا دن گزرتے رہے اور صبا مجھے اچھی لگنے لگی تھی میں اس کو دیکھتا رہا میرا دل اس کو اپنی منتظر دیکھنے کو ترس رہا تھا کبھی کبھی تو میں اس کو دیکھ رہا ہوتا تو صبا کی نظر بھی مجھ پر پڑ جاتی اور وہ صبا اپنی آنکھیں جھکا کر کام میں مصروف ہو جاتی۔

تقریباً دو ماہ یہ سلسلہ ہمارا چلتا رہا اب مجھ میں اور صبر کرنے کی ہمت نہ تھی میں بہت جلد اس کو دل کی بات بتانا چاہتا تھا لیکن اس کی صورت مجھے نظر نہ آئی مجھ میں وہ ہمت بھی نہ تھی کہ دل کی بات صبا کو بتاؤں کہ میں تم سے محبت کرتا ہوں میں تو اس کو سب کے سامنے دیکھنے سے بھی ڈرتا تھا پھر اس کو دل کا حال کیسے سناؤں وہاں پر میرا ایک بہت ہی اچھا دوست تھا جس کا نام قمر تھا جو بہت اچھا دوست اور اچھا انسان تھا پورے سٹاف میں وہ میرا سب سے بہترین دوست تھا قمر علی نے میری ہر طرح کی مدد کی اس نے میرے ساتھ بہت اچھی دوستی نبھائی۔

ایک دن میں نے قمر علی کو دل کی بات بتائی اور کہا کہ تم صبا کو میری بات بتا دو تو اس نے کہا کہ میں تمہیں کل جواب دوں گا وہ دن میں نے بہت بے قراری سے بہت مشکل سے گزارا اور پھر کل کا دن بھی آ گیا دوست کے آتے ہی میں نے پوچھا کہ دوست کیا تم نے صبا کو بتایا تھا وہ بولا ہاں میں نے صبا کو کہا کہ اظہر تم سے بہت پیار کرتا ہے تم پر بہت مرتا ہے وہ دن رات تمہارے ہی بارے میں سوچتا رہتا ہے اور چوری چوری تمہیں دیکھتا بھی رہتا ہے اور اس کو ہر وقت صرف تمہارا ہی خیال رہتا ہے وہ تم سے دوستی کرنا چاہتا ہے پلیز صبا اظہر کا دل نہ توڑنا اور صبا اس کی محبت کا جواب محبت سے ہی دینا ورنہ اس کو بہت دکھ ہو گا یہ سب کچھ سننے کے بعد صبا نے کہا۔

قمر بھائی آئی ایم سوری میں اظہر سے دوستی نہیں

کر سکتی کیوں کہ جو بھی فیکٹری میں دوستی کرتا ہے ایک دن ضرور بدنام ہو جاتا ہے اس لیے میں ڈرتی ہوں کہ میں بدنام نہ ہو جاؤں اور مجھے اپنے گھر والوں کی عزت بہت پیاری ہے میں نہیں چاہتی کہ میرے گھر والوں کو کوئی میرے بارے میں بتائے اور میں اپنے گھر والوں کی نظروں سے گر جاؤں میں اس لیے معافی چاہتی ہوں سوری سوری قمر یہ سننے کے بعد وہ کام پر چلا گیا اور میرے دل کو بہت دکھ ہوا اور میری آنکھوں سے آنسو بہنے لگے مجھے زمین گھومتی ہوئی نظر آنے لگی مجھے پتہ تھا کہ یہ اندر سے اتنی پتھر دل انسان ہو سکتی ہے کہ میری محبت کو محسوس نہیں کر سکتی میں اسی وقت طبیعت خراب ہونے کا بہانہ بنا کر اپنے مکان میں آ گیا اگلے دن کام پر بھی نہیں گیا۔

تیسرے دن میرا دوست قمر آیا اور اس نے میری خیریت پوچھی اور کہا کہ صبا تمہارا پوچھ رہی تھی اور رو رہی تھی کہ اظہر کام پر کیوں نہیں آتا اور اس نے مجھے پیغام دیا ہے کہ کل دس بجے تم اظہر کو لے کر عابد ہوٹل میں آ جانا میں تمہارا انتظار کروں گی ضرور آنا پلیز یہ سن کر میرا دل خوشی سے جھوم اٹھا تھا مجھے ایسا لگ رہا تھا جیسے ہمارے شہر سیالکوٹ کی خوشیاں مجھے مل گئی ہوں اور رات میں نے بہت بے چینی سے گزار دی پھر اگلے دن میں نے صبا کے لیے ایک بہت ہی پیار گفٹ لیا جو کہ ایک عدد گھڑی تھی میں اور میرا دوست قمر علی عابد ہوٹل میں پہنچ گئے تھوڑی دیر میں صبا نے کالے رنگ کا سوٹ پہنا ہوا تھا صبا مجھے بہت پیاری لگ رہی تھی اور بہت زیادہ خوبصورت بھی پھر ہم نے ایک کونے میں بیٹھ کر مجھے یقین نہیں آ رہا تھا کہ میرے سامنے صبا بیٹھی ہوئی ہے میری خوشی کی کوئی انتہا نہیں تھی۔

تھوڑی دیر بعد صبا نے میری خیریت وغیرہ پوچھی پھر کہا کہ اظہر مجھے معاف کر دیں شاید میں نے تمہارا دل توڑا ہے لیکن اب مجھے احساس ہوا ہے کہ تم واقعی مجھے سچی محبت کرتے ہو اب میں بھی تم سے اسی دن سے محبت کرنے لگی ہوں اس دن مجھے قمر علی نے کہا تو میں نے کہا کہ میں اظہر سے دوستی نہیں کر سکتی لیکن اب میں دوستی کرنا چاہتی ہوں۔

اس دن میں نے تمہارے بارے میں اچھا نہیں کیا تمہارے بارے میں بہت سوچا پھر میرے دل نے مجھے مجبور کر دیا کہ میں بھی تم سے پیار کروں اظہر مجھے اس بے وفا دنیا میں کبھی بھی اکیلا مت چھوڑنا ہمیشہ میرے ساتھ ہی رہنا پر خوب جی بھر کے باتیں کیں پھر ہم نے مل کر کھانا کھایا پھر صبا اپنے گھر چلی گئی اور ہم دونوں بھی اپنے گھر آ گئے۔

اس رات میں بہت خوش تھا میں اپنے آپ کو بہت خوش نصیب سمجھنے لگا پھر اسی طرح دن گزرنے لگے اور ہم ایک دوسرے سے ملاقاتیں کرتے رہے ہماری محبت دن بدن بڑھتی چلی گئی اکثر میں اور میرا دوست اور صبا فیکٹری سے گھومنے کے لیے نکل جاتے تھے ہم اکثر عابد ہوٹل جایا کرتے تھے کیوں کہ وہ ہوٹل بہت ہی خوبصورت تھا اور بیٹھنے کو جگہ بھی مل جاتی اور کھانا بھی اچھا ملتا تھا ایک دن میں اور صبا شہر گئے اور میں نے اس کو بہت پیارا سوٹ لے کر دیا تھا اور ساتھ میں ایک جوتی بھی لے کر دی اور کچھ گفٹ وغیرہ بھی لیے اور پھر اگلے دن صبا نے کہا کہ کل میرا اسی ہوٹل میں انتظار کرنا جب میں ہوٹل گیا تو صبا میرا پہلے سے ہی انتظار کر رہی تھی کچھ دیر بیٹھنے کے بعد ہم دونوں بازار چلے گئے پھر صبا نے میرے ساتھ ایک اچھی سی پینٹ شرٹ مجھے خرید کر دی ایک سوٹ اور ایک گھڑی بھی لے کر دی ایک رومال پھر اپنے گھر چلی گئی اور میں اپنے مکان میں آ گیا۔

مجھے گھر والوں نے فون کیا کہ بیٹا ایک بار مل تو جاؤ کہ آپ ہم لوگوں سے ناراض ہو اور پھر میں نے صبا سے اجازت لی اور صبا نے اپنے ہمسائیوں کا نمبر بھی مجھے دیا تھا کہ جب گھر چلے جاؤ تو مجھے فون کرنا

میرا دل اپنے گھر میں نہیں لگ رہا تھا پھر ایک دن میں نے صبا کو فون کرنا چاہا تو ان لوگوں نے مجھے کہا کہ آپ نے کس سے بات کرنی ہے میں نے کہا سر میں نے صبا سے بات کرنی ہے پھر انہوں نے کہا بھائی صاحب یہاں کوئی بھی صبا نام کی لڑکی نہیں رہتی اپنا نمبر دیکھو پھر کال کرنا میں بہت پریشان ہو گیا کہ اتنے دن ہو گئے ہیں صبا سے بات نہیں ہوئی اور اس کا خوبصورت چہرا بھی نہیں دیکھا مجھے بہت افسوس ہو رہا تھا اور غصہ بھی آ رہا تھا ہمارے پیار کے پہلے دن جدائی کے تھے وہ بھی بہت مشکل سے گزارے اگلے چار دن بعد میں واپس سیالکوٹ آ گیا۔

گلے دن میں ڈیوٹی پہ گیا تو صبا بہت خوش ہوئی کہ اللہ تیرا شکر ہے کہ صاحب جلدی ہی واپس آ گئے ہیں لیکن میں خاموش رہا میں نے صبا سے کچھ نہ کہا میں آپ سے ناراض ہوں اگلے دن میں پھر کام پر گیا تو صبا میرے گھر آ گئی اور کہا کہ اظہر سوری دراصل ان کے گھر مہمان آئے ہوئے تھے اس لیے ان لوگوں نے مجھ سے بات نہیں کروائی پلیز اظہر مجھے معاف کر دو پھر وہ رونے لگی اور پھر میں نے اس کو معاف کر دیا اور ہمارے دن پھر سے اچھے ہونے لگے ہمارے ساتھ ایک اور بھی لڑکا کام کرتا تھا جس کا نام ناصر تھا وہ بھی صبا سے محبت کرتا تھا لیکن صبا نے اس میں کوئی بھی دلچسپی نہ لی پھر ایک ماہ بعد مجھے گھر والوں کا پیغام ملا آپ کی کزن کی شادی ہے جلدی آ جاؤ پھر مجھے گھر جانا پڑا پھر مجھے وہاں پندرہ دن رہنا پڑا اور جب میں واپس کام پر گیا تو میرے دوست نے مجھے بتایا کہ صبا نے ناصر علی سے دوستی کر لی ہے اور اس کو محبت کرنے لگی ہے اس کے پیار میں پاگل ہو گئی ہے ہر وقت ناصر ناصر کا نام لیتی ہے۔

سب کچھ سن کر میں بہت زیادہ پریشان ہوا اور میں پاگل ہو کر مجھے زمین گھومتی ہوئی نظر آنے لگی میری آنکھوں سے آنسو بہنے لگے پھر ایک دن میں نے صبا سے ملنے کو کہا پھر اگلے ہی دن ملے تو میں نے اس سے ناصر کا پوچھا کہ صبا تم مجھے بدلی بدلی سی لگ رہی ہو تو کہنے لگی اظہر یہ تمہارا وہم ہے اور وہم کا کوئی علاج نہیں ہے میں تو وہی کی وہی ہوں۔

دوستو مجھے تو سب پتہ چلا گیا تھا پھر بھی کوئی شکوہ نہ کیا پھر کچھ دیر بعد کہنے لگی اظہر تمہیں سب کچھ تو میرے بارے میں قمر علی نے بتا دیا ہے تو پھر بھی تم نے کوئی شکوہ نہیں کیا اظہر تمہاری یہ عادت مجھے بہت پسند آئی ہے کہ تمہارے دل میں کوئی بھی بات ہو تو وہ تمہارے ہونٹوں تک نہیں آتی اظہر جو لوگ محبت کرتے ہیں وہ لوگ بہت سارے خواب دکھاتے ہیں کوئی کہتا ہے کہ میں آسماں سے تارے توڑ کر لاؤں گا کوئی کہتا ہے میں سارے جہاں کی خوشیاں آپ کے قدموں میں ڈال دوں گا لیکن اظہر تم ان سب سے مختلف ہو تم نے تو مجھے کوئی خواب نہیں دکھایا اور نہ کوئی شکوہ کیا ہے ہم تو ایک دوسرے کو دیکھتے ہی رہتے ہیں اظہر تمام دنیا سے بہت مختلف ہے تیری محبت۔ پھر میں نے کہا کہ صبا میرا تو دیکھنا بھی ایک عبادت ہے کہتے ہیں کہ محبت کبھی چھپائے بھی نہیں چھپتی پھر ہمارے فیکٹری میں چرچے ہونے لگے صبا کے گھر والوں کو بھی پتہ چل گیا کہ صبا کسی لڑکے سے پیار کرتی ہے اور لوگوں نے ہمارے بارے میں طرح طرح کی باتیں بھی کیں جس کی وجہ سے صبا مجھ سے کہنے لگی اظہر وہ ہوا جس کا مجھے ڈر تھا تم نے مجھے ساری فیکٹری میں بدنام کر دیا ہے اور مجھے میرے گھر والوں کی نظروں سے بھی گرا دیا ہے اظہر تم نے میری عزت کی کوئی بھی پرواہ نہیں کیا اظہر تم نے مجھے سب کی نظروں ذلیل خوار کر دیا ہے اظہر تم سے مجھے یہ امید نہ تھی کہ آپ مجھے اس طرح ذلیل کرو گے اظہر ایک بات میں تمہیں اور بتاتی چلوں کہ میرے گھر والوں کو ناصر پسند ہے اس سے میری منگنی کر رہے ہیں اگر تمہارے دل میں میرے لیے عزت ہو تو پلیز مجھے اور ذلیل مت کرنا یہ

سن کر تو میں پہلے سے بھی زیادہ پریشان ہو گیا دوستو میری آنکھوں سے بہت زیادہ آنسو بہے صبا کی نظر ایک شعر۔

جو وقت کے ساتھ بدل جاتے ہیں اسے پیار نہیں کہتے
مصیبت میں جو چھوڑ جاتے ہیں انہیں یار نہیں کہتے

صبا تم نے اتنا بڑا فیصلہ ایک پل میں کیسے کر لیا تم نے اک پل کے لیے بھی نہیں سوچا کہ میرے دل پر کیا گزرے گی اس رات میں بہت رویا اتنا رویا کہ میری آنکھیں میرا ساتھ چھوڑ گئیں صبا تو نے مجھے کس جرم کی سزا دی ہے پھر کچھ دن صبا اور ناصر کی منگنی ہو گئی اس دن مجھے اپنا دل ٹوٹ جانے کا احساس ہوا تھا میں نے سوچا بھی نہ تھا کہ صبا میرے ساتھ ایسا کرے گی میرے دل سے کھیل کر اپنے دل کی دنیا آباد کرے گی مگر یہ سب میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا نا چاہتے ہوئے بھی مجھے سب کچھ تسلیم کرنا پڑا میرے بے قرار دل کو کہیں بھی چین نہیں آ رہا تھا ہر پل صبا کی یادوں میں ڈوبا ہوا رہنے لگا۔

کوئی رو کے دکھائے یہ ضروری تو نہیں اظہر
خشک آنکھوں میں بھی سیلاب ہوا کرتے ہیں

پھر اداسی میں دن رات گزرنے لگے صبا اور ناصر بھی اسی جگہ پر کام کرتے تھے جہاں میں اور میرا دوست قمر علی کرتے تھے فیکٹری کے لوگوں نے میرے اور صبا کے بارے میں باتیں کرنا شروع کر دیں اور کچھ الٹا سیدھا بولنے لگے حالانکہ میں نے کچھ بھی غلط نہیں کیا تھا مجھے اپنی اور صبا کی عزت کا خیال تھا ایک دن ناصر نے صبا سے پوچھا۔ تو صبا نے کہا کہ اظہر سے میری صرف اچھی دوستی تھی اور کچھ بھی نہیں لوگ تو خواں مخواں غلط باتیں کر رہے ہیں ناصر مطمئن ہو گیا اور پھر کبھی ناصر نے کچھ پوچھنے کی کوشش نہیں کی پھر کچھ دن بعد ایک لڑکے نے ناصر سے کہا کہ صبا اب بھی اظہر سے چوری ملتی ہے ادھر صبا سمجھ رہی تھی کہ اظہر ناصر کو میرے بارے میں بھڑکا رہا ہے تاکہ کے ناصر صبا کو چھوڑ دے لیکن خدا گواہ ہے کہ میں نے کبھی بھی ایسا کوئی کام نہیں کیا تھا جس سے صبا کی زندگی میں کوئی مشکل پیدا ہو۔

میں نے تو صبا سے سچی محبت کی تھی اپنی محبت کو کوئی کیسے بدنام اور رسوا کر سکتا ہے لوگوں نے میرے خلاف صبا کے دل میں اتنی نفرت بھر دی کہ وہ میری طرف دیکھنا بھی گوارہ نہ کرتی اور نہ جانے کیا کیا الفاظوں سے نوازتی تھی لیکن میں نے تو صرف صبا کو ہی چاہا ہے اس نے کسی اور سے منگنی کر لی ہے تو کیا میں تو اسے ہی چاہتا ہوں ناں۔

پریشانیاں سمیٹ کر سارے جہاں کی خدا نے
جب کچھ نہ بن سکا تو میرا دل بنا دیا

پھر ایک دن صبا کے گھر میں کوئی نہ تھا وہ میرے دوست قمر علی کو اپنے گھر لے گئی کہنے لگی قمر تم واحد ہماری محبت کے گواہ تھے اظہر نے مجھے ساری فیکٹری میں ذلیل کر دیا ہے اور رونے لگی وہ اب بھی میرے ساتھ اچھا نہیں کر رہا وہ کیوں مجھے ذلیل کر رہا ہے وہ کون سی بات کا مجھ سے بدلا لینا چاہتا ہے وہ کیوں میرا گھر برباد کر رہا ہے کیا ملے گا اظہر کو یہ سب کچھ کرنے سے وہ چاہے کچھ بھی کر لے مگر مجھے حاصل نہیں کر سکتا میں نے کبھی اظہر سے محبت کی تھی اور شاید دل کے کسی کونے میں ہمیشہ ہی رکھوں اظہر کی محبت ہمیشہ میرے دل میں ہی رہے گی لیکن اظہر اب میں کسی اور کی ہو چکی ہوں اور کسی کی امانت ہوں پلیز اسے سمجھاؤ کہ وہ مجھے میرے حالات پر چھوڑ دے میں اظہر سے تمام تعلقات ختم کرنا چاہتی ہوں۔

قمر بھی یہی سمجھا کہ صبا جو کچھ کر رہی ہے وہ ٹھیک ہے اس کی وجہ سے وہ مجھ سے ناراض سا رہنے لگا میں نے اس کو بہت یقین دلایا کہ میں نے ایسا کچھ نہیں کیا قمر نے کہا اظہر اگر تم نے اسے چھوڑنا تھا تو صاف لفظوں میں کہہ دیتے اتنا ذلیل کرنے کی کیا ضرورت تھی میں نے اپنے دوست قمر کو سمجھایا قسمیں کھائیں

پھر وہ مجھ سے راضی ہوا لیکن وہ میرا دوست پہلے والا نہ تھا قمر نے کہا کہ صبا کہہ رہی تھی کہ اظہر سے کہنا کہ صبا تم سے بات کرنا چاہتی ہے وہ بھی فون پر میں نے اس کے ہمسائیوں کے نمبر پر فون کیا اور کہا کہ میں صبا سے بات کرنی ہے انہوں نے بات کروائی تو صبا کہنے لگی سناؤ اظہر کیا حال ہے بتاؤ کیسی زندگی گزر رہی ہے میرا پیغام تو تم نے قمر سے لیا ہے وہ بھی ٹھیک ہے اظہر مجھے تم سے اتنی امید نہ تھی کہ آپ مجھے اس طرح ذلیل کریں گے پہلے میں خود کو ناصر سے منگنی کرنے پر اپنے آپ کو ایک بے وفا لڑکی سمجھتی تھی لیکن اب تم نے مجھے اس طرح ذلیل کیا کہ اب میں تم کو اظہر بے وفا سمجھتی ہوں کہ تم ہی بے وفا ہو کیوں کہ تم نے میرے ساتھ بے وفائی کی ہے اور میرا گھر برباد کرنے کی کوشش کی ہے کیوں کہ آپ نے میرے منگیتر کو سب کچھ بتایا ہے کہ میں صبا سے پیار کرتا ہوں وہ اب بھی مجھ سے ملتی ہے۔

اظہر میں کیسے تیرا اعتبار کروں کہ تم نے کسی کو میرے بارے میں کچھ نہیں بتایا تو میں تمہیں معاف کر کے تم سے معافی مانگ لوں گی لیکن مجھے پتہ ہے کہ تم بے وفا ہو اور گناہگار بھی ہو تم نے جھوٹی قسم کھائی ہے کہ میں تم سے سچا پیار کرتا ہوں لیکن اظہر تم نے میرے ساتھ اچھا نہیں کیا اظہر خدا کی قسم مجھے پر بہت یقین تھا کہ تم مجھے سچا پیار کرتے ہو لیکن تم نے اچھا نہیں کیا آج تک میں سب کو دھوکہ دیتی رہی ہوں لیکن آج اظہر تم نے میرے ساتھ بہت بڑا دھوکہ کیا کہ اظہر مجھے تم پر بہت افسوس ہے واقعی کسی نے سچ ہی کہا ہے کہ مرد بے وفا ہوتے ہیں۔

تیری کائنات میں اے خدا میرا دل کہیں بھی نہیں لگا جو تسلی میرے دل کو دے ایسا کوئی انسان ملا نہیں اظہر کم سے کم تم اس طرح مجھ سے دھوکہ نہ کرتے اظہر میں نے تیرے ساتھ جو زندگی گزاری بہت اچھی گزاری تھی اظہر میں نے تیرے بارے میں کیا کیا سوچ رکھی ہوئی تھی اظہر میں تو ہمیشہ تم سے پیار کرتی تھی اور شاید ساری زندگی بھی کرتی رہوں گی اظہر تم تو میرے لیے طلبگار تھے مگر میں نے تم سے محبت کی تھی اور تیری ہی طلب تھی ساری زندگی تم سے پیار کرتی رہوں گی لیکن مجھے پتہ ہے اظہر تم نے مجھے پیار کیا تھا یا دھوکہ تم جانتے تھے کہ میرا منگیتر ناصر مجھے کتنا پسند کرتا تھا اظہر لیکن میرا دل تو صرف تم پر ہی تھا میرا دل تمہارے لیے ہی دھڑکتا تھا۔

چلو شکر ہے خدا کا مجھے پہلے ہی پتہ چل گیا ہے شاید میں اسی قابل ہی تھی ہمیں ایک دن تو جدا ہونا ہی تھا ایک دن تو بچھڑنا ہی تھا لیکن اظہر ہم اس طرح بچھڑیں گے کبھی نہیں سوچا تھا اظہر تم مجھے اس طرح ذلیل کرو گے سوچا نہ تھا اب ہم کبھی ایک دوسرے سے نظر بھی نہیں ملا سکیں گے اظہر ایک بات میں بتا دوں اگر تمہیں کسی بھی قسم کی کسی چیز کی ضرورت ہو تو تم صرف فون پر بتا دینا اتنا کچھ ہونے کے بعد بھی میں کوشش کروں گی کہ تمہاری ہر ضرورت پوری کروں میرا فون نمبر تو آپ کے پاس ہے ہی اگر کبھی چاہو تو مجھ سے بات کر لینا مجھے بہت افسوس سے کہنا پڑ رہا ہے کہ میں تم سے سارے تعلقات ختم کرنا چاہتی ہوں وہ اس لیے کہ تم کو پتہ تو چلے کہ بے وفائی کس نے کی ہے تم نے اچھا نہیں کیا جس سے پیار کیا جائے اسے بدنام نہیں کرتے تم نے تو ساری فیکٹری میں مجھے بدنام کر دیا ہے تم نے تو مجھے ایک فیکٹری کی لڑکی سمجھا تھا لیکن میں ایک گھریلو لڑکی تھی میں نے دوسری عورتوں کی طرح تم سے پیار کیا تھا پیسے سے نہیں مگر افسوس کہ تم نے میرے پیار کی ذرہ بھی قدر نہ کی میں آپ کے لیے یہ ہی دعا کر سکتی ہوں کہ آپ کو کوئی پیار کرنے والی مل جائے اور تم اس کو بہت چاہو اب تم خوش رہا کرو کیوں کہ میں تم کو خوش دیکھنا چاہتی ہوں میں تو زندگی بھر تمہیں نہ بھلا پاؤں گی مگر ہو سکے تو مجھے بھول جانا میں تمہاری تصویریں تم کو لوٹا دوں گی کیوں

کہ مجھے ڈر ہے کہ تم میری تصویریں کہیں ناصر کو نہ دکھا دو اگر کوئی میرے بارے میں پوچھے تو اسے کہنا کہ صبا سے میرا کوئی رابطہ نہیں ہے آپ کی بہت بہت مہربانی ہوگی جب مجھے یقین ہوگیا کہ تم نے کسی سے کوئی بھی بات نہیں کی تو میں اسی دن تم کو معاف کردوں گی اور تم سے معافی بھی مانگ لوں گی۔

اظہر ایسا نہ ہو کہ آج میں تمہیں چھوڑ رہی ہوں کل کو میرا منگیتر ناصر مجھے بھی چھوڑ دے اظہر میں تو برباد ہو ہی جاؤں گی اگر ایسا ہوا تو اس کے ذمہ دار بھی آپ ہی ہوں گے اظہر بہت بات ہوگئی ہے آپ کو بہت بل پڑے گا پھر فون بند ہوگیا۔

دوستو میں چپ چاپ سنتا رہا اور کچھ بھی نہ کہہ سکا لیکن اس نے مجھے اتنا ٹائم ہی نہ دیا تھا کہ میں کوئی بات کرسکوں میں اس کی باتیں سنتا رہا تھا اور روتا رہا تھا جب کال بند ہوئی تو میں بے ہوش ہوگیا تھا دو گھنٹے بعد جب مجھے ہوش آیا تو میں بہت رویا دوسرے دن ہی میں فیکٹری سے اپنے گھر کی طرف چل پڑا گھر والے مجھے اچانک دیکھ کر پریشان ہوگئے کہ اظہر کیا ہوا تم فیکٹری چھوڑ آئے ہو سب ٹھیک تو ہے ناں میں نے کسی کو کوئی جواب نہ دیا اور اپنے کمرے میں چلا گیا میرے اندر چلنے کی کوئی ہمت نہ تھی میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ صبا میرے ساتھ ایسا کرے گی دوستو میرے گھر میں کچھ زہریلی گولیاں پڑی تھیں وہ میں نے کافی مقدار میں کھالیں تھی۔

کچھ دیر میں مجھے الٹیاں آنی شروع ہوگئی گھر والے مجھے ہسپتال لے گئے انہوں نے میرا معدہ واش کر کے سارا زہر نکال دیا مجھے پھر صبا کی یاد آنے لگی میں نے تو سوچا تھا کہ سکھیکی کی زندگی سے دور جاکر سیالکوٹ کی زندگی اچھی ہوگی وہ جیوں گا مگر اس شہر کے لوگوں نے مجھے اور بھی زخم دیے دیا جو شاید کبھی نہ بھر سکے مجھے آج بھی صبا کی یاد آتی ہے تو دل خون کے آنسو روتا ہے صبا نے اپنا گھر بسالیا ہے لیکن میرے دل کو اپنی یادوں کے لیے تڑپنے کے لیے چھوڑ دیا ہے اب میں بھی سوچ رہا ہوں کہ صبا کو بھول جاؤں مگر یہ مشکل ہے لیکن کیا کروں زندگی بھی تو گزارنی ہے پیاری صبا کی یادوں کے سہارے تو نہیں گزاری جا سکتی پھر دوستو صبا نے خود ہی مجھے کہا تھا اگر ہوسکے تو مجھے بھول جانا۔

اب مجھے اس کو بھول ہی جانا چاہئے کیوں کہ میں اس کا گھر برباد نہیں کرنا چاہتا وہ اپنے گھر میں خوش رہے اظہر اب صبا کو بھول ہی جانا ہوگا کیوں کہ اس کا اصرار تھا۔

ناچاہتے ہوئے بھی صبا کو بھلا دیا
کیا کرتے ہم ان کا اصرار بہت تھا

خدا کرے میرے دل کو سکون مل جائے اور میں صبا کو بھولنے میں کامیاب ہو جاؤں اس کی وجہ سے میرا پیارا دوست قمر علی بھی مجھ سے ناراض ہے میں اپنی محبت کو تو کھو چکا ہوں اب اپنے دوست کو نہیں کھونا چاہتا قمر علی مجھے معاف کردے خدا کرے کہ میرا دوست پھر سے مجھے مل جائے۔

آج صبا کو دو سال ہو چکے ہیں لیکن اس نے میرے ساتھ کوئی رابطہ نہیں کیا میں اب بھی اس کو بہت مس کرتا ہوں صبا کو میری طرف سے ڈھیروں پیار بھرا سلام ہو کیوں کہ صبا رسالہ تو ہر ماہ پڑھتی ہے میں نے یہ کہانی راتوں کو جاگ جاگ کر مکمل کی ہے اب مجھے ایسا لگتا ہے کہ میرے دل کو سکون آجائے گا۔

دنیا کرتی ہے ضد کسی کو جدا کرنے کے لیے
وعدے ہوتے نہیں ہیں وفا کرنے کے لیے

دوستو آپ بھی کسی سے دھوکہ اور بے وفا مت کرنا یہ میری آپ سے اپیل ہے کیوں کہ اگر دل ٹوٹ جاتا ہے تو باقی کچھ بھی نہیں رہتا۔

قارئین مجھے مشورہ ضرور دینا اس وقت میرے پاس میرا اپنا کوئی بھی نہیں ہے آپ سب ہو میری زندگی کے اچھے ساتھ سب کو میری طرف سے سلام۔

محبت کا زخم

تحریر۔ ایم یعقوب۔ ڈیرہ غازی خان۔ 0304.3850474

شہزادہ بھائی۔ السلام وعلیکم۔ امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔

قارئین میں اس بار پھر ایک سچی کاوش لے کر آپ کی خدمت میں حاضری دینے آیا ہوں امید ہے سب کو پسند آئے گی حمزہ نے ثمرین کو کتنا ٹوٹ کر چاہا مگر اس نے اس کے پیار کا کیا صلہ دیا آخر کار اس کو دھوکا دے کر کسی اور کی ہوگئی پھر حمزہ جب دوسرے ملک سے واپس آیا تو کتنا ٹوٹا ہوا تھا کہ اس کی محبت اس کو چھوڑ کر کسی اور کے پہلو میں جا چکی تھی ایک سچی کہانی جس کا نام۔ محبت کا زخم۔ ہے امید ہے پسند آئے گی

ادارہ جواب عرض کی پالیسی کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں مقامات کے نام تبدیل کر دیئے ہیں تاکہ کسی کی دل شکنی نہ ہو اور مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی جس کا ادارہ یا رائٹر ذمہ دار نہیں ہوگا۔ اس کہانی میں کیا کچھ ہے یہ تو آپ کو پڑھنے کے بعد ہی پتہ چلے گا۔

ہم کیا ہیں کون ہیں کس لیے اس دنیا میں اتارے گئے ہیں کبھی کسی نے غور کیا کیا ہمارے فرض ہیں کیا ہمارے حقوق وعبادت ہیں نہ نماز نہ قرآن پاک پھر بھی ہم سر اٹھا کر کہتے ہیں ہم مسلمان ہیں ایک آخری نبی کی بے کار امت ہیں۔

نہ کسی رشتے دار سے بات کرنے کی تمیز نہ والدین کی عزت کرنے کا پتہ آخر ہیں تو والدین ہمیں دنیا میں پیدا کرنے والے اس جہان کی بے شمار لذتیں فائدے اچھے برے کا بتانے والے ماں باپ ہم کیسی اولاد ہیں جو اپنے والدین کی بات نہیں مانتے کسی بزرگ آدمی کا کہنا نہیں مانتے اور من کی مراد پوری کرنے کے لیے بزرگوں سے مشورہ تک نہیں کرتے جو کسی سے مشورہ نہیں لیتے یا والدین کی بات نہیں مانتے دنیا میں وہ ہی ذلیل خوار ہوتے ہیں در در کی ٹھوکریں کھاتے ہیں۔

پھر ہر موڑ پر والدین کی شکایت سے ہمیں والدین گھر نہیں آنے دیتے والدین کی ناک ہم کٹواتے ہیں بھری دنیا میں سر اٹھانے کے قابل تک نہیں چھوڑتے قصور والدین کا اللہ تعالی سب کی اولادوں کو نیک کرے اور عبادت گزار بنائے اچھے برے کی تمیز سکھائے۔

میری باتیں اگر کسی کو بری لگی تو معافی کا حقدار ہوں گا کیونکہ جب بوڑھے ماں باپ اولاد کیلئے دن رات محنت مزدوری کر کے اپنے بچوں کا پیٹ پالتے ہیں اور انکے بچے بڑے ہو کر انکے مشورے پر نہ عمل کریں تو بہت دکھ ہوتا ہے۔

شاید بہت آگے چلا گیا آیئے کہانی کی طرف چلتے ہیں حمزا کی سٹوری لے کر آپ تمام دوستوں میں حاضر ہوا ہوں امید ہے پسند آئے گی۔

میں مغرب کی نماز پڑھ کر کھانے کی غرض سے ٹیبل پر بیٹھا ہی تھا کہ اچانک موبائل کی رنگ ٹیون بج اٹھی میں نے اسلامی طریقے سے سلام کیا۔

آگے سے بڑی پیاری پیاری آواز میں والسلام کی ہی آواز تھی۔

حال حوال کے بعد میں نے کال کرنے والے کو کہا کہ بھائی کھانا کھانے لگا ہوں بعد میں کرنا او کے کہہ کر کال ڈراپ ہو گئی۔

پھر تھوڑی دیر بعد پھر آ گئی کال آئی پھر بھی وہی نمبر تھا میں نے اسی طرح خلوص لہجے سے والسلام کہا اور پھر آواز آئی آپکی کہانی روگ بہت پسند آئی تو مجھ سے رہا نہیں گیا اس لیے مبارک باد دیتا ہوں اور ساتھ ہی اپنی کہانی لکھوانی ہے۔

تو میں نے کہا سناؤ میرا نام حمزا ایاز ہے اور میں مظفر گڑھ کے قریبی گاؤں میں رہتا ہوں ہم تین بہن بھائی ہیں ہم سے بڑی بہن ہے جو شادی شدہ ہیں اور دوسرا نمبر میں اور تیسرا نمبر میرا چھوٹا بھائی ارسلان ہے میرے والد صاحب اور امی جی زندا حیات ہیں میرا ابو ایک آرمی آفیسر تعینات ہیں کبھی اسلام آباد کبھی کراچی کبھی ملتان کبھی پشاور جگہ جگہ شفٹ ہوتے رہتے ہیں۔

پھر ہمارے ابو جی بھی ساتھ ساتھ ہمیں لے کر جاتے ہمارا اپنا گھر مظفر گڑھ کے پاس ہی تھا جب ابو ریٹائر ہوئے تو اپنے گھر آ گئے۔

میں سکول جانے لگا وقت اپنی مسافت پر چلتا رہا میں مڈل میں پہنچ گیا ہم سے سکول کافی دور تھا ہم بس سٹاپ پر جاتے اور سکول کی بس آتی اور ہمارے ساتھ کافی لڑکیاں بھی سکول بس میں ہوتی تھیں میں نے کبھی کسی لڑکی سے بات نہیں کی تھی۔

اسی طرح ہم روز سکول آتے جاتے پھر ایک دن سکول سے چھٹی ہوئی معمول کے مطابق سکول وین میں اپنے گھروں کیلئے روانہ ہوئے جہاں ہم اترتے تھے سٹاپ پر بس رکی اور لڑکے لڑکیاں سب ایک ساتھ اترنے لگے۔

میں بھی اتر گیا پھر مجھے ایسا محسوس ہوا کہ ہوا میں لہراتا ہوا ہاتھ میرے گال کر سرخ کر گیا پھر سٹاپ پر کھڑے لوگ میری طرف متوجہ ہوئے مجھے بڑی غور سے دیکھ رہے تھے۔

پھر ایک نقاب پوش لڑکی مجھے کہہ رہی تھی بدتمیز شرم نہیں آتی تمہیں سکول کس لیے بھیجا جاتا ہے لڑکیوں سے چھیڑ خانی کرنے کیلیے وہ سوال پر سوال کرتی جا رہی تھی۔

میں اپنے سرخ گال کو چھپائے کھڑا رہا تھا جب میں نے کچھ کیا ہی نہیں تھا وہ کیوں مجھ پر برس رہی تھی میری کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا وہ گرج چمک کر چلی گئی اور میں بھی اپنے گھر آ گیا۔

آج کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ ایسا میں نے کیا کیا ہے جو اس نے مجھے تھپڑ رسید کیا ہے۔

پھر میں نے دل میں عہد کر لیا کہ میں اس کا بدلہ ضرور لوں گا پھر صبح سکول گیا جیسے ہی میں بس سٹاپ پر آیا وہ بھی کھڑی تھی قارئین ایک بات بتانا بھول گیا وہ لڑکی ہمارے سکول میں ہی پڑھتی تھی ہمارا اسکول گرلز بوائز تھا پھر میں دل میں بدلے کی آگ لیے اس کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ میں جیسے ہی اس کے سامنے گیا تو مارنے کی بات دور میں تو بات کرنے کی صلاحیت بھی کھو بیٹھا تھا میرا پورا جسم کانپنے لگا اور مجھے پسینہ آنے لگا۔ میں تو اس سے نفرت کرتا تھا وہ میری دشمن تھی پھر یک دشمن کے آگے میری یہ حالت کچھ عجیب کا محسوس ہوا خیر آج یہ حالت ہوئی ہے کل ضرور اس سے بدلہ لوں گا۔ بدلہ تو بدلہ ہوتا چاہیے جس بات ہی کیوں نہ ہو پھر روزانہ گھر سے نیت کر کے آتا اور اس کے سامنے میرے حوصلے پست ہو جاتے تھے۔

ہائے اللہ مجھے کیا ہونے لگا ہے پھر آہستہ آہستہ دشمنی پیار میں بدلتی نظر آئی جیسے مجھے پیار ہونے لگا ہے میں پہلے پیار محبت کے نام سے ناواقف تھا۔

مجھے تو اس کا نام بھی نہیں آتا پھر اسی طرح ہم بس سٹاپ کر روزانہ ملتے میری حالت روز بہ روز دیوانوں جیسی ہوتی جا رہی تھی۔

مجھے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ میں ایک ایسی لڑکی کو

چاہنے لگا ہوں جس نے شہر بھر میں آتے جاتے لوگوں
کے سامنے میری انسلٹ کی ہے میں ہر رات ہر دن
اس کی یادوں میں تڑپتا رہتا تھا صرف وہ نقاب میں ہی
ہوتی ورنہ میں آنکھوں کی پیاس بجھا لیتا۔

بڑی عجب کشمکش میں ڈال دیا میرے عشق نے یعقوب
کو دنا بھی ہے مست نظروں میں بچانیوالا کوئی نہیں

پھر رات کو میں نے سوچا سکول سے پتہ کروں گا
کہ کہاں رہتی ہے پھر عاشق لوگ تو پریمی کے قدم
قدم ناپتے ہیں۔

عشق دو شق میں کوئی نظر نہیں آتا نہ اپنا نہ پرایا
رشتے دار بھی۔

صبح ہوئی تین کلومیٹر پیدل کا چکر کاٹ کر بس
سٹاپ پر پہنچ گیا تھوڑی دیر بعد سکول وین آئی سب کو
لے کر سکول کی طرف روانہ ہو گئی۔

پھر ہر لڑکے اور لڑکیاں اپنے اپنے روم میں
جانے لگے ۔۔پھر سکول لگا اور سب اپنی اپنی پڑھائی
میں مگن تھے۔

میرا تو سب کچھ وہ لڑکی ہی لے گئی تھی راتوں کی
نیندوں کا سکون اور میرا مستقبل بھی۔۔ میرے آگے
کتاب تو ہوتی مگر کتاب پر تصویر اس کی۔ میرا سارا
دھیان اس کی طرف ہوتا۔ پھر بریک ٹائم ہوا اس کی
سہیلیاں تھیں خیر میں نے سوچا آج ان سے پوچھ لیتا
ہوں میں نے ایک لڑکی اس کی سہیلی کو بلایا۔ اور پوچھا
کہ وہ لڑکی کون ہے اور کہاں رہتی ہے۔

اس نے سارا اتہ پتہ بتایا اس کا نام ثمرین تھا
بہت ہی پیارا نام۔ ویسے تو میری چاہت کم نہ تھی پھر
اور دیوانگی طاری ہو گئی۔۔

پھر اگلی صبح میں ٹائم سے پہلے اس کے راستے پر
چلنے لگا پھر وہ مجھے آتی ہوئی نظر آئی میں نے خدا تعالیٰ کا
شکر ادا کیا اور آہستہ چلنے لگا کہ وہ میرے برابر چلے اور
میں بات کر سکوں۔

پھر میرے برابر آ گئی میں نے سلام کیا مگر کوئی
جواب نہ ملا پھر میں نے کہا میں آپ سے بات کر سکتا
ہوں دو باتیں ہیں۔

کیا۔؟ ایک یہ کہ میں تھپڑ کی وجہ پوچھ سکتا ہوں تو
اس نے جواب دیا کہ تم لڑکے لوگ اپنے آپ کو کیا
جانتے ہو بدتمیزی کی تھی تم نے۔

میں نے کہا کہ کیسی بدتمیزی۔ آپ کا ہاتھ لگا تھا
مجھے۔ میں نے قسم کھائی کے میں ایسا نہیں کر سکتا جیسا
آپ کہہ رہی ہیں۔

میں ایک سیدھا سادھا سا ہوں آج تک کسی کو
آنکھ بھر کر نہیں دیکھا پھر وہ اپنی صفائی دے رہی تھی اور
میں اپنی صفائی مگر بات کا نچوڑ نہیں ہوا خیر میں نے
ثمرین کو کہا کہ ایک اور بات کرنی ہے آپ برا تو نہیں مانو
گی پلیز آپ کے ایک تھپڑ سے پہلے ہی بہت ڈرا ہوا
ہوں۔ ہاں کہو۔ میں۔۔۔۔ میں تم۔۔۔۔ میں میں۔۔
میں تم۔۔۔ یہ کیا ہے بس یہی بات ہے میں تم۔ میں تم۔
نہیں تو۔ تو پھر بولو کیا بات ہے۔

میں تمہیں کسی اور وقت بتاؤں گا او کے اور میں
آگے نکل گیا یہ مجھے کیا ہو گیا تھا پہلے تو بہت سوچ رکھا
تھا کہ ثمرین سامنے آئے گی تو اسے ہوں گا میں تم سے
بہت پیار کرتا ہوں اور شادی کرنا چاہتا ہوں مگر نہ کہہ
سکا ہمت نام کی کوئی چیز میرے جسم میں موجود ہی
نہیں تھی۔

پھر دو دن مزید اور گزر گئے امی نے کہا حمزہ
ہمارے رشتہ دار ہیں ان کے ہاں جانا ہے بائیک پر ہم
چلیں گے اس دن اتوار تھا جب ہم نے ایک
دروازے پر دستک دی تو ایک عورت اندر سے آئی اور
امی سے ایک سلیک کر کے ہمیں اندر لے گئی۔

تھوڑی دیر بعد ایک لڑکی چائے لے کر آئی
جب میں نے نظر اٹھا کر دیکھا تو دیکھتا ہی رہ گیا میری
راتوں کی نیند لوٹنے والی میرے خوابوں میں آنے
والی دن رات جس کی یاد ستاتی رہتی ہے آج وہ
میرے سامنے چائے لے کر میرے چہرے سے چہرا

ملا کر تک رہی ہے۔

میری تو کچھ بھی سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ یہ کیا عجیب ہے۔ کسی کو گھر سے نکلتے ہی منزل مل گئی

کوئی میری طرح عمر بھر بھٹکتا ہی رہا

میں بہت خوش ہوا اللہ پاک کا شکر ادا کیا کہ اس سے رشتہ ہو جائے گا پھر میں بار بار اپنے محبوب کا دیدار کرتا رہا دل کرتا تھا کہ وقت تھم جائے اور میں ساری زندگی اپنے محبوب اور جانشیں کر دیکھتا رہوں اور ہمیشہ سمندر جیسی آنکھوں میں ڈوبا رہوں اور اپنی ترستی ہوئی آنکھوں کی پیاس بجھاتا رہوں پھر وقت کا پتہ نہ چلا امی نے کہا حمزہ بیٹا اب چلیں بہت دیر ہوگئی ہے پھر میں نے امی سے کہا کہ امی یہ لوگ ہمارے رشتے میں کیا لگتے ہیں امی نے کہا ان کو اپنی خالہ ہی سمجھو میں نے خالہ سے خالہ آپ سے کچھ مانگوں تو آپ دیں گی۔

ہاں حمزہ بیٹا اس گھر میں ہر چیز کو اپنا ہی سمجھو لو کے خالہ جی اب ہم چلتے ہیں پھر کبھی آؤں گا۔

اسی طرح ہم پھر ہم واپس اپنے گھر آ گئے اور اداسی کا عالم یار کی جدائی مجھ پر ظلم ڈھا رہی تھی جدائی مقدر نہ بنے اگر کسی کا مقدر بن گئی تو وہ اس ظالم دنیا میں جینا نہیں چاہے گا جدائی جا غم ایسا درد ہوتا ہے کہ انسان کو اندر سے کھا جاتا ہے زمانہ بے وفا نظر آتا ہے ہر چیز سے نفرت ہو جاتی ہے نہ وہ اپنوں کا رہتا ہے نہ غیروں کا صرف یار کا صدمہ جو برداشت نہیں ہوتا ہر وقت اپنی بے بسی پر اور کسی کی یاد میں آنسو بہاتا رہتا ہیا ور کسی کی بے پنا محبت میں دن رات کسی چراغ کی مانند جلتا رہتا ہے۔

میرا بھی کچھ ایسا ہی حال تھا خیر پھر شام کو گھر آ گئے ہمارے گھر سے آٹھ کلومیٹر کے فاصلے پر گھر تھا خیر ہر روز سکول میں دیدار ہو جاتا تھا پیاسی آنکھوں کی پیاس بجھ جاتی پیاس تو کبھی ختم ہی نہ ہوتی تھی جتنا بھی دیکھو تو اتنی ہی پیاس بڑھتی چلی جاتی ہے گلابی ہونٹ میری محبت میں بار بار اضافی کرتے جا رہے تھے اس کے گولڈ سیب جیسے گال اور دیوانہ کر رہے تھے اور اس کی مور جیسی ٹور نے تو میرا سب کچھ بھلا دیا تھا وہ حسن کی دیوی تھی کسی پری سے کم نہ تھی۔

ایک دن میں نے ثمرین سے کہہ دیا کہ میں تم سے محبت کرتا ہوں اور ہمیشہ کرتا رہوں گا قیامت تک اور ہمیشہ کوش رکھوں گا اور تم سے شادی کرنا چاہتا ہوں پھر وہ ہنس کر آگے چلی گئی کچھ بھی جواب نہ دیا میرے دل میں سوسو وسوسے پتہ نہیں کیا ہونے والا ہے کہیں وہ اپنے امی ابو سے نہ کہہ دے اگر ایسا کر دیا تو میں گیا کام سے پھر اللہ تعالیٰ سے دعا کی سب ٹھیک کرنا تو بہت عظیم و کریم ہے پھر وہ دو دن سکول نہ آئی میں پریشان ہو گیا کہیں گڑھ بڑھ نہ ہوگئی ہو یہ سوچتے ہی مجھے چکر آنے لگے میں جلد ہی سکول سے چھٹی لے کر گھر آیا اور ثمرین کے گھر کے راستے پر پیدل چلنے لگا آٹھ کلو میٹر کا سفر اور تیز بخار اوپر سے دیوانوں کی حالت لیے ایک گھنٹے کے بعد ثمرین کے گھر آ گیا دروازے پر دستک دی اندر سے ثمرین آئی مجھے سخت دھوپ میں دیکھ کر پریشان ہوگئی پھر اندر آنے کو کہا اندر میں ثمرین کے علاوہ اور کوئی نہ تھا ثمرین نے پوچھا خیر تو ہے آپ اس وقت میں نے کہا ہاں تم دو دن سے سکول کیوں نہیں آئی ہو اس لیے تمہیں ملنے آیا ہوں۔ ثمرین نے کہا حمزہ دو دن سے نا جانے مجھے کیا ہو گیا ہے ہر وقت مجھے تمہارے ہی خیال آتے ہیں اور تم ہی یاد آتے ہو اس لیے سوچا کچھ دن تو دیکھوں سب ٹھیک ہو جائے مگر دل نہیں مانتا ہر وقت دل تمہیں دیکھنے کو بے تاب رہتا ہے۔

ہاں ثمرین مجھے بھی تم سے پیار ہے اور تم بھی مجھ سے پیار کرنے لگی ہو پھر ہم دونوں نے وعدے کیے قسمیں کھائیں اور ایک دوسرے سے گلے ملے پھر دن کا پتہ ہی نہ تھا میں بہت خوش تھا کہ میرا پیار مجھے مل گیا ہے وہ بھی مجھ سے محبت کرنے لگی تھی۔

پھر ہر وقت مجھے محسوس ہوتا ہے چاروں موسم میرے ساتھ جھوم رہے ہیں اور ہر رنگ وگل خوشبو میرے لیے ہے اور ایک خواہش پوری ہونے والی تھی شادی کی میں نے اپنی ماں کو بتایا تو امی کہتی ٹھیک ہے بیٹا تو مجھے پھر اور بھی خوشی ہوئی اور خوشی تو مجھ میں سما ہی نہیں رہی تھی۔

پھر اگلی صبح میں نے ثمرین کو بتایا کہ میں بہت جلد رشتہ بھیج رہا ہوں اپنے لیے کیا مجھ سے شادی کرو گی پھر وہ شرم کے مارے بھاگ گئی اور میں نے ثمرین کو موبائل لے کر دیا سکول ٹائم بھی ایک دوسرے کو میسج کرتے رہتے اور کبھی کال بھی شام کو تو ہر روز فون پر بات ہوتی اور ہر روز قسمیں کھاتے اور ہر روز ہم آنے والے مستقبل پر پلاننگ بناتے۔

ایک دن ہم نے اپنے ہونے والے بچوں کے نام سوچنے شروع کر دیئے وہ کہتی کہ میں اپنے ہونے والی بچی کا نام فرزانہ رکھوں گی میں نے کہا میں اپنے ہونے والے بچے کا نام فراز رکھوں گا بیٹی فرزنہ اور بیٹا فراز اسی طرح روز ایک دوسرے سے باتیں ہوتیں اور کبھی سکول سے واپسی پر ملاقات بھی پھر میں نے سکول کو خیر آباد کہہ دیا اس نے بھی سکول چھور دیا اور ہماری محبت کو تین سال ہو گئے تھے تین سالوں میں نے میں کبھی بھی ایسی غلیظ حرکت نہ کی تھی جس سے میری اور ثمرین کی محبت کی بدنامی ہوتی۔

پھر ایک دن ہم لوگ ثمرین کے گھر گئے امی اور میں ثمرین کی امی بھی اکثر ہمارے گھر آتی جاتی رہتی تھیں ثمرین نے سب گھر والوں کو کہہ دیا کہ میں اور حمزہ شادی کرنا چاہتے ہیں ہم ایک دوسرے سے پیار کرتے ہیں اور ہمیشہ کرتے رہیں گے۔

پھر ثمرین کی امی نے ایک سوال مجھ سے کیا کہ تم ثمرین سے محبت کرتے ہو میں نے کے کہا ہاں خالہ جی کرتا ہوں تو پھر خالہ نے کہا کہ تم اس کے لیے کیا کر سکتے ہو میں نے کہا میں اس کے لیے کچھ بھی کر سکتا ہوں خالہ نے کہا تم یہ دیوار پھلانگ کر دکھاؤ۔

قارئین دیوار وہ گھر کی دیوار جو میری محبت کی دیوار بن گئی وہ دیوار کیسی تھی پتہ ہے۔نہیں۔ مجھے پتہ ہے وہ دیوار کیسے کراس کرنا مشکل بلکہ ناممکن تھا دیوار پر شیشے کے ٹکڑے لگے ہوئے تھے جہاں نہ پاؤں نہ ہاتھ رکھا جا تا تھا۔

میں نے ایک ہاتھ گیٹ پر اور دوسرا ہاتھ دیوار پر رکھا کہ ایک شیشے کا ٹکڑا میرے ہاتھ سے پار ہو گیا پھر میں نے اپنا ہاتھ چھڑایا اور مسکرا کر ثمرین کی طرف دیکھا وہ بے تحاشہ رو رہی تھی اور میری امی بھی بہت رو رہی تھی امی مجھے بار بار روک رہی تھی میں نے کہا امی یہ میری محبت کا سوال ہے میں کسی بھی قیمت پر ثمرین کو کھونا نہیں چاہتا۔

پھر میرے دونوں ہاتھ دونوں پاؤں زخمی ہوئے تھے ثمرین کی امی کہنے لگی واہ بیٹا اس کو کہتے ہیں محبت ایسے لوگ ہی کامیاب ہوتے ہیں جو سچا پیار اور سچی محبت دل میں رکھتے ہیں پھر ہماری منگنی کی بات ہونے لگی۔

پھر ایک دن ثمرین کی کال آئی اور کہنے لگی حمزہ میں تم سے ناراض ہوں میں نے وجہ پوچھی تو کہنے لگی کہ وجہ جو بھی ہو پر میں تم سے ناراض ہوں۔

میں اٹھا اور ابو کی پستول اٹھائی اور لوڈ کی اور ایک کمرے میں اپنے آپ کو بند کیا اور گولی مار لی ثمرین کی خاطر پتہ نہیں مجھ سے ایسی کیا غلطی ہو گئی تھی جس کی وجہ سے ثمرین ناراض تھی۔

پھر مجھے کوئی ہوش نہ تھا جب ہوش آیا تو میرے چاروں طرف میرے امی ابو اور ثمرین اور اس کے ماں باپ اور تین چار ڈاکٹر جمع تھے میں نے ایسی کیا غلطی کی تھی ثمرین جو تم مجھ سے ناراض ہو میرا اتنا ہی کہنا تھا کہ ثمرین میرے سینے پر سر رکھ کر بے تحاشہ رونے لگی تو وہ کہنے لگی کہ میں نے تو مذاق میں کہا تھا مجھے کیا پتہ تھا کہ تم کچھ کر بیٹھو گے پلیز مجھے معاف کر دو

پلیز معاف کر دو۔ ڈاکٹروں نے دو ماہ آرام کرنے کو کہا کچھ دنوں میں میں گھر آ گیا ہر روز ثمرین اور ثمرین کی ماں آتی میں ایک بہادر فوجی کا بیٹا ہو کر بزدلوں والے کام کرنے لگا۔

اگر ایک دن ثمرین نہ آتی تو اپنے جسم کو جلاتا اسکی محبت میں بہت آگے نکل چکا تھا میں نے کوئی انتہا نہ چھوڑی اپنی محبت کیلئے۔

پھر اسی طرح دن گزرتے رہے گولی کا زخم بھر گیا تھا مگر اندر سے بہت درد کرتا تھا ایک اور سال گزر گیا پھر ابو نے کہا تم سعودیہ عرب چلے جاؤ عمرہ بھی کر لینا اور کچھ کام بھی خیر غرض کام ہی تھا۔

پھر میں جانے کی تیاری کرنے لگا ادھر میں پریشان تھا کہ میری محبت کا کیا ہوگا پھر میں نے ثمرین کو فون کیا کہ میں کچھ دنوں کے لئے باہر جا رہا ہوں جلد واپس آؤں گا میں انتظار کرنا ہر روز فون کروں گا پریشان نہ ہونا ادھر حالات کچھ اچھے نہ تھے میرے ابو بھی ریٹائر ہو چکے تھے آرمی سے ایک میں ہی تھا جو ماں باپ کا سہارا تھا۔

پھر میں سب کو روتا ہوا چھوڑ کر اپنی محبت کے لیے جدا ہو گیا ثمرین اور ماں کی یاد مجھے سارا رستہ رلاتی رہی سب ہی ہوائی جہاز میں مجھے روتا ہوا دیکھ کر حیران ہو رہے تھے کہ ایک مرد ہو کر بچوں کی طرح رو رہا ہے پھر میرا دل بھی سعودی عرب میں نہ لگتا تھا میں ہر روز ماں کو اور ثمرین کو کال کرتا تھا اسی طرح مجھے ڈیڑھ سال ہو گیا تھا گئے ہوئے۔

ایک دن ثمرین کو فون کیا تو اس کی امی نے بات حال احوال کے بات خالہ نے کہا حمزہ آپ روز روز فون کیوں کرتے ہو اپنے کام پر دھیان دو خالہ کی ایسی بات مجھے سمجھ نہیں آ رہی تھی۔

میں نے خالہ کو کہا کہ خالہ جو کہنا ہے صاف صاف کہو تو خالہ نے کہا کہ آج کے بعد ثمرین کو فون مت کرنا اس کی منگنی ہو چکی ہے جب میں نے یہ سنا تو میرے کہ اتنا کچھ ہو گیا اور مجھے کسی نے بتایا ہی نہیں ہے میری محبت میں ایسی کیا کمی تھی جو میرا پیار بیگانہ ہو گیا مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا میں کیا کروں میرا ویزہ دو سال کا تھا مجھے چھٹی نہیں مل رہی تھی جسے پیار کیا جسے اپنا مانا جس کی خاطر موت کو گلے لگایا وہ ثمرین کسی اور کی منگیتر یہ سوچ کر میرے آنسو بہنے لگے تھے میری حالت غیر ہونے لگی فون کر کے امی سے کہا کہ اتنا کچھ ہو گیا اور آپ نے مجھے بتایا ہی نہیں ہے۔

امی نے کہا ان کا موڈ بدل گیا تھا اور اگر تمہیں بتاتی تو کس منہ سے بتاتی میرے بیٹے جو ہو گیا سو ہو گیا تو اپنے کام پہ توجہ دے ہم کہیں اور تیرا رشتہ تلاش کر لیں گے پھر میں نے ثمرین کو فون کرنا چھوڑ دیا تھا۔

میرے لیے دن رات عذاب بن گئے تھے کسی بھی کام میں دل نہ لگتا تھا کوئی بھی چیز پسند نہیں آتی نہ ہی وطن غیر میں رہا جاتا تھا۔

کچھ دن بعد میرے محبوب کی شادی ہونے لگی جب میرے دوست نے کال کی تو میں چکرا سا گیا تھوڑا سا دل میں درد ہوا لیکن میں نے گھر والوں کو کچھ نہ بتایا اب ہر چیز سے دل اچاک ہو گیا اپنے آپ کو بھول گیا کہ کون تھا کیا ہو گیا ہوں۔

پھر جب میرے دو سال پورے ہو گئے تو میں گھر واپس آ گیا جب گھر پہنچا تو کسی کی پہچان میں نہیں آ رہا تھا سب گھر والے مجھے دیکھ کر حیران رہ گئے پھر سب نے بھیگی پلکوں سے میرا استقبال کیا اور سب نے لمبی عمر کی دعائیں دیں۔

پھر میں ماں کی گود میں سر رکھ کر اتنا رویا اتنا رویا کہ جیسے میرے لیے کوئی مر گیا ہوا ایک ساتھی جو کسی اور کا جیون ساتھی تھا میری ساری خوشیاں ادھوری رہ گئی تھیں میں ٹوٹ کر بکھر چکا تھا۔

پھر وقت سب کچھ برداشت کروا دیتا ہے مگر پہلے والی حسرت دل کا پیار دل کی باتیں وہ ملاقاتیں نہیں بھولتی پل پل ایک خنجر کی طرح دل میں چبھتا ہے

پھر ایک دن میں بازار سے گزر رہا تھا کہ کسی کی خوشبو نے میرے دل کے درد کو ہوا دی اور جب میں نے محسوس کیا تو پہلے والا کوئی اپنا تھا جو بات کرنا گوارہ نہ تھا جب وہ دور چلی گئی میں بھی گھر واپس آ گیا۔

پھر میں اس کے غرور پر اتنا رویا کہ پانی کا سمندر نکلا ہوگا میری آنکھوں سے کیا کسی کے پیار کو ایسا پیار دیا جاتا ہے کسی کی محبت کا صلہ کیسے جھکایا جاتا ہے آج کے اس دور میں کوئی اپنا ہمسفر ساتھی سچا نہیں جو بھی ہوتا ہے وقت گزاری ٹائم پاس ہی ہوتا ہے۔

تو ڈر لگتا ہے کہ محبت میں ایسا زخم کسی کو نہ ملے اس کا دکھ میں تو برداشت کرلوں گا مگر اسے کسی کی بے وفائی ملی تو وہ برداشت نہیں کر پائے گی وہ کبھی خوش نہیں رہ پائے گی محبت کی آگ دونوں کو راکھ کا ڈھیر بنا دے گی۔

آگ لگانے والے اکثر اپنے ہی ہوتے ہیں
غیروں کو کیا پتہ کہ دل میں کیسے آگ لگائی جاتی ہے

میری سٹوری سن کر کوئی خوش ہوگا کوئی دل والا پڑھے گا کہ کیا ہوتا ہے پیار کیسے کیا جاتا ہے۔

اب میں اجازت چاہتا ہوں۔تو یہ تھی حمزہ کی کہانی جسے سن کر میرے آنسو نکل پڑے اب آپ پڑھیں گے تو اپنی رائے سے ضرور آگاہ کرنا کہ کہاں تک کامیاب ہوا ہوں آخر میں میرے تمام دوستوں کو سلام اپنی دعاؤں میں یاد رکھنا اللہ حافظ۔

محبت

محبت بھی کیا چیز ہے انسان کو کہاں سے کہاں لے آتی ہے اور زندگی میں کبھی خوشی اور کبھی غم دیتی ہے اس کو ہی محبت کہتے ہیں اور ہم جسے چاہتے ہیں زندگی میں تو وہ محبت کو ایک کھیل سمجھ کر ہی کھیلا کرتے ہیں محبت میں لیکن وہ محبت کا جذبہ نہیں سکتے ہیں اور محبت کسی کو مجبور بھی نہیں کر سکتی اس لیے وہ محبت کا ہی مذاق اڑاتے ہیں اور محبت کا مستوئی مطلب بھی نہیں سمجھتے اور نہ ہی اس کو حاصل کر سکتے ہیں زندگی بھر ایسی محبت کا ہی پھر اور کہیں سودہ کر دیتے ہیں اور ہم بھول جاتے ہیں کہ کسی کو اس محبت کا مذاق کیا ہے کتنی لطیف ہوتی ہوگی اور کتنا ہی اس کا دل ٹوٹا ہوگا اور کتنا زخمی ہوا ہوگا۔

غزل

تیرے کو ہی مل لیتا تو سکون دل کو ملتا تھا
دل کے اندر تیرے ہی خواب کو سجا لیتا تھا
تم اگر میرے وجود کو مہکانے والے ہو
میری غزلوں کا تم ایک حصہ بن جاتی ہو
میرے جذبات میں چڑھنے والی اک شراب بنا دیتی ہو
تم گناہ کو بھی اک ثواب بنا دیتی ہو
میرے اشکوں ہی سے سیلاب کا لہو بنا دیتی ہو
بس یہی تو تم مستوئی کی محبت کا صلہ دیتی ہو
میرے بھی غم دل کے مٹا دیتی ہو
اس کو ہی تو پیار کہتے ہیں

سردار اقبال خان مستوئی سردار گڑھ

آج میں نے بہت سوچ کر اپنے درد سے اٹھا ہی تھا کہ اپنے آپ کو مستوئی نے کیسا درد لگا لیا۔ پکڑ کر بیٹھا تھا اپنے درد کو آواز دے کر
کیا جو اپنے پاس ہی بلائے گا مجھے کو بھی
اپنے پاس بٹھائے گا تو یوں ہی اکثر
آہستہ سے دل کا درد بڑھتا ہی جائے گا
قدم بڑھتے بڑھتے کسی سنسان جگہ پر رک گئے
جہاں سے جدا ہو چکے تھے ہم دونوں

سردار اقبال خان مستوئی۔ سردار گڑھ

نہ رکھ امید وفا کسی پرندے سے ارشد
ذرا پر کیا نکل آئیں اپنا ہی آشیانہ بھول جاتے ہیں

رئیس ارشد۔شہر خان بیلہ

پیار میں زندگی ہار گئے

--تحریر۔ رینا محمود قریشی۔ میر پور خاص

شہزادہ بھائی۔ السلام وعلیکم۔ امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔
کشف نے اریب سے سچی محبت کی تھی مگر وہ دولت کا پجاری تھا اس کی دولت زیور لے کر اسے لوگوں دوسرے لوگوں میں بیچ دیا کشف معصوم لڑکی یہ بھی نہ سمجھ سکی کہ اس کے زندگی کے ساتھ کھیلا جا رہا ہے وہ تو اسے سچے دل سے پیار کرتی تھی ایک ہار جانے والی لڑکی کی داستاں ہے امید ہے پسند آئے گی۔ میں نے اس کہانی کا نام۔ پیار میں زندگی ہار گئے ۔ رکھا ہے کیسی لگی ضرور بتایئے گا۔
ادارہ جواب عرض کی پالیسی کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں مقامات کے نام تبدیل کر دیئے ہیں تا کہ کسی کی دل شکنی نہ ہو اور مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی جس کا ادارہ یا رائٹر ذمہ دار نہیں ہوگا۔ اس کہانی میں کیا کچھ ہے یہ تو آپ کو پڑھنے کے بعد ہی پتہ چلے گا۔

کشف اپنے گھر میں سب بہن بھائیوں میں بڑی تھی اور میٹرک کی طالبہ تھی کشف کی بچپن میں ہی اپنے پھوپھو زاد سے منگنی ہو چکی تھی جب کشف جوانی کی دہلیز پر پہلا قدم ہی رکھا تھا کہ کشف پہ یہ راز کھولا کے وہ اپنے کزن فہیم کی منگیتر ہے۔
کشف کو اس کا منگیتر پتہ نہیں تھا وہ ہر بار یہ گھر والوں سے کہتی کہ میں فہیم سے شادی نہیں کروں گی فہیم کا مجھے پتہ نہیں ہے۔
اس کی امی ہر بار ٹال دیتی اور کہتی کہ کیا برائی ہے اس میں نیک ہے شریف ہے ٹھنڈے مزاج کا ہے کاروباری بندہ ہے تمہیں اور کیا چاہئے۔
بس کشف کہتی کہ مجھے وہ پسند نہیں ہے پر کشف کی کوئی سنتا ہی نہ تھا وہ بے چاری اپنے دل کی بھڑاس نکال کر رہ جاتی وہ پڑھ لکھ کر کچھ بننا چاہتی تھی اور لائق طالبہ بھی تھی۔
کشف میٹرک میں اچھے نمبروں سے پاس ہوئی اور آگے پڑھنا چاہتی تھی پر کشف کے والدین نے اسے اجازت نہ دی اور اسے پڑھائی کو خیر آباد کہنا پڑا کشف گھر میں رہنے لگی اور اپنے آپ کو گھر کے کاموں میں مصروف رکھتی تھی پر پھر بھی وہ بے چین سی رہتی کشف نے سوچا میں ایک موبائل خرید لوں تا کہ دل تو لگا رہے گا۔
کشف نے اپنی امی سے موبائل کی فرمائش کی مگر اس کی امی پہلے تو نہ مانی پر اس کے بار بار اسرار کرنے پر مان گئی اور بول دیا کہ کل بازار چلیں گے کشف پھولے نہ سمارہی تھی کشف کچن میں گئی اور کام میں مصروف ہوگئی۔
کشف اور اس کی والدہ بازار گئیں اور ایک موبائل دیکھا موبائلوں والی دکان کے پاس ہی ایک کم عمر لڑکا گلاب کے پھول بیچ رہا تھا اور گلاب والے کے ساتھ ایک اٹھارہ انیس سال کا ایک خوبرو لڑکا ہاتھ میں پھول لئے مسکرا رہا تھا۔
اور مسلسل کشف کو دیکھے جا رہا تھا۔

کشف اس سے بے خبر موبائل پسند کرنے میں مست تھی کشف کو ایک موبائل پسند آیا اس کی امی قیمت پوچھنے لگی اور کشف پھولوں کی دیوانی تھی کشف اپنے لئے پھول خریدنے چلی گئی۔

کشف نے بولا کہ بھیا ایک گلاب کتنے کا ہے کم عمر لڑکے نے کہا باجی پندرہ روپے کا ہے ایک دم وہ خوبرو نوجوان بول اٹھا آپ کو کتنے چاہئیں کشف نے کہا پانچ اس نوجوان نے دس گلاب اس کے ہاتھ میں تھما دیئے۔ اور ایک کارڈ بھی کشف کو دے دیا۔

کشف نے کہا کتنے پیسے ہوئے تو اس نے کہا ہم گلابوں سے حساب نہیں کرتے آپ جائیے کشف شرمندہ سی ہو کر اپنی امی کے پاس آئی۔

کشف نے آج تک کسی بھی لڑکے سے ایسے بات نہ کی تھی اور نہ ہی اس نے اپنے بارے میں کسی سے ایسے الفاظ سنے تھے کشف گھر آتے ہی اپنے کمرے میں چلی گئی اور اس نوجوان کے بارے میں سوچنے لگی کبھی اس کی مسکراہٹ محسوس کرتی اور کبھی پھولوں کو چومتی پھر جلدی سے اس نے اپنے پرس میں نے وہ کارڈ نکالا اور دیکھنے لگی جس پر کسی دکان کا پتہ اور اس نوجوان کی تصویر اور فون نمبر اور پتہ لکھا ہوا تھا اس لڑکے کا نام اریب لکھا ہوا تھا اور اریب والوں کی کپڑے کی بھی دکان تھی۔

کشف نے اپنا نیا موبائل سیٹ کھولا اور سم لگائی اور اریب کا نمبر ڈائل کرنے لگی دوسری بل پہ ہی کشف نے اسلام علیکم۔ کسی جنس آواز نے کشف کا استقبال کیا کشف نے جوابی واعلیکم اسلام کہا۔ اور چپ ہوگئی کشف کو کچھ سمجھ نہیں آرہا تھا کہ کیا کہے وہ کیا بات کرے کیا بولے اریب کی پھر دوبارہ آواز ابھری آپ وہی ہیں نہ جو گلاب والے کے پاس ملی تھی ہاں میں وہی ہوں پر آپ نے کیسے پہچانا کشف نے حیران ہوتے ہوئے پوچھا۔

بس محبت کرنے والے سب پہچان جاتے ہیں آپ باتیں بہت میٹھی کرتے ہیں۔ میٹھی نہیں حق بات کرتا ہوں آپ اس قابل ہیں جبھی تو ایسی باتیں کر رہا ہوں اچھا تو آپ کا نام کیا ہے۔

جی کشف۔ بہت خوبصورت نام ہے تمہاری طرح تھوڑی دیر باتیں ہوتی رہیں پھر کال ڈراپ کر دی کشف اریب سے محبت کرنے لگی تھی۔

یہ نوعمری اور یہ محبت اف خدایا کشف روزانہ اریب سے باتیں کرتی تھی کبھی کال پہ کبھی ایس ایم ایس پہ کشف کو تین ماہ ہو چکے تھے اریب سے باتیں کرتے ہوئے پر گھر میں کسی کو کوئی پتہ نہ تھا۔

کشف کی محبت دن بدن پران چڑھتی رہی کشف کی راتیں چاندرات اور دن عید کی طرح گزر رہے تھے۔

اریب کشف سے میٹھی میٹھی باتیں کر کے اسے سہانے خواب دیکھاتا تھا اریب بولتا تھا کہ کشف میری دلہن تم ہی بنو گی اور کشف بھی کہتی کہ ہاں اریب جان میں بھی تم سے بہت محبت کرتی ہوں اور تمہارے بن کسی سے بھی شادی نہیں کروں گی بلکہ موت کو گلے لگا لوں گی۔

اریب بولتا نہیں میری جان ایسی باتیں نہیں کرتے میں تمہارا ہی ہوں کشف نے اریب کو اپنی منگنی کا پہلے ہی بتا دیا تھا اریب بولا یہ منگنی منگنی نہیں ہے اس میں تمہاری رجامندی نہیں ہے یہ زبرستی ہے اس لیے یہ شادی نہیں ہو سکتی۔

آج کشف کی پھوپھی اور پھوپھا آئے ہوئے تھے ساتھ میں کشف کی دو کزنیں بھی تھی اریبہ اور لائبہ دونوں کشف کی اچھی دوستیں بھی تھیں مگر آج کشف ان سے بات تک نہ کر رہی تھی وہ کام میں ایسے مگن تھی جیسے اس گھر میں اس کے سوا کوئی دوسرا تھا ہی نہیں جب وہ سب لوگ چلے گئے۔

کشف کی امی نے اسے گلے لگا کر بھوسہ دیا ماتھا چوما اور کہا کہ آج تمہاری پھوپھی شادی کی بات

کر رہی تھی ہم نے انہیں ایک سال کا ٹائم دیا ہے
کشف اپنے کمرے میں چلی گئی اور رونے لگی میں
ایسے کیسے یہ شادی کرلوں میں تو اریب کے بنا کسی اور
کا سوچ بھی نہیں سکتی اور شادی تو بہت دور کی بات
ہے کشف نے آنسو صاف کیئے اور اریب کا نمبر ڈائل
کیا اریب نے کال ریسیو کی تو کشف رونے لگی اور
اریب کو سب صورت حال سے آگاہ کیا اور کہا کہ میں
مر جاؤں گی پر فہیم سے شادی نہیں کروں گی پلیز تم کچھ
کرو اپنے گھر والوں کو میرے رشتے کے لیے بھیجو
اریب نے پورا یقین دلایا کہ میں اپنے گھر والوں کو
ضرور بھیجوں گا تم اپنے گھر والوں کو بھی بتا دو پھر
میں رشتہ بھیج دوں گا پھر کال ڈراپ ہوگئی۔

کشف نے پکا ارادہ کر لیا تھا اور ساری بات اپنی
امی کو بتا دی اور کہا کہ میں اگر شادی کروں گی تو صرف
اریب سے ورنہ مر جاؤں گی اور فہیم سے شادی
نہیں کروں گی۔

کشف نے بولا کہ اریب کے گھر والے آئیں
گے میرا ہاتھ مانگنے تم انکار مت کرنا۔ پر کشف کی امی
نے ایک زوردار تھپڑ کشف کے منہ پر مار دیا اور گرج
کر کہا خبردار جو اس کا نام بھی لیا تو ہم تمہاری شادی
اسی سے کریں گے جسے ہم پسند کرتے ہیں مگر کشف
نے بھی انکار کر دیا۔

اپنے کمرے میں جا کر کشف کافی دیر سوچتی
رہی اور روتی رہی کشف کے ذہن میں ایک ایسا خیال
آیا کہ کشف نا چاہتے ہوئے بھی ایسا کرنے پر مجبور ہو
گئی کشف نے اریب کو کال کی۔ ہیلو کیسی ہو تم
۔تمہارے بنا کیسی ہو سکتی ہوں۔

تم نے بات کی گھر والوں سے۔ ہاں کی تھی مگر
۔۔مگر کیا۔۔مگر امی نے صاف منع کر دیا ہے سنو مجھے
مارا بھی ہے اریب میں تمہارے بنا نہیں رہ سکتی میں مر
جاؤں گی پلیز تم جلدی کچھ کرو پلیز۔

میں کچھ سوچتا ہوں اریب میں نے سوچ لیا ہے
کہ ہمیں کیا کرنا چاہیے۔۔بولو ہمیں کیا کرنا چاہیے۔
کشف نے آنکھ موندتے ہوئے ہونٹوں کو دانتوں
تلے دباتے ہوئے ایک ہی سانس میں سب کچھ کہہ دیا
کہ ہم کورٹ میرج کریں گے بولو اریب تم راضی ہو
ناں تم میرا ساتھ دو گے نہ۔

ہاں ہاں میں راضی ہو اور ہمیشہ تمہارے ساتھ
ہی ہوں پر مجھے کچھ وقت چاہیے۔

کیوں تم سوچو گے اس بارے میں بھی کشف
نے طنز لہجے میں کہا جسے اریب نے بھی محسوس کیا تھا۔
نہیں میری جان کشف ایسی بات نہیں ہے میرے
پاس ابھی انتظام نہیں ہے ابھی میں گھر کا بندوبست کر
لوں۔۔اور کک۔۔اور۔۔بولو اور کیا۔وہ اور کچھ
پیسے وغیرہ بھی چاہیئے ناں۔ان کا انتظام بھی کرلوں گا
ایک ہفتے کا ٹائم دو۔

کشف نے ہامی بھر لی اور اپنے مستقبل کے
سہانے خواب دیکھنے لگی پر وہ محبت میں اندھی لڑکی کیا
جانتی تھی کہ محبت کے چکر میں دن بدن موت کے
قریب ہوتی جارہی ہے اس کا یہ خوشیوں کا موسم صرف
چند دنوں کا تھا کل کیا ہوگا کوئی نہیں جانتا۔

محبت کا سفر بھی کیا سفر ہے
جو ادھورا ہو نہیں سکتا
محبت کا مسافر چاہیے چکنا چور ہو تھک کر
کہیں بھی راستے میں رک نہیں سکتا
اور اس میں واپسی کی کوئی گنجائش نہیں ہوتی
محبت زندگی بھر کا سفر ہے

ایک ہفتہ یوں ہی گزر گیا کشف اریب کو پھر
کورٹ میرج کا اسرار کرنے لگی اریب نے صاف
کہہ دیا کہ ابھی نہیں ابھی میرے پاس پیسے نہیں ہیں
اور میری اتنی آمدنی نہیں ہے کہ گزارہ ہو سکے تب
کشف نے ایک گہری سانس لی اور کہا بس اتنی سی
بات ہے میں پیسے کا انتظام کرلوں گی تم بس تیاری کرو
وہاں سے کہیں دور چلنے کی۔

تم کہاں سے لاؤ گی کشف اتنے پیسے۔تم بے فکر رہو ویسے بھی میری شادی کے لیے کچھ زیور رکھے ہوئے ہیں امی نے نقد پیسے بھی ہیں وہ میرے لیے ہی تو رکھے ہیں اریب کی آنکھوں میں چمک آ گئی اور اپنی فطرت پہ مسکرانے لگا کہ مفت میں کیش بھی آ رہے ہیں اور چکن فرائی بھی اس نے اپنے آپ پہ کنٹرول کرتے ہوئے کہا نہیں کشف میں تم سے پیسے نہیں لے سکتا مجھے اچھا نہیں لگے گا کہ تم سے پیسے لوں۔

اب اس میں تمہارا میرا کہاں سے آ گیا میری ہر چیز ہی تمہاری ہے کشف نے اریب کو راضی کر لیا اور کل رات کا منصوبہ بنا لیا کشف اپنی تیاری کرنے لگی ایک بیگ میں کشف نے اپنے کپڑے اور ضرورت کی چند چیزیں رکھ لیں جو اس کی ماں نے اس کے لیے زیور رکھے تھے وہ بھی اسی بیگ میں ہی رکھ لیے رات کے دو بج رہے تھے سب لوگ خواب خرگوش کے مزے لے رہے تھے کہ کشف اریب کے کال یا میسج کا انتظار کر رہی تھی اتنے میں اریب کا میسج آیا کہ کہاں ہو تم میں باہر کھڑا ہوں۔

کشف نے جواب دیا میں آ جاؤں کیا جواب آیا کہ ہاں آ جاؤ کشف نے موبائل پرس میں رکھا اور اپنا سامان اٹھایا اور گیٹ کھول کر باہر نکل گئی اریب بلیک پینٹ شرٹ میں کسی ہیرو سے کم نہ تھا کشف نے ایک نظر اپنے گھر پر ڈالی اور آگے بڑھنے لگی اریب کے ساتھ کشف نے سوچا کہ مجھے گھر لوٹ جانا چاہیے کشف کے دل میں عجیب عجیب سے وسواسے آ رہے تھے اریب نے کشف کا ہاتھ تھاما اور سٹاپ پہ آ گیا اریب نے کہا کتنے پیسے ہیں تمہارے پاس۔

کشف نے پرس کھولا تو اریب کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی ہی رہ گئیں کشف نے اپنے سارے پیسے نکالے اور اریب کے ہاتھ میں رکھ دیئے میں نے گنے نہیں کتنے ہیں مگر لے آئی ہوں اتنے میں گاڑی آ گئی اور گاڑی میں بیٹھ کر حیدر آباد پہنچ گئے اور پھر کراچی پہنچ گئے کشف نے یہ جگہ پہلے کبھی نہیں دیکھی تھی وہ اس شہر میں انجان تھی اریب اور کشف سٹاپ پر کھڑے تھے کشف نے پوچھا اب کہا جانا ہے۔

اریب بولا کہ اپنے ایک دوست کے گھر اریب ادھر ادھر دیکھنے لگا اور بولا کشف تم یہاں رکو میں یہ سامان رکشے میں رکھ کر آتا ہوں وہ اپنا سامان نہیں لایا تھا بس ایک بیگ تھا جو کشف کا تھا اگر تم بھی ساتھ چلو گی تو لوگ شک کریں گے۔

اریب نے سامان اٹھایا اور آگے بڑھ گیا کشف اسے جاتا ہوا دیکھتی رہی اور یہاں تک کے وہ نظروں سے اوجھل ہو گیا اور کشف اسے وہی سے تلاش کرتی رہی چار گھنٹے گزر گئے اور اریب نہ آیا کشف وہی کھڑی اس کا انتظار کرتی رہی۔

اتنے میں ایک رکشہ آیا اور کشف کے پاس رکا اس میں سے تین لڑکے نکلے اور کہا کہ ہم اریب کے دوست ہیں اس کا ایکسیڈنٹ ہو گیا ہے اور وہ ہسپتال میں ہے کشف کے پیروں تلے سے زمین نکل گئی کشف ان سے فریاد کرنے لگی کہ مجھے اس کے پاس لے جاؤ مجھے اریب کے پاس لے چلو پلیز مجھے لے چلو اریب کے پاس۔

اچھا رکشے میں بیٹھ جاؤ کشف ان کے ساتھ بیٹھ گئی اور رکشہ ایک نامعلوم جگہ پر دوڑ رہا تھا جہاں رکشہ جا رہا تھا یہ ایک ویران سی جگہ تھی اچانک کشف کے دل میں خیال آیا کہ کہیں اریب نے مجھے ان لوگوں کو بیچ تو نہیں دیا اور اریب میرے سارے پیسے اور زیور لے کر بھاگ گیا ہو۔

کشف نے ان تینوں کے چہرے کا جائزہ لیا اور رکشے سے کود گئی وہ سڑک کنارے بری طرح گری اور اس کے ہاتھ زخمی ہو گئے وہ سڑک کے کنارے دوڑ رہی تھی وہ تینوں بھی اس کے پیچھے دوڑ رہے تھے کشف پیچھے مڑ کر دیکھتی تو کبھی آگے اندھا دھند دوڑتی جا رہی تھی روڈ پہ گاڑیاں اپنی تیز رفتار میں چل رہی

تھیں اور کشف رکنا نہیں چاہتی تھی۔

کشف نے آؤ دیکھا نہ تاؤ اور روڈ پہ دوڑنا شروع کر دیا وہ تینوں تو رک گئے مگر کشف نہیں رکی سامنے سے آتے ہوئے ٹرک نے کشف کو اپنی لپیٹ میں لے لیا کشف کا دوپٹہ ٹرک میں پھنس چکا تھا وہ ٹرک کے ساتھ ہی گھسٹتی چلی گئی۔

جب لوگوں نے شور مچایا تو ٹرک رک گیا پر ٹرک والے نے جیسے ہی بریک لگائی کشف ٹرک کے ٹائر کے نیچے آ گئی جب لوگوں نے اسے اٹھا کر ایک طرف لٹایا تو وہ مر چکی تھی کشف کا چہرہ بہت بری طرح زخمی ہو چکا تھا کچھ لوگ اسے پاگل سمجھ رہے تھے کہہ رہے تھے کہ یہ خود ہی روڈ پر بھاگ رہی تھی پر کشف پیار کے کھیل میں اپنی زندگی کی بازی ہار چکی تھی۔

جو لوگ اپنے ماں باپ کا دل دکھا کر اپنی خوشی حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں وہ دنیا و آخرت میں کچھ نہیں پا سکتے سوائے رسوائی کے۔

دوستو محبت کرو مگر اپنے جذبات کو کنٹرول کر کے ایک حد میں رہ کر کیوں کہ صرف پانے کا مطلب محبت نہیں ہوتی محبت وہ ہوتی ہے جو دور رہ کر بھی محبت دل میں ہو۔ یاد رکھنا دوستو محبت قربانی مانگتی ہے۔

ہر لفظ کاغذ پہ اتارا نہیں جاتا
ہر نام سر عام پکارا نہیں جاتا
ہوتی ہیں محبت میں کئی راز کی باتیں
ویسے ہی تو اس کھیل میں ہارا نہیں جاتا

اپنی قیمتی آراء سے ضرور نوازیے گا۔

آؤ ناں

آؤ جانچ لیتے ہیں درد کے ترازو پر
کس کے غم کہاں تک ہیں
شدتیں کہاں تک ہیں
کچھ عزیز لوگوں سے پوچھنا تو پڑتا ہے
آج کل خلوص کی قیمتیں کہاں تک ہیں
فرصتیں ملیں جب بھی رنجشیں بھلا دینا
کون جانے سانسوں کی مہلتیں کہاں تک ہیں

غلام فرید حجرہ شاہ مقیم

غزل

بہت مدت کے بعد کل شب
کتاب ماضی کو ہم نے کھولا
بہت سے چہرے نظر سے گزرے
بہت سے ناموں سے دل پسیجا
اک ایسا صفحہ بھی اس میں آیا
کہ جس کا عنوان صرف تم تھا
کچھ اور آنسو پھر اس پہ ٹپکے
پھر اس کے آگے ہم پڑھ نہ پائے
کتاب ماضی کو بند کر کے
تمہاری یادوں میں کھو گئے ہم
اگر تم ملتے تو کیسا لگتا
انہی خیالوں میں سو گئے ہم

تیرے سوا

تیرے سوا کوئی میرے جذبات میں نہیں
آنکھوں میں وہ نمی ہے جو برسات میں نہیں
پانے کی تجھے کوشش بہت کی مگر مہوش
شاید تو اک لکیر ہے جو میرے ہاتھ میں نہیں

قطعہ

اچھا ہوا کہ تم ہی راستے میں چھوڑ گئے
الزام بے وفائی میرے سر نہیں گیا
تو بھی زندہ ہے مجھ سے بچھڑ کر اس زمانے میں
اور تیرے بغیر میں بھی کوئی مر نہیں گیا

غلام فرید جاوید حجرہ شاہ مقیم

کون کہتا ہے کہ مٹ جاتی ہے دوری سے محبت
ملنے والے تو خیالوں میں بھی ملا کرتے ہیں

رئیس ارشد۔شہر خان بیلہ ....

پھر بھی محبت ہے

تحریر۔ راجہ عمران ساحل، کوٹلی آزاد کشمیر

شہزادہ بھائی۔ السلام وعلیکم۔ امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔
قارئین میں 2004 سے جواب عرض کا قاری ہوں لیکن اب مجھے لکھنے کا شوق پیدا ہوا ہے کہ میں بھی کہانی لکھ سکتا ہوں امید ہے یہ بھی جلد ہی شائع ہو جائے گی اور آپ میری حوصلہ افزائی بھی کریں گے تا کہ میں آئندہ بھی لکھ سکوں میں نے اس کہانی کا نام ۔ پھر بھی محبت ہے ۔ رکھا ہے امید ہے سب کو پسند آئے گی اپنی قیمتی آراء سے ضرور نوازیے گا مجھے بے چینی سے انتظار رہے گا
ادارہ جواب عرض کی پالیسی کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں مقامات کے نام تبدیل کر دیئے ہیں تا کہ کسی کی دل شکنی نہ ہو اور مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی جس کا ادارہ یا رائٹر ذمہ دار نہیں ہوگا۔ اس کہانی میں کیا کچھ ہے یہ تو آپ کو پڑھنے کے بعد ہی پتہ چلے گا۔

جب محبت کرنے والے اپنا آپ بدلنے لگ جائیں ان کی چاہتوں میں کمی ہونے لگے ان کے لہجے بدلنے لگیں وہ پہچاننے سے انکار کرنے لگیں ان کے چہروں پر بے وفائی جھلکنے لگے تو انسان کی زندگی بالکل ایسی ہو جاتی ہے جیسے مرجھائے ہوئے پھول اور جیسے درختوں کے زرد خشک پتے تپتی صحرا جیسے ویران سنسان جیسے خوفناک سناٹا یہاں تک کہ اس کو اپنے آپ سے بھی نفرت ہونے لگتی ہے اسے اپنے سائے سے بھی نفرت ہونے لگتی ہے یہاں تک کے اسے دنیا کے رنگ پھیکے لگنے لگتے ہیں اور وہ زندہ رہ کر بھی زندہ دکھائی نہیں دیتا اسے نہ تو دنیا کی رونقیں اچھی لگتی ہیں اور نا ہی مسکراتے ہوئے چہرے نہ مہکتے نظارے اُسے سکون دیتے ہیں اور نہ ہی بھیگے ہوئے موسم اُسے سہانے لگتے ہیں۔
کچھ بھی تو اُس کو اچھا نہیں لگتا ہے وہ بس یہ ہی سوچتا رہتا ہیں کہ اُس کہ ساتھ ہوا کیوں ہوا ہے بس اپنی ہی سوچیں ہیں وہ ایک دن قبر میں اُتر جاتا ہے اور کوئی بھی اس زندگی کو سمجھ نہیں پاتا۔
کوئی بھی یہ نہیں جان پاتا کہ اس کفن کے پیچھے چھپی لاش کیا دکھ اپنے دل میں لیے ہوئے پڑی ہے اس کے اندر ایسی کون سی کہانی تھی جس نے اس کے جسم پر سفید کپڑا اچھا دیا ہے کوئی بھی نہیں اُس کو جان سکتا اور پھر کوئی جاننے بھی کیسے کسی کو کیا ضرورت ہے اسکے بارے میں جاننے کی شاید کسی کے پاس اتنی فرست ہی نہیں ہے اور یہ سب تب ہوتا ہے جب کوئی کسی کو اپنا بنا کر پھر بھول جائے اسکے ارمانوں سے کھیل جائے اُس کے ساتھ محبت کے نام پر دھوکہ کرے اس موضوع پر ایک کہانی میں آپ قارئین کی نظر کرتا ہوں یہ کہانی میرے ایک دوست کی ہے آیئے اس کی زبانی سنتے ہیں۔
میرا نام عدنان ہے اور میں راجپوت فیملی میں پیدا ہوا جب میں پیدا ہوا تو گھر والوں نے بہت جشن منائے اور خوب مٹھائیاں تقسیم کی ہم تین بھائی ہیں اور باقی دو میرے سے بڑے ہیں میں گھر میں سب سے

چھوٹا تھا اور گھر والے میری ہر خواہش پوری کرتے جب میں پانچ سال کا ہوا تو گھر والوں نے مجھے سکول میں داخل کروایا مجھے سکول کا پہلا دن بہت عجیب سا لگ رہا تھا آہستہ آہستہ سکول جانے کی عادت ہوگئی اور میں نے اپنی پڑھائی کی طرف توجہ دینا شروع کی اور پہلی پوزیشن میں آتا رہا۔

اسی طرح میں نے آٹھویں جماعت میں پہلی پوزیشن لی اور گھر کے نزدیک ایک پرائیویٹ سکول تھا میری کارکردگی کو دیکھ کر اس سکول کے پرنسپل نے میرے والد صاحب سے بات کی کہ اس کو ہمارے سکول میں داخل کردو۔

جب میرے والد صاحب نے مجھے کہا تو میں نے کہا کہ ابو جان ادھر تو لڑکیاں بھی پڑتی ہیں میں لڑکیوں کے ساتھ نہیں پڑھوں گا لیکن ابو نے کہا کہ یہ سکول نزدیک ہے اس میں پڑھو۔ ہائی سکول دور ہیں میں نے ان کی بات مان لی لیکن دل میں خوف سا تھا کہ لڑکیوں کے ساتھ کس طرح پڑھوں گا لیکن وقت ہے کہ انسانوں کو سب سکھا دیتا ہے۔

میں نے سکول میں جانا شروع کردیا شروع میں تو بہت شرم سی محسوس ہوتی ہے۔

لیکن آہستہ آہستہ سب ٹھیک ہوگیا لیکن کوئی بھی لڑکی میری زندگی میں نہیں آئی تھی اسی طرح میں نے آٹھویں کلاس پاس کی پھر میٹرک اچھے نمبروں سے اور پھر ایف اے کیا ایف اے کرنے کے بعد میں نے کالج میں داخلہ لے لیا اس تمام عرصے میں میں بہت اچھے نمبروں سے پاس ہوتا رہا کیوں کہ میں پیار کے چکروں اور فراڈ میں نہیں پڑا تھا ابھی مجھے اسلام آباد میں دو سال ہوئے تھے پڑھتے ہوئے کہ ایک سال کے بعد میری بربادی کے دن شروع ہوگئے۔

مجھے بھی کسی سے پیار ہوگیا۔

آج بھی اسی کی یادوں میں کھویا رہتا ہوں ابھی پڑھائی میں دل نہیں لگ رہا تھا۔

ہر لفظ کتابوں میں تیرا عکس بنے ہوا ہے
تیرا معصوم سا چہرہ مجھے پڑھنے نہیں دیتا

مجھے کس سے پیار ہوا اور کیسے ہوا یہ میں آپ کو بتاتا ہوں مجھے جس سے پیار ہوا اس لڑکی کا نام ایم سے ہے ایک دن وہ اپنی امی کے ساتھ بینک میں آئی تو میں نے اسے دیکھا تھا ادھر اس کو دیکھا اور ادھر ہی اس کو دل دے بیٹھا تھا۔

ایک دن اس کی امی مجھے ہاسپٹل میں ملی ادھر اس کا موبائل گر گیا تھا میں نے اس کا موبائل اٹھا کر اسے دیا وہ مجھے پہلے نہیں جانتے تھے لیکن ان کے رشتہ دار میرے ماموں کے گھر کے نزدیک رہتے تھے اور میں انکو جانتا تھا اور اس کی امی کو بھی جب میں نے موبائل اٹھا کر دیا تو اس نے پوچھا کہ آپ کدھر رہتے ہو میں نے گاؤں کا نام بتایا اس طرح ان سے واقفیت ہوگئی اور انہوں نے کہا کہ تم نے میرا موبائل مجھے واپس کیا تم بہت اچھے ہو اگر کسی اور کو ملتا تو شاید وہ واپس نہ کرتا میں نے ان کو بتایا کہ پانچ انگلیاں برابر نہیں ہوتی۔

اس طرح اس نے مجھے ایک اچھے انسان کا لقب دیا اور کہا کہ آؤ ہمارے گھر چلتے ہیں میں نے کہا نہیں پھر کبھی سہی اسی طرح ان کا بیوٹی پارلر بھی تھا انہوں نے اپنے پارلر کا کارڈ مجھے دیا اور میں نے وہ رکھ لیا ایک دن اپنی چاچی کی بیٹی کو لے کر گیا عید بھی تھی وہ کہنے لگی کہ بھیا مہندی لگوانی ہے۔

میں اس کو ان کے پارلر لے گیا اس کی مہندی وغیرہ لگوائی اس طرح ان کو اور بھی اچھا لگا پھر میں نے ان کو اپنا نمبر بھی دے دیا کہ کبھی میری ضرورت پڑے تو مجھے بتانا۔

ایک دن انہوں نے مجھے کال کی کہ میں نے بینک میں اکاؤنٹ کھلوانا ہے اور ساتھ جانے والا کوئی نہیں ہے آپ کدھر ہو میں نے بتایا کہ میں بازار ہوں اور تم پارلر آ جاؤ میں بھی آ جاؤں گا۔ پھر میں ان کے

پارلر کے پاس گیا اور ان کو بتایا کہ میں پارلر کے پاس ہوں آپ آجاؤ وہ بھی آگئیں پھر انہوں نے مجھے اپنا اور اپنے شوہر کا شناختی کارڈ دیا اور پانچ سو روپے بھی دیئے کہ یہ اپنے پاس رکھ لو۔

جب وہ باہر آئے تو ان کے ساتھ ایم بھی تھی میں نے اس سے پہلے اس کو نہیں دیکھا تھا ایم ادھر آجانا بینک میں نے کہا ٹھیک ہے جب میں بینک میں پہنچا تو وہ پہلے سے میرا انتظار کررہے تھے میں نے ان کو فارم لے کر دیا اور پھر فارم فل ہوا اور ان کا اکاؤنٹ نمبر انکو ملا۔

اب اصل کہانی کی طرف آتا ہوں جب میں نے ایم کو دیکھا تو دیکھتا ہی رہ گیا کیا خوبصورت پری لگ رہی تھی بلیک کپڑے پہنے ہوئے تھے اور بلیک کلر تو مجھے پہلے ہی پسند تھا۔

اس کے کانوں میں لمبی لمبی بالیاں کیا حسین نظارہ پیش کررہی تھیں میں نے اس کو دیکھا تو اسی کا ہو کر رہ گیا ادھر اس نے پوچھا کہ تم کیا کرتے ہو میں نے اس کو بتایا کہ میں پڑھتا ہوں۔

اس کے بعد ہم نے کچھ باتیں کیں اور قارئین کو بتاتا چلوں کہ پہلے میں بھی پیار پہ یقین نہیں کرتا تھا لیکن پیار کیا نہیں جاتا ہو جاتا ہے یہ بات سچ ہے اور مجھے بھی اسی دن سے اس حسینہ پر پیار ہو گیا تھا۔

پھر میں نے اس دن ان کو ان کے گھر کے قریب جا کر چھوڑا تھا اس کی امی نے کہا آؤ گھر چلیں میں نے کہا نہیں پھر کبھی آؤں گا۔ پھر میں بازار کی طرف چلا گیا۔

پھر نا جانے اس نے میرا نمبر کہاں سے لیا تھا اور مجھے میسج کیا کہ میں ایم ہوں اسی طرح ہماری باتوں کا آغاز ہوتا تھا پھر ہم ایک دوسرے سے ملتے اور باتیں کرتے ایک دن میں نے اس سے پوچھا کہ آپ نے کبھی کسی سے پیار کیا ہے۔

تو اس نے غصہ کیا اور ہم ایک دوسرے سے ناراض ہو گئے لیکن میں نے اپنے پیار کا اظہار اس سے اسی دن کر دیا تھا اور کہا تھا کہ تم کیا جانو کسی کے پیار کی نزاکت کو کہ کوئی تم سے کتنا پیار کرتا ہے اور کیا کچھ کر سکتا ہے لیکن وہ ناراض کو گئی اس نے اپنا نمبر بند کر دیا اور اپنا نیا نمبر لے لیا۔

لیکن میں اس کی یاد میں پل پل مرتا رہا ایک دن ایک نمبر سے مس کال آئی میں نے کال کی تو پوچھا کون اس نے کہا میں ایم ہوں اور بڑا پیار ہو گیا ہے میں نے کہا کس سے اس نے کہا صباء سے جس کو میسج کرتے رہتے ہو۔

میں نے کہا میں نے کبھی بھی کسی کو میسج نہیں کیا اور نہ ہی کوئی شوق ہے میں نے اس کو بتایا کہ میری سم گم ہو گئی تھی ایک ہفتے سے اور آج ہی نئی لے کر آیا ہوں ہو سکتا ہے کسی نے رونگ نمبر سے کئے ہوں قارئین وہ صباء اس کے پارلر میں کام کرتی تھی پھر اس نے کہا کہ مجھے پارلر والے نمبر پر کال کرو میں نے کال کی تو پھر ہماری باتوں کا سلسلہ جاری ہو گیا۔

پھر اس نے مجھ سے پوچھا کہ کب گھر آنا ہے میں نے کہا کہ ایک ہفتے بعد پھر وہ ہفتہ بھی آگیا کہ میں گھر کے لیے روانہ ہو گیا اور اس کو بتا دیا کہ میں آرہا ہوں اور سارے راستے میں اسی سے میسج سے بات ہوتی رہی آخر کار میں گھر پہنچ گیا لیکن دل نہیں لگ رہا تھا کہ میں کب اپنی جان کو دیکھوں کب اس کے پاس پہنچوں میری پیاری جان کیسی ہو گی۔

بڑی بے چینی سے وہ دن گزارہ پھر رات کو تو نیند آنے کا نام ہی نہیں لے رہی تھی کہ کب رات گزرے اور صبح میں اپنی جان کا دیدار کروں خدا خدا کر کے رات گزاری اور صبح سویرے میں اٹھا گیا اور تیاری کرنے لگا گھر والوں نے پوچھا کہ اتنی صبح کہاں جانا ہے میں نے کہا کہ میرا ایک دوست ہے اس کو ملنے جانا ہے تو انہوں اجازت دے دی۔

میں خوشی خوشی سے نکلا اور شہر آگیا میں نے اپنی

جان کو بتایا کہ میں شہر بازار ہوں تم کدھر ہو تو جان نے بتایا میں پارلر میں ہوں تھوڑی مصروف ہوں تھوڑی دیر میں ملتے ہیں۔

پھر میں اور میرا ایک دوست تھا ہم ایک ہوٹل میں بیٹھ کر اس کا انتظار کرنے لگے پھر وقت تھا کہ گزرنے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا یہ انتظار بھی کیا چیز ہوتی ہے ایک ایک منٹ بھی گھنٹوں کے برابر ہوتا ہے خیر پھر وہ وقت آ ہی گیا جب اس نے کہا کہ میں آ رہی ہوں اور پھر میرا چاند میرے سامنے آ ہی گیا۔

ہم نے ایک دوسرے کو پیار بھری نظروں سے دیکھا اور باتیں کیں پھر میں نے اس کے لیے اس کی پسند کی ایک چیز لی تھی وہ اسے دی پھر میں اور میرا دوست چل پڑے۔

اور پھر جتنے دن بھی میں وہاں رہا اس کو ملتا اور دیدار ہوتا رہا میں ہر روز اس کو دیکھنے کو جاتا تھا ایک دن اس نے کال کی کہ میں کپڑے لے رہی ہوں بتاؤ کان سا رنگ لوں تو میں نے کہا کہ مجھے کالا کلر پسند ہے خاص طور پر تم پر تو بہت ہی اچھے لگتے ہیں۔

لیکن اس نے کوئی اور کلر لے لیا اس دن مجھے احساس ہوا کہ اس نے میری بات کیوں نہ مانی یا تو مجھ سے نہ پوچھتی اگر پوچھا ہے تو میری پسند کے لیتی بہر حال میں نے اس کو کچھ نہیں کہا لیکن اتنا ضرور کہا کہ تم نے میری پسند کو ٹھکرا دیا ہے۔

ہماری بات ہوتی رہتی لیکن ایک دن وہ اپنے رشتہ داروں کے گھر گئی ہوئی تھی اس نے مجھے نئے نمبر سے کال کی اور بتایا کہ میں گھر نہیں ہوں پھر رات کو میری اس سے کافی لمبی بات ہوئی صبح میں نے اس کو بتایا کہ میں بس سٹاپ سے گاڑی پر بیٹھا ہوں ادھر ہی آ جاؤں گا صبح میری اس سے بات ہوئی تو اس نے بتایا کہ ہم بھی ادھر ہی پہنچنے والے ہیں۔

میں بھی اسی سٹاپ کی طرف چل پڑا اور وہ بھی اسی سٹاپ پر پہنچ گئے اس کے ساتھ اس کی امی ابو بھی تھے ادھر ہماری میسج پر بات ہوتی رہی اس دن اس نے سفید رنگ کی شلوار قمیض پہنی ہوئی تھی بالکل پری لگ رہی تھی ان میں اور نقاب بھی کیا ہوا تھا۔

میں ادھر سے گزرا میرے ساتھ ایک اور لڑکا بھی تھا اس نے پوچھا کہ اس لڑکے کو تو نہیں بتایا میری میں نے کہا نہیں اس نے کہا کسی کو کچھ بتانا بھی نہیں پھر ادھر سے گزرتے وقت اس کے ابو کا حال احوال پوچھا جاتے ہوئے میں نے اس کو میسج کیا کہ ہمارے گھر نہیں آنا اس نے کہا ابو اور امی کو کہوا تو پھر آئیں گے میں نے کہا امی کو تو میں منا سکتا ہوں مگر ابو کو نہیں پھر اس نے کہا کہ چلو پھر کبھی سہی۔

پھر میں اسی سٹاپ پہ رکا رہا اس دکان کے اوپر ڈبل سٹوری مکان تھا وہ میرے جاننے والے تھے میں ادھر چلا گیا اس لیے کہ میں اپنی جان کا دیدار کر سکوں جو کے گاڑی کے لیے کھڑے تھے تھوڑی دیر میں گاڑی آئی اور وہ گاڑی میں بیٹھ گئے میں نے شیشے سے دیکھا تو وہ بھی مجھے دیکھ رہی تھی۔

لیکن میری تو ایسی حالت ہوگئی تھی کہ جیسے کسی کا کوئی اپنا اس سے بہت دور چلا گیا ہو جب وہ گھر پہنچی تو کہنے لگی کہ اس نمبر پر کال نہ کرنا یہ میرے بھائی کا ہے میرا دل تو نہ مانا کہ کسی کا نمبر استعمال کرنا ابھی میں لڑکا ہو کر اپنے بھائی کا نمبر استعمال نہیں کر سکتا وہ تو پھر لڑکی ہے میں نے کہا ٹھیک ہے نہیں کروں گا۔

پھر میں نے ایک دن اس کی دوست کے نمبر پر کال کی اور کہا کہ اس سے بات تو کرواؤ اس نے کہا وہ دوسرے پارلر گئی ہوئی ہے لیکن پھر بھی اس سے بات نہ ہو پائی میں نے پھر کال کی مگر پھر بھی بات نہ ہوئی میں نے اس کی دوست سے کہا کہ جب وہ آئے تو اسے کہنا کہ مجھے کال کرے۔

جب اس نے کال کی تو میں نے کہا کہ کیوں اتنی دور ہوتی جا رہی ہو مجھ سے تو اس نے کہا اپنے والوں کو بھیج دو ہمیشہ کے لیے قریب ہو جاؤں گی میں

نے کہا کہ ٹھیک ہے میں گھر والوں سے بات کرتا ہوں میں نے بات کی تو پہلے تو امی نہ مانی پھر میں نے کہا امی آپ نے میری ہر خواہش پوری کی ہے ایک یہ بھی پوری کر دو تو امی نے کہا کہ میں نے تمہارے لیے ایک لڑکی دیکھی ہوئی ہے وہ بی ایڈ کر رہی ہے لیکن اگر تم ایم کے ساتھ خوش ہو تو تمہاری مرضی ہے۔

میں تمہارے ابو سے بات کرتی ہوں ان کو بھی منا لوں گی امی نے ابو سے بات کی تو ان کو بھی منا لیا لیکن ایک دن میں نے بہت کوشش کی کہ ایم سے بات ہو جائے لیکن اس کا نمبر ہی بند جا رہا تھا میں نے اس نمبر پر کال کی جس نمبر سے ایم نے کچھ دن پہلے کال کی تھی تو وہ نمبر بزی تھا یونہی میری کال گئی اس سے پہلے کہ میں دوبارہ کال کرتا وہ نمبر بند ہو گیا اس وقت رات کے بارہ بج چکے تھے۔

صبح مجھے ایم نے کال کی اور کہا کہ تم نے جس نمبر پر رات کو کال کی تھی وہ میرے چچا کے پاس تھا تم نے ٹھیک نہیں کیا تمہیں یہ نمبر کس نے دیا تھا اس نے اپنی دوست صباء پر شک کیا۔

میں نے اس کو کہا کہ کسی پر شک کرنا ٹھیک نہیں ہے مجھے کسی نے یہ نمبر نہیں دیا لیکن اس نے میری ایک نہ سنی اور مجھے بہت سی سنا دیں۔

میں نے اس کو بتایا کہ میں نے تیری خاطر اپنے گھر والوں سے بات بھی کر لی ہے اور ہم تیرے گھر آنا چاہتے ہیں لیکن اس نے میری نہ سنی میں نے جس کی خاطر گھر والوں کی پسند کو ٹھکرا دیا ہے وہ آج بھی مجھ سے ناراض بیٹھی ہے۔

بعد میں مجھے پتہ چلا کہ وہ کسی اور سے محبت کرتی ہے اس نے مجھ سے مذاق کیا ہے میرے گھر والے آج بھی مجھے شادی کا کہہ رہے ہیں لیکن میں انکار کرتا جا رہا ہوں کہ انسان جس سے پیار کرے وہ ہی اس کا دل توڑ دے تو انسان کا کسی پر اعتبار نہیں رہتا میں آج بھی اس سے پیار کرتا ہوں اور اسی کی یادوں کے سہارے زندگی کے دن گزار رہا ہوں۔

میں نے اس سے پہلے کبھی کوئی سموکنگ نہیں کی تھی لیکن اب دن میں تیس یا چالیس سگریٹ پی جاتا ہوں جس کو کبھی سگریٹ سے اتنی نفرت تھی اگر کوئی سگریٹ پیتا تو میں دور جا کر بیٹھ جاتا تھا۔

میرے جیسا انسان جو ہر کلاس میں پہلی پوزیشن لیا کرتا تھا آج پڑھائی کے نام سے بھی نفرت ہے میرا تو سب کچھ ہی وہ ہے جس نے میرے ساتھ بے وفائی کی ہے میں کل بھی اس سے پیار کرتا تھا اور آج بھی کرتا ہوں اور کرتا ہی رہوں گا۔

آخر میں تمام لوگوں سے گزارش ہے کہ اگر کسی سے پیار نہ نبھا سکو تو اس کو پہلے ہی بتا دو اس وقت وہ شاید خود کو برداشت کر سکیں لیکن جب کسی کے ساتھ دور تک چلو تو پھر اس سے بے وفائی کرو تو وہ انسان جس سے بے وفائی ہوتی ہے وہ نہ تو جیتا ہے نہ مرتا ہے بس ہر وقت اپنے محبوب کی یاد میں کھویا رہتا ہے میری دعا ہے کہ وہ خوش رہے۔

اللہ تعالیٰ اس کے نصیب اچھے کرے اور وہ جس کو چاہتی ہے وہ اسے مل جائے کیوں کہ میں نے اس سے پیار کیا تھا اور اس نے کسی اور سے پیار کیا ہے میں نے تو ویسے ہی اپنی زندگی برباد کر لی ہے۔

اس کو تو وہ ملے اس کو خوش دیکھ کر میں خوش رہ سکتا ہوں میرے خواب تو ٹوٹ گئے ہیں میرے گھر والوں کا خواب تھا کہ وہ مجھے پڑھائی کے ویزے پر انگلینڈ بھیجیں گے لیکن وہ سب ختم ہو گیا ہے۔

قارئین یہ تھی میرے دوست کی کہانی جو اس وقت اپنے پیار کی آگ میں جل رہا ہے اپنی محبت کو یاد کرتا ہے میں نے تو عدنان کو دیکھ لیا تھا اس نے اپنا کیا حال بنا رکھا ہے ہر وقت تنہا رہتا ہے پلیز اس کے لیے دعا کریں کہ وہ اپنی پہلی سی زندگی میں واپس آ جائے اور پہلے کی طرح خوش رہے آمین۔

سچا پیار

۔۔تحریر۔ محمد سلیم مئیو ۔کوٹھہ کلاں۔0307,6490788

شہزادہ بھائی۔السلام وعلیکم۔امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔
قارئین ایک بار پھر آپ دوستوں کی محفل میں ایک کہانی کے ساتھ حاضر ہوا ہوں امید ہے میری حوصلہ کریں گے قارئین یہ سچی کہانی ہے مجھے اپنی رائے ضرور دیجئے گا کہ کسی لگی ہے میں نے اس کہانی کا نام سچا پیار رکھا۔ ہے امید ہے سب کو پسند آئے گی۔
ادارہ جواب عرض کی پالیسی کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں مقامات کے نام تبدیل کر دیئے ہیں تا کہ کسی کی دل شکنی نہ ہو اور مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی جس کا ادارہ یا رائٹر ذمہ دار نہیں ہوگا۔اس کہانی میں کیا کچھ ہے یہ تو آپ کو پڑھنے کے بعد ہی پتہ چلے گا۔

میرا نام ارشد ہے جب میں پیدا ہوا تو پورے گاؤں میں مٹھایا بانٹی گئیں میرے والدین بہت خوش ہوئے اس خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی زندگی کے لمحات ماضی میں بدلنے لگے جب کچھ قابل ہوا تو والدین نے گاؤں کے پرائمری سکول میں داخل کروا دیا پہلی کلاس سے پرائمری کلاس تک گاؤں میں ہی پڑھ اُس کے بعد میں نے میٹرک ہائی سکول سے پاس کیا اس کے بعد میں نے کالج میں داخل ہو گیا جو میرے گھر سے بارہ کلو میٹر دور شہر میں تھا میں ہر روز شہر جاتا تھا تو میں بہت خوش ہو کر تا تھا۔
یوں میری زندگی کا آغاز ہوا میں شروع ہی سے بہت نرم دل تھا ہر کلاس میں اول آتا زندگی کے دن گزرنے لگے اور میں نے بارویں جماعت کا امتحان پاس کر لیا جب باروں کا رزلٹ آیا تو میرے بہت ہی اچھے مارکس آئے میرے والدین اتنے خوش ہوئے کہ میں بیان نہیں کر سکتا میں اپنے والدین کو خوش دیکھنا چاہتا تھا۔
رزلٹ کے بعد میں فارغ ہی تھا رزلٹ کے بعد ہم سب ماموں کے گھر چلے گئے جب ہم ماموں کے گھر جا رہے تھے تو میں نے ایک لڑکی کو دیکھا وہ بہت ہی خوبصورت تھی میں نے اپنی زندگی میں کبھی بھی ویسی لڑکی نہیں دیکھی تھی میں نے اُس کو دیکھا تو میری نظر وہی رک گئی نظر ہٹانے کو دل نہیں کر رہا تھا ایسا لگ رہا تھا کہ موسم خوش گوار ہو گیا ہے۔
میں نے یہ واقعہ اپنے دوست کو بتایا تو اُس نے میری مدد کی کیونکہ مجھے بعد میں معلوم ہو گیا کہ وہ میرے دوست کی رشتہ دار ہیں۔
قارئین میں یہ بتانا بھول گیا کہ میرے دوست کا نام مدثر مئیو ہے۔۔جی قارئین پھر میں نے اپنے دوست سے کہا کہ آپ میری مدد کرو یہ میری زندگی کا سوال ہیں کیونکہ قارئین میں اُس لڑکی کو دل دے بیٹھا تھا اور اُس کو اپنی زندگی کا ہم سفر بنانا چاہتا تھا اور میں نے فیصلہ بھی کر لیا اگر شادی کروگا تو بس اس لڑکی سے ہی کروگا جب میرے دوست نے یہ واقعہ سنا اور کہنے لگا کہ تم تو بہت چھپے رستم نکلے پھر میرے دوست نے کہا کے پریشان مت ہو۔

اُس نے بتایا کہ میرے کزن کی شادی ہے جو کہ اُس کی بڑی بہن ہیں جس لڑکی کو میں نے دیکھا تھا جب ہم شادی میں دونوں دوست گئے تو میں نے وہی چہرہ دیکھا جس نے میرے دل کا چین اور رات کی نیند اڑا رکھی تھی۔

پھر وہ نظر آئی میں اس کے پاس گیا اور دل میں تھا کہ میں اُس اپنے دل کی بات کہہ دو مگر دل میں انجان سا خوف تھا اس سے کہنے سے ڈرتا تھا کہیں وہ ناراض نہ ہو جائے۔

میں نے اسے اپنے پاس بلا کر کہا اے حسین پری اپنا نام تو بتا دو آپ کی اُس دن جھلک کیا دیکھی دل آپ کو ہی دے بیٹھا ہوں پلیز اپنا نام بتا دو کیسا جادو رکھا ہے مجھ پہ پھر اس نے اپنی سریلی آواز میں اپنا نام بتایا میرا نام صبا ہے واقعی جادو کر دیا جیسا نام اور سریلی آواز تو مجھ سے رہا نہ گیا۔

پھر اُس نے مجھ سے میرا نام پوچھا میں اپنا نام بتایا میرا نام راشد محمود ہے آپ کو پہلے کبھی نہیں دیکھا کیا کرتے ہیں اور اُس کے پاس بیٹھ گیا اور اپنے بارے میں بتانے لگا اور میں نے پوچھا آپ کیا کرتی ہو تو اُس نے بتایا کہ میں نے میٹرک کے پیپر دیئے ہوئے ہیں دعا کرنا کہ پاس ہو جاؤں۔

پھر میں نے کہا کہ اللہ آپ کو پاس کرے۔ میں نے آپ سے ایک بات کرنی ہے۔ میں نے ایک خط اپنی جیب سے نکال کر اس کو دے دیا اس نے کہا کہ کیا ہے میں نے اس سے کہا کہ خود پڑھ لو اس نے خط مجھ سے لے لیا اور چھت پر چلی گئی۔۔

جذبہ محبت گر سچا ہو تو منزل مل ہی جاتی ہے
میں نے صحرا میں بھی پھولوں کو کھلتے دیکھا ہے

جی میں نے مختصر سا جواب دیا اور میں نے اپنے اس خط میں اپنے دل کا حال تمہیں لکھ دیا ہے پھر بھی تم اپنا فیصلہ کرنے میں آزاد ہو میں تمہیں مجبور نہیں کروں گا کیوں کہ محبت میں مجبوری نہیں کی جا سکتی محبت تو اک انمول تحفہ ہے جو ایک بار دل سے نکل کر دوسرے کے دل میں جگہ بنا لیتی ہے اور مجھے ایک کے جواب کا انتظار رہے گا۔

میں نے خط میں اپنا موبائل نمبر بھی لکھ دیا تھا کچھ دنوں بعد ایک انجان نمبر سے کال آئی جب میں نے فون اٹھایا تو پوچھا کون وہ بولی جی میرا نام صبا ہے کیا آپ مجھے اتنی جلدی بھلا لیتے ہو۔

میں نے کہا نہیں جی تم بھی کوئی بھولنے والی چیز ہو اس کے طرح ہم دونوں کی ہر روز فون پر بات ہوتی رہی جب تک ہم فون نہیں کرتے تو چین نہیں آتا تھا بس دن گزرتے گئے۔

ایک دن اس نے مجھ سے ملنے کو کہا تو اس دن سے میں اس دن کا انتظار بے صبری سے کر رہا تھا کہ کسی طرح اس کے قریب جاؤں اور پھر اس کو دیکھتا ہی رہوں تو اس نے بتایا کہ کل تم ساڑھے سات بجے ریلوے اسٹیشن پہ آجانا پھر وہ رات بڑی بے صبری سے گزری تھی مجھے نیند نہیں آرہی تھی میں اس کو دیکھو بس دن نکلا اور میں نے ناشتہ بھی نہیں کیا جلدی سے میں نے تیاری کی۔۔

کس کو کیا خبر کہ میں کس کو کس قدر یاد کرتا ہوں
آج بھی اس سے ملنے کی فریاد کرتا ہوں سلیم

اور اس کو ملنے ریلوے اسٹیشن پر چلا گیا تو وہ کافی دیر بعد یعنی ساڑھے سات سے آدھا گھنٹہ لیٹ آئی جب میں نے اس کو دیکھا تو وہ اپنے چھوٹے بھائی کے ساتھ آرہی تھی اس نے جب مجھے دیکھا تو اپنے بھائی کو گھر بھیج دیا۔

پھر ہم دونوں نے ایک دوسرے سے پیار و محبت کی باتیں کیں اور میں اس کو دیکھتا ہی رہا اور وہ مجھے دیکھتی ہی رہی اس نے کہا کہ اب کب ملاقات ہو گی بس تم میرا ساتھ مت چھوڑنا ورنہ میں تمہارے بغیر مر جاؤں گا۔

پھر میں نے اس کو گھر کے قریب چھوڑا اور اپنے

گھر چلا گیا اور میں بہت خوش تھا جب میں نے یہ سب اپنے دوست مدثر کو بتایا تو وہ بھی بہت خوش ہوا بس اس طرح دن گزرتے گئے اور میری زندگی بہت خوش گزر رہی تھی اور میری زندگی کے دن پرسکون تھے اور پھر اچانک میری زندگی میں ایک ایسا موڑ آیا کہ میرے پیار کو کسی کی نظر لگ گئی کہ جب میں نے صبا کا نمبر ڈائل کیا تو نمبر بند تھا مسلسل ہر روز صبا کا نمبر بند رہتا تھا۔

میرے دل میں بہت سے طوفان اُٹھے رہے تھے کہ میں نے کہا اے اللہ خیر کرنا میرے پیار کو سلامت رکھنا جب میں نے یہ بات اپنے دوست کو بتائی کہ یہ سب کچھ ہوا ہے تو میرے دوست نے کہا اللہ خیر کرے گا کہ اچانک ایک دن اسکے نمبر سے کال آئی اور اُس نے کہا راشد میں بہت مجبور ہو میں تم سے شادی نہیں کرسکتی لیکن ساری زندگی تم سے پیار کرتی رہوگی میرے والدین نے میری شادی کا فیصلہ میری خالہ کے بڑے لڑکے امین احمد سے کرنے کا فیصلہ کر دیا ہے اور چند دنوں کے بعد تم ایک اچھی سی لڑکی دیکھ کر شادی کر لینا یہ میرا آخری فون ہے بس خدا حافظ اُس کا یہ کہنا تھا کہ میرے ہاتھ سے موبائل گر گیا اور میں بے ہوش گیا۔

اور جب میں نے آنکھ کھولی تو میں نے اپنے آپ کو ہسپتال میں پایا اور اپنے دوست مدثر کو دیکھا بعد میں معلوم ہوا کہ مجھے میرا دوست مدثر ہسپتال میں لے کر آیا تھا تو میں روتا رہا تو میرے دوست مدثر نے پوچھا کہ تم کیوں بے ہوش ہوئے تھے احد اب کیوں رو رہے ہوں تو میں نے روتے ہوئے اپنے دوست مدثر کو بتایا کہ اس طرح صبا نے فون کیا ہے وہ کسی اور کی ہوگئی ہیں اور اُس سے شادی کرنا چاہتی ہے میں اُس کے بغیر نہیں رہ سکتا اور میں نے خودکشی کرنے کا فیصلہ کرلیا میرے دوست نے کہا کہ میں صبا سے بات کرتا ہو کہ اُس نے کیوں تمہارے ساتھ ایسا کیا مگر میں نے مانہ کر دیا کہ جو میرے نصیب میں نہ تھا وہ نہیں مل سکتا۔

میں آج تک اُس کا انتظار کر رہا ہوں اور جب تک زندگی ہے اس کا انتظار کرتا رہوں گا میں اب سب دوستوں سے پوچھتا ہوں کے کیا اُس کو محبت کہتے ہیں آخر تم نے میرے ساتھ ایسا ہی کرنا تھا تو پہلے ہی بتایا ہوتا۔

آج میں ایک بات صبا کو بتانا چاہتا ہوں کہ اگر زندگی میں کسی سے محبت کی ہیں تو وہ صرف صبا تم ہی ہوں تم میری پہلی اور آخری محبت ہو جب تک زندگی ہے میں صرف اور صرف تم کو چاہتا رہوں گا۔

آخر میں اپنے دوست مدثر کا شکر گزار ہو جس نے ہر مشکل میں میرا ساتھ دیا اے اللہ مدثر جیسے دوست ہر ایک کو دینا وہ بھی اس دنیا میں تنہا ہے وہ بھی کسی سے پیار کرتا ہے دوستو دعا کرنا کہ اس کا پیار اس کو مل جائے اور میرا مجھے بھی مل جائے۔

قارئین کرام کیسی لگی میری کاوش ضرور بتایئے گا

غزل

آج بیٹھے بیٹھے یونہی خیال آیا
تجھے کھونے کا دل میں ملال آیا
ہجر کے شب و روز میں اکثر سوچا
تجھے جینے کا نہ کبھی کمال آیا
خیالوں کے آئینے میں اسے دیکھا
اس آئینے میں نہ کبھی جمال آیا
کبھی تو آکے اس پودے کو دیکھنا
اس میں محبت کا ہے پھول آیا
بڑی دیر سے اس کی یاد نہیں آئی
دل ناتواں اسے کہیں بھول آیا

اقصیٰ نگین۔شادیوال گجرات

یہ کیسی محبت ہے

تحریر پرنس عبدالرحمن گجر نین رانجھا۔ 0342.6644585۔

شہزادہ بھائی۔ السلام علیکم۔ امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔
قارئین میں پہلی بار آپ کی بزم میں ایک کہانی لے کر آیا ہوں اس کو کہانی سمجھئے یا پھر میرے دل کی آواز یہ جو کچھ بھی ہے یہ میرے دل کی آواز ہے جس کو میں نے ایک کہانی کا نام دیا ہے اگر اچھی لگے تو ضرور بتانا مجھے آپ کی آراء کا انتظار رہے گے میں نے اس کا نام ۔یہ کیسی محبت ہے۔ رکھا ہے۔ امید کرتا ہوں کہ سب کو پسند ہی آئیں گی میری باتیں اگر کوئی ایک بھی ان پر عمل کرے گا تو میرا لکھنے کا مقصد پورا ہو جائے گا ادارہ جواب عرض کی پالیسی کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں مقامات کے نام تبدیل کر دیئے ہیں تا کہ کسی کی دل شکنی نہ ہو اور مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی جس کا ادارہ یا رائٹر ذمہ دار نہیں ہوگا۔ اس کہانی میں کیا کچھ ہے یہ تو آپ کو پڑھنے کے بعد ہی پتہ چلے گا۔

میں میں جواب عرض 2002 سے پڑھ رہا ہوں میری تحریریں غزلیں شائع بھی ہوئی ہیں آج کچھ دوستوں کے کہنے پر کہانی لکھ رہا ہوں۔
کہانی کیا ہے جو کچھ آج کل نوجوان نسل محبت کے نام پر کر رہے ہیں وہ پڑھ پڑھ کر دل خون کے آنسو روتا ہے۔
یہ ہم کو کیا ہو گیا ہے محبت صرف ٹائم پاس کا نام ہے کیا محبت صرف ہوس کا نام ہے کیا محبت صرف جسم سے کی جاتی ہے کیا محبت صرف دولت سے کی جاتی ہے ہم کو محبت کے علاوہ کوئی کام ہی نہیں ہے وہ کیا مرزہ غالب نے خوب ہی کہا تھا۔
اور بھی کام ہیں زمانے میں محبت کے سوا
اور وہ روح سے محبت کرنے والے کہاں ہیں اس لیے تو محبت کامیاب نہیں ہوتی ہے اور رہی سہی کسر کیبل اور ڈش نے نکال دی ہے۔
والدین کے پاس اولاد کے لیے ٹائم نہیں ہے کیبل اور ڈش نے بچوں کو وقت سے پہلے ہی جوان کر دیا ہے نوجوان نسل نے محبت کو تجارت بنالیا ہے اور ہم کہتے ہیں یہ ماڈرن محبت ہے آج کل جو کچھ بھی محبت کے نام سے ہو رہا ہوں دل خون کے آنسو رو رہا ہے میری تمام دوستوں سے گزارش ہے کہ پلیز کسی کی عزت سے نہ کھیلو کسی کو محبت کے نام سے دھوکہ مت دو کسی کی زندگی برباد مت کرو۔
لڑکیوں سے بھی اپیل ہے کہ دولت سے محبت نہ کرو ٹائم پاس محبت نہ کرو۔ لالچ میں بھی محبت ہو تو اس میں بھی کامیابی ہوتی ہے۔
پلیز کسی کو خون کے آنسو مت رلاؤ ورنہ کوئی آپ کے ساتھ بھی ایسا کر سکتا ہے محبت خوبصورت انسان سے نہیں ہوتی مگر جس سے محبت ہو وہ خوبصورت ہی لگتا ہے اور فون پر کبھی کسی سے دوستی یا محبت نہ کرو یہ صرف اور صرف دھوکہ اور فریب ہے کسی کے اعتماد کو دھوکہ مت دو۔ کوئی بھی کام ایک حد میں اچھا ہوتا ہے مگر آپ کا ٹائم پاس کسی کی جان بھی لے سکتا ہے اور آپ کو معلوم ہے کسی ایک کی جان لینا پوری انسانیت کی جان لینا ہے اور محبت کی ناکامی پر کچھ غلط کام مت کرنا زندگی بہت بڑی نعمت ہے۔ مایوسی

کفر ہے اللہ جو کرتے ہیں انسان کے لیے بہتر کرتے ہیں آج کل کوئی کسی سے سچی محبت نہیں کرتا کوئی کسی کے لیے نہیں مرتا ہے۔

کسی ایک کی خاطر اپنی زندگی ختم نہ کرو یہ دیکھ لو کہ اور بھی کتنے لوگ ہیں جن کی زندگی آپ سے وابستہ ہے آپ کے والدین اور آپ کے بہن بھائی رشتہ داروں کے دلوں پر کیا گزرے گی۔ان کی کتنی آرزوئیں ہوتی ہیں ہمارا بیٹا کچھ بنے ہمارا بیٹا ہمارا سہارا بنے گا۔

محبت میں نے بھی کی تھی دوبار کی تھی مگر ناکام رہا مگر آج تک سگریٹ نہیں پیا کوئی ایسا کام نہیں کیا جس سے لوگ میرے والدین کو برا کہیں فون پر بھی بات بہت کم ہی کرتا ہوں۔

میرے دوست بھی مجھ کو دیکھ دیکھ کر یہی کہتے ہیں کہ یہ ہر وقت مسکراتا رہتا ہے اس کو کوئی غم نہیں ہے کسی کو کیا معلوم یہاں پر انسان کتنا دکھی ہے میں دن کو مسکراتا ہوں اور رات کو روتا ہوں میری کوشش ہوتی ہے کہ میری وجہ سے کسی کو کوئی دکھ نہ ملے کوئی پریشان نہ ہو میں محفل میں مسکراتا ہوں اور تنہائی میں روتا ہوں دوستو خوش رہنا چاہتے ہو تو دوسروں کو خوش رکھو ۔واصف علی واصف کہتے ہیں خوش نصیب وہ ہے جو اپنے نصیب پر خوش ہو۔

آج کل سب سے زیادہ لوگ دولت سے محبت کرتے ہیں یہاں تک کہ والدین بہن بھائی سب کچھ دولت سے ہے اور ہماری زندگی کم ہو رہی ہے ہم اگر کوٹھی بناتے ہیں تو اس میں ہی ہماری میت آتی ہے ہم خوش ہوتے ہیں کہ ہم بڑے ہو رہے ہیں جوان ہو رہے ہیں مگر اصل میں ہم چھوٹے ہو رہے ہیں ہماری زندگی کم ہو رہی ہے۔

خدا کے لیے غور کرنا دوستو یہ زندگی بہت کم ہے بہت جلدی ختم ہونے والی ہے تو بہ کر لو اب وقت ہے بعد میں افسوس کرنے سے کچھ حاصل نہیں ہوگا غور کرو ہم دنیا میں کس لیے آئے تھے اور کیا کر رہے ہیں اس غلطی میں نہ رہنا کہ میں ہمیشہ جوان ہی رہوں گا۔

میری باتوں پر عمل ضرور کرنا کسی کو دھوکہ مت دینا دھوکہ دینے سے پہلے سوچ لینا کہ کوئی آپ کو بھی دھوکہ دے سکتا ہے کسی کی عزت برباد کرنے سے پہلے سوچنا کہ آپ کے گھر میں بھی ماں بہن بیٹی ہے انسانوں سے محبت کرو ان کے خوبصورت جسم ۔دولت ان کی ادا سے نہیں ۔ان کی سیرت سے محبت کرو کسی کا عیب نظر آئے تو اس پر پردہ ڈالو۔اللہ تعالیٰ ہم سب کو سیدھے راستے پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے آپ کی رائے کا منتظر رہوں گا۔

پرنس عبدالرحمن گجر گاؤں نین رانجھا

(مجھے شکوہ ہے)

سکھے منڈی والوں سے مگر یہ نہیں بتاؤں گا کیوں کہ بس یہ ہی بہت ہے لیکن پھر بھی دعا کرتا ہوں اللہ ان کو خوش رکھے آمین۔

سید عابد شاہ جڑانوالہ

(عورت)

عورت اپنی وفا کا کیوں رونا روتی ہے جب کے مرد نے ہی عورت کو وفا کی چادر پہنائی ہے مرد ہی عورت کو تحفظ دیتا ہے چار دیواری میں۔پھر بھی عورت کیوں وفا کا رونا روتی ہے

(ٹیچر)

ٹیچر۔دو میں سے دو نکالو کیا بچا

بچہ ہمیں سوال سمجھ نہیں آیا

ٹیچر۔تمہارے پاس دو روٹیاں تھی وہ تم نے کھا لیں اب کیا بچا۔

بچہ۔سالن۔ہاہاہاہاہا۔

سید عابد شاہ۔جڑانوالہ

زلف محبوب

--تحریر۔ کشور کرن۔ پتوکی۔ آخری حصہ۔

شہزادہ بھائی۔ السلام وعلیکم۔ امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔
قارئین رفعت کیوں مجبور تھی وہ اپنی مجبوری کیوں بتا نہیں پا رہی تھی کہ اس کا دل نجانے اس پر یقین کرے یا نہ وہ اس کے صاحب نے اسے ایک دن ڈھونڈ ہی لیا تھا مگر اس کی مجبوری کیا تھی جس کی وجہ سے اس نے اپنے صاحب کے پیار کو قبول نہ کیا آیئے آگے پڑھتے ہیں کہ رفعت اس کے ساتھ کیسے پیش آتی ہے۔ اور میری کہانی پسند کرنے والے تمام حضرات کا شکریہ اور جواب عرض کے تمام قارئین بہن بھائیوں کو سلام اور رسالہ جواب عرض کے ڈھیروں دعائیں

ادارہ جواب عرض کی پالیسی کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں مقامات کے نام تبدیل کر دیئے ہیں تا کہ کسی کی دل شکنی نہ ہو اور مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی جس کا ادارہ یا رائٹر ذمہ دار نہیں ہوگا۔ اس کہانی میں کیا کچھ ہے یہ تو آپ کو پڑھنے کے بعد ہی پتہ چلے گا۔

کردار محسن رضا۔ اینڈ رفعت۔

قارئین محسن رضا رفعت کے ساتھ اس کے گھر جا کر سب صورت حال دیکھ کر خاموش ہو جاتا ہے اور وہیں پہ اپنا دل پکڑ کر بیٹھ جاتا ہے اسے اس کے دل میں رفعت کے لیے اور بھی جگہ بن جاتی ہے جب رفعت کا شوہر اپنی بیوی کی بے حد تعریف کرتا ہے رفعت کو پانا اس کی مجبوری بن گئی تھی اور چھوڑ نا اس کی موت مگر وہ کیا کرتا وہ اپنے بوجھل قدموں سے واپس تو آ گیا مگر اس کے دل سے رفعت نکل نہیں پائی اس نے اس امید کے پہ کے رفعت کے شوہر نے اسے یہ امید دلا دی تھی کہ میں نے اسے اجازت دے رکھی ہے کہ مجھے چھوڑ کر جا سکتی ہے۔

میں اس کی زندگی کو کیوں تباہ کروں یہ اپنی زندگی اپنی خوشی سے بھی گزار سکتی ہے مگر وہ ایسا نہیں کر رہی تھی شاید یہ اس کی مجبوری تھی کہ وہ اپنے بیمار شوہر کر چھوڑ جائے تو اپنے رب کو کیا منہ دکھائے گی اسے خوف خدا بھی تھا اور ذمہ داری بھی نبھا رہی تھی کتنی وفادار تھی کتنی شرفی اس کی جتنی بھی تعریف ہو کم ہے۔

اب محسن رضا اس کی جدائی کب تک برداشت کرتا ہے اور کب ان کا ملن ہوتا ہے یہ جاننے کے لیے آگے پڑھئے۔

محسن رضا ناامیدی کے ساتھ واپس اپنے گھر آ جاتا ہے اور انہیں خیالوں میں کھویا ہوا تھا کہ شاید رفعت میری اب بھی نہیں بن سکتی اس نے اس کو پانے کی خواہش بہت کم کر دی تھی مگر پھر بھی وہ اسی سوچ میں تھا کہ میں ایک دن جیت جاؤں گا وہ خود سے باتیں کرتا جا رہا تھا۔

میں کتنا بد نصیب ہوں کہ ایک اچھی لڑکی حاصل نہ کر سکا اور گر میرے دل نے خواہش بھی کی تو ایک بچے کی ماں کی مگر یہ بات نہیں ہے مجھے تو اس کے ساتھ اس کا بچہ بھی قبول ہوگا لیکن میں ایک مظلوم شوہر پر اتنا ظلم کیوں کروں آج کے بعد میں بھی رفعت کو مجبور نہ کروں گا اور نہ ہی اس کا راستہ روکوں گا۔

میرے مقدر میں تنہائی ہے تو مجھے منظور ہے۔

میں میرے پاس اس کی ہی تو زلف ہے جو میری بہترین ساتھی ہے میں اسی سے دل کی ہر بات کر کے اپنی تنہائی کو دور کرلیا کروں گا۔نہیں نہیں میں اسے بھول نہیں سکتا وہ میرا پیار ہے اور میں اس کے بغیر نہ تو رہ سکتا ہوں اور نہ ہی اسے بھول سکتا ہوں۔

وہ تو وقعہ مجبور تھی پھر اس کی مجبوری میں سمجھ نہیں پا رہا تھا اس نے بتایا بھی تو نہیں تھا کہ اس کا ایک بچہ بھی ہے مگر میں اسے مسلسل ہی ڈسٹرب کرتا رہا وہ کیا سوچتی ہو گی مگر جو بھی سوچے مجھ کوئی غرض نہیں ہے میں تو اپنے دل سے مجبور تھا پھر وہ تو جانتی ہے کہ میں اسے کتنا چاہتا ہوں اور چاہتا ہی رہوں گا۔

وہ جہاں بھی رہے زندگی کے کسی موڑ پر اگر اس کو میری ضرورت ہوئی تو میں اپنی جان تک بھی دے دوں گا وہ بھلے مجھے اگنور کرتی جائے مگر اس کے لیے میری جان بھی حاضر ہے میری وجہ سے اسے بہت زیادہ دکھ پہنچا ہے میں اپنے آپ کو کیسے معاف کروں میں اس کی زندگی سے دور چلا جاؤں گا اس کو کبھی تنگ نہیں کروں گا کبھی اس کا راستہ نہیں روکوں گا اب میں یہاں نہیں رہوں گا یہ گھر مجھے چھوڑنا ہو گا کیوں کہ اس گھر میں اس کی یادیں مجھے جینے نہیں دیں گی اور پھر میں پل پل مرتا رہوں گا وہ تو آنے والی نہیں اور میں یہاں اکیلے رہ کر کیا کروں گا۔

میں انشاءاللہ کل ہی یہ گھر بیچ کر یہاں سے چلا جاؤں گا پھر نجانے کہاں زندگی لے جائے اس کے شہر سے کہیں دور جا کر کسی اجڑے دل والوں کے شہر میں جہاں ٹوٹے دل ہی لوگ رہتے ہوں بس ان میں شاید ہی مجھے سکون مل سکتا ہے

خیر اب میں کل ہی یہ گھر فروخت کر کے چلا جاؤں گا میں نے پکا ارادہ کرلیا ہے جانے کا۔

پھر اگلے دن میں نے اپنے گھر کے گیٹ پر ایک بورڈ لگوا دیا کہ یہ گھر برائے فروخت ہے آس پاس کے لوگ بہت حیران ہوئے کہ محسن کو کیا ہو گیا ہے یہ اچانک ہی یہ گھر کیوں بیچ رہا ہے خیر کسی کو کیا میں جو مرضی کروں میرا گھر ہے میرا من چاہے جو کرنے کو میں وہی کروں گا مجھے کوئی روک سکتا ہے بھلا ۔پھر دل بھی تو میرا ٹوٹا ہے ارمان میرے بکھرے ہیں دل کے ٹکڑے میرے دامن میں پھیلے ہوئے ہیں میں کسی کی بھی بات کیوں مانوں۔

میں اپنے ہی دماغ سے الجھنے لگتا تھا پھر اگلے دن جب میں نے اپنے گھر کا سوچا تو میرا دل اچھل کر میرے حلق میں آ گیا دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر میں نے گھر فروخت کرنے کا فیصلہ بدل لیا اور دل سے فیصلہ یہ کیا کہ میں اب یہاں نہیں رہوں گا اور نہ ہی کبھی رفعت کو نظر آؤں گا اب وہ چاہے بھی تو مجھے ڈھونڈ نہ پائے گی اتنا دور چلا جاؤں گا اس کے شہر سے آخر مجھے کرنا بھی وہ تھا جو مناسب تھا۔

میں نے تیاری کی اور گھر کو لاک لگا کر نکل پڑا نہ منزل کا پتہ نہ راستے کا پتہ نہ کوئی خبر کہ میں جا تو رہا ہوں مگر جا کہاں رہا ہوں میرا من کر رہا تھا کہ پھوٹ پھوٹ کر رو دوں مگر کون چپ کروائے گا اس لیے رونا بھی مناسب نہیں ورنہ عشق کا راز راز نہیں رہے گا دل پگلے کو سمجھا لیا کہ مت رونا تو بدنام ہو جائے گا پہلے ہی بہت کچھ ہو چکا ہے تیرے ساتھ۔خیر میرا من کر رہا تھا کہ میں شراب پی لوں دل بھی کر رہا تھا وہ اس لیے کہ میں اس کی یاد سے بے خبر تو ہو جاؤں گا کچھ پل تو اس کی یاد سے نجات ملے گی۔

میں ایک شرابیوں کی محفل میں جا بیٹھا انہیں دیکھتا رہا کہ وہ کتنے مزے سے پی رہے ہیں اور ان کو کتنا سکون ملا ہوا وہ اپنی ہی مستی میں مست ہیں ان کو کوئی ہوش نہیں تب ان کو کسی کی بھی یاد نہیں آتی ہے ایک آمی میرے پاس آیا اور کہنے لگا۔

اوئے بابو کیا تیری محبوبہ بھی تمہیں چھوڑ کر بھاگ گئی میں اس کا منہ دیکھنے لگا اتنے میں دوسرا آیا نہیں یار وہ چپ ہے اس کا مطلب وہ بھاگی نہیں ہے وہ کسی

اور کے ساتھ سیٹ ہوگئی ہوگی اس کے بعد تیسرا بولا یہ بات بھی نہیں ہے وہ وہ شادی کر کے اس کو چھوڑ گئی ہو گی اس لیے تو یہاں آیا ہے پینے کے لیے دو یار اس کو بھی پھر ایک اور آیا اور کہنے لگا کہ لو یار تم بھی پیو جی بھر کے پیو یہ ایسا نشہ ہے جو تیرے یار کا نشہ تمہارے شریر سے اتار دے گا۔

میں بھی تمہاری طرح تھا اب دیکھ کتنا خوش ہوں دیکھ دیکھ یہ سب ہی دیکھ یہ سب تمہاری طرح تھے انہوں نے بھی اپنی محبوبہ سے دھوکے کھائے ہیں اب کتنے خوش ہیں یہ اور تم بھی پی لو اگر جینا چاہتے ہو تو ورنہ اس کی بے وفائی اس کی یادیں ناگن کی طرح تجھے ڈستی رہیں گی اور تو اس زہر سے بہتر ہے کہ اپنے آپ کو خوش رکھنے کے لیے یہ پی لے یہ تجھے ہر غم بھلا دے گی یہ بھی تو ایک مرض کی دوا ہے اگر اسے پیتا رہے گا پھر وہ بولا نہیں یار اس کو دوسری والی دے پیسے والا ہے خرید لیا کرے گا ہم تو اس سے ہی دل بہلا لیتے ہیں مگر اس کو اچھی والی دو پھر ایک اور آدمی صہبا لے آیا اور بولا تجھے تیری محبوبہ کی یاد نہیں آئے گی وہ شخص میرے آگے گلاس کر کے مسلسل بولتا رہا اور میرا خون کھول رہا تھا۔

میں نے ایک دو بار اس کی طرف دیکھا تو وہ دیوانہ مجھے اشارہ کرتا کہ پی پی مگر میں اس کی یاد سے اتنا بھی غافل نہیں رہنا چاہتا تھا کہ کافر ہو جاؤں اگر پیتا تو بھی مرتا اگر نہ پیتا تو بھی مرتا پھر کیا کرتا کہ ایک طرف اس کی یادیں ستا رہی تھیں اور دوسری طرف اپنے آپ کو اس سے دور لے جا کر اس کی یاد کر کم کرنا چاہتا تھا پھر کچھ دیر وہاں بیٹھ کر میں اپنے شاپنگ سینٹر چلا گیا وہاں کام کرتے ہوئے لڑکے مجھے دیکھ کر حیران ہو گئے کہ باس پہلے تو کبھی آئے نہیں مگر آج خدا خیر کرے کیا ہوا ہو گا ان کو جو یہ چپ چاپ چلے آئے انہوں نے مجھے چائے پانی دیا مگر اس وقت میری حالت ایسی تھی کہ اگر کوئی مجھے زہر بھی دیتا تو کھا لیتا مگر پیٹ بھرنے کے لیے کچھ بھی اچھا نہیں لگ رہا تھا۔ خیر میں نے اپنے آپ کو کنٹرول میں رکھ کر ایک فیصلہ کیا کہ اس کے شوہر کا علاج کرواؤں اس کا گھر گھر جا کر کام کرنا مجھے اچھا نہیں لگتا۔

اب میں نے سوچ لیا تھا کہ میں اب ان کے گھر ضرور جاؤں گا میں نے پہلے تو سوچ رہا تھا کہ اس کا اکاؤنٹ نمبر تلاش کرتا ہوں مگر کہاں میں جلدی سے گھر گیا اور بہت تلاش کرنے کے باوجود بھی نہیں مل سکا میں بہت ہی اپ سٹ ہوا کہ کچھ ہی عرصہ پہلے تو میرے والد صاحب اس کے اکاؤنٹ میں اس کی پے منٹ جمع کرواتے تھے مگر ہونا چاہئے تھا۔

میں نے پھر تلاش شروع کر دی بہت کوشش کرنے پر بھی نہ ملا میں مایوس تو بہت ہوا مگر کیا ہو سکتا ہے میں ایک بار ان کے گھر جاتا ہوں۔

پھر میں نے گاڑی نکالی اور اس کے گھر کا راستہ پکڑا اپنی ہی سوچوں میں سلو سلو چلتا جا رہا تھا کبھی کوئی خیال ابھرتا تو کبھی کوئی سوچ اٹھتی کہ اس کو کن آنکھوں سے دیکھوں گا مگر کیا کرتا دل کے ہاتھوں مجبور تھا اس کے بغیر رہ بھی نہیں سکتا تھا اور پھر اس کو خوش دیکھنا تو میرا ارمان تھا میں کیا کرتا جاتا بھی تو کہاں میں اس کو ایسے ڈھونڈ رہا تھا جیسے کوئی پاگل خود ہی اپنے آپ کو ڈھونڈتا ہو خیر میں اس کے محلے میں پہنچ کر رک گیا۔

میرا دل بہت تیزی سے دھڑک رہا تھا کہ کیا کروں پھر سوچا کہ اس کو چھپ چھپ کر ملنے سے اس کی بدنامی ہو جائے گی اس کی پاکیزگی پر داغ لگ جائے گا وہ بہت اچھی ہے اور پھر اس کی ساری اچھائی ختم ہو جائے گی لوگوں کی نظروں سے گر جائے گی نہیں نہیں یہ نہیں ہونے دوں گا اور نہ ہی کبھی ایسا سوچوں گا میں اس کی خوشی چاہتا ہوں اس کی آنکھوں میں آنسو نہیں دیکھ سکتا میں سوچ رہا تھا کہ اس کے لیے کیا لے کر جاؤں میں خالی ہاتھ کیوں جاؤں پھر کافی دیر میں یوں ہی بیٹھا سوچتا رہا اس کو کیا پسند ہو گا پھول لوں یا

پھر گیا۔۔ مجھے کچھ سمجھ نہیں آرہا تھا کہ اور خالی ہاتھ جانا میری فطرت نہ تھی۔

میں نے ہمت کی اور پھولوں کا گلدستہ بنوایا اور فروٹ لے کر انکے گھر تک جا پہنچا اب کیسے نوک کروں کہ کہ اندر سے کون بولے گا اور کس آواز دوں اور کیا کہوں کہ میں کیوں آیا ہوں میں نے ہمت کی اور ڈور نوک کیا اندر سے اس کے شوہر کی آواز آئی کون میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔

پھر آئی ارے بھائی کون ہو میں نے پھر بھی کوئی جواب نہ دیا پھر اس کی آواز آئی کہ رفعت دیکھو تو کون ہے میں نے رفعت کا نام سنا تو میرے تن بدن میں ایک خوشی کی لہر کی محسوس ہوئی رفعت نے جیسے ہی دروازہ کھولا تو نظریں جھکا لیں اور اپنا دوپٹہ ٹھیک کرتے ہوئے سلام میں اس کی معصوم نگاہوں کو دیکھتا ہی رہا۔

اس کی یہی ادائیں تو مجھے مار گئیں تھی کہ اتنی معصوم۔اور سادگی میں بھی وہ کسی حور سے کم نہ تھی اندر سے آواز آئی کون ہے پھر میں نے سلام کا جواب دیا اور وہ بولی آیئے اندر آیئے نہ آپ ادھر کیوں کھڑے ہیں آیئے پھر آواز آئی کون ہے تو وہ بولی صاحب جی آئے ہیں۔۔او۔تو اندر لے کر آؤ میں اندر گیا اس کے شوہر کو سلام کیا اور ان میں رغبت دیکھ کر میرا دل باغ باغ ہو گیا۔کہ شکر ہے جو میں سوچ رہا تھا وہی ہوا پھر رفعت کچھ دیر بعد اٹھی اور کچن میں جا کر کچھ درو بست کرنے لگی۔اب پتہ نہیں وہ کتنی دیر میں آئے گی میں اس کے شوہر سے گپ شپ کرنے لگا کہ میں نے اس سے اس کا حال پوچھا تو وہ رو دیا اور بولا کہ زندگی کے دن پورے کر رہا ہوں اس کا رونا میرے دل کو کاٹ کر ٹکڑوں میں بکھیر کر نکل کر گیا یہ بھی چاہتا ہے میں زندگی اپنے قدموں پر گزاروں اس کی گھر میں پڑے پڑے کیا حالت ہو گئی ہے میں نے اس سے بات کی کہ میں تمہیں ہسپتال لے کر چلتا ہوں وہ پہلے تو

نہیں مانا پھر بولا کہ ٹھیک ہے مگر میرے پاس تو بس بس بھائی صاحب آگے مت بولنا میں ہوں ناں آپ ٹینشن مت لیں میں سارا خرچہ اٹھاؤں گا اور اب آپ تیاری کرو میں آپ کو لے چلتا ہوں۔

شاید وہ مجھے اپنے گھر کے حالات سے آگاہ کرنا چاہتا تھا جو کہ میں پہلے ہی جانتا تھا اتنے میں رفعت بھی آئی وہ گل عذار پہلے کی طرح با ادب میرے سامنے چائے بسکٹ اور نمکو وغیرہ لے کر آئی اس نے بس ایک بار ہی میری طرف دیکھا پھر نظریں جھکائے بیٹھی رہی اس کے شوہر نے کہا رفعت تیاری کرو ہاسپٹل جانا ہے وہ بولی کس نے تو وہ کہنے لگا میں جا رہا ہوں ان کے ساتھ اور یہ کہتے ہیں میں تمہارا علاج کرواؤں گا۔

اور ہاں رفعت میرے لیے دعا کرنا اور مجھے بہت خوشی ہوگی اگر میں ٹھیک ہو گیا اور پھر تم کبھی کوئی کام نہیں کرو گی میں خود گھر چلاؤں گا اب تو میں آپ پر ایک بہت بڑا بوجھ بنا ہوا ہوں اور اللہ کرے میں ٹھیک ہو جاؤں پھر تم کبھی گھر سے باہر کام کے لیے نہیں جاؤ گی اور میرا دل نہیں چاہتا کہ تمہیں اکیلے گھر میں چھوڑ کر جاؤں۔میں تو کہتا ہوں تم بھی چلو۔

نہیں میں نہیں جا سکتی وہاں مریض کے پاس ایک ہی افراد کو بیٹھنے دیتے ہیں دوسرا باہر ہوتا ہے اس لیے میں گھر میں ہی رہوں گی میں آپ کی تیاری کر دیتی ہوں اور پھر روزانہ میں چکر لگا لیا کروں گی اللہ کرے آپ ٹھیک ہو جائیں مجھے اور کچھ نہیں چاہیے۔

میں بیٹھا رفعت اور اس کے شوہر کی باتیں سنتا رہا اور میرا دل تو اندر سے رو رہا تھا اور مجھے ایک نیک کام کرنے کے خوشی بھی ہو رہی تھی کہ اس کی زندگی میں آ نہیں سکا تو اس کے لیے کوئی ایسا کام کروں کہ میں اس کے دل میں اپنی جگہ بنا سکوں۔

رفعت نے تیاری کر دی اور میں نے اس کے شوہر کو اٹھا کر گاڑی میں بٹھایا اور پھر رفعت بھی اس

کے ساتھ بیٹھی کیوں کہ وہ ہمیں چھوڑ کر آ جائے گی میں نے گاڑی کا شیشہ رفعت کی طرف کیا تو وہ میری ہی طرف دیکھے جا رہی تھی اور نجانے کن سوچوں میں ڈوبی ہوئی تھی اس کی آنکھوں میں ایک کہانی پڑھنے کو مل رہی تھی میں اس کی کیفیت کو سمجھ رہا تھا وہ مجبور تھی اور مجھے دل سے چاہتی تھی۔

اگر اس کے دل میں میرے لیے پیار نہ ہوتا تو وہ شیشے سے کیوں میری طرف دیکھتی اور کیوں مجھ سے نظریں چرا چرا کر آنسو بہاتی شاید وہ مجھے بہت کچھ کہنا چاہتی تھی مگر کہہ نہیں رہی تھی میں اس کی یہ کہانی ضرور سنوں گا ایک بار بس ایک بار وہ مجھ سے بات تو کرے۔ پھر دیکھوں گا کہ اس کے پاس کوئی غم کیسے آتا ہے۔

میں نے اس کی طرف دیکھ کر نہ چاہتے ہوئے بھی مسکرا دیا اس کا شوہر جو کہ شاید سو گیا تھا میں نے اسے اشارہ کیا کہ آپ کا شوہر ہے وہ خاموش ہی رہی لیکن اس کی نظر مجھ پر ہی جمی ہوئی تھی میں نے اشارے سے پوچھا بھی کیا بات ہے کیوں پریشان ہو لیکن اس نے پھر بھی کوئی جواب نہ دیا مگر اس کی آنکھوں میں ہزاروں سوال اور کروڑوں جواب میں دیکھ رہا تھا اندر سے وہ بالکل ہی بکھر چکی تھی اس کے دل میں کچھ نہ کچھ تو ہے جو وہ مجھ سے کہنا چاہتی تھی میں نے اپنے دل کو سمجھایا اور سوچا کہ ایک بار موقع ملنے دو پھر اس سے ہر دکھ کو چھین لوں گا اس کی آنکھوں کا ہر آنسو پی لوں گا اس کی زندگی کا ہر غم اپنے اوپر لوں گا مگر اس کو کسی پریشانی میں نہیں دیکھنا چاہتا پھر اچانک اس کا بچہ رو دیا تو وہ یک دم اپنی سوچوں سے باہر آئی اتنے میں اس کا شوہ بھی جاگ گیا بولا کیوں رو رہا ہے لیکن وہ نہ بولی اس نے اپنے بچے کو چپ کروایا اور پھر باہر دیکھنے لگی۔

میں نے گاڑی ایک پرائیویٹ ہاسپٹل کے سامنے روکی اور اندر گیا ڈاکٹر کا پتہ کیا اور اندر سے ایک وہیل چیر لے کر آیا اور اس کے شوہر کو بٹھا کر لے گیا وہ سارا دن اس کی رپورٹیں بنانے میں گزر گیا اور شام کو انہوں نے ایڈمٹ کیا۔

پھر میں نے ایک روم بک کروایا۔ وارڈ میں میں خود بھی نہیں رہنا چاہتا تھا کیوں کہ میں نہیں چاہتا تھا کہ جب رفعت آئے تو کوئی اور اس کی طرف دیکھے ظاہر ہے وہاں اور بھی مریض ہوتے ہیں ان کے ساتھ ان کے رشتہ دار بھی تو ہوں گے پھر کوئی انسان کیسا ہوتا ہے کوئی کیسا میں نے اپنی سوچ کے مطابق اس کا ارینج کیا اور کھانے پینے کا سامان لے آیا پھر رفعت بولی کہ صاحب جی اگر آپ کہیں تو میں گھر چلی جاتی ہوں۔ میں نے کہا دیکھیں آپ لوگوں کے لیے ہی تو میں نے پورا روم بک کروایا ہے اگر آپ نے گھر ہی جا کر رہنا ہے تو آپ کی مرضی ہے۔

پھر اس کا شوہر بولا ہاں رفعت یہاں ہی رہو۔

اب میں سوچتا کہ میں چلا جاتا ہوں مگر کہاں جاتا میرا ابھی تو کوئی ٹھکانہ نہ تھا میں جاؤں کہاں اور اگر کہیں چلا بھی گیا تو کیا کروں گا جا کر میں باہر ہال میں ہی سو لیا کروں گا اور رفعت کے پاس رہنے کا ایک اچھا موقعہ بھی تو ہے۔

خیر اس کے شوہر کا علاج شروع ہو گیا اور میں اسی کے پاس رہتا تھا کیوں کہ میری ساری ذمہ داری تھی میں نے اس کا ہر طرح کا خیال رکھا پہلے دن جب میں ہال میں جا کر لیٹا تو کچھ دیر ان دونوں نے میرا ویٹ کیا پھر اس کے شوہر نے کال کی کہ محسن صاحب کہاں ہیں آپ اور آئے کیوں نہیں میں نے کہا کہ میں باہر لان میں ہوں میرا ویٹ مت کریں اور آپ سو جائیں وہ بولا دیکھیں ہم کیسے یہ برداشت کریں کہ سب کچھ کرنے کے باوجود بھی آپ باہر جا کر سوئیں گے تو ہم سے یہ برداشت نہیں ہوگا ایسا کرتے ہیں رفعت کو باہر بھیج دیتے ہیں اور آپ اندر آ جائیں۔ یہ سن کر میرا دماغ چکرا سا گیا کہ کیوں

رفعت کے لیے ہی تو میں کر رہاں ہوں اور پھر بھی وہ باہر جا کر سوئے گی نہیں یہ میں نہیں ہونے دوں گا میں نے فون بند کر دیا اور لیٹ گیا۔

پھر کچھ دیر بعد رفعت آ گئی وہ مجھ سے کچھ دور ہی کھڑی رہی اور نظریں جھکا کر بولی کہ صاحب جی اندر آ جیئے نہ میں نے اس کے طرف دیکھا تو وہ مایوس ہی تھی ہیں نے اندر جانے سے انکار کر دیا تو وہ رو دی اس کی آنکھوں میں آنسو دیکھ کر میں تڑپ اٹھا میں کیا کر سکتا تھا میں اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور اس کو دیکھ کر کہا کہ رفعت تم جو کچھ مجھ سے چھپا رہی ہو وہ ٹھیک نہیں ہے اگر آپ کو ذرہ بھی مجھ سے کوئی لگاؤ ہے تو پلیز مجھے بتاؤ کیا مسئلہ ہے۔

وہ اپنے آنسو صاف کر کے بولی چلئے آپ گھر ہے میں آپ کو لینے آئی ہوں پھر میں نے اس کی طرف ... نظروں سے دیکھا اور محسوس کیا کہ وہ کچھ چھپا رہی ہے میرا جی چاہ رہا تھا کہ اس کو پکڑ کر اپنے ساتھ کہیں دور لے جاؤں مگر نہیں ایسا کرنا نہیں چاہتا انسان کی کچھ مجبوریاں ان کے قدموں کی زنجیر بن جاتی ہیں جیسے رفعت کی اپنے رشتوں کی زنجیروں میں قید تھی خیر میں نے اس کو ایک نظر دیکھا اور اس کے ساتھ چل دیا۔

وہ بھی جیسے بہت کچھ کہنا چاہتی ہو پر اس کی زبان کو لاک لگا دیا گیا ہو خیر یہ لاک تو کیا میں کئی طوفانوں کے رخ بھی موڑ دوں گا اس کو بس ایک بار مجھ سے بات کرنے لینے دو پھر میں دیکھوں گا۔

خیر میں گیا تو اس کے شوہر نے ناراضگی کا اظہار کیا اور کہا کہ صاحب آپ ہمیں اس طرح چھوڑ کر کیوں چلے جاتے ہو میں نے کہا میں کام گیا تھا مگر آپ لوگ سو جاتے میں نے کہا بھی تھا کہ سو جائیں میرا ویٹ مت کرنا پھر خیر ہم سب نے ایک ہی روم میں سونا تھا میں نے اس کے شوہر سے کچھ دیر باتیں کیں اور میں جب تک بیٹھا رہا وہ مجھے دیکھتی رہی

میں نے ایک دو بار اس کو نظر چرا کر دیکھا تھا اس کا مکمل دھیان میری طرف تھا جو کہ اپنے شوہر کے پیچھے بیٹھی ہوئی تھی میں نے سوچا کہ اس کے شوہر کو شک نہ ہو جائے پھر اسے نظر انداز کرتا رہ پھر تمام گفت وشنید کے بعد میں لیٹ گیا۔

اور پھر وہ نا جانے کب سوئی ہو گی مجھے نیند تو نہیں آ رہی تھی میں نے اس کی ساری باتیں سن لیں تھیں تو وہ اپنے شوہر سے کر رہی تھی۔

اس کا شوہر اس کو یہ ہی کہہ رہا تھا کہ رفعت تم اس لڑکے کو نظر انداز مت کرو یہ کبھی بھی تمہارے کام آ سکتا ہے وہ کہہ رہی تھی کہ میں اپنے شوہر کے ہوتے ہوئے کیسے یہ سوچوں آپ خود سمجھدار ہیں اور پھر بھی آپ مجھے بار بار یہ ہی کہتے ہیں کہ اچھا ہے نیک ہے تمہارا دیوانہ ہے لیکن آپ یہ سب کیسے برداشت کریں گے کیا آپ میرے دیوانے نہیں ہیں کیا آپ یہ سب دیکھ پائیں گے کیا لوگ مجھے چھوڑیں گے کیا میرا اللہ مجھے چھوڑے گا بے شک آپ نے کسی اور سے پیار کیا تھا اور آپ اس کو حاصل کرنا چاہتے تھے مگر یہ آپ کے اور میرے بڑوں کا فیصلہ تھا جو ہم دونوں نے منظور کیا کیا آپ میرے ساتھ خوش نہیں ہیں یا پھر میں آپ کو اچھی نہیں لگتی یا پھر مجھ میں کمی ہے یا پھر میں نے آپ کی خدمت میں کوئی کسر چھوڑی ہو تو آپ یہ باتیں کر سکتے تھے میں تو ہر حال میں آپ کے ساتھ جی رہی ہوں اور جیوں گی مجھے اب یہ نہیں کہ صاحب جی مجھ سے پیار کرتے ہیں اور شاید آپ نے ان کو اس لیے رکھا ہے کہ مجھے بھی ان سے پیار ہو جائے تو سن لیں میں ان سے پیار کرتی ہوں اور اس لیے نہیں کہ وہ مجھے اپنائیں بلکہ اس لیے کہ ان کے گھر کا نمک کھایا ہے ان کے گھر میں اپنے گھر کی طرح رہی ہوں اور اس گھر والوں نے مجھے آج تک کسی بھی بات سے روک ٹوک نہیں کی میں نے اس گھر میں جتنا عرصہ بھی کام کیا اپنی مرضی ہی کی تو سن لیں مجھے اس گھر سے ...

پیار ہے اس گھر میں رہنے والوں سے بھی پیار ہے اور پھر میں ان سے بے وفائی نہیں کرسکتی خیر وہ رو رو کر سب کچھ بولتی رہی اور میں سنتا رہا۔

اب میں سمجھ گیا تھا کہ وہ کتنی مجبور تھی ان کی جتنی بھی باتیں تھیں اس موضوع پر تھیں میں سنتا رہا کہ رفعت واقعہ مجبور ہے دونوں کی باتیں سنتے سنتے مجھے نیند آگئی اور پھر جب صبح اٹھا تو وہ جاگ رہی تھی بلکہ رو رہی تھی میں نے اس کو ایک نظر دیکھا اور واش روم میں چلا گیا فریش ہو کر نماز پڑھی اور اللہ کے حضور اس کے شوہر کے لیے دعا کی اور اس کو خوش رہنے کی التجاہ کی میں اسے نہ تو چھوڑ سکتا تھا اور نہ ہی اپنا سکتا تھا میں ایک چوراہے پر کھڑا وہ مسافر تھا جسے پتہ نہیں کس راستے پر اس کی منظر ہوتی ہے۔

اس کا شوہر ابھی تک نہیں اٹھا تھا وہ مجھے دیکھ کر چپ تو ہو گئی میں نے نماز پڑھی اور ناشتہ لینے چلا گیا میں جب بھی باہر جاتا تو اپنا نمبر آف کر لیتا تا کہ رفعت مجھے بلانے آئے گی۔

خیر میں بہت ہی مغموم تھا کہ اس کا شوہر اس سے ایسی باتیں کیوں کر رہا ہے میں نے بہت سوچا کہ کیا کروں مجھے کوئی بھی راستہ نظر نہیں آیا تو میں نے اب رفعت کو اپنانے کا فیصلہ کر لیا تھا فی الحال تو میری ساری مساعی ناکام تھی میں ادھر بیٹھا سوچ رہا تھا کہ واقعہ رفعت آ گئی شاید وہ مجھے ہی تلاش کر رہی تھی میں انجان سا بن کر بیٹھا رہا جیسے میں نے اسے دیکھا نہ ہو وہ میرے پاس آئی اور بولی صاحب جی آپ یہاں بیٹھے ہیں ہم ویٹ کر رہے تھے۔

اب مجھے بھیجا ہے انہوں نے آپ کو بلانے کے لیے آپ کا سیل فون بھی بند جا رہا ہے میں نے نے اپنا سیل فون دیکھا تو میں نے تو بند تھا۔ اوشٹ یار یہ کب بند ہو گیا انے میں اس کے شوہر کی کال آئی اگے جو شاید میں نے اوکے کر کے سیل رکھ لیا تھا کال سننا بھول گیا تھا۔ اس کا معصوم سا چہرا دیکھا تو اٹھ کر کھڑا ہو گیا میں اس کی نگاہوں میں اپنے سوالوں کے جواب تلاش کر رہا تھا لیکن وہ نظر نہیں ملا رہی تھی بہت سی اداسیوں میں گری ہوئی تھی۔

جب میں نے اس کو ہاتھ لگایا تو چونک سی گئی میں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر نیچے بٹھایا اور اپنے سر پہ اس کا ہاتھ رکھ کر کہا کہ آپ کو میری قسم ہے مجھے بتاؤ کیا مسئلہ ہے اس نے انجان بن کو مجھے ٹالنے کے کوشش کی مگر میں بھی کہاں اس کی باتوں پہ یقین کرتا کیوں کہ میں نے ان دونوں کی ساری باتیں اپنے کانوں سے سن لی تھی۔

جب میں نے اسے بتایا کہ میں نے تمہاری دونوں کی ساری باتیں سنیں ہیں تو وہ ہکلاسی گئی اور شکی نظروں سے دیکھنے لگی میں نے ہاں میں سر ہلا دیا وہ کچھ بول نہیں پا رہی تھی جیسے میں نے اس کی کوئی بہت بڑی چوری پکڑی ہو شاید وہ گھبرا رہی تھی کہ میں جلدی اس کے ساتھ کمرے میں پہنچ جاؤں لیکن میں اپنے سوالوں کے جواب لیے بغیر نہیں جانے والا تھا میں نے اس کو جب مجبور کیا تو وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی میرا دل تو جیسے ہلک میں آ گیا ہو میں اپنے آپ کو قابو میں رکھ کر اس سے مخاطب ہوا تو وہ بولی اگر آپ اتنا زیادہ مجبور کرتے ہیں تو سنیں میری زندگی پر سکون ہوتی تو میں بھی آپ کے گھر میں کام نہ کرتی میں مجبور ہوں اور اگر ہمت ہے تو سنیں۔

جب میں ایٹ کلاس میں تھی تو میرے باپ نے بیماری کی وجہ سے میری شادی کرنا چاہی کہ میں بیمار رہتا ہوں اور میں اپنی جوان بیٹی کو چھوڑ نہیں سکتا حالات برے ہیں انہوں نے لوگوں سے کہا کہ میں اپنی بیٹی کے ہاتھ پیلے کرنا چاہتا ہوں اگر کوئی رشتہ اچھا ہو تو بتانا ان کا ایک دوست جو کہ کچھ عرصہ پہلے ہی ان سے جدا ہو کر دوسرے شہر جا چکا تھا وہ آیا اور کہنے لگا کہ ایک رشتہ ہے لڑکا بہت ہی پیارا ہے اگر کہو تو میں اس کے باپ سے بات کروں گا میرے ابو نے ہاں کر دی

اور وہ چلا گیا تین بعد پھر آیا اور میرے ابو کو مبارکباد دی کہ اس کا باپ مان گیا ہے وہ بہت اچھے لوگ ہیں میرے ابو بہت خوش ہوئے کہ اب میری بیٹی بھی اپنے گھر کی ہو جائے گی۔

میں دل ہی دل میں پریشان تھی کہ میں ابھی پڑھنا چاہتی تھی لیکن میرے ابو مجھے بیاہنا چاہتے تھے میں کیا کرتی میری ایج ابھی بہت کم تھی میرے ہم عمر لڑکیاں تو رو رو کر اپنی فرمائشیں بتاتی ہیں اور میں اس عمر میں گھر کیسے سنبھال پاؤں گی۔

میں اندر ہی اندر روتی رہتی مگر ابو کے سامنے مسکرا دیتی کہ ابو تو پہلے ہی بیمار ہیں اگر میرے چہرے پر مایوسی دیکھی تو اور بھی پریشان ہوں گے میں نہیں چاہتی تھی میرے ابو میری وجہ سے کوئی ٹینشن لیں میں اپنے ابو سے بہت پیار کرتی تھی کیوں کہ انہوں نے مجھے بہت لاڈ پیار سے پالا تھا میں نے ابو کی خوشی کو قبول کر لیا اور ان کے ساتھ ایک میاں بیوی کے بندھن میں بندھ گئی۔

شادی کے کچھ ہی عرصہ بعد میرے ابو کی ڈیتھ ہو گئی میں بہت روئی کہ میں اس دنیا میں بالکل ہی اکیلی تھی کوئی بھی میرا درد بانٹنے والا نہ تھا میرے شوہر نے شادی کے دوسرے دن ہی مجھے اپنا آپ دکھا دیا یہ کسی اور لڑکی سے پیار کرتے تھے لیکن ان کی شادی زبردستی مجھ سے کر دی گئی اب نہ تو یہ خوش تھے اور نہ ہی میرا کوئی اور ٹھکانہ تھا باپ کی رضامندی کو قبول کر کے اسے ہی اپنا نصیب سمجھ کر خاموشی سے بیٹھ گئی اگر بولتی بھی تو کیا بولتی اگر کہتی تو کس سے کہتی پھر میں نے اپنا سارا زیور بیچ کر ان کو گاڑی لے کر دی جس سے ہمارا گزارہ ہوتا تھا لیکن یہاں ایک اور بات بتا دوں کہ جب میں نے گاڑی لے کر دی تو سارا سارا دن میرے شوہر اس لڑکی کے ساتھ گھومتے تھے اور میں گھر میں اکیلی پڑی رہتی تھی۔

جب میں نے اپنے سسر سے شکایت کی تو وہ بولے کہ اب اسے قابو میں کرنا تیرا کام ہے ملر میں کچھ نہ کر پائی جس دن وہ لڑکی ان کے ساتھ گھومنے پھرنے نہ جاتی تو یہ کچھ نہ کچھ لا کر مجھے دیتے اور میں اسی میں گزارہ کرتی رہی۔

پھر ایک دن میں نے سوچا کہ کب تک ایسے ہی بھوکی پڑی رہوں گی میں نے آپ کے گھر میں کام شروع کر دیا پھر آپ کے والد اور والدہ محترمہ نے مجھے ماں باپ جیسا پیار دیا تھا اور انہوں نے مجھے کبھی بھی مایوس نہیں دیکھا اور میں جو کچھ بھی مانگتی وہ لے دیتے میں آپ کے گھر میں خوشی سے جاتی اور سارا کام کر کے واپس آ جاتی تھی۔

ایک دن میں نے ان کو بتایا کہ میں کسی جگہ کام کر لیتی ہوں تو وہ بولے کہ یہ تو بڑی خوشی کی بات ہے اگر تم کوئی کام کرو گی تو بور تو نہ ہو گی اور پھر میرا کام بھی تو نہیں ہوتا کبھی کوئی سواری ملتی ہے کبھی نہیں۔ اس وقت میرا دل کٹ کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا تھا کہ میں نے یہ سوچا بھی نہ تھا کہ یہ ایسا کہیں گے بلکہ یہ تو کہیں گے کہ خبردار تم نے کام کا نام بھی لیا تو میں مرا نہیں ہوں میں تمہیں بھوکی نہیں رہنے دوں گا۔

لیکن وہ سب تو میرا وہم تھا پھر مجھے آپ کے گھر میں سکون ملتا تھا اور میں سارا سارا دن آپ کے گھر میں کام کی غرض سے رہتی تھی شام کو جو کچھ ہوتا لے جاتی کچھ خود کھاتی اور کچھ اس کے لیے رکھ دیتی کبھی یہ گھر آتے اور کبھی نہیں جو بچتا صبح ناشتہ کر لیتی جس دن آپ کے ابو امی کا ایکسیڈنٹ ہوا تھا اس دن تو میں مر گئی تھی کیوں کہ وہ مجھے ماں باپ کے روپ میں ملے تھے اور میں ان کے ساتھ بہت خوش تھی میں ایک بار پھر اکیلی ہو گئی تھی۔

میں سوچتی تھی کہ آپ بھی اکیلے ہیں کیا پتہ آپ یہاں رہیں نہ رہیں کیا پتہ مجھے اس گھر سے بے گھر کر دیں اور میں اسی طرح کے خیالوں میں کھوئی رہتی تھی جس دن میرا مہینہ پورا ہوتا میرا شوہر مجھ سے پیسے

لینے کے لیے میرے صدقے واری جاتا اور میں اس کی مہربانی کو اپنی خوش قسمتی سمجھتی میں اس سمجھ ہی نہ پائی تھی کہ یہ کیوں اتنا مہربان ہوتا ہے میں اس کے ہاتھ پہ اپنے سارے پیسے رکھ دیتی تو یہ دوسرے دن ہی پھر مجھے آنکھیں دکھانا شروع ہو جاتا اور جو کچھ بھی ہوتا اس لڑکی کے لیے لے جاتا تھا۔

میں اسی غم میں رو رو کر ہلکان ہوئی جاتی کہ یہ تھا میرا نصیب جو مجھے ملا تھا پھر آپ کے ماں باپ کو اپنا ماں باپ سمجھا ان کا سایہ بھی سر سے اٹھ گیا میرے پاس کچھ نہ بچا تھا پھر اللہ نے مجھ پہ مہربانی کی اور میرے گود بھر دی میں بہت خوش تھی اور کبھی سوچ کر رو دیتی کہ مجھے تو سزا مل ہی رہی ہے میں اس کو بھی دنیا میں لا کر اس کی گناہگار بن گئی ہوں کہ میں اگر اس کی ضرورتوں کو پورا نہ کر پائی تو اس کی بددعاؤں کی ذمہ دار میں ہی ہوں گی۔

پھر اس معصوم کا کیا قصور تھا وہ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک کھلونا مل گیا تھا کہ میں اپنا دل بہلا لیا کروں اس کے بعد وہ جیسے ہی اس دنیا میں آیا تو ایک دن میرے اوپر بہت بڑی مصیبت آ کر گری مجھے خبر ملی کہ ان کا ایکسیڈنٹ ہو گیا ہے میں تو اجڑ گئی تھی ایک شوہر کا نام تو ملا ہوا تھا ورنہ اس زمانے میں اکیلی عورت کو کون سکون سے رہنے دیتا ہے میں نے اپنا بچہ دیکھا نہ گھر میں پاگلوں کی طرح گلیوں میں روتی پھر رہی تھی جب لوگ ان کو لائے تو میں بے ہوش ہو کر گر گئی ایک یہ تو تھا میرا نام کا شوہر اگر ان کو کچھ ہو گیا تو لوگ مجھے پاگلوں کی طرح اور بازاری عورتوں کی طرح استعمال کریں گے میں کیا کرتی کہ اپنے دامن بچاؤں بھی تو کیسے ان کو کافی چوٹیں آئی تھی لوگوں نے ان کو پٹیاں وغیرہ تو کروا دیں شاید آپ کو یاد ہو کہ میں ایک دفعہ پورے دس دن آپ کے گھر نہیں آئی تھی کام کرنے اور آپ خود ہی کیا کرتے تھے۔

جب میں آئی تو آپ نے وجہ پوچھی اور میں گھر کے کاموں میں مصروف بتا کر ٹال دیا تھا آپ نے بھی اس وقعہ کو نظر انداز کر دیا تھا خیر میں نے ان کی وہی گاڑی پیچ کر ان کا علاج کروانا شروع کر دیا تھا ان کی بیک ہڈی ٹوٹ چکی تھی باقی زخم تو وقت کے ساتھ ساتھ بھر گئے مگر کمر کی ہڈی نہ جڑ پائی اور پھر میرے پاس پیسے بھی ختم ہو چکے تھے۔

وہ لڑکی اب بھی اس کے انتظار میں ہے اس نے ان کے ایکسیڈنٹ کے بعد شادی کر لی تھی مگر اس کے شوہر کو پتہ چلا کہ یہ کسی اور سے پیار کرتی ہے اس نے طلاق دے کر اس کے ماں باپ کے گھر بھیج دیا وہ اب بھی ان کا انتظار کر رہی ہے یہ مجھے بار بار کہتے ہیں کہ میری جان چھوڑ دے اور چلی جا مگر میں تو کہیں بھی نہیں جا سکتی کیوں کہ میرا کون تھا جس کے پاس میں جا کر رہتی ہر وقت ان کی صحت کے لیے ہی دعا کرتی ہوں کہ یہ ٹھیک ہو جائیں اور میں دنیا کی باتوں سے بچ جاؤں گی اور یہ ہیں کہ مجھ پر ظلم پہ ظلم کرتے ہیں اور میں نے کبھی بھی ان کو دکھ نہیں دیا میں نے ایک اچھی اور نیک فرمابردار بیوی بن کر ان کو دکھایا ہے اور ہمیشہ ایسے ہی رہنا چاہتی ہوں۔

پھر جب آپ نے اپنی محبت کا اظہار کیا تو میں بہت پریشان ہوئی کہ اب لوگ یہ کہیں گے یہ کام پر نہیں اپنے عاشق کو ملنے جاتی ہے میں نے آپ کا گھر چھوڑ دیا تاکہ بدنامی کی سیاہی میرے منہ پر نہ مل جائے آپ کا دل نہیں توڑنا چاہتی تھی آپ نے تو سچا پیار کیا تھا مگر میں مجبور تھی اگر بتا دیتی تو آپ برداشت نہ کر پاتے اگر چھپایا ہے تو خود بار بار مری ہوں میرے سامنے میرے شوہر اور میرا بچہ ایک مضبوط ڈھال بنے ہوئے ہیں میں کیا کروں اب جب غربت نے منہ میرے گھر کی طرف کر ہی لیا ہے تو میں اس کا مقابلہ کر رہی ہوں۔

وہ بولتی رہی اور میرے آنسو اس کا دکھ سن سن کر گرتے رہے وہ بھی رو رہی تھی میں نے اس کو حوصلہ

دیا اور کہا کہ آپ فکر نہ کریں میں اب جان چکا ہوں
اب میں کبھی بھی آپ کو اس مصیبت میں نہیں چھوڑ سکتا
میں نے آپ سے پیار کیا ہے اور کرتا رہوں گا اگر
آپ کا شوہر آپ کو رکھنا نہیں چاہتا تو میں آپ کو
رکھوں گا اور جو برے دن آپ نے گزار لیے بس اب
کبھی سوچنا بھی نہ کہ وہ دن آپ پر آئیں گے میں مرا
نہیں ہوں میں اسے تسلی دیتے وقت رو رہا تھا اور وہ بتا
بتا کر رو رہی تھی۔

شاید وہ ٹوٹ چکی تھی میں نے اسے کمرے میں
بھیجا اور خود ناشتہ لینے چلا گیا میں نے اسے یہی کہا کہ
آپ جا کر یہ مت بتانا وہ ناشتہ لینے گیا ہے بلکہ کہنا کہ
وہ نہیں ملے اتنے میں میں آ جاؤں گا وہ چلی تو گئی مگر
میری زندگی میں ایک ہلچل پیدا کر گئی تھی میں نے
ناشتہ اور اس کے بچے کے لیے دودھ لیا اور جب
کمرے میں گیا تو وہ خاموش بیٹھی ہوئی تھی مجھے دیکھ کر
اس کے چہرے پر ایک انجانی سی خوشی نمایا ہوئی تو مجھے
بھی سکون ملا۔

اب مجھے ایسا لگ رہا تھا کہ جیسے میں اپنوں میں
بیٹھا ہوا ہوں پھر وقت گزرتا گیا ڈیڑھ ماہ ہو گیا تھا اس
کو ایڈمٹ کیے ہوئے وہ آہستہ آہستہ اب کچھ چلنے
کے قابل ہو گیا تھا اور ایک دن موسم انجوائے کر رہا تھا
کہ اس کی معشوقہ کا فون آیا رفعت نے اسے موبائل
دیتے وقت بتا دیا کہ اس لڑکی کا فون ہے وہ بہت خوش
ہوا اسے خوشی سے بتایا کہ میں چل سکتا ہوں وہ بولی چلو
اپنی بیوی کے ساتھ خوش تو رہ سکو گے نہ خیر اس کے بعد
اس لڑکی نے بتایا کہ وہ شادی کر رہی ہے یہ بھی بتایا کہ
مجھے پہلے تیری وجہ سے طلاق ہوئی تھی لیکن اب مجھے
تیری ضرورت نہیں رہی کیوں کہ تم اب میرے کسی کام
کے نہیں ہو اب میں اپنی پسند کی شادی کر رہی ہوں اگر
ٹھیک ہو بھی جاؤ تو میری امید مت رکھنا اب میں کسی
اور کی ہوں۔ اس کا اتنا کہنا تھا ابھی کال بند نہیں ہوئی
تھی کہ رفعت کا شوہر جس ونڈو کے پاس کھڑا ہو کر
موسم انجوائے کر رہا تھا اسی کھڑکی سے اس نے
تیسرے پورشن سے چھلانگ لگا دی اور ہم چیختے ہی
رہے یہ کیا ہو گیا جب تک ہم نیچے گئے اس کا کافی سارا
خون بہہ رہا تھا رفعت تو بار بار اس کے خون کو دیکھ کر
پاگلوں کی طرح چیخنا شروع کر دیتی۔

میں نے وہاں کھڑے آدمیوں کی مدد سے اس کو
ایمرجنسی لیجانے کی کوشش کی تو وہ بولا نہیں اب میں
کچھ پل کے لیے ہوں جو میں آپ سے باتیں کرنا
چاہتا ہوں وہ سنوں رفعت بھی خاموش ہو گئی اور میں
بھی اس کی طرف متوجہ ہوا وہ کہنے لگا دیکھو محسن
صاحب میں آپ پر بہت خوش جا رہا ہوں اور اپنی اس
بیوی پر بھی کیوں کہ اس نے میری خدمت میں کوئی
کسر نہیں چھوڑی لیکن میں اسے خوش نہ رکھ سکا اب
آپ کو ایک کام کرنا ہو گا آپ اس سے شادی کر لینا یہ
بہت اچھی ہے اور آپ کے ساتھ وفاداری ضرور
نبھائے گی۔

میں اس کی طرف کبھی رفعت کی طرف دیکھتا
اس کی سانسیں اکھڑ رہی تھی وہ بولا کہ میں نے اس دن
کال کی تھی جب رفعت اور تم باتیں کر رہے تھے آپ
نے میری کال کو سنا نہیں تھا شاید آپ رفعت کے دکھ
میں اتنا ٹوٹ چکے تھے کہ آپ کو میری کال کی کوئی خبر
نہیں تھی میں آپ دونوں کی ساری باتیں سن چکا تھا
اب میں اس اپنی نیک بیوی کا شکریہ ادا کرتا ہوں جس
نے مجھے اپنے وفاداری کا ثبوت دیا ہے۔

اب میں اس کو اپنے رشتہ سے بھی آزاد کر رہا
ہوں یہ جب چاہے شادی کر سکتی اس کے لیے کوئی بھی
رکاوٹ نہیں ہے اور پھر میں تو چاہتا ہوں کہ آپ اس کو
اپنی شریک حیات بنا لو تو میری روح کو بھی سکون مل
جائے گا اور ہاں میں نے خودکشی آپ دونوں کی وجہ
سے نہیں کی میں نے اپنی محبوبہ کی بے وفائی کی وجہ سے
کی ہے وہ میری نہیں بنی میں اس کے لیے ہی تو اپنے
رب سے اپنے لیے شفا مانگتا رہا اب یہ زندگی اس کے

نام تھی تو اس کے لیے ہی میں نے اپنی جان دی ہے پھر وہ رفعت سے بولا کہ رفعت میری جان میرے بچے کا خیال رکھنا اور خوش رہنا۔

پھر اس نے رفعت کا ہاتھ پکڑ کر میرے ہاتھ میں دے دیا اور منہ دوسری طرف کر دیا آدھا کلمہ اس کے ہونٹوں پر ہی رہ گیا اور اس کی گردن جھک گئی اناللہ وانا علیہ راجعون۔ رفعت تو پاگل ہو چکی تھی پھر ہم نے اس کے کفن دفن کا انتظام کر کے اپنا فرض ادا کیا اور میں نے رفعت سے اس کی رضا مندی پوچھی تو وہ میرے ساتھ چمٹ گئی اور بولی کہ اب میں ہمیشہ ہی آپ کی ہوں اور یہ زندگی اب آپ کے نام ہے چلو اب گھر چلیں ہم دونوں اپنے معصوم سے بچے کو ساتھ لے کر اپنے گھر آ گئے۔

اب میں ہوں اور میری جان میرا پیار میرا یار میری محبوبہ ہے جس کو میں اپنا جہان سمجھتا ہوں جو مجھے دنیا کی ہر خوبصورت لڑکی سے بھی خوبصورت لگتی ہے اب میں اس کی زلفوں کو مکمل دیکھ سکتا ہوں اور ہر وقت اسے کہتا ہوں کہ ان کو سمیٹا مت کرو یہ مجھے بہت پیاری لگتی ہیں اس کے شانوں پر بکھری ہوئی زلفیں مجھے دنیا بھلا دیتی ہیں اس کی خوبصورتی میں اور بھی اضافہ کر دیتی ہیں اب تو میں اس کے زلفوں کے قفس میں ہی قید ہو کر رہنا چاہتا ہوں وہ واقعہ محصنہ تھی میں جس کا راغب تھا وہی رشک پری میرے ارد گرد اپنے شانوں پر زلفیں بکھرے پھرتی رہتی ہے اور میں اسے دیکھ دیکھ کر جیتا ہوں۔

ہمارا ربط ہونا تھا جو خدا کو منظور تھا سو ہو گیا اگر پیار سچا ہو تو خدا بھی مل جاتا ہے اور اب تو میرا بیٹا میٹھی میٹھی باتیں بھی کرنے لگا ہے ہم دونوں مل کر اسے بہت تنگ کرتے ہیں یہ مجھے وہی گفٹ ملا ہے جسے پا کر میں فخر محسوس کرتا ہوں اب تو ایک اور کھلونا ملنے والا ہے اب دعا ہے اللہ تعالیٰ ہمارے اس گلشن کو شاد آباد رکھے اور نظر بد سے بچائے۔ آمین۔

قارئین کیسی لگی میری کاوش اپنی رائے سے ضرور آگاہ کرنا۔

اپنی ماں کے قدموں کی ذرا سی خاک ماں کی دعاؤں کی محتاج کشور کرن۔

حضرت علی نے فرمایا

صبر ایسی سواری ہے جو کبھی اپنے سوار کو گرنے نہیں دیتی ہمیشہ سچے لوگوں سے دوستی رکھو کیوں کہ وہ اچھے دنوں میں سرمایا اور برے دنوں میں محافظ ہوتے ہیں۔ نیت کتنی بھی اچھی ہو دنیا آپ کو اپنے دکھاوے سے جانتی ہے اور دکھاوا کتنا بھی اچھا ہو خدا آپ کو آپ کی نیت سے جانتا ہے۔۔۔ گڑیا چوہدری

وہ پل مجھے بہت ہی پیارے ہیں جب یادوں کا موسم آرہا ہے من میں ایک کسک جاگ اٹھتی ہے ذہن کی سکرین پر وہ یادیں کسی فلم کی مانند چلتی ہیں اور کبھی ایک ایسا بیتا ہوا پل یاد آجاتا ہے کہ پلکیں بھیگنے لگتی ہیں اور پھر غم کی آندھی چلنے لگتی ہے آنکھوں سے حسرتوں کے عکس جھانکنے لگتے ہیں انسان کتنا بے بس ہے گزری ہوئی باتوں کو یاد کر سکتا ہے مگر اس وقت کو واپس نہیں لا سکتا جو بیت گیا کاش امیر شاہ ان یادوں کی طرح تم بھی میرے پاس رہ جاتے۔۔۔

۔۔۔۔ گڑیا چوہدری علی ہسپتال سیہ پور

امیر شاہ کے نام

اگر آؤ تو اپنے ساتھ کوئی جگنو کوئی تارہ بھی لے آنا۔ کہ میرا دل میرے گھر کی طرح تاریک رہتا ہے

اداس شام

وہ تو رت ہے کہ آسماں سے اترنے والے سارے دکھ بلا تفریق ہمارے آنگن میں اتر جاتے ہیں اور ہر اداس شام کے رنگ کچھ اور نکھر جاتے ہیں

گڑیا چوہدری۔ علی ہسپتال سیہ پور

ادھوری محبت بے وفا

تحریر۔نزاکت علی سانول۔فاروق آباد۔0342,7815193

شہزادہ بھائی۔السلام وعلیکم۔امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔
قارئین میں نے ایک اور کہانی لے کر آپ کی محفل میں حاضری دی ہے امید ہے آپ میری حوصلہ افزائی کریں گے پیار کسی سے اور شادی کسی سے یہ اصول نہیں ہوتا کسی کو تباہ کر کے کسی کا گھر بسانا۔
ادارہ جواب عرض کی پالیسی کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں مقامات کے نام تبدیل کر دیئے ہیں تا کہ کسی کی دل شکنی نہ ہو اور مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی جس کا ادارہ یا رائٹر ذمہ دار نہیں ہوگا۔اس کہانی میں کیا کچھ ہے یہ تو آپ کو پڑھنے کے بعد ہی پتہ چلے گا۔

ایک بار مجھ کو بھی کسی سے پیار ہو گیا اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ میرے نزدیک سے گزرتے وقت مسکراتی تھی اسی طرح دن گزرتے گئے کہ ہماری محبت پروان چڑھتی رہی۔
ایک دن میں نے پیپر دینے چلا گیا شام کو جب گھر آیا تو اس نے مجھے دیکھ لیا اور کہا مسٹر جی آپ آرام سے سارا دن شہر گزار آئے ہیں اور میں سارا دن بور ہوتی رہی ہوں آپ کو خبر ہی نہیں تھی کہ میں آپ کے بن ایک گھنٹہ بھی نہیں گزار سکتی آپ شہر سکول چلے جاتے ہیں اور میں پریشان ہو کر کبھی ادھر اُدھر نظریں اٹھا کر دیکھتی رہتی ہوں۔
میں آپ سے محبت کرتی ہوں لیکن تم نے مجھے آج تک کوئی بھی لفظ نہیں کہا اچانک ہی اس معصوم شکل سندر سندر آنکھیں گلابی ہونٹ پنک رنگ کا سوٹ جو اس سے سجایا ہوا تھا ایسے لگ رہی تھی پوری کائنات کا حسن وشکل رب نے اس پری کو لگا دیا ہوں پھر تو میری بربادی کے دن شروع ہو گئے۔
اس کے پیار میں پوری طرح پھنس گیا تو پڑھائی کو بالکل دل نہ کرتا آخر کار میں نے میٹرک پاس کی اور آگے نہ پڑھ سکا اس کی وجہ یہ تھی میرا دل کرتا کہ میں سارا دن اس کی شکل دیکھتا رہوں۔
قارئین میں نے اس بے وفا کو کہا کہ میں اپنے امی ابو کو بھیجتا ہوں رشتے کے لیے تو اس نے کہا ابھی نہیں میں آپ کی ہوں اور مرتے دم تک آپ کی ہی رہوں گی۔
ایک دن اس کی امی نے ہمیں باتیں کرتے ہوئے دیکھ لیا تھا پھر اس کو گالیاں دیں ڈانٹا اور مارا بھی پھر اچانک اس کا رویہ میرے ساتھ بدل گیا تو اس نے مجھے کہا میں آپ سے پیار نہیں کرتی ہوں پلیز میری راہ میں نہ آیا کرو میں نے یہ اس کی زبان سے الفاظ سنے تو کہا کہ میری زندگانی آپ نے تباہ کر دی پھر اس بے وفا کی منگنی ہو گئی منگنی اس کے ماموں کے بیٹے سے ہوئی تھی پھر اس کی شادی ہو گئی۔
اب وہ بے وفا میری زندگی کی راہوں سے دور جا چکی ہے اب روتی ہے کہ میں نے آپ کو کیوں دھوکہ دیا دو سال کے بعد ابھی تک کوئی اولاد نہیں ہوئی

یہ تھی میری کہانی۔ قارئین دھوکہ اس نے دیا تھا
میں نے نہیں آپ کو میری کہانی کیسی لگی ضرور بتایئے گا
مجھے زندگی کا اتنا تجربہ تو نہیں پر سنا ہے کہ سادگی
میں جینے نہیں دیتے لوگ۔

کاش دل بنانے والے نے شیشے کا دل بنایا ہوتا
توڑنے والے کا ہاتھ زخمی ہوتا جب بھی وہ اپنے
ہاتھ کو دیکھتا اسے اپنی بے وفائی کا احساس ہوتا۔

جدائی آپ کی رلاتی رہے گی یاد آپ کی آتی
رہے گی بار بار جان جاتی رہے گی جب تک ہے جسم
میں جان میری سانسیں دوستی نبھاتی رہیں گی۔

دل کی دنیا میں تیرے سوا کسی اور کو بساؤں تو پھر
کہنا۔ تمام عمر تیری چوکھٹ سے سر اٹھاؤں تو پھر کہنا
اے دوست میرے پیار میں اگر فرق آئے تو
خنجر اٹھانے کی ضرورت نہیں تم آنکھیں پھیر
لینا۔ میں مر نہ جاؤں تو پھر کہنا۔

جب خدا سے پانی مانگا تو ساگر دیا پھول مانگا تو
گلشن دیا۔ گھر مانگا تو محل دیا جب بہت سارا پیار مانگا
تو آپ جیسا دوست ملا دیا۔

وہ دل ہی کیا جو تیرے ملنے کی دعا نہ کرے
میں تجھ کو بھول کر زندہ رہوں خدا نہ کرے
یہ ٹھیک ہے مرتا نہیں کوئی جدائی میں
مگر خدا کسی کو کسی سے جدا نہ کرے
اگر وفا پہ بھروسہ نہ رہے تو
کوئی شخص محبت کا حوصلہ نہ کرے

غزل بھول جا

یہی زندگی کا اصول ہے
جو بچھڑ گیا اسے بھول جا
جو ملا ہے اسے دل سے لگا کے رکھ
جو نہیں ملا اسے بھول جا
نہ وہ دھوپ تھا نہ وہ چاندنی
نہ چراغ تھا نہ وہ روشنی
وہ خیال تھا کوئی خواب تھا
وہ آئینہ سے بھول جا
وہ جو تیرے دل کے قریب تھا
وہ نہ جانے کس کا نصیب تھا
تجھے ہنس کے اس نے بھلا دیا
تو بھی مسکرا کے اسے بھول جا

غزل

میرے وجود کی جاگیر اس نے مانگی ہے
عجب خواب کی تعبیر اس نے مانگی ہے
اس کے شہر میں رہتی ہوں نزاکت علی پہلے بھی
نہ جانے کیوں پھر زنجیر اس نے مانگی ہے
گمان ہوتا ہے وہ بھول سکتا ہے مجھے
کیوں کہ آج میری تصویر اس نے مانگی ہے
میرے خدا مجھے اس کے نصیب میں لکھ دے
کہ مجھ سے میری تقدیر اس نے مانگی ہے

گلاب آنکھیں شراب آنکھیں
یہ تو ہیں لاجواب آنکھیں
انہیں میں نزاکت انہیں میں الفت
انہیں میں نفرت ثواب آنکھیں
کبھی نظر میں بلا کی شوخی
کبھی کبھی سراپا حجاب آنکھیں
کبھی چھپاتی ہیں راض دل کو
کبھی ہیں دل کی کتاب آنکھیں
کسی نے دیکھی تو جھیل جیسی
کسی نے پی تو شراب آنکھیں
وہ آئے تو لوگ مجھ سے بولے
ہزار آنکھیں جناب آنکھیں
عجب تھا گفتگو کا عالم
سوال کوئی جواب آنکھیں
نزاکت علی سانول فاروق آباد رسول پورہ

جانے کیسی تھی محبت

تحریر۔ ارشاد حسین۔ ڈیرہ غازیخان۔ 0342,5936006

شہزادہ بھائی۔ السلام وعلیکم۔ امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔
قارئین میں ایک ایسی کہانی آپکی بزم میں پیش کرتا ہوں جو بہت ہی ہارے ہوئے انسان کی ہے جس کے لیے محبت سے بڑھ کر کوئی عبادت نہ تھی اس نے تو سب کچھ ہی محبت کو سمجھا تھا مگر اس کو کیا ملا کہ جدائی اور آنسو اور تنہائی کاش وہ پیار ہی نہ کرتا مگر یہ پیار بھی کیا نہیں جاتا خود بخود ہی ہو جاتا ہے میں نے اس کہانی کا نام۔ جانے کیسی تھی محبت۔ رکھا ہے امید ہے سب کو پسند آئے گی اپنی رائے سے ضرور نوازئے گا آپ کی قیمتی آرا کا انتظار رہے گا۔

ادارہ جواب عرض کی پالیسی کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں مقامات کے نام تبدیل کر دیے ہیں تاکہ کسی کی دل شکنی نہ ہو اور مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی جس کا ادارہ یا رائٹر ذمہ دار نہیں ہوگا۔ اس کہانی میں کیا کچھ ہے یہ تو آپ کو پڑھنے کے بعد ہی پتہ چلے گا۔

زندگی زندگی کی تلخ آمیز حقیقت جس کا سامنا کرن کے لیے کچھ لمحات کو عمر بھر کا ہمسفر بنانے کی دھن اور بقا کی خوشنودی کی خاطر انتظار کرنا پڑتا ہے اور وہ بھی جب کسی کی محبت کا جنون دیوانگی کی حدوں کو سر بھی کر جائے۔

میری داستان بھی کچھ ایسی ہی ہے جو میں آپ قارئین کرام کی نظر کر رہا ہوں۔

میری محبت بھی کچھ عجیب و غریب کیفیات کی نظر ہو کر ایسے ہی ختم ہو جائے گی۔

اس بات کا مجھے اندازہ تک نہ تھا جس لڑکی کو میں اپنی زندگی سے بھی زیادہ چاہوں گا وہ مجھ سے ایسے علیحدگی اختیار کرے گی جس کا میرے ذہن میں تصور تک بھی نہ تھا۔

میرے بچپن کی محبت پروان چڑتے چڑتے لڑکپن کی عمر میں آ ختتام کی انتہا کو پہنچ جائے گی اور سوائے خون کے آنسو دینے اور میرے پاس کچھ بھی باقی نہ رہے گا۔ اس سے بہتر تو یہ تھا کہ خود کو بے کفن محبت کی آغوش میں ہی دفن ہو جاتا تو زیادہ بہتر تھا میری محبت گلوں کی طرح نرم ملائم اور کچے دھاگے کی سے بھی زیادہ نازک تھی ہر وقت اس کی سوچ میں ڈوبا رہتا تھا اس کا تصور ذہن سے ہٹنے کا نام ہی نہیں لیتا تھا انداز بھی کچھ ایسا ہی تھا کہ جیسے صدیوں کی پیاس اب بھی باقی ہے کئی ندیاں دریا ساغر میں گر کر اپنا وجود برقرار رکھتے ہیں اور ساغر کی پھر بھی پیاس باقی رہ جاتی ہے بھنوروں کی گلوں سے بلبل کی گلشن سے بقول فراز احمد کے۔

تیری یاد میں میں نے سمندر سے کی ہے دوستی
مگر پھر بھی تیرے لفظوں کی پیاس باقی ہے

محبت کے جذبات بھی زندگی میں کیسے کیسے رنگ بھر جاتے ہیں کہ بے رنگ زندگی میں چاہت کا نکھار آنے لگتا ہے خوشی کے گیت ہواؤں میں جلترنگ پربتوں کا رنگ گلوں سے۔

عاشقی اور لبوں پہ سرخی ہر وقت چھائی رہتی ہے بچپن کی ناسمجھ عقل بھی جانے کیسے کیسے خیالوں کی تعبیر ہر وقت الٹ پلٹ خیال نقش کرتی رہتی ہے۔

دیوانگی۔ دل بھی جیسا کرنے کر کہتا ہے بچپن کی عمر بھی وہی کام کروانے کو اکساتی رہتی ہے جس سے محبت ہو جائے اسی کا خیال رہتا ہے جانے کیوں وہ چہرے دل دماغ پر ایسے چھا جاتے ہیں کہ دن یا رات ہو انہی کا عکس غلبہ رہتا ہے۔

بقول مرزا غالب کے۔

عشق نے ہم کو نکما کر دیا غالب
ورنہ ہم بھی عادمی بڑے کام کے تھے

بچپن کی عمر سے ہی ایسے دوسرے سے پیار کرتے تھے اور یہ سوچ تک نہ آئی کہ اس کا نتیجہ کیا نکلے ہوگا بس بچپن کی ہنسی مذاق ہی ایسا موڑ اختیار کر گئی کہ ہمیں پتہ تک نہ چلا کہ ایک دوسرے کے بغیر ایک پل بھی گزارنا مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن ہو جائے گا۔

ہم ایک ہی کلاس میں پڑھتے تھے ایک دوسرے کو خط وکتابت اور دیگر تحائف دیتے رہتے تھے ہم دونوں بچپن کی عمر سے لڑکپن کی عمر تک پہنچ گئے اور بجائے اپنے ہوش میں رہنے کے بے پناہ محبت کی چاشنی میں ڈوبتے گئے۔ بقول مرحوم محسن نقوی کے۔

ہم اپنی دربدری کے مشاہدے اکثر
نصیحتوں کی طرح کم سنی میں چھوڑ آئے۔

ہماری زندگی میں ایسے وقت اپنی کروٹ بدلے گا جس کا ہمیں گماں تک نہ تھا ہوا یوں کہ مڈل کلاس کا اختتام آ پہنچا کہ دو ماں باقی تھے اس پریشانی میں کہ سکول کے بعد ہماری ملاقاتیں یوں ملنا جلنا یوں ایک ایک پل ساتھ گزارنا دوبارہ نہیں ہوگا پریشانی کا عالم سارا دن بے کار سوچنے میں گزارا اس اسی بنا پر گول مٹول آنکھیں سرخ کر لیں کہ یہی وہ میری زندگی کا انمول احساس تھی جس کے ساتھ میں اپنی پوری زندگی بتانا چاہتا تھا (کے) سے اس لڑکی کا نام بنتا تھا۔

اگلے دن وہ سکول آئی پوچھا کہ خیر تو ہے اتنی سرخ انگارے کی طرح آنکھیں کیوں ہیں۔

پریشانی کے عالم میں ہی اس کا جواب دیئے بغیر ہی سکول کی سیڑھیوں پہ بیٹھا رہا مجھے ہلا کر پوچھا کہ ارشاد تمہیں ایسی کیا بات ہے جس سے تم پریشان ہو۔ تم میری کسی بھی بات کا جواب دینا تھا گوارہ نہیں کر رہے میں اسے سہی موڈ میں جواب دینے کے بجائے کے سے خفا کر چلا پڑا پیچھے مڑ کر بھی نہیں دیکھا وہ مجھے پیار سے پکارتی رہی میں سکول کے باغیچے میں جا کر اشکبار ہو گیا اب لمحہ جدائی کی خوفناک لہر پورے رگ وپے میں دوڑ رہی تھی اسی دوران کے بھی وہاں آ گئی مجھے اشک بہاتے ہوئے دیکھ کر مسکرائی اور پوچھا اب بتاؤ بھی کہ اصل ماجرہ کیا ہے۔

کے نے کہا کہ تم مجھے اس قابل بھی نہیں سمجھتے کہ تم مجھے اپنی پریشانی بانٹنا بھی پسند نہیں کرتے تو اس پر میں نے کہا کہ ہمارے بچھڑنے کی گھڑی روز بروز اپنی روانگی سے چل رہی ہے ہمارے بچھڑنے کے صرف دو ماہ باقی ہیں پھر جدائی۔ جدائی کے نام پر میری آنکھیں پھر نم ہو گئیں اور تم سے خفا ہو کر وہاں سے چلا آیا۔

مجھے معاف کر دو کے مجھ سے لپٹ کر مسکراتے ہوئے بولی۔ کہ ہم دونوں کی طرح نہ سہی لیکن ملتے ضرور رہیں گے چاہے فاصلے کتنے ہی کیوں نہ بڑھ جائیں لیکن ہمیں کوئی ایک دوسرے سے جدا نہیں کر سکتا تم اتنی سے بات پہ ہی آبدیدہ ہو گئے ارشاد تم فکر مت کرو روزانہ ملیں گے یہ بات اپنے گمان سے ہی نکال دو کہ ملاقات

کا سلسلہ ختم ہو۔ اب تھوڑا سا مسکرا دو تم تو جانتے ہو ناں تمہارا آبدیدہ چہرہ دیکھ کر میں اداس ہو جاتی ہوں فاصلے محبت کو بڑھاتے ہیں باتوں ہی باتوں میں وقت گزر گیا اور پتہ بھی نہ چلا کہ اسی وقت ہی سکول کی گھنٹی بجی اور سب دکول کے بچے خوشی سے شور مچاتے ہوئے سکول سے باہر نکلنے لگے کے بھی جلدی سے اٹھی ہم کل ملیں گے اور مسکراتے ہوئے باہر چلی گئی۔ میں نے بھی اپنے بوجھل قدموں سے بیگ اٹھایا اور چلنے لگا مجھے ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے کوئی مجھے سکول سے دھکے دے کر نکال رہا ہو سکول سے گھر پہنچتے ہی امی نے کہا کیا ہوا آج خیر تو ہے میرے شرارتی بیٹے کسی سے کوئی بات ہوئی یا اساتذہ نے ڈانٹا ہے میرے شرارتی بیٹے کا جو آج اتنا بجھا بجھا سا چہرہ لیے گھر آدھمکا ہے۔

میں آپ کو ایک ایسی بات کرنا چاہتا ہوں جو آپ کے تصور میں بھی نہ ہو۔ شاید امی نے مسکرا کر تھوڑے عجیب تاثرات میں بولیں ہاں بیٹا بولو بھی کیا بات ہے اپنے بیٹے کی بات نہیں سنوں گی کیا۔ میں نے اپنی امی سے وعدہ لیا کہ آپ مجھ سے خفا نہیں ہوں گی کیا۔ اور یہ بات ابو سے بھی نہیں کہیں گی امی حیران ہوئیں اور کہنے لگیں کہ کیا بات ہے امی سے وعدہ لیا پہلے آپ وعدہ کریں۔ امی نے کہا ٹھیک ہے بیٹا میں کسی سے کوئی بھی بات نہیں کروں گی اس پر میں نے ہچکچاتے ہوئے امی کو بتانا شروع کر دیا۔ امی وہ میری کلاس میں ۔۔ ہاں ہاں بولو بیٹا میں تمہاری بات سن رہی ہوں امی وہ میری کلاس میں ایک لڑکی پڑھتی ہے امی نے دوبارہ پوچھا کہ کیا اس لڑکی نے تمہاری چغلی کھائی ہے یا اس لڑکی کی وجہ سے اساتذہ نے تمہیں سکول سے نکال دیا ہے۔ میں نے امی سے کہا ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ پہلے آپ میری بات تو سنئے۔

امی جان نے مسکراتے ہوئے کہا اچھا بیٹا تم ہی بتاؤ اپنی منہ زبانی کہانی۔

امی جان وہ ۔۔ وہ ۔۔ وہ کے ۔۔ ہے ناں جس لڑکی کے بارے میں میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں ۔۔ اوہ تو یہ بات ہے۔ کیا وہ لڑکی تم سے بھی امی نے اشارتاً بات کرتے ہوئے کہا۔ میں نے پھر امی جان کو کے کے بارے میں بتایا وہ میرے ساتھ پڑھتی ہے ہم دونوں ایک دوسرے سے بہت پیار کرتے ہیں امی نے کہا پہلے تم اپنی پڑھائی کی طرف توجہ دو۔ اچھی تعلیم کے بعد پھر کے سے تمہاری شادی کر دیں گے بس۔

لیکن میرے دل میں اب بھی ڈر موجود تھا کہیں امی نے میرا دل رکھنے کے لیے ایسا تو نہیں کہا تھا مجھے اپنے کمرے میں جانے کے بعد یہ فکر کھائے جا رہی تھی کہ اب کیا ہوگا رات ہونے کو آئی رات کا سماء تھا میں اور میری تنہائی کے ساتھ کے کی یادیں مجھے اکسائے جا رہی تھیں کہ کیا ہم دونوں ایک دوسرے کے ہوں گے یا نہیں۔

رات کی تاریکی اپنی جگہ پڑھی اور چاند کی چاندنی اپنی جگہ پر پھر بھی دل کے کی یاد میں تڑپ رہا تھا پریشانی کے عالم میں میں محو ے اس کی فکر میں منتشر تھا دل کو تسلی دیتے ہوئے کہا اگر ایک دوسرے کے نہ ہوئے تو کوئی بات نہیں لیکن ایک دوسرے کو زندگی بھر بھلا بھی نہیں پائیں گے۔

چاند اپنی پر کشش چاندنی برسائے اپنی رات کی تاریکی میں اپنا نور برسا رہا تھا لیکن مجھے چاند کی چاندنی بھی اچھی نہیں لگ رہی تھی۔

بقول یاسر صاحب کے۔

اب چاند کی چاندنی میں وہ کشش نہیں رہی
جو تیرے چہرے پہ سیاتل میں ہے

بس خیال ہی خیال میں رات کی تاریکی کاٹی اور صبح ہوئی ناشتہ کیا اور بیگ اٹھایا اور سکول کی طرف چل پڑا راستے میں ایک جگہ رکا وہاں سے

ایک تحفہ کے کے لیے خریدہ اور پھر سکول کی طرف چل دیا جب سکول پہنچا تو جلدی جلدی اپنی کلاس میں آیا اور اپنا بیگ رکھ کر اسمبلی میں چلا گیا۔ کے کو ادھر اُدھر دیکھنے لگا لیکن کے مجھے نظر نہ آئی میں کافی اداس ہو گیا اور پریشان بھی کلاس میں داخل ہوتے ہی میں نے اس کی دوست فریال سے پوچھا آج کے تمہارے ساتھ سکول کیوں نہیں آئی وہ کافی بیمار ہے کل شام کو پتہ نہیں کس بات نے اسے پریشان کر دیا تھا اور وہ ہلکان ہو کر نیچے گر گئی فریال کی بات سن کو میں اور بھی زیادہ پریشان ہو گیا اس سے کہا میری طرف سے بھی اس کی طبیعت کا پوچھ لینا کسی کو بتائے بغیر کلاس چھوڑ کر باہر نکل آیا اور کے کے بارے میں سوچنے لگا اچانک اس کی فیملی قریشی ڈاکٹر ذہن میں آئے جن کے پاس وہ اکثر اپنی پوری فیملی کا چیک اپ کروانے جاتے تھے ان کے فیملی ڈاکٹر کی کلینک کی طرف دوڑ لگا دی وہاں پہنچ کر میں کے کا بڑی بے صبری سے انتظار کرنے لگا مجھے اس بات کا اندیشہ کھائے جا رہا تھا کہ ایسی کیا بات ہوئی جسے سن کر کے کی طبیعت اچانک خراب ہو گئی یہ سوچ سوچ کر میرا دل ڈوبا جا رہا تھا اتنے میں کے اپنی والدہ کے ساتھ کلینک میں آئی میں نے کے کو اشارہ بھی کیا مگر اس نے میری طرف نہ دیکھا اور کلینک میں داخل ہو گئی میں بھی اس کے پیچھے ہو لیا اور وہاں بیٹھ کر چپ چاپ سوالیا نظروں سے کے کو دیکھتا رہا اچانک کے کی نظر پڑی اور حیرانگی سے دیکھ کر مسکرائی اور اشارتاً بات کی کہ وہ ٹھیک ہے پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے مگر دل اس کی حالت دیکھ کر ڈوبا جا رہا تھا۔

بقول شاعر صاحب کے۔

دل مضطر کیو سمجھایا بہت ہے
مگر اس دل نے تڑپایا بہت ہے

رہ زندگی کے اس چلتے سفر میں
تیری یاد کا سایا بہت ہے
شرم بھی حیا بھی بے رخی بھی
یہ انداز ستم دل کو بھایا بہت ہے

بس میں وہاں سے چل دیا اور سکول پہنچ گیا کلاس انچارج نے غصے سے پوچھا کہ یہ سکول آنے کا ٹائم ہے تم اپنا بیگ کلاس میں چھوڑ کر کہاں غائب ہو گئے تھے بغیر کسی استاد دے اجازت لیے پھر میں نے استاد سے معافی مانگی وہ غصے میں بولے دفع ہو جاؤ اور باقی پریڈ مسلسل باقائدگی سے پڑھو امتحان سر پہ ہیں اور ان کو گھومنے پھرنے کی پڑی ہے۔

میں کلاس میں آیا لیکن میرا دل پڑھائی میں کم اور کے کی وجہ سے پریشان زیادہ تھا دوستوں کے پوچھنے پر کہ اتنا گم سم بیٹھا تھا کہ کسی بھی دوست کو کسی بھی بات کا جواب نہیں دے رہا تھا۔

پھر اچانک کلاس میں ٹیچر آئیں اور مسکرا کر بولیں اپنی الوداعی پارٹی میں کون کون شرکت کریں گے اپنی پسندیدہ پرفارم میں اہم کردار ادا کرنے کے لیے تا کہ ہر ٹیچر آپ کو یاد بھی رکھے ان کی یہ بات سن کو میں خوشی سے جھوم اٹھا کیوں کہ یہ ہی وہ آخری پروگرام تھا جس کی بدولت ہم ایک دوسرے سے جی بھر کے بات چیت کر کے اس الوداعی پارٹی کے دن کو اپنی زندگی کا ایک یادگار دن بنانا چاہتے تھے۔

یہ خوشی کی بات میں کے کو بتانے کے لیے بے صبری کہ کب یہ پلک جھپکتے ہی گزر جائے اور میں کے۔ کے سامنے بیٹھ کر اسے یہ خوشخبری سناؤں چھٹی کے وقت میں نے فریال کو کہا کہ وہ یہ خبر کے کو نا بتائے میں خود اس کو یہ بات بتاؤں گا۔

فریال نے حیرانگی سے میری طرف دیکھ کر پوچھنے لگی کہ آخر بات کیا ہے وہ یہ خوشی کی بات اپنی

دوست کو کیوں نہ بتائے پھر التجاء کرتے ہوئے پلیز میں خود اسے بتاؤں گا تم اس بات کا ذکر بھی مت کرنا۔

فریال نے مسکرا کر کہا ایسی بھی کیا بات ہے آنکھوں سے شرارت کرتے ہو اور دال میں کچھ کالا ضرور ہے فریال نے شعرانہ انداز میں کہا۔

حدود اپنی نہ پار کر
کبھی کسی سے نہ پیار کر
جو ہو جائے چپکے سے محبت تم کو
تو دل میں چھپانا نہ اظہار کر
یہ دنیا بڑی سنگ دل بے وفا ہے
کبھی بھی کسی سے نہ تکرار کر
یہ زخموں پہ سب کے نمک ہے چھڑکتی
دستور ہے اس کا شرم شار کر

میں نے مسکرا کر کہا کہ تم محبت کے بارے میں کیا جانتی ہو جب کوئی کسی کو چاہنے لگتا ہے تو خود کو بھی بھول جاتا ہے فریال مسکرائی اور وہاں سے چلی گئی یہ کہتے ہوئے کہ ہو کے کو پارٹی کے بارے میں کچھ نہیں بتائے گی۔

اس پر میں نے مسکرا کر اس کا شکریہ ادا کیا اور خوشی خوشی گھر چلا آیا رات کی تاریکی جب آسماں سے زمین پر اترنے لگی تو میں کمرے میں بیٹھ کر سوچنے لگا کہ الوداعی پارٹی کے بعد ہماری کلاس ختم ہو جائے گی تو پھر کے سے ملاقات کیسے ہو پائے گی یہ سوچتے سوچتے آنکھوں میں نیند آنے لگی اور اپنی آغوش میں آن لیا صبح اٹھ کر نہا دھو کر ناشتہ کیا اور سکول سکول پہنچ کر کے کا انتظار کرنے لگا اچانک کے آئی اور مجھ سے بات کرنے لگی میں تھوڑا خفا ہوا کے سے کہ اس نے اپنی طبیعت کے بارے میں بتانا مناسب بھی نہ سمجھا اپنی دوست فریال سے کہلوا کر اس پر کے مسکرائی اور بولی مجھے پریشانی کے عالم میں دیکھ کر میں آپکو الجھانا نہیں چاہتی تھی اور مسکرا کر کہا کہ اچھا بابا مجھ سے بہت بڑی غلطی ہوگئی ہے مجھے معاف کر دو اس پر فریال نے کہا ارشاد تم کتنے خود غرض ہو بجائے کے سے اس کی طبیعت کا پوچھنے اور جاننے کے تم خود اس سے جھگڑ رہے ہو شرم کرو کچھ پیار محبت کی باتیں کرو۔

میں نے بھی مسکرا کر کہا یہ دل کا معاملہ ہے تمہیں اس سے کیا لینا دینا یہ ہم جانتے ہیں پھر کے نے فریال سے کہا کہ فریال جب کسی لڑکی کو کسی لڑکے سے محبت ہو جاتی ہے تو وہ اس کی ہر بات کو چپکے سے مسکرا کر سنتی ہے خواہ اس میں اس لڑکے کا ہی قصور کیوں نہ ہو۔

میں بے حس ہو کر کے کی باتیں سنتا رہا اور بعد میں میں خود ہو کو سنے لگا کہ واقع ہی میں کتنا خود غرض ہوں میں نے مسکرا کر کہا بس میں تو تمہارے دل سے نکلی ہوئی یہ میٹھی میٹھی سریلی باتیں سننا چاہتا تھا کہ تم مجھے کتنا چاہتی ہو اگر پھر بھی تمہیں میری کسی بات کی کوئی تکلیف ہوئی ہو تو میں اس کے لیے دل سے تم سے معافی مانگتا ہوں۔

پھر مسکرا کر کے کا گفٹ اس کی طرف کیا مگر کے نے تحفہ لینے سے انکار کر دیا میں نے کہا اس کا مطلب تو صاف ہے کہ تم نے مجھے معاف نہیں کیا پھر کے نے تحفہ لے کر مسکرا کر کہا اگر محبت میں آزمانہ ہی ہے تو کسی اور طریقے سے آزما کر دیکھنا میں نے التجایہ نظروں سے کے کو کہا کہ برائے مہربانی مجھے معاف کر دو۔

کے نے کہا بات تو بتاؤ اس پر میں نے الوداعی پارٹی کے متعلق بتایا اور بتایا کہ ہم دونوں کسی ایسے فنکشن میں پرفارم کریں گے کہ ایک دوسرے کے زیادہ قریب رہیں اس پر کے نے مسکرا کر کہا ہم دونوں ساتھ ہیں اور ساتھ ہی رہیں گے ہمیں کوئی جدا نہیں کر سکتا۔ آخر وہ الوداعی

پارٹی والا دن بھی آ گیا سب کے چہروں پر خوشی ومسرت کی رونق عیاں تھی سب جونیئرز نے ہمارا اور اساتذہ کا اچھے طریقے سے استقبال کیا اور پروگرام کا باقائدہ آغاز کیا گیا۔

پارٹی کے اس دن پر ہر اک کلاس فیلو نے بہت اہی اچھے طریقے سے اپنا اپنا کام سرانجام دیا میں کے اور فریال نے بھی ایک ڈرامہ میں اپنا کردار ادا کر کے سب اساتذہ کی داد حاصل کی الوداعی پارٹی میں کے تو بالکل ننھی منی گڑیا کی طرح لگ رہی تھی رزق وبرق سوٹ اس کی پر کشش اور خوبصورتی کو اور بھی بڑھا رہی تھی۔

میں تو بس کے کو ہی دیکھتا رہا فریال نے سرگوشی کرتے ہوئے کہا کیا آج میری دوست کو کھا جانے کا ارادہ ہے جو ٹکٹکی باندھے تکتے ہی جا رہے ہو اس پر میں نے کہا قسم سے آج جان بھی چلی جائے تو کوئی غم نہیں ہے پارٹی کے آخر میں جب ہم سب نے اپنے اپنے گھروں کو لوٹنا شروع کیا تو سب ہی آبدیدہ ہو گئے کیوں کہ یہ سکول میں ہمارا آخری دن تھا۔

پھر جانے کب ملاقات ہو خاص طور پر میں تو بہت ہی زیادہ غمگین تھا کیوں کہ یہ آخری دن تھا ہماری ملاقات کا یادگار دن تھا ہم دونوں آنکھیں بچا کر ایک دوسرے سے ملے اور روئے بس اور ہونا ہی کیا تھا ہم بھی دوسرے دوستوں کی طرح ملنساری سے پیش آئے اور آبدیدہ ہو کر ایک دوسرے سے بچھڑ گئے اور رہ گئیں ہم سب میں فقط یادیں۔

بقول مرحوم محسن نقوی صاحب کے۔

متاع شام سفر بستیوں میں چھوڑ آئے
بجھے چراغ ہم اپنے گھروں میں چھوڑ آئے
بچھڑ کے تم سے چلے ہم تو اب کے یوں بھی ہوا
کہ تیری یاد کہیں راستوں میں چھوڑ آئے
خراج سیل ملا اس سے بڑھ کے کیا ہو کہ لوگ
کھلے مکان بھری بارشوں میں چھوڑ آئے
سدا سکھی رہیں چہرے وہ ہم جنہیں محسن
بجھے گھر کی کھلی کھڑکیوں میں چھوڑ آئے

فروری کے مہینے میں ہمارے امتحان ہوئے آتے وقت میری اچانک کے سے ملاقات ہوئی اور ہم ایک دوسرے کو دیکھتے رہے میری آنکھوں سے تو آنسو نکل آئے مگر کے نے اشارے سے منع کیا اور پیار بھری نگاہوں سے دیکھتی چلی گئی میں بھی دیکھتا ہی رہ گیا۔ بقول مرزا غالب کے۔

ہم ہیں مشتاق اور وہ بیزار
یاالٰہی یہ ماجرا کیا ہے

گھر آ کر میں نے امی سے بات کی کہ اب میں آگے پڑھائی نہیں کر سکتا میرا پڑھائی سے دل اکتا چکا ہے اب میں کوئی اور کام کروں گا پھر امی نے پیار سے سمجھایا کہ اگر پڑھائی نہیں کرو گے تو کے کے ماں باپ بھی اس کی شادی تم سے نہیں کریں گے۔

بس وقت گزرتا گیا اور میں حالات سے مقابلہ کرتے ہوئے نویں جماعت اور پھر دسویں کے امتحان دے کر فارغ ہو گیا اور ابو سے کہا کہ میں آپ کا ہاتھ بٹھانا چاہتا ہوں ابو بھی اس بات سے متفق نہ تھے لیکن میں جانتا تھا کہ اب ابو پہلے جیسا کام بھی نہیں کر سکتے تھے۔

میں میٹرک کے بعد کام کرنا شروع کر دیا بعد میں اپنے گھریلو مسائل سے دو چار ہو کر گھر کے معاملات میں ہی الجھ کر رہ گیا اور کے سے پہلے سے بھی کم بات چیت اور ملنا ملانا ہوتا۔

ایک دن کے فون کرنے سے پہلے ہی آنسو بہانے لگی کہنے لگی کہ اب تمہارے پاس میرے

لیے فون پر بات کرنے کی بھی فرصت کہاں پہلے سکول کے زمانے میں ایک دن بھی میرے بغیر گزارتے نہ تھے۔

میں نے اس کو اپنے گھریلوں زندگی کے بارے میں آگاہ کیا مگر اس نے میری ایک نہ سنی اور اس کی سسکیوں کی آواز سے میں اور بھی مشکل کا شکار ہو گیا۔

پھر اس نے مجھ سے ملنے کا وعدہ لیا کہ میں تم سے ملنا چاہتی ہوں اس پر میں نے کہا کہ اب ہم پہلے جیسے آسانی سے نہیں مل سکتے۔

کے نے کہا اگر تم وقعہ ہی مجھ سے محبت کرتے ہو تو مجھ سے ملنے ضرور آؤ گے میں اپنی دوست فریال کے ساتھ۔ میں اس کی بات سن کر خاموش ہو گیا گھر آ کر امی سے کہا کہ آج میں کام کی غرض سے گھر ذرا لیٹ آؤں گا یہ کہہ کر میں اپنے دوست کے ہاں کپڑے تبدیل کئے دوست نے اپنی شیروانی مجھے دے کر کہا کہ تم یہ پہن کر جاؤ تمہیں یہ بہت اچھی لگتی ہے۔

میں تیار ہو کر کے کو ملنے چلا گیا وہاں وہ اور اس کی دوست فریال پہلے سے ہی بیٹھی انتظار کر رہی تھی مجھے دیکھ کر فریال ہمیں اکیلا چھوڑ کر چلی گئی پھر ہم دونوں نے ایک دوسرے سے گفتگو جاری رکھی اور سب کچھ کہہ سنایا کے نے کہا کہ اب میں بھی مزید آگے نہیں پڑھ سکتی تم اپنی امی سے کہو وہ تمہارا رشتہ لے کر آئیں تا کہ ہم ہمیشہ کے لیے روز روز کے جلنے تڑپنے سے آزاد ہو جائیں۔

میں نے بھی کے کی اس بات سے اتفاق کرتے ہوئے کہا میں بھی یہی چاہتا ہوں مگر گھریلو مسائل سے چھٹکارہ بھی تو حاصل ہو۔ گھریلو مسائل تو چلتے رہیں گے کے نے کہا جب میں کسی اور کی ہو جاؤں گی تب تم اپنا رشتہ بھیجنا۔

میں نے کہا نہیں یہ نوبت نہیں آئے گی میں آج ہی امی سے کہتا ہوں کہ ایک بار کے۔ کے گھر والوں سے تو مل آئیں میرے خیال سے اب چلنا چاہئے اتنے میں فریال بھی آ کر کہنے لگی کہ رات کافی بیت گئی ہے اب ہمیں گھر چلنا چاہئے فریال کا میں نے شکریہ ادا کیا۔

پھر ہم اپنے اپنے گھروں کو لوٹ آئے گھر آتے ہی میں نے امی سے کہا کہ میری شادی اب کے سے کروا دیں ایسا نہ ہو کہ اس کے گھر والے اس کا رشتہ کہیں اور کر دیں۔

پھر امی نے کہا تم تو اپنے گھر کے مسائل سے بخوبی واقف ہو تو یہ کیسے ممکن ہو گا پھر میں نے کہا کہ آپ صرف رشتے کی بات تو کر آئیں۔

پھر امی نے کہا کہ اچھا ٹھیک ہے اگر تم اتنی ضد کرتے ہو تو میں صبح ناشتے سے فارغ ہو کر کے کے گھر جاؤں گی اب خوش۔

تو میں خوشی خوشی اپنے بستر پر آ کر لیٹ گیا صبح ہوئی تو امی سے اشارے میں بات کر کے کہا ضرور جایئے گا۔ امی نے کہا تم جاؤ میں ان کے گھر ضرور جاؤں گی۔

میں کام پر چلا گیا شام ہوتے ہی گھر واپس لوٹنے پر امی سے پوچھنے لگا یہ جان کر مجھے اتنا بڑا صدمہ ہوا کہ امی کی بات پر میرے پیروں سے جیسے کسی نے زمین کھینچ لی ہو اور مصیبت کا آسماں مجھ پہ آ گرا ہو۔

جب امی نے بتایا کہ کے کا رشتہ تو اس کے کزن ماجد سے بچپن سے ہی طے شدہ ہے پھر کے کے والدین اپنی بیٹی کا بیا کسی اور خاندان میں کرنے کا سوچ بھی کیسے سکتے ہیں اور نا ہی اپنی برادری میں اپنی ناک کٹوانا چاہتے ہیں۔

بس امی کے منہ سے یہ بات سننے کے بعد میں ایک زندہ لاش کی صورت اختیار کر گیا امی کی بات سن کو میری حالت بالکل مرنے کے قریب ہو

گئی۔اور کوئی بات کئے بغیر ہی میں بستر پر سونے کے لئے اپنے کمرے میں چلا گیا۔
فون کیا تو کے کا فون ہی بند تھا میری سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کروں بھی تو کیا کروں۔
خودکشی میں نہیں کر سکتا کیوں کے اپنے والدین اور چھوٹے بہن بھائیوں کی اور ساری ذمہ داری مجھ پر ہے دل ہی میں سوچا کہ کے سے بات ضرور کروں گا اگر تمہارا رشتہ تمہارے کزن ماجد سے بچپن سے ہی طے تھا تو تم نے یہ بات مجھ سے کیوں چھپائی۔
وہ وقت بھی آگیا کہ کے میرے سامنے تھی میں نے اسے جھنجھوڑ کر کہا کہ تم نے اتنی بڑی بات مجھ سے کیوں چھپائی کے آبدیدہ ہو کر کہنے لگی مجھے میری محبت کی قسم یہ بات تو مجھے خود بھی معلوم نہ تھی بلکہ اس بات کا بھی مجھے تب پتہ چلا جب تمہاری والدہ ہمارے گھر آئیں اور رشتے کی بات ہوئی کے زاروقطار رو رہی تھی۔
میں اس کی بات پر بھلا کیسے نہ یقین کرتا کے نے کہا کہ اس نے امی سے بھی بات کی کہ میں اپنے کزن ماجد سے بالکل بھی شادی نہیں کروں گی لیکن ان کی عزت مجبوری اور بے بسی کو دیکھ کر میں ہار گئی ان کی مرضی کے بغیر میں کچھ بھی نہیں کر سکتی نہ جی سکتی ہوں نہ مرسکتی ہوں اب تم مجھے بے وفا سمجھو یا ہرجائی۔
یہ کہتے ہوئے وہ اشک دیدہ ہو کر چلی گئی اور میں خون کے آنسو پی کر اشک دیدہ ہو کر اسے دیکھتا رہا۔ بقول محسن نقوی کے۔

ملا تو اور بھی تقسیم کر گیا مجھ کو
سمیٹنا تھی جس کو میری کرچیاں محسن

کیا میری محبت میں وہ تڑپ نہ تھی جو کے کے دل کو میرے لیے موم بناتی محبت میں تو لوگ ساری دنیا سے دشمنی مول لے لیتے ہیں کے صرف اپنے والدین کی ضد کی بدولت اپنے تمام خوشیاں اور خواب کو بے لباس ہی اپنے آنسوؤں کے ساتھ اپنے خوبصورت من میں ہی دفن کر دیا اور میں اپنی قسمت پر خون ہی آنسو بہاتا رہا۔
بقول محسن نقوی صاحب کے۔

اب اس رت میں پھول کہاں کھلیں گے دل ناداں
زخموں کو ہی وابستہ زنجیر صبا کر

میں ٹوٹ کر اندر سے بکھر چکا تھا اب نہ دنیا سے نہ اپنے آپ سے لگاؤ باقی رہا تھا بس دن ہو یا رات اپنی بے بسی پر آنسو بہاتا رہتا کے کی آخری ملاقات کو اپنے ذہن سے ابھی تک نہیں مٹا پایا سوچتا ہوں کہ کاش اوپر والا ہی مہربان ہو جاتا یہ دن نہ دیکھنے پڑتے کہیں سے تو اس کی یہ سدا آئے اور مجھے میرے دل کو تسلی دے جائے کہ میں مر بھی تمہیں ایسے ہی چاہتی رہوں گی۔
اسی بھرم میں ساری زندگی اس کی صرف ایک ہی مسکراہٹ پر بھینٹ کر دوں تا کہ محبت میں میں امر رہوں۔
بقول شاعر ظفر صاحب کے۔

مکھ محبوب کا چوم اوسانول
جاگے کچھ مقسول اوسانول
روح میں روح سمائی دیکھوں
کیا حاکم محکوم اوسانول
ہونٹ پہ ہونٹ کا شعلہ رکھ دے
آگ سے ہوں محروم اوسانول
کوئی دھمال ہو میرے دل میں
سنگ میرے ذرا جھوم اوسانول
بھیک وصال کی دے صابر کو
تیرے کرم کی دھوم اوسانول

ارشاد حسین ولد حسین بخش تحصیل جھوک اترا ضلع ڈیرا غازیخان۔

مجبوری

۔۔تحریر۔محمد رضوان آر۔آکاش سرگودھا،0303,0164150

شہزادہ بھائی۔السلام وعلیکم۔امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔
حوا کی بیٹی کو آج تک انصاف نہیں ملا اور نہ ہی ملے گا حوا کی بیٹی پردوں اور عزت کو لے کر زندگی بھر بیٹھی روتی رہتی ہے وہ کیا منگتی ہے اور اس کو مل کیا جاتا ہے مگر وہ اپنی زبان کو تالا لگا کر خاموشی سے سب کچھ سہتی رہی ہے کیا وہ بول نہیں سکتی یا اس کے منہ میں زبان نہیں ہے یا اللہ نے اسے دماغ نہیں دیا اس کے پاس بھی سب کچھ ہے مگر وہ خاموش ہے اس نے صبر کا دامن تھام رکھا ہے۔جسے۔مجبوری۔کی بندشوں میں باندھا گیا ہے اور وہ ماں باپ کی عزت کو اپنی مجبوری سمجھ کر اپنی زندگی گھٹ گھٹ کر جیتی ہے۔
ادارہ جواب عرض کی پالیسی کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں مقامات کے نام تبدیل کر دیئے ہیں تا کہ کسی کی دل شکنی نہ ہو اور مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی جس کا ادارہ یا رائٹر ذمہ دار نہیں ہوگا۔اس کہانی میں کیا کچھ ہے یہ تو آپ کو پڑھنے کے بعد ہی پتہ چلے گا۔

یہ ہمارے گاؤں کی کہانی ہے ہمارے گاؤں کی جامع مسجد میں جو امام تھا وہ مسجد چھوڑ کر چلا گیا تھا تو لوگوں نے ایک اور امام مسجد کا انتظام کیا جوان کو تقریبا پندرہ یا بیس دن میں مل گیا وہ گاؤں میں جب پہلے دن آیا تو اس نے جو تقریر کی وہ لوگوں کو بہت پسند آئی اور ماشاء اللہ کافی ذہین سمجھدار اور قرآن کے ترجمہ تفسیر کا عالم تھا۔
وہ پورے گاؤں کو بہت پسند آیا اور اس کے ساتھ جو شرائط وغیرہ طے کر کے اس کو رکھ لیا گیا وہ گھر گھر جا کر لوگوں کی نماز کی دعوت دیتا تھا اور تفریح کر کے لوگوں کو نماز کی طرف مائل کرتا تھا جس کا اثر یہ ہوا کہ یہاں پہلے دس یا بارہ نمازی ہوا کرتے تھے اب وہاں کھڑا ہونے کی جگہ نہیں ملتی تھی۔
مسجد میں درود سلام پڑھا جاتا نوجوان نسل نعتیں پڑھتے مطلب ہے کہ ہر بچے بوڑھے اور جوان کو مسجد میں ہی سکون ملتا تھا امام مسجد صبح شام بچوں کو قرآن کا درس دیتا تھا ایک دن ایک چھوٹے سے بچے نے مجھے بتایا کہ قاری کے دو بیٹے ہیں اور بڑے بیٹے سے تم شاعری کا مقابل نہیں کر سکتے۔
مجھے ان سے ملنے کا شوق بڑھنے لگا آہستہ آہستہ میں ان کے قریب ہوتا گیا۔
ایک دن میں نے اس لڑکے سے کہا کہ اپنے استاد کے بیٹے سے کہنا میرے ساتھ مقابلہ شاعری رکھ لے اس نے کہا ٹھیک ہے بھائی میں بتا دوں گا اس کو رات عشاء کی نماز کے بعد میں نے کال کی اور میرے دوست کے گھر مقابلہ شاعری ہوا میں نے ایک شعر پڑھنے کے بعد شعر نہیں پڑھا کیوں کہ وہ اسلامی شعر پڑھ رہا تھا جو میں مقابلہ نہ کر سکا۔اور ہار مان گیا میری اس سے دوستی ہوگئی۔
بڑا بھائی نقیب تھا جس کا نام کامران تھا اور دوسرا بھائی نعت خواں عدنان عطاری تھا جس کو اللہ نے بہت ہی خوبصورت آواز عطا کی ہوئی تھی۔

میری دوستی کو ایک ماہ ہونے کو تھا مگر وہ میرے ساتھ ہوتے ہوئے بھی نہ ہنستا نہ بولتا بس خاموش ہی رہتا۔

میں نے کئی بار پوچھا مگر وہ ٹالتا ہی رہتا پر ایک دن مجبور ہو کر بتانے لگا اس کی کہانی اس کی زبانی سنئیے

میرا نام کامران ہے جب میں نے ہوش سنبھالہ تو گھر میں بھی قرآن ہی کی آواز سنی میری پیدائش کے چار سال کا تھا تو مجھے مدرسے بھیجا گیا اور جب پانچ سال کا ہوا تو سکول داخل ہو گیا۔

میرے سبھی استاد میرا بہت خیال رکھتے تھے پڑھائی میں کبھی مجھے مار نہیں پڑی تھی ہر کلاس میں اول آتا اور جب میں نے پرائمری پاس کی تو میں نے دو بار قرآن پڑھ لیا تھا۔

گھر والوں نے مجھے ایک قریبی مدرسے میں داخل کروا کے سکول چھڑوا دیا تھا کیوں کہ مدرسے میں دونوں پڑھائی کروائی جاتیں تھیں میں نے آہستہ آہستہ قرآن حفظ کرنے لگا ابھی مجھے ایک سال بھی نہ ہوا تھا کہ میرے ماموں نے میرے ابو سے کہا کہ ہمارے گاؤں آجاؤ تو ابو نے گھر میں مشورہ کرنے کے بعد ان کو ہاں کہہ دی۔ اور مجھے بھی ساتھ لے گئے وہ لوگ پورا چک میرے ابو کی بہت عزت کرتا تھا مجھے شہر میں داخل کروا دیا گیا۔

وہاں میرے لیے سب کچھ نیا تھا میں پہلے پہلے خود کو بہت بور محسوس کرتا تھا اور پڑھائی میں بھی میرا دل نہ لگتا تھا جب ہم کو آئے ہوئے ایک سال ہو گیا تو نا جانے ابو کے دل میں کیا آئی۔

ایک دن ابو نے مجھے کہا کہ بیٹا تیرا نکاح ہے تیرے ماموں کی بیٹی سے ہے اور آٹھ دن بعد تو میں سوچتا ہی رہ گیا پھر ابو نے بتایا کہ بیٹا صرف نکاح ہو رہا ہے رخصتی نہیں تم پریشان مت ہونا اور آٹھ دن بعد تیری کزن کو تیرے نام کر دیا جائے گا۔

اب ہم ایک ہی چک میں ہو کر اک دوسرے قریب ہونے کے باوجود بھی بہت دور ہو گئے تھے جب وہ مجھے دیکھ لیتی تو اپنا راستہ ہی بدل لیتی اور میں بھی گھبرا جاتا اور گردن جھکا لیتا۔

کسی شادی میں بھی جاتے تو ایک دوسرے سے دور ہی رہتے پھر آہستہ آہستہ سب بدلنے لگا وہ ہمارے گھر آنے لگی اور خاص کر کے جمعرات کو تو سارا دن ہی ادھر رہتی تھی میں اس سے ڈرتا رہتا کیوں کہ میں نہیں چاہتا تھا کہ کوئی مجھے اس کی طرف دیکھتے ہوئے دیکھ لے۔

ایک دن وہ میرے کمرے میں آ گئی اور بھائی عدنان سے کہا تم ذرہ باہر جاؤ مجھے ان سے کچھ پوچھنا ہے جب وہ چلا گیا تو بولی کیا مسئلہ ہے آپ کو میری طرف دیکھنا بھی گوارہ نہیں کرتے اگر آپ کا دل مجھ سے نکاح کرنے کا نہیں تھا تو کس نے مجبور کیا تھا آپ کو کیوں مجھے اپنے سپنے دکھاتے ہو اس وقت ہی انکار کر دیتے مجھے بتا دیتے میں انکار کر دیتی۔

تو میں بولا کہ ایف ایسی کوئی بات نہیں ہے مجھے تو ڈر ہے کہ گھر والوں کو پتہ چلا تو کیا کہیں گے میں صرف ڈرتا ہوں اور ابھی تو نکاح ہوا ہے رخصتی نہیں ہوئی۔ تو ایف نے کہا کہ آپ مجھ سے بات کیا کرو اب ہم ایک دوسرے کے لیے غیر نہیں ہیں ایک گاڑی کے دو پہیے ہیں۔

میں اٹھا اور باہر نکل گیا اب میرے اندر اس سے بات کرنے کا رجحان بڑھنے لگا جب وہ گھر آتی تو سلام دعا وغیرہ ہو جاتے حال احوال پوچھ لیتے اسی طرح دن گزرتے رہے تو میرے ابو نے میرے سسر سے کہا کہ ایف کو مدرسے داخل کروا دو جو وہ مان گئے اور ایف کو سلانوالے میں میرے آبادی شہر میں داخل کروا دیا گیا میں پریشان رہنے لگا کہ اب آئے گی اور مجھے سلام کرے گی اب آئے گی اب آئے گی مگر وہ تو پندرہ دن بعد آتی میں اداس اور پریشان رہنے لگا اور دن رات اس کی صورت دیکھنے کی دعا کرتا پڑھائی

میں بھی دل نہ لگتا اور پھر کچھ دن بعد میرے ابو کے
پاس دو آدمی آئے انہوں نے اپنے گاؤں آنے کے
دعوت دی جو کہ میرے ابو نے کچھ دنوں کا ٹائم مانگا اور
پندرہ دن بعد ہم آپ کے گاؤں آ گئے یہاں آ کر میں
بہت خوش تھا کیوں کہ میں اپنی بیوی کے نزدیک آ چکا
تھا اور میں نے بھی اس کے ساتھ والے مدرسے میں
داخلہ لے لیا تھا۔

میرے ابو نے کہا الیف بیٹا اب تم ایک ماہ بعد
گھر جایا کرو کیوں کہ ایک دن کی چھٹی ہمارے گھر اور
دوسری چھٹی اپنے گھر گزارہ کرو اسی طرح ہو ہمارے
گھر میں آتی اور میں خود اس کے لے کر آتا اور لے کر
جاتا اب ہم کھل کر بات کرتے اور اب ہمیں کسی کا
کوئی بھی ڈر نہ تھا کیوں کہ یہاں کسی کو بھی پتہ نہ تھا اور
گھر میں اکثر ہم اکیلے ہوتے تھے۔

میں ہر وقت خوش رہتا اور وہ بھی بہت خوش تھی
جب ہم مدرسے جاتے تو وہ میرے ساتھ ہوتی اور اس
کو مدرسے کے دروازے پر چھوڑتا تو وہ کہتی کہ دعا کرنا
یہ دن جلدی سے گزر جائے اب دل نہیں لگے لگا میں
کہا کوئی بات نہیں اب ہم پھر جلدی ملیں گے۔

اس طرح ہمارہ ٹائم گزرتا رہا ہم بہت خوش تھے
پھر اچانک میرے ابو کا کال آئی کہ جلدی سے پہنچو
میرے سسر کا بھائی فوت ہو گیا تھا۔

پھر ابو نے کہا میں بھی ادھر ایک فوتگی والے گھر
میں ہوں اور میں آج نہیں آ سکتا گھر والے آ جاتے
ہیں پھر ابو نے مجھے امی کو اور بھائی کو بھیج دیا جب ہم
وہاں پہنچے تو ماموں نے کہا تیرا ابو کہاں ہے وہ کیوں
نہیں آیا پھر میں نے ماموں کو ابو کی مجبوری بتا دی تو
میرے ماموں غصے میں اندر چلے گئے ہم بھی ان کے
پیچھے ہی اندر گئے تو وہ ہم سے بات نہیں کر رہے تھے
امی میت کے پاس چلی گئیں۔

اور میں ماموں کے گھر آ کر بیٹھ گیا میت کر دفنا
دیا گیا دوسرے دن قل شریف ہوئے ابو پھر بھی نہ
آئے عصر کے وقت جب ابو آئے تو ماموں نے کہا
تمہارا اب ٹائم لگا ہے اب کیوں آئے ہو اور کس نے
کیا کے تمہیں مجبور آنے کو کیوں آئے ہو اب ابو نے کہا
کہ میری یہ مجبوری تھی مگر ماموں نے ایک نہ سنی اور
اپنی ہی کہتے چلے گئے۔

ابو اسی وقت واپس آ گئے اور ہم لوگ نو دن تک
وہی رہے ماموں نے ہم سے امی یا مجھ سے یا بھائی
سے کوئی بات بھی نہ کی تھی واپس آتے ہوئے بھی ہم
سے نہ ملے امی روتی ہوئی آ گئی ہم جب گھر آئے تو ابو
کو ساری بات بتا دی ابو نے کہا ٹھیک ہے۔

ہم لوگ بھی اب ان کو منہ نہ لگاتا اب تو دن
رات بات بڑھ رہی تھی ہم جس شادی میں بھی جاتے
ماموں آنے سے انکار کر دیتے ابو نے بہت منانے کی
کوشش کی مگر وہ نہ مانے تو میرے ابو نے بھی اب ان
سے نفرت کرنی شروع کر دی۔

اب تو الیف ہمارے گھر بھی نہ آتی تھی مدرسے
سے سیدھی اپنے گھر چلی جاتی اور میں ٹائم نکال کر کبھی
کبھی اس کے مدرسے چلا جاتا تھا اور اس سے مل لیتا
تھا وہ مجھ سے بالکل ٹھیک بات کرتی ہے پر ہم سب
کے سامنے دل کی کوئی بھی ایسی بات نہ کر سکتے تھے
ایک دن ہمیں موقعہ ملا تو وہ بولی کامران یہ ہمارے
ساتھ کیا ہو رہا ہے اور کیا بنے گا ہمارا میں نے کہا کیا
ہونا ہے لڑائی بڑوں کی ہے اور قربانی کا بکرا ہم بن
رہے ہیں۔

تو اس نے کہا پلیز کامران ہمارا نکاح ہو چکا ہے
اگر گھر والے چاہیں بھی اور تم نہ چاہو تو ہم کبھی بھی جدا
نہیں ہو سکتے میں نے کہا میں تمہیں کیسے چھوڑ سکتا ہوں
میری زندگی میں صرف تم ہو ایسی ویسی کوئی بات مت
سوچنا ہم کبھی الگ نہیں ہوں گے اس وقت ہم دونوں
رو رہے تھے مگر شکر ہے ہمیں کوئی دیکھنے والا نہ تھا میں
واپس آ گیا جس دن گھر آیا تو امی کو صاف صاف بتا دیا
کہ میں الیف کے بغیر نہیں رہ سکتا آپ ابو اور ماموں کو

راضی کرو جب امی نے ابو سے بات کی تو ابو غصے میں آ گئے اور بولے کہ آئندہ ایسی بات نہ کرنا میں اتنا تیرے ماموں کے پاؤں پکڑ لوں ابھی تیری عمر شادی کی نہیں ہے جب ہو گی ہم خود ہی تیرے بارے میں سوچ لیں گے۔

میں غصے میں اٹھا اور کمرے میں جا کر رونے لگا بہت رویا مگر میری کسی نے نہ سنی ایف نے اپنی میڈم کو ساری بات بتا دی اور ان سے مشورہ مانگا میڈم نے چاری سن کر ہی پریشان ہو گئی میڈم نے کہا کہ اتنا پیار کرتی ہو اس سے اس نے کہا جی ہاں۔

تو میڈم نے میرے نمبر پر کال کی جب میں نے رسیو کی تو مجھے رونے کی آواز آنے لگی وہ کوئی اور نہ تھی میری جان ایف تھی اب ہم روزانہ فون پر بات کرنے لگے وقت گزرتا گیا مگر ہمارے گھر والے نہیں مانے گھر والے تو کہتے ہیں کہ ایک دوسرے کو چھوڑ دیں پیار ہم کرتے ہیں درد ہمیں ہوتا ہے ہجر کی آگ میں ہم جلتے ہیں تڑپتے ہیں۔

ابو نے بہت کہا مگر میں نے ابو سے کہہ دیا کہ ابو آئندہ مجھے مجبور نہ کرنا ورنہ آپ اپنا بیٹا کھو دو گے تو ابو خاموش ہو گئے آج میری عمر پچیس سال ہو گئی ہے اور اس کی عمر تئیس سال مگر کسی کو ہمارا خیال نہیں ہے ہم بھی خاموش ہیں نہ اس کے گھر والے مانتے ہیں نہ میرے گھر والے۔

پلیز میری قارئین سے گزارش ہے کہ ہمارے لیے دعا کریں ورنہ ہم اسی طرح رو رو کر مر جائیں گے اور دو دل بھی۔

میں بھی دعا کرتا ہوں خدا کسی کو اتنا دکھ نہ دے کہ کوئی ایک دوسرے کو دن رات یاد کر کر کے روئے گونگے بہروں میں رہتے جیسے کوئی نابینا۔

تیرے بن کچھ یوں گزر رہی ہے زندگی۔

تو قارئین کیسی لگی میری کاوش پلیز میرے دوست کے لیے دعا کریں خدا ان دونوں کو ملا دے

اس میں ان بیچاروں کا کیا قصور ہے اور والدین سے گزارش کرتا ہوں کہ ضد چھوڑ دو انا کے پیچھے اپنی بچوں کا مستقبل تباہ مت کرو۔

آر۔ آکاش تحصیل سلانوالی ضلع سرگودھا۔

0341-7102492

حسرت تو تھی تیری آنکھوں کا آنسو بن جائیں چاہت تو تھی روتے ہیں ہم کو گوارا نہیں رانی

✪ .... رائے عیس ولی چاہت - اداجسو آنہ بنگلا

روشنی ہو تو دیا جلتا ہے شمع ہو تو پروانہ جلتا ہے
محبت ہو تو دل جلتا ہے آپ جیسا دوست ہو تو زمانہ جلتا ہے

✪ .... A.H.C - سیت پور

مٹ جاتے ہیں وہ لوگ ریت کی دیوار کی طرح منیر
اپنی جان سے بھی زیادہ جو کسی سے پیار کرتے ہیں

✪ .... محمد منیر سحری - کراچی

مجھے یقین کیوں نہیں ہوتا میری چاہت پر ساگر
میں نے کس کس کو نہیں چھوڑا فقط تیرے لئے

✪ .... رمیل ارشد - خان بیلہ

میری زندگی تاش کے پتوں کی مانند ہے انعام
جس نے کھیلنا چاہا تقسیم کر دیا

✪ .... انعام علی - جنڈ

برسوں سے میں جنت کی تلاش میں نکلا تھا انعام
آخر تھک کر ماں کے قدموں میں آ گرا

✪ .... انعام علی - جنڈ، اٹک

کبھی کبھی سفر زندگی سے تھک کر ہم
تیرے خیال کے سائے میں بیٹھ جاتے ہیں

✪ .... مسکان فاطمہ - کنگن پور

پتھر بنا دیا مجھے رونے نہیں دیا
دامن بھی تیرے غم نے بھگونے نہیں دیا
دل کو تمہاری یاد کے آنسو عزیز تھے
کوئی بھی درد دل کو سمونے نہیں دیا

✪ .... اسحاق انجم - کنگن پور

اس نے یہ سوچ کر الوداع کر دیا ساجن
یہ غریب لوگ ہیں وفا کے سوا کیا دیں گے

✪ .... ثقلین ساجد - آزاد کشمیر

موبائل کی محبت

--تحریر۔راشد لطیف۔صبرے والا۔0341.7102492

شہزادہ بھائی۔السلام وعلیکم۔امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔
قارئین میں ایک بار پھر ایک کہانی کے ساتھ حاضر ہوا ہوں یہ کہانی جس کا نام۔موبائل کی محبت۔رکھا ہے امید ہے سب کو پسند آئے گی اس موبائل نے بہت سے گھر اجاڑ دیئے۔بہت سی بہن بیٹیوں کی عزتوں کو خاک میں ملا دیا اب جانے کیا ہوگا موبائل کی رونگ کالز ہی بربادیوں کا سبب بن جاتی ہیں۔
ادارہ جواب عرض کی پالیسی کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں مقامات کے نام تبدیل کر دیئے ہیں تا کہ کسی کی دل شکنی نہ ہو اور مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی جس کا ادارہ یا رائٹر ذمہ دار نہیں ہوگا۔اس کہانی میں کیا کچھ ہے یہ تو آپ کو پڑھنے کے بعد ہی پتہ چلے گا۔

آج آج بھی روز کی طرح اس کا نمبر آف ہی تھا پھر میں روز کی طرح پریشان ہو رہا تھا اور خود پر بہت غصہ آ رہا تھا لگتا ہے وہ مجھ سے ناراض ہے اس لیے اس نے اپنا نمبر آف کر رکھا ہے شاید ہو سکتا ہے کل میں نے اسے ایزی لوڈ نہیں بھیجا تھا۔

ہو سکتا ہے اس لیے ناراض ہو یا پھر کوئی اور بات ہے میری بے چینی بڑھ رہی تھی۔مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ میں کیا کروں میرا حال پاگلوں جیسا ہو رہا تھا میں اپنے سر کے بال نوچ رہا تھا اس حسینہ کی یاد میں اور کیا کرتا۔

دل میں طرح طرح کے خیالات آ رہے تھے اور میری سوچیں مجھے جواب دے رہی تھیں اور میں سوچ سوچ کر تھک چکا تھا آخر کار میری جان کی مس کال آ ہی گئی اور میری خوشی کی تو کوئی انتہا ہی نہ رہی تھی پھر تو دل میرا چار سو خوشی سے جھومنے لگا تھا اور ایسا لگ رہا تھا جیسے مردہ جس میں جان آ گئی ہو خیر پھر میں نے کال کی اور اپنی جان سے کہا کہ ایسا مت کیا کرو خدا کے لیے آپ کو ایسا کرنے سے میری جان چلی جاتی ہے نہیں نہیں شانی ایسی کوئی بات نہیں ہے گھر میں کچھ مہمان آئے ہوئے تھے اور اس لیے موبائل آف کیا ہوا تھا سوری شانی آپ کو انتظار کرنا پڑا کوئی بات نہیں جان۔

آپ یہ بتاؤ آپ ٹھیک تو ہو ناں۔ہاں ہاں شانی میں ٹھیک ہوں مجھے کیا ہوگا میں بالکل ٹھیک ہوں آپ سناؤ کیسے گزر رہے ہیں دن۔

جان میں کیا بتاؤں تمہارے بغیر تم سے بات کئے بغیر ایک پل بھی گزارنا مشکل ہو گیا ہے میری زندگی میں وہ دن کب آئے گا جب میں اپنی جان کو اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھوں گا۔

وہ دن بھی جلد آئے گا اب مجھ سے بھی اور زیادہ انتظار نہیں ہوتا۔ہمارے رابطے کو پورا ایک سال تو ہو گیا ہے۔

اچھا شانی تھوڑا اور انتظار کر لو میں تم کو بہت جلد اپنا چہرہ دکھاؤں گی۔کب میرا چاند میرے سامنے آئے گا آخر کب اچھا شانی مجھے میری امی بلا رہی ہے میں آپ سے بعد میں بات کروں گی۔

جان ایسا مت کہا کرو میں بہت انتظار کر چکا ہوں اور کتنا انتظار کرو ؤ گی ۔اوہ ۔شانی بس تھوری دیر میں پانچ منٹ کے اندر کرتی ہوں ۔ یہ تمہارے پانچ منٹ مجھ پہ کیسے گزریں گے پتہ نہیں اب تم بس بھی کرو شانی۔

پھر وہی سلگتا ہوا انتظار ہر لمحے کبھی ادھر مرتا اور کبھی ادھر مرتا اور پھر میری وہی حالت میں کیا کرتا اس کے پانچ منٹ مجھے پانچ گھنٹے لگ رہے تھے خیر دس منٹ میں میری جان کی پھر کال آگئی پھر جا کر میرے چہرے پر مسکراہٹ آئی شان تمہارے لیے خوشخبری ہے۔

وہ کیسی جان ۔وہ یہ کہ کل مجھے کسی کام سے گھر سے باہر جانا ہے اگر مجھے دیکھنا ہو تو تم بھی بازار آ جانا یہ تو بہت خوشخبری کی بات ہے میں کس جگہ آؤں جان وہ میں تمہیں کل بتاؤں گی گھر میں بہت کام ہیں اب میں فون بند کرتی ہوں شانی اب رات کو بات ہوگی ۔ اچھا جان آپ کی مرضی ہے اب میں رات ہونے کا انتظار کرتا ہوں۔

پھر وہی کم بخت انتظار یہ انتظار بھی جان لیوا ہوتا ہے اسی انتظار میں کسی کی عمر بھی بیت جاتی ہے خیر رات ہوگئی رات کو ہمارے درمیان بہت سی باتیں ہوئیں ہم نے کل کا پروگرام بنایا ۔کل میں آپ کو سہو ہوٹل کے سامنے ملوں گی شانی ٹھیک ہے ۔اب مجھے نیند آ رہی گڈ نائٹ ۔ہاں ایک اور بات کل مجھے کال کر لینا اور رابطے میں رہنا ۔اچھا ٹھیک ہے جان میں انتظار کروں گا جان او کے اب تم سو جاؤ شب بخیر میری جان تمہیں تو نیند آ جائے گی مگر میری نیند تو مجھ سے روٹھ چکی ہے میں یہ باتیں اپنے دل مین سوچ رہا تھا کہ میری جان کیسی ہو گی اس وقت اپنی جان کے خیالوں میں ہی گم تھا اور صبح کا بھی انتظار کر رہا تھا اور نہ جانے کب مجھے نیند آ گئی اور صبح کب ہوئی مجھے پتہ ہی نہ چلا مجھے تو نیند نے گھیر لیا تھا میری جان کی کال آئی تو میری آنکھ کھلی تھی تو ایک خوشی کی لہر میرے جسم میں دوڑنے لگی۔

پھر میری جان نے کہا ٹھیک گیارہ بجے سہو ہوٹل کے سامنے پہنچ جانا میں جلدی سے تیار ہو کر سہو ہوٹل پہنچا تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہ پہلے ہی میرا انتظار کر رہی تھی اور اس کے ساتھ ایک بچی بھی تھی جس کی عمر چھ سال ہو گی پھر میں سوچنے لگا کہ میری جان اپنے ساتھ کس کی بچی کو لائی ہے۔

پھر میں نے اپنے موبائل سے اپنی جان کا نمبر ڈائل کیا تو اسی عورت نے اپنا موبائل اپنے کان کو لگا لیا تو میں سمجھ گیا کہ یہ وہی ہے جس کے لیے میں پاگل بنا ہوا ہوں اور جو میرے خوابوں کی دنیا ہے پھر میں اس کے قریب جا پہنچا اس عورت نے کہا آپ شانی ہو۔میں نے کہا ہاں میرا نام شان ہے اس نے کہا کیسے ہو میں وہی حیران اور پریشان کھڑا ہو گیا کیوں کہ اس وقت وہ اپنے منہ سے نقاب ہٹا چکی تھی اور اس عورت کی عمر کوئی پینتیس سال کے قریب ہو گی اس نے کہا کیا ہوا آپ کو شانی صاحب میں وہی ہوں جس سے آپ روز فون پہ بات کرتے ہو تمہاری جان میں اسے بت بنا کھڑا دیکھتا ہی رہا۔

پھر اس نے میرا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا کہ کیا ہوا چلو ہوٹل میں چلتے ہیں۔ہم ہوٹل کے اندر چلے گئے پھر میری جان نے مجھے اپنے بارے میں سب سچ سچ بتا دیا کہا کہ میں ایک شادی شدہ عورت ہوں اور میرے شوہر نے مجھے طلاق دی ہوئی ہے اور یہ بچی بھی میری ہے اتنی دیر میں ہوٹل کا ویٹر بھی آ گیا اس نے کہا کیا لیں گے جناب میں نے کہا جان آپ نے کیا کھانا ہے اس نے کہا بس شانی چائے ہی منگوا لو بس ہم نے چائے ہی پی اور پھر میری جان نے کہا آپ کا میرے بارے میں کیا خیال ہے شانی میری جان بتاؤ میں اس وقت سوچوں میں ہی گم تھا میں اس وقت سوچ سکتا تھا کہ میں نے تو اس کے ساتھ فون پر

جیسے مرنے کی قسمیں کھائیں ہیں تم نے

پھر میں نے ایک گہرا سانس لیا اور کہا میں نے آپ سے محبت کی بھی کرتا ہوں کرتا ہی رہوں گا اور جان آپ کے ساتھ شادی بھی کروں گا میں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر یہ کہ مرتے دم تک تم سے محبت کرتا رہوں گا اس نے کہا یہ ٹھیک ہے شانی میں پھر بھی تمہیں سوچنے کا موقع دیتی ہوں تم ایک بار پھر سوچ لو میں نے کہا جان میں نے سوچ بھی لیا ہے اور سمجھ بھی لیا ہے اور اس کو پیار سے دیکھ کر اس کا ہاتھ پکڑ کر ایک پیاری سی کس کی اور کہا جان آپ سے وعدہ ہے میں زندگی بھر آپ کو نہیں چھوڑوں گا۔

پھر میری جان نے مسکرا کر کہا کہ ٹھیک ہے جان اب میں گھر چلتی ہوں پھر بھی تمہیں ملوں گی ٹھیک ہے جان پھر رات کو میری جان کی کال آئی۔

کیسے ہو میری جان اور جسم کی مالک۔ شانی ٹھیک ہوں۔ میں ابھی تمہیں ہی یاد کر رہا تھا پھر ہمارے درمیان رابطہ اور بھی تیز ہو گیا تھا ساری ساری رات فون پہ باتیں ہوتی رہتی تھی اور کبھی کبھی ملاقات بھی ہو جاتی تھی ہماری محبت میں ہر دن دن اضافہ ہوتا جا رہا تھا ایک دن میری جان نے کہا کل ہمارے گھر والے کہیں جا رہے ہیں آپ اگر چاہو تو آ جانا میں گھر میں اکیلی ہی ہوں گی یہ ہمارے درمیان محبت کرنے کا ایک اچھا موقع ہے۔

ٹھیک ہے جان میں آ جاؤں گا پھر کل میری جان نے مجھے کال کی آ جاؤ میں نا چاہتے ہوئے بھی تیار ہو کر اچھا جان میں آیا میرا دل نہیں کر رہا تھا آخر میری جان کا اسرار تھا آخر کار میں اپنی جان کے گھر پہنچ ہی گیا میری جان مجھے دیکھ کر بہت ہی خوش ہوئی اور اس نے میرے لیے کیا کیا بنا رکھا تھا آج شانی میں بہت خوش ہوں میری محبت میرے سامنے ہے شانی تم میرے سامنے بیٹھو میں آپ کو دیکھتی رہتی ہوں وہ میری بہت ہی قریب ہو گئی میرا دل بہت تیزی سے دھڑک رہا تھا پھر وہ میرے اور بھی قریب ہو گئی تھی اس نے میرے ہونٹوں ہونٹوں اپر کس کر لی تھی تو میرے پورے جسم میں ایک کرنٹ سا لگا اور مجھے نشہ سا چھانے لگا میں نے اپنے اندر کا انسان مارا اور میں نے بھی اس کو کس کر لی۔

اس کے ہونٹوں کو چوما تو احساس ہوا دوست
اک پانی ہی ضروری نہیں پیاس کو بجھانے کے لیے

پھر اس نے مجھے اپنی بانہوں میں لپیٹ لیا تھا میرے اندر کا انسان مرتا ہی جا رہا تھا میرا خود پر کنٹرول ختم ہو چکا تھا پھر میری جان نے کہا شانی دور مت مجھے اپنی بانہوں میں لے لو میں بہت مدتوں کی پیاسی ہوں آج میری بھی پیاس بجھا دو شانی آج مجھے اپنے اندر سمانے دو۔

پھر میری جان نے یہ کہا۔

اپنی حسین آنکھوں میں چھپا لو مجھ کو
محبت اگر کرتے ہو تو چرا لو مجھ کو
کھونے کا اگر خوف ہے مجھ کو
دل کی ہر دھڑکن میں چھپا لو مجھ کو
تیرا لیے دکھوں کو ہنس کر سہہ لیں گے ہم
اپنے بدن کی چادر بنا لو مجھ کو

پھر میرے اندر کی انسانیت ختم ہو چکی تھی میں تو گناہوں سے نفرت کرنے والا انسان تھا پتہ نہیں میں اس کی باتوں میں کیسے آ گیا مجھے پتہ نہیں تھا کہ مجھے اس گناہ کی سزا ملے گی بس اس وقت مجھے ایک نشہ سا آ رہا تھا اور میں اس کی بانہوں میں مدہوش سا ہو گیا۔ مجھے ہوش آیا تو میرے اندر کا انسان ختم ہو چکا تھا میری جان تو اپنی پیاس بجھا چکی تھی اور میرا ضمیر مجھے اندر ہی اندر کھائے جا رہا تھا میں نے اپنی جان سے رخصت طلب کی اور اپنے گھر آ گیا میں اپنے اس گناہ کی اپنے خدا سے بخشش مانگ رہا تھا یہ میں نے کیا کیا ہے میں تو اپنی ہی نظروں سے گر گیا تھا۔

کاش میں اس کے گھر نہ جاتا اور یہ سب نہ ہوتا

میں اپنے اس گناہ کو بھلا کر نئی زندگی جینا چاہتا تھا میں اپنی جان سے جلد شادی کرنا چاہتا تھا میں نے اپنی جان کو کال کی کہ جان آپ کیسی ہو۔

میں ٹھیک ہوں جان آپ کیسے ہو۔ سچ پوچھو تو میں بہت پریشان ہوں۔ وہ کیوں شانی جان۔ وہ کہ جو کچھ ہمارے درمیان ہوا سب کچھ غلط ہے۔ او۔ شانی یہ سب کچھ بھول جاؤ کیسے بھول جاؤں وہ سب کچھ غلط ہوا ہے میں نے بہت ہی غلط کیا ہے اب بس بھی کرو کیسے بس کروں میں نے گناہ کیا ہے اور میں تم سے نکاح کرنا چاہتا ہوں جان۔

اچھا شانی کر لیں گے اب یہ سب باتیں خدا کے لیے تم بھول جاؤ پھر میری جان نے فون بند کر دیا اگلی صبح میری جان کا فون آف تھا اور سارا دن میری جان کا فون آف ہی رہا اب تو تین دن ہو گئے تھے اور پھر پانچ دن میری جان کا فون بند رہا میں بہت پریشان تھا کہ کیا ہوا میری جان کو آخر کار کچھ لوگ ہمارے گھر آئے پوچھا کہ تم شانی ہو میں نے کہا کیا بات ہے میں ہی شانی ہوں ایک عورت مری ہوئی ملی ہے اور اس کے موبائل میں تمہارا نمبر ہی تھا اور ہم نے ریکارڈنگ لی ہے اور اس میں آپ کی اور اس عورت کی کافی کالیں ریکارڈ تھیں۔

یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں میں تو کسی عورت کو نہیں جانتا۔ یہ تو ہمارے ساتھ چلو پھر پتہ چلے گا خیر وہ لوگ مجھے لے گئے اور جب باڈی میرے سامنے لائی گئی تو وہ کوئی اور نہ تھی وہ تو میری جان ہی تھی میری آنکھوں سے آنسو نکلنا شروع ہو گئے تھے اس کو زیادتی کر کے مارا تھا بڑی بے رحمی سے میری جان کو کسی نے مارا تھا کیا شانی صاحب آپ اسے جانتے ہو۔ جی میں اسے جانتا ہوں۔ دو دن پہلے اس کی لاش ہمیں ملی تھی اب اس کی موت کے ذمہ دار صرف اور صرف تم ہی ہو جب ہم نے اس کے موبائل کی ریکارڈنگ چیک کی تو اس میں آپ نے اسے مارنے کی دھمکی دی تھی میں نے سب نہیں کیا تھا مگر سب لوگ مجھے اس کا مجرم بنا رہے تھے پھر مجھے تو اس غلطی کی سزا ملنی ہی تھی وہ غلطی جو میں نے کی تھی۔

افسوس کہ اس کا رابطہ کسی اور سے بھی تھا جس کا ان ساری باتوں کا سبب موبائل ہی تھا اس کے اس کے جرم کی سزا ملی اور مجھے میرے جرم کی۔

قارئین یہ ہے محبت اس کو کہتے ہیں موبائل کی محبت خدا کے لیے اس موبائل کی محبت سے دور ہی رہو یہ موبائل گھروں کے گھر برباد کر دیتا ہے اور اسی موبائل کی وجہ سے ہماری بیٹیاں اور بہنوں کی عزتیں خراب ہو رہی ہیں اور اللہ تعالیٰ سب کو اپنی پناہ میں رکھے آمین۔

غزل

غم کے پاتال میں تمہیں چاہا
ہم نے کس حال میں تمہیں چاہا
جب درختوں پہ پھول آئے تھے
بس اسی سال میں تمہیں چاہا
کون ہے جس نے یوں ہماری طرح
وقت کے جال میں تمہیں چاہا
ایک شعلہ سا تھا کوئی جس نے
قلب کے جال میں تمہیں چاہا
یہ تو ہم جانتے ہیں افضل آزاد
ہم نے کس حال میں تمہیں چاہا

محمد افضل آزاد۔ ساہیوال

وفا کو ہم وفا دیتے ہیں
بے وفا کو ہم بھلا دیتے ہیں
جو ہمیں وفا سے دل میں بسا لیتے ہیں
قسم سے جان اپنی ہم لٹا دیتے ہیں

.... رئیس ارشد۔ شہر خان بیلہ

پیار کا دستور

--تحریر۔محمد رمضان بگٹی بلوچستان۔ 0347,3340337

شہزادہ بھائی۔السلام وعلیکم۔امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔
جناب میں جواب عرض کا تین سال سے شیدائی ہوں مگر آج پہلی بار کچھ لکھنے کی ہمت کر رہا ہوں افسانوں پر یقین نہیں رکھتا میری کہانیاں سچ پر مبنی ہوتی ہیں اگر آپ لوگوں نے میری حوصلہ افزائی کی تو آئندہ بھی لکھتا رہوں گا میں نے اس کہانی کا نام۔پیار کا دستور۔رکھا ہے امید ہے سب کو پسند آئے گی یہ ایک ہنستے بستے گھر کی داستان ہے کہ عشق میں پاگل ہو کر اپنا گھر بیوی بچوں کو روتا ہوا چھور کر ہمیشہ کے لیے چلا گیا۔
ادارہ جواب عرض کی پالیسی کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں مقامات کے نام تبدیل کر دیے ہیں تا کہ کسی کی دل شکنی نہ ہو اور مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی جس کا ادارہ یا رائٹر ذمہ دار نہیں ہوگا۔اس کہانی میں کیا کچھ ہے یہ تو آپ کو پڑھنے کے بعد ہی پتہ چلے گا۔

دوستو آج میں آپ کو ایک سچی کہانی سنانے جا رہا ہوں یہ کہانی ایک بلوچ کی ہے جس کا نام فریان تھا فریان ایک تعلیم یافتہ لڑکا تھا آج کے دور میں تو ہر لڑکا اور لڑکی تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔
فریان ضلع ڈیرہ بگٹی کے علاقے تحصیل سوئی میں رہتا تھا ڈیرہ بگٹی ایک پہاڑی علاقہ ہے سوئی سے ڈیرہ بگٹی ایک گھنٹے کا سفر ہے۔
یہ علاقہ بلوچستان سے ملتا ہے سوئی میں گیس فیلڈ ہے جس کا نام پی پی ایل کے نام سے مشہور ہے پی پی ایل کا گیس پورا پاکستان استعمال کر رہا ہے سوئی ایک میدانی علاقہ ہے ریگستان کی طرح ہے سوئی اور ڈیرہ بگتی کے درمیان میں پہاڑی علاقہ شروع ہوتا ہے۔
یہ بہت خوبصورت علاقہ ہے اور وہاں پکنک پوائٹ ہے اور وہاں پانی کا چشمہ بھی ہے دور دراز کے لوگ وہاں پکنک منانے آتے ہیں اس سرسبز زمین کو پیش بوغی بھی کہتے ہیں پھر پیش بوغی سے لے کر ڈیرہ بگٹی تک پہاڑ ہی پہاڑ ہیں۔
ڈیرہ بگٹی کا شہر پہاڑوں کے بیچو بیچ میں ہے دوستو ڈیرہ بگٹی سے آگے پیرکوں کے نام سے مشہور ہے پیرکوں میں بھی گیس ہے پیرکوں بیس ہزار کی بلندی پر ہے وہاں لوگ گرمی سردی میں ہی کمبل استعمال کرتے ہیں۔
اور آگے آ گیا ایک دربار ہے اس دربار کا نام پیر سوہری کے نام سے مشہور ہے لوگ سندھ بلوچستان کے لوگ تین دن کے پیدل سفر کر کے آتے ہیں لیکن گاڑی کا بھی کچا راستہ ہے لوگ پیدل جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر پیدل جائیں تو دل کی مراد پوری ہوتی ہے دوستو فریان کی ڈیوٹی ڈیرہ بگٹی میں تھی کیوں کہ پی ٹی سی ایل ڈیرہ بگٹی تک ہی محدود ہے۔
فریان کا گھر سوئی گیس میں تھا اور اب بھی ہے۔

فریان صبح کو ڈیرہ بگٹی جاتا اور شام کو واپس اپنے گھر آتا فریان ایک خوش خلق انسان تھا فریان کے دو بچے ہیں ایک بیٹا اور ایک بیٹی ہے فریان کے دو بھائی ہیں اور دو بہنیں ہیں فریان کے بھائیوں کے نام شاہ جان اور یوسف تھا فریان نے تعلیم گورنمنٹ کی طرف سے ایک سال تک امریکہ میں حاصل کی اس کے بھائیوں نے اسی پرائمری تک محدود تھے دوستو فریان جدھر بھی جاتا لوگوں کا ایک ٹولہ اس کے پاس بیٹھا ہوتا اور فریان بغیر ضمانت پیسہ دے دیتا۔

وہ نیک انسان تھا اور فریان کی زبان سے کبھی بھی گالی گلوچ یا اسی بری بات نہ نکلتی تھی دوستو فریان جہاں بیٹھتا تھا ایک قصہ ضرور کرتا وہ حسین بن منصور کا۔

حسین بن منصور وہ شخص تھا جس نے کہا تھا انا الحق تین ہزار سال پہلے حسین بن منصور راستے میں جا رہا تھا تو اس راستے سے ایک شیر ہوا آیا ایک عورت کا دوپٹہ نیچے گرا تو اس عورت کی زلفیں ایسی خوبصورت تھیں نرم اور گھنی لمبی تھیں۔

میں جتنی تعریف کروں کم ہے حسین بن منصور نے اس عورت کی زلفوں پر نظر پڑی چہرہ وغیرہ بھی نہیں دیکھا صرف زلفوں کا ہی عاشق ہوا اور دیوانہ ہو گیا وہ قافلہ تو مل گیا قافلہ سوار اس عورت کا نام آغول تھا آغول کی شادی تو اس وقت کے مسلمانوں کے گورنر سے ہوئی تھی۔

آغول کا ایک ہی بیٹا تھا جس کی عمر آٹھ سال تھی تب بھی وہ چل پھر نہ سکتا تھا اس زمانے میں تو ڈاکٹروں کا کوئی سسٹم نہ تھا صرف پیر اور فقیر دعا کیا کرتے تھے حسین بن منصور بھی آغول کے عشق میں فقیر بن چکا تھا مست اور دیوانہ ہو گیا تھا اگر کوئی انسان بیمار ہوتا تو اسے سیدھا حسین بن منصور کے پاس لے جاتے حسین بن منصور دعا کرتے اور اللہ کے حکم سے وہ مریض اسی وقت ٹھیک ہو جاتا۔

آغول اپنے بیٹے کی بیماری کی وجہ سے بھی پریشان تھیں انہوں نے اس وقت علماء کرام نے بھی دعا کی فقیروں اور طبیبوں سے بہت کوشش کی تھی تب بھی آغول کا بیٹا چل نہ پایا بالکل کمزور اور لاغر بن چکا تھا کسی نوکر نے آ کر آغول سے کہا ایک دیوانہ فقیر ہے اس کا نام ہے حسین بن منصور اس سے دعا کروا لیتے ہیں شاید آپ کا بیٹا ٹھیک ہو جائے آغول نے کہا ٹھیک ہے تیاری کرو۔ حسین بن منصور کے پاس جاتے ہیں۔

آغول کو کیا پتہ تھا حسین بن منصور آغول کی زلفیں دیکھ کر دیوانہ ہوا ہے آغول اپنے بیٹے کے ساتھ اور چند نوکروں کے ساتھ حسین بن منصور کے گھر پہنچ کر دروازہ کھٹکھٹایا حسین بن منصور کے نوکر حاضر ہوئے پوچھا کہ آپ کون ہو اور کیوں آئے ہو آغول نے کہا میں مسلمانوں کے گورنر کی بیوی آغول ہوں اور میرا بیٹا بیمار ہے چل نہیں سکتا میں فقیر حسین بن منصور کے پاس اپنا بیٹا لائی ہوں اس کو یہ معلوم تھا کہ میرا آقا آغول کا دیوانہ ہے نوکر سیدھا آقا کے پاس گیا اور کہا آقا آپ کے دروازے پر آغول کھڑی ہیں۔

حسین یہ سن کر اس کا رنگ لال پیلا ہوا اور نوکر ڈر کر باہر آیا اور آ کر آغول سے کہا میں نے آپ کا نام لیا تو حسین بن منصور کا رنگ لال پیلا ہو گیا میں ڈر کر باہر آ گیا ہوں اب وہ خود باہر آئیں گے۔

تھوڑی دیر میں حسین بن منصور باہر آیا اور آغول کو دیکھا اور دیکھتا ہی رہ گیا اور پوچھا کہ آغول آپ میرے گھر کیوں کیا لینے آئے ہو آغول نے کہا آقا میرا بیٹا بیمار کمزور اور لاغر ہو چکا ہے وہ چل نہیں سکتا فقیروں طبیبوں سے بھی ٹھیک

نہیں ہوا میں نے سوچا کہ آپ کے در پر جاتی ہوں شاید خدا ٹھیک کر دے۔

آغول کی بات سن کر حسین بن منصور نے کہا کون کہتا ہے آپ کا بیٹا ٹھیک نہیں ہوگا آپ کا بیٹا ٹھیک ہے وہ دیکھو آپ کا بیٹا چل رہا ہے

آغول نے مڑ کر دیکھا تو سبحان اللہ میرا بیٹا چل رہا ہے آغول نے خدا کا شکر ادا کیا اور واپس روانہ ہوئی ہی تھی کہ حسین بن منصور نے کہا انا الحق علماء کرام نے کہا حسین بن منصور نے کفر کیا ہے اب اس کو سنگسار کرنا چاہیے

علماء کرام نے اعوام کو اکٹھا کیا اور حسین بن منصور کو پتھر مارنے لگے لوگ مار رہے تھے اور حسین بن منصور کے خون کے قطرے گر رہے تھے ان کا ایک دوست تھا اس نے پتھر کے بجائے پھول مارا حسین بن منصور نے چیخ ماری اور کہا کہ بہت درد ہوا ہے

دوست نے حیران ہو کر پوچھا کہ میں نے تو آپ کو پتھر کے بجائے پھول مارا ہے حسین بن منصور نے کہا ایسے وقت میں پھول بھی درد دیتے ہیں تو پھر دوست نے کہا میں نے آپ سے ایک سوال پوچھنا ہے اس پر حسین بن منصور نے کہا ابھی تو لوگ مجھے پتھر مار رہے ہیں کل آنا میں آپ کے سوال کا جواب کل دوں گا عشق کی معنی۔

دوست واپس چلا گیا تو عوام نے کہا کیوں نہ حسین بن منصور کو جلا دیا جائے اعوام نے لکڑیاں جمع کر کے حسین بن منصور کو آگ لگا دی حسین بن منصور جلتا رہا اور آگ کے شعلوں سے بھی یہی آواز آتی انا الحق۔ آخر کار حسین بن منصور جل کر راکھ کا ڈھیر بن گیا۔

دوسرے دن وہ دوست آیا کہ حسین بن منصور سے عشق کا معنی پوچھتا ہوں اس نے آکر دیکھا تو حسین بن منصور جل کر راکھ کا ڈھیر بن چکا تھا۔ دوست نے وہ راکھ ہاتھ میں اٹھائی اور کہا دوست آپ نے تو کہا تھا کل آنا میں تمہیں عشق کا معنی بتاؤں گا تو اس راکھ میں سے آواز آئی اے دوست اب بھی آپ کو سمجھ نہیں آئی کہ عشق میں تو جلنا اور مرنا ہے اور جل کر راکھ ہو جانا ہے۔

دوستو فریان اکثر اپنی محفل میں یہ قصہ ضرور کرتا تھا دوستو میں نے پہلے بھی ذکر کیا تھا کہ فریان کے دو بہن اور بھائی تھے اور ایک ہم زلف بھی دوستو فریان اپنے بہن بھائیوں سے بہت خوش تھا اور اپنے بیوی بچوں سے اور اپنے سسرالیوں سے بھی بہت پیار کرتا تھا۔

فریان کی ایک ہم زلف تھی اس کا بھی خیال کرتا تھا کیوں کہ وہ تھوڑی غریب تھی زیادہ تر اپنے سالی اور اپنے سسر اور اپنے سالوں کو خرچہ دیا کرتا تھا۔

اور اپنے بہن بھائیوں کو بھی خرچہ دیا کرتا تھا اپنے عزیز اور اقارب کی بھی خدمت کیا کرتا تھا اس کی زندگی خوشگوار ماحول میں جا رہی تھی۔

ایک دن صبح کو وہ اپنی ڈیوٹی کے لیے نکلا تو اس کو بخار تھا وہ بڑی مشکل سے موٹر سائیکل پر ڈیرہ تک پہنچا اور سیدھا ڈاکٹر کے پاس گیا اور ڈاکٹر نے اسے انجکشن لگایا اور دوا دی اور آرام کو کہا تو فریان نے کہا کہ اب مجھے اپنے دوست کے گھر جانا ہوگا وہ وہاں سے اپنے ہم زلف سالی کے گھر پہنچا تو وہ آگے سے سر دھو کر کنگھا کر رہی تھی فریان نے اپنی سالی کی زلفیں دیکھ کر اس کی زلفوں کا دیوانہ ہو گیا۔

جب فریان کی سالی نے دیکھا کہ میرا بہنوئی بھی آ رہا ہے اس نے جلدی سے چادر اوڑھی اور آگے آ کر ہاتھ ملا کر ہنستے ہوئے کہا کہ آج غلطی سے غریب گھر میں آئے ہو۔

فریان نے کہا کیا کریں وقت ہی نہیں ملتا

لیکن آج کے بعد آپ جب بھی یاد کرو گے میں حاضر ہو جاؤں گا۔ یہ فریان کی ہم عمر اس کی سالی تھی اس کا نام سفیہ تھا سفیہ بیچاری کو کیا معلوم کہ فریان اس کی زلفیں دیکھ کر دیوانہ ہو گیا ہے۔

فریان آگے ہو کر بیٹھ گیا اور بیٹھ کر سفیہ کو ہی دیکھتا رہا فریان کیا ہوا۔

سفیہ آج مجھے بخار ہو گیا تھا ڈاکٹر نے آرام کا کہا ہے سوچا کہ میں آپ کے گھر میں تھوڑا آرام کر لوں لیکن مجھے کیا پتہ میں آپ کا دیوانہ ہو جاؤں گا سفیہ نے کہا داماد آج آپ کیسی باتیں کر رہے ہو شاید آپ کو بخار زیادہ ہے آپ کے دماغ میں بخار چڑھ گیا ہے آپ آرام کرو آپ ٹھیک ہو جاؤ گے تھوڑی دیر بعد پھر فریان نے سفیہ کو بلایا اور کہا سفیہ آج آپ نے مجھے برباد کر دیا ہے۔

سفیہ ایک تو آپ میری بیوی کی بہن ہو اور اور دوسرا میں آپ کا دیوانہ ہو چکا ہوں سفیہ نہ تو میں آپ کو چھوڑ سکتا ہوں اور نہ ہی اپنے دل کو روک سکتا ہوں ایسی ہی باتیں کرتے کرتے وہ سو گیا جب اٹھا تو نہ بخار تھا نہ کوئی درد تھا وہ بالکل ہی ٹھیک ہو چکا تھا۔

سفیہ نے چائے بنائی اور ساتھ میں بسکٹ دیئے اور فریان نے چائے پی لی اور بسکٹ جیب میں ڈال لئے اور کہا کہ سفیہ میں نے یہ بسکٹ آپ کی نشانی سمجھ کر رکھے ہیں جب مجھے تیری یاد آئے گی میں یہ نکال کر دیکھ لوں گا۔

سفیہ حیران تھی کہ آج داماد کی نیت بالکل خراب ہے سفیہ نے داماد کو کہا آج کے بعد آپ میرے گھر نہیں آؤ تو بہتر ہے آپ کی نیت خراب ہو گئی ہے اگر لوگوں کو پتہ چل گیا تو نہ ہی آپ رہو گے نہ ہی میں کہیں کی رہوں گی اس سے بہتر ہے کہ آپ یہاں نہ آنا اور میری بہن آپ کی بیوی ہے پھر فریان نے کہا کہ سفیہ نہ تو میری نیت بری ہے نہ میری نیت خراب ہے میں نے آپ کی زلفوں کا دیوانہ ہو چکا ہوں اور اب میں آپ سے پیار کرتا ہوں اور سنو میں نے آپ کو بری نظر سے نہیں دیکھا۔

پھر سفیہ نے کہا مجھے پتہ ہے محبت ایک پاک چیز کا نام ہے مگر لوگ یہ تو نہیں سمجھ سکتے لوگ لوگوں میں بدنامی ہو گی سفیہ نے کہا آپ میرے داماد ہو اور میری بہن کا سہاگ ہو میں تو آپ کی عزت کرتی ہوں لیکن آج کے بعد میرے دل سے آپ کی عزت ختم ہو گئی ہے۔

آجکل لوگوں کو سچے پیار کا کوئی پتا نہیں لوگ تو یہ کہے گے کہ سفیہ نے اپنی بہن کا خیال نہیں کیا لیکن میں اپنی بہن کو بھی منہ دکھانے کے قابل نہیں رہونگی۔ فریان نے کہا سفیہ مجھے آپکوں دکھ تو نہیں دینا ہے مجھے تو آپ کو خوش دیکھنا ہے اگر کوئی بھی دکھ آیا تو میں خود معذرت کروں گا۔

سفیہ آج کے بعد میں آپ کے گھر نہیں آؤں گا جب تک زندگی ہے سفیہ نے یہ بات سن کر سفیہ کی آنکھوں سے آنسوں نکل پڑے اور فریان نے کہا سفیہ ایک بار جی بھر کے دیکھنے دو اور فریان تھوڑی دیر تک دیکھتا رہا اور نکل پڑا۔ اور سوئی کی طرف روانہ سفر کرتے ہوئے دیر سے گھر پہنچا تو فریان کی بیوی فریان کو دیکھ کر بہت خوش ہوئی۔

بیوی نے پوچھا فریان سے آج آپ دیر سے آئے ہو اور آپ کا رنگ تھوڑا سا خراب لگ رہا ہے فریان نے کہا مجھے بخار ہو گیا تھا۔

پھر فریان نے مڑ کر دیکھا اور بیوی سے کہا آپ میری بیوی ہو مجھے آپ سے پیار ہے مگر پھر میں اگر تم سے اک بات کروں تو مجھے ناراض تو نہیں کرو گی اور میرا ایک کام ہے آپ سے۔

فریان کی بیوی نے کہا آج تو خدا کا شکر ہے کہ مجھے بھی موقع مل جائے گا آپ کی خدمت کا

فریان اپنی بیوی سے کہ آپ کو تین وعدے کرنے ہوں گے ایک آپ مجھ سے ناراض نہیں ہوں گی۔ دو۔ مجھ کو غلط نہیں سمجھو گی۔ تین۔ آپ کو میرا کام کرنا ہوگا۔ ٹھیک ہے میں وعدہ کرتی ہوں کہ میں آپ کا کام کروں گی آپ بتاؤ۔

آج میں نے سفیہ کو سر دھوتے ہوئے دیکھ تو مجھے اس سے پیار ہو گیا آپ میری بیوی ہو اور سفیہ آپ کی بہن ہے اب میں کیا کروں آپ کو تو پتہ ہے میں جو بھی کام کرتا ہوں آپ سے مشورہ ضرور کرتا ہوں۔

اب سفیہ کے بغیر میری زندگی چند دن کی مہمان ہے مجھے ڈاکٹر سے انجکشن دیا اور آرام کا کہا میں نے سوچا کہ سفیہ کے گھر جانا چاہئے

جب میں ان کے گھر گیا تو وہ سر دھو کر کنگھی کر رہی تھی پتہ نہیں کیا ہوا میری نظر ہی اس کی زلفوں پر پڑی اور مجھے پتہ نہیں کیا ہو گیا میرا دل کیا کہ میں اس کی زلفوں کو تکتا رہوں۔

پھر میں نے سفیہ کو اپنے دل کی بات بھی بتائی مگر اس نے کہا ہے کہ آج کے بعد میرے گھر نہیں آنا آپ میری بیوی ہو اور سفیہ آپ کی بہن ہے اگر میری زندگی چاہتی ہو تو سفیہ کو سمجھا لو اس کا دیدار ہی میری ویران زندگی کو سنوار سکتا ہے۔

فریان کی بیوی یہ سن کو سر سے پاؤں تک پسینہ ہی پسینہ ہو گئی اور ایک طرف شوہر اور دوسری طرف بہن فریان کی بیوی نے ایک بار تو ٹال مٹول کر دیا آپ پریشان مت ہونا میں کچھ سوچتی ہوں اگر سفیہ میری بہن نہ ہوتی تو میں عورتوں کا ہر بہ استعمال کرتی اور اس کو آپ کے قدموں میں لا کر ڈالتی اب سفیہ میری بہن ہے میں کس منہ سے اسے کہوں گی کہ میرے شوہر سے دوستی کر و خیر میں کوشش کرتی ہوں۔

فریان روزانہ اپنے بیوی بچوں کو دیکھ کر رونا شروع ہو جاتا اب تو فریان ڈیوٹی بھی نہیں کرتا تھا اکیلے بیٹھنے لگا اپنے آپ سے باتیں کرنے لگا ایسے ہی وقت گزرتا گیا۔

ایک رات وہ سو گیا اور آدھی رات کو اٹھا اور اپنی بیوی سے کہا مجھے قلم کاغذ دو مجھے شعر مل گیا ہے اور پانچ زبانوں میں۔ بلوچی۔ اردو۔ سرائیکی انگلش۔ سندھی۔ ایک دن اپنے گھر سے غائب ہوا سات ماہ کے بعد ملا تو وہ ایک فقیروں کے ٹولے کے ساتھ ایک فٹ لمبی داڑھی اور لمبی لمبی مونچھیں اور سر کے بال بھی ایک فٹ لمبے تھے۔

وہ اپنے گھر آیا تو اسکی بیوی نے خیرات اٹھا کر اس کے ہاتھ میں دی فریان رونے لگا اس کی بیوی نے غور سے دیکھا تو پہچان لیا اور گلے لگا لیا اور وہ روتا رہا بیوی نے اسے گھر میں بٹھا کر پانی دیا فریان کی بیوی نے اپنے بہن بھائیوں کو بتایا وہ رشتہ دار اس کے ہاں جمع تھے۔

جو کوئی بھی اس کی حالت دیکھتا اپنے آپ کو رونے سے نہیں روک سکتا تھا فریان کے بچے تو اس سے دور بھاگ رہے تھے۔

فریان اپنے گھر پہنچ چکا تھا لیکن سفیہ کو ان دنوں جانے کیا ہوا تھا اس کی طبیعت بھی خراب ہو چکی تھی ڈاکٹروں اور فقیروں اور طبیبوں سے بھی لاعلاج ہو چکی تھی اتنی کمزور اور لاغر ہو چکی تھی سفیہ کا شوہر اتنا امیر نہ تھا وہ دن بھر مزدوری کرتا اور رات کو وہی کھاتے تھے۔

فریان کے گھر والوں نے سوچا کہ اس کو گدو بدر لے جاتے ہیں اور علاج کرواتے ہیں ٹھیک ہو جائے گا شاہ جان جو کہ فریان کا بھائی تھا اس نے اپنے کزن کے ساتھ فریان کو منا کر گھومنے پھرنے کا بہانہ بنا کر ملتان شہر ہسپتال لے گیا۔

وہ لوگ جب وہاں پہنچے تو گدو بدر کا وارڈ ڈھونڈ رہے تھے کبھی ادھر پھر رہے ہیں کبھی اُدھر

کیوں کہ ان لوگوں کی تعلیم پرائمری تھی۔فریان نے پوچھا آپ لوگ کیا ڈھونڈ رہے ہو۔ہم ڈاکٹروں کا وارڈ ڈھونڈ رہے ہیں۔

فریان نے کہا وہ میں بتا تا ہوں فریان پاگل تو نہیں تھا وہ تو کسی کے عشق میں دیوانہ تھا اور اعلیٰ تعلیم یافتہ تھا فریان سیدھا سینئر ڈاکٹر صاحب کے پاس آیا اور سلام کیا اور بیٹھ گئے۔

فریان نے ڈاکٹر صاحب سے انگلش میں بات کی اور کہا کہ ڈاکٹر صاحب یہ دونوں پاگل ہیں ایک میرا بھائی ہے اور دوسرا میرا کزن ہے راستے میں ان دونوں نے میرے پیسے اور شناختی کارڈ چھین لیے ہیں۔

اب یہ دونوں مجھے پاگل سمجھ رہے ہیں ساری حقیقت انگلش میں بیان کی ڈاکٹر صاحب نے سنتے ہی گھنٹی بجائی اور وارڈ ماسٹر اندر آیا تو ڈاکٹر نے دونوں کو پکڑنے کا حکم دیا اور زنجیر ڈالنے کا حکم دیا وارڈ ماسٹر نے دونوں کو پکڑا اور اور دونوں کا نام رجسٹر میں درج کر کے ان دونوں کو انجکشن دیئے اور اب وہ دونوں چلا رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ ڈاکٹر ہم پاگل نہیں ہیں۔

ڈاکٹر نے کہا کہ ایسے تو ہر پاگل ہی کہتا ہے کہ میں پاگل نہیں ہوں ڈاکٹر نے ان دونوں کو کمرے میں بند کر دیا اور پیسہ کارڈ وغیرہ فریان کے ہاتھ میں دے دیا فریان وہاں سے جلدی نکلا اور سفر کرتے ہوئے آخر کار دوسرے دن وہ گھر پہنچ گیا۔گھر والوں نے کہا کہ تیرے ساتھ تو تیرے بھائی بھی گئے تھے وہ کہاں ہیں۔

وہ کیا ہے فریان نے کہا مجھے گاڑی میں بٹھا کر ان دونوں نے کہا ہمیں کچھ سامان لینا ہے ایسے وقت گزر گیا۔

سات دن کے بعد ایک نمبر سے کال آئی صاحب میں نشتر ہسپتال سے بات کر رہا ہوں ہمارے پاس دو پاگل ہیں انہوں نے یہ نمبر دیا ہے اگر تم لوگ ان کو جانتے ہو تو پھر آؤ ہسپتال اور پھر ان کے رشتہ داروں نے جا کر ان کو چھڑا کر لائے ڈکٹروں نے کہا کہ بھائی فریان نے جتنی بھی بات کی سب انگلش میں کی تو ہم اسے کیسے پاگل سمجھتے ان دونوں کو تو اردو کے سوا کچھ بھی نہیں آتا۔

آخر کار فریان اب سفیہ کے عشق میں اندھا ہو چکا تھا اب گورنمنٹ نے بھی نوکری سے فارغ کر دیا تھا۔

ایک دن صبح اٹھا اور تیار ہو کو اپنے بیوی بچوں سے کہا آؤ میرے گلے ملو میرے بچوں کو بھی لاؤ سب کا منہ چوم کر روتا ہوا گھر سے گیا واپس نہیں آیا۔

اور کچھ دنوں بعد اس کی لاش جنگل سے ملی سفیہ کو جب فریان کی خبر پہنچی تو چیخ ماری اور صرف یہ کہا کہ فریان اب اس دنیا میں نہیں ہے اس کے بعد اسی دن سفیہ نے بھی اسی دن ہی دم توڑ دیا۔

دوستو اب تو قارئین ہی بتا سکتے ہیں کہ صرف فریان سفیہ سے پیار کرتا تھا یا پھر دونوں ایک دوسرے سے پیار کرتے تھے۔

سفیہ نے بھی فریان کی موت کا سن کر دم توڑ دیا۔

آپ کی رائے کا منتظر رہوں گا۔

ریاض جان کے نام

رہنا ہے مجھے ہر پل اب تیرے پہلو میں
سب رشتے زمانے کے میں توڑ کے آئی ہوں

-------ریاض جان لاہور

قافلہ

تحریر۔ آصف آیان لہڑی۔ کوئٹہ بلوچستان

شہزادہ بھائی۔ السلام وعلیکم۔امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔
کرم داد نے اپنی بیٹی کو سزائیں دے دے کر مارا اور پیار کا بڑا دشمن تو اس کا باپ کرم داد ہی تھا جس نے کچھ دیکھا نہ سنا اور دونوں کی جان کا دشمن بن گیا اور ظلم کی حد پار کر گیا خدا غرق کرے ان پیار کے دشمنوں کا بیڑا کیا ملتا ہے ان کو پیار سے بھرے دلوں کو تڑپا کر انکی بددعائیں ان پر ضرور پڑتی ہیں پر یہ بھول جاتے ہیں یہ ایک دلچسپ کہانی ہے میں نے اس کا نام۔ قافلہ۔ رکھا ہے امید ہے پسند آئے گی۔
ادارہ جواب عرض کی پالیسی کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں مقامات کے نام تبدیل کر دیئے ہیں تا کہ کسی کی دل شکنی نہ ہو اور مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی جس کا ادارہ یا رائٹر ذمہ دار نہیں ہوگا۔ اس کہانی میں کیا کچھ ہے یہ تو آپ کو پڑھنے کے بعد ہی پتہ چلے گا۔

کرم داد اپنے قافلے کا سردار تھا یہ قافلہ برسوں سے چلا آرہا تھا ان کا نہ کوئی ٹھکانہ ہے اور نہ کوئی آشیانہ بس تین چار دن یہاں بسیرا کیا اور تین چار دن وہاں قافلے کے لوگ اپنے سردار کی ہر بات دل سے مانتے ہیں سردار جو حکم بھی دیتا وہ فورا پورا کرتے اس پر عمل کرتے اور اپنے سردار کے مشورے سے ہجرت کرتے۔
کرم داد کی ایک پری جیسی بیٹی تھی اس کا نام شائستہ تھا جس کے لمبے لمبے سیاہ بال۔ گلابی ہونٹ ۔سرخ وسفید رنگت۔ اپنی مثال آپ تھی پورے قافلے میں سب سے خوبصورت لڑکی یہی تھی سب لوگ اسے پیار سے پری کہہ کر پکارتے تھے۔
ایک مرتبہ اس قافلے کا گزر ایک شہر سے ہوا شہر سے ذرا دور تھا ان لوگوں نے اپنے خیمے لگا کر تین چار دن کے لیے یہاں بسیرا کر لیا شہر کی زندگی اور یہاں کی رونقیں انہیں بہت عجیب لگ رہی تھیں پورا پورا دن سڑک پہ دوڑتی گاڑیاں بسیں اور کاریں دیکھ کر وہ حیران ہو جاتے تھے یہاں سے روزانہ ایک لڑکا گزرتا تھا جو اپنے ڈیوٹی کے لیے صبح جاتا اور شام کو واپس آتا تھا اس کا نام ابرار تھا ابرار کو خانہ بدوش لوگوں سے بہت دلچسپی تھی۔
وہ جب بھی یہاں سے گزرتا تو موٹر سائیکل کی رفتار انتہائی کم کر لیتا تھا اور غور سے انہیں دیکھ کر گزرتا تھا۔
ایک دن صبح کے وقت وہ گزر رہا تھا اور اس طرف شائستہ اور اس کی سہیلیاں گزر رہی تھیں وہ اپنی باتوں میں مگن تھیں ابرار نے شائستہ کو دیکھا تو دیکھتا ہی رہ گیا یہ حسن یہ ادا یہ سادگی یہ لباس شہروں میں کہاں موجود جو اس نے یہاں دیکھا وہ جس حسن کی شہزادی کے خواب دیکھتا رہا تھا وہ یہی تھی صرف اور صرف یہی ابرار نے اپنے دل سے ٹھان لی کہ یہ میری ہے صرف میری۔ وہ اس جنم میں ہی نہیں بلکہ جنموں جنموں تک میری ہے میں اسے حاصل کر کے ہی رہوں گا چاہئے اس کے لیے مجھے جو بھی قربانی دینی پڑے۔ میں ہر قسم کی قربانی دینے کو تیار تھا۔
ابرار کی نگاہوں کا مرکز صرف شائستہ تھی۔

جب یہاں سے گزرتا تو شائستہ کو دیکھ کر سوچوں میں ڈوب جاتا تھا اور مجبور ہو کر واپس چلا جاتا تھا شائستہ نے محسوس کیا کہ ایک لڑکا جو روزانہ یہاں پر ٹھہر کر اسے دیکھتا ہے اس نے یہ بات اپنی سہیلی صبا کو بتائی تو صبا نے اسے چھیڑنا شروع کر دیا شائستہ کہیں وہ لڑکا تم سے ۔۔۔ یہ کہتے کہتے وہ خاموش ہو جاتی اور دونوں میں لڑائی شروع ہو جاتی۔

سائستہ کو بھی نا جانے کیا ہو گیا تھا جب ابرار گزرتا تو وہ ابرار کو دیکھتی اور بے چین ہو جاتی تھی۔ وہ خود کو اس حالت میں دیکھ کر حیران تھی اور سوچتی تھی کہ مجھے کیا ہو گیا ہے یا اللہ خیر۔ یہ میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے میں کیوں بے قرار ہوں وہ بھی ایک ایسے انسان کے لیے جسے میں جانتی تک نہیں ہوں اور نہ ہی وہ مجھے جانتا ہے۔

آج ابرار نے پکا ارادہ کر لیا تھا کہ ہو نہ ہو آج تو میں اسے اپنے پیار کا اظہار ضرور کروں گا آج میں ضرور وہ راز اسے کہوں گا جو میرے دل میں آج تک پوشیدہ ہے آج میں اس راز کو عیاں کر کے ہی رہوں گا ہاں میں اپنے دل کی بات ضرور کروں گا۔

یہ سوچ کر ابرار اپنے گھر سے نکلا اس کی منزل سڑک کے قریب وہ جھگیاں تھی وہ اپنی محبونہ کو ڈھونڈنے لگا شائستہ خیمے کے باہر بیٹھی ہوئی تھی روز کی طرح آج بھی اسی کا انتظار کر رہی تھی۔

ابرار روڈ پر کھڑا اس کی طرف دیکھ رہا تھا کہ شائستہ نے اسے دیکھ لیا اور اس کی طرف چل دی اس کی سہیلی صبا نے اسے بہت روکنے کی کوشش کی لیکن وہ نہ رکی اور تیز تیز قدم اٹھاتی ہوئی ابرار کی طرف چل دی ابرار نے اسے اپنی طرف آتے دیکھا تو اس کی جان میں جان آ گئی وہ ابرار کے پاس کھڑی ہو گئی۔

عمر تو ساری بہت دور کی بات ہے
اک لمحے کے لیے کاش وہ شخص میرا ہو

کون ہو تم اور روزانہ یہاں پر کیوں کھڑے ہوتے ہو۔ کیوں میری راتوں کی نیند اڑاتے ہو آخر تم ہو کون ؟۔۔۔ شائستہ نے ایک ہی سانس میں اس سے کئی سوال کر ڈالے۔

بتاؤں تمہیں میں کون ہوں سننا چاہتی ہو کہ میں کون ہوں کیا تم میں سننے کی ہمت ہے اگر ہے تو سنوں میں کون ہوں میں تم سے پیار کرتا ہوں ہاں تم سے پیار کرتا ہوں ایسا پیار جو آج تک کسی نے کسی سے نہ کیا ہو گا تمہارے بغیر میں اک پل بھی نہیں رہ سکتا تم ہوں تم نہیں تو میں بھی نہیں تمہارے بغیر میں مر جاؤں گا پلیز پلیز تم میری محبت کا جواب محبت سے ہی دینا ورنہ میں مر جاؤں گا جواب دو ناں کیوں خاموش ہو ابرار جذباتی ہو چکا تھا وہ شائستہ کے جواب کا منتظر تھا۔۔۔ شائستہ خود کو ہواؤں میں اڑتا ہوا محسوس کرنے لگی وہ دل ہی دل میں اپنے رب کا شکر ادا کر رہی تھی ہ اس نے جس کو چاہا ہے جس سے پیار کیا ہے اس نے اس سے بھی زیادہ اس کو چاہا ہے۔

آپ کا نام ۔۔ شائستہ ۔ خاموشی کو توڑتے ہوئے کہا ۔ اور تمہارا نام کیا ہے ۔ ابرار۔ یہ کہہ کر وہ خاموش ہو گئی ۔ شائستہ ۔ جواب دو نا تم مجھ سے پیار کرتی ہو یا نہیں پلیز بتاؤ ابرار روہانسی ہو کر بولا۔

ہاں ۔۔ ہاں ۔۔ ہاں میں تم سے پیار کرتی ہوں اور جتنا تم کرتے ہو اس سے بھی زیادہ تم سے پیار کرتی ہوں اور اتنا پیار جتنا تم نے کبھی سوچا بھی نہ ہو گا خدا کے لیے مجھے تنہا مت چھوڑنا زندگی کے ہر قدم پر ہر موڑ پر اور ہر لمحے مجھے تمہاری ہی ضرورت ہے اگر آپ نے مجھے چھوڑ دیا تو میں تباہ و برباد ہو جاؤں گا ویران ہو جاؤں گا خدا کے لیے مجھے کبھی تنہا مت چھوڑنا ۔ شائستہ بھی رو رو کر اس سے اپنے پیار کر اظہار کرتی رہی تھی۔ ابرار کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہ تھا وہ بہت خوش تھا اس نے جس کو چاہا وہ بھی اسے چاہتی تھی وہی پر ہی انہوں نے وعدے کئے اور جینے مرنے کی قسمیں کھائیں اور ساتھ ہی عہد و پیاں ہوئے روتے

روتے شائستہ کو کچھ یاد آیا ابرار ہم تو قافلے والے ہیں اور آپ یہاں کے رہنے والے ہو پھر ہمارا تو کوئی ٹھکانہ نہیں ہے ہم کبھی بھی کسی بھی وقت یہ جگہ یہ علاقہ چھوڑ سکتے ہیں ہم تو خانہ بدوش ہیں اور آپ یہاں کے مقامی ہو ہمارا ملاپ ناممکن ہے اگر مل بھی گئے تو یہ زمانہ ہمیں کبھی ایک ساتھ جینے نہیں دے گا شائستہ نے کہا۔۔۔نہیں شائستہ زمانے والے چاہے کچھ بھی کریں ہم کبھی جدا نہیں ہوں گے ہم زمانے والوں کا مقابلہ کریں گے انہیں شکست دے کو اپنی خوشیوں کا گھر بنائیں گے جہاں میرے اور تمہارے علاوہ کوئی اور بھی نہ ہوگا ابرار شائستہ کو سمجھا رہا تھا۔

دوسری طرف سے کرم داد آرہا تھا اس نے شائستہ کو کسی غیر لڑکے کے ساتھ یوں باتیں کرتے ہوئے دیکھا تو وہ آگ بگولہ ہو گیا اس نے آتے ہی شائستہ پر لاتوں اور تھپڑوں کی بارش کر دی۔

کون ہو تم اور اس کو کیوں مار رہے ہو ابرار نے غصے سے کہا کرم داد نے ایک زوردار تھپڑ اس نے منہ پر بھی مارا اور کہا بے غیرت انسان تم پوچھتے ہو کہ میں کون ہوں باپ ہوں اس بے غیرت لڑکی کا آج میں اس کو زندہ دفن کر دوں گا اس بے غیرت نے میری امیدوں پر پانی پھیر دیا ہے ارے غضب خدا کا اس نے مجھے کہیں کا نہیں چھوڑا یہ کہہ کر کرم داد نے اپنی تلوار نکالی اور ابرار پر وار کیا اور ایک ہی وار میں اس کا سر کٹ کر دور جا گرا ابرار کو اس حالت میں دیکھ کر شائستہ بے ہوش ہو گئی۔

اس کے باپ نے اسے اٹھایا اور جھونپڑی میں لے آیا اور اپنے قافلے کے تمام لوگوں کو یہ علاقہ چھوڑنے کا حکم دیا قافلے کے لوگ اپنے سردار کا حکم سن کر فوراً تیار ہو گئے اور یہاں سے روانہ ہو گئے تین دن تک وہ مسلسل چلتے رہے اور انہوں نے ابرار کا شہر بہت دور چھوڑ دیا تھا۔

شائستہ کو جب ہوش آیا تو اس نے خود کو زنجیروں میں قید پایا اس کا باپ اس سے بہت برا بھلا کہہ رہا تھا ارے بے غیرت لڑکی تو نے تو میری عزت کا کچھ بھی خیال نہیں کیا ارے شکر خدا ہے ہے اب تک چند لوگوں کو پتہ ہے اور علاقے میں یہ بات کسی کو بھی پتہ نہیں ہے ورنہ تو تو میرا ناک کٹوانے کے لیے تیار تھی ارے کرم داد بس بھی کر واب جو ہو گیا سو ہو گیا دفن کرو اس بات کو مٹی ڈال دو اس بات پر۔یہ ناہید یعنی شائستہ کی ماں کی آواز تھی۔

اس وقت وہ شائستہ کو سہارا دینے والی صرف اور صرف اس کی ماں ہی تھی اک ماں ہی تو ہوتی ہے جب بچہ کوئی غلطی کرتا ہے تو ماں اس پر پردہ ڈال دیتی ہے اگر ساری دنیا ایک طرف ہو اور ماں ایک طرف تو پھر بھی ساری دنیا اس عظیم ہستی کا مقابلہ نہیں کر سکتی اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس عظیم ہستی کے قدموں تلے جنت رکھی ہے۔

شائستہ کی زندگی اب عذاب بن چکی تھی اس کا باپ روزانہ اسے برا بھلا کہہ کر چلا جاتا تھا ابرار کے بعد ایسی کوئی رات نہیں آئی جس رات وہ سکون سے سوئی ہو ایک دن ظلم کی بھی حد ہو گئی شائستہ زنجیروں میں رہ رہ کر بہت کمزور ہو چکی تھی وہ رو رہی تھی اس کے باپ نے اسے روتے دیکھا تو وہ غصے میں لال پیلا ہو گیا ارے بے غیرت لڑکی تو اب بھی اس بے غیرت کے لیے روتی ہے یہ کہہ کر وہ لاتوں اور مکوں سے اس پر ٹوٹ پڑا اس کا جو جی چاہتا وہ کرتا تھا غرض کے ہو ہر طرح کا ظلم اس پر کرتا تھا شائستہ پہلے ہی مر چکی تھی اب اس کا ظالم باپ بجائے اس کو حوصلہ دینے کے الٹا اس کو جانوروں کی طرح مارتا تھا۔

ایک دن شائستہ کو بہت زیادہ بخار تھا وہ بے ہوش تھی اس کی ماں رو رو کر کرم داد سے اس کی زندگی کی بھیک مانگ رہی تھی خدا کے لیے کرم داد اسے نکالو وہ مر جائے گی کتنے ظالم باپ ہو ترس کھاؤ اپنی بچی پر نکلوا سے اس قید سے کرم داد پر اس کی باتوں کا کوئی

بھی اثر نہیں ہو رہا تھا۔
ناہید شائستہ کو دیکھنے گئی تو اس کی چیخ نکل گئی شائستہ نے اپنی نس کو چھری سے کاٹا تھا اور خون میں لت پت پڑی ہوئی تھی۔

رلائے گا خدا ایک دن انہیں بھی ضرور
رواج بنا رکھا ہے دنیا میں جنہوں نے دل توڑنے کا۔

اب وہ ٹھنڈی ہو چکی تھی اس نے روز روز مرنے سے ایک ہی دن خود کو ختم کر لیا تھا وہ ہمیشہ کے لیے سو چکی تھی وہ ایسی نیند سو چکی تھی جب اس کا محبوب اس سے بچھڑا تھا اس کے بعد اس کو ایسی نیند کی ضرورت تھی اور آج وہ جا چکی تھی اس بے وفا دنیا کو چھوڑ کر ابدی نیند سو چکی تھی۔

جانے والے یہ بھی نہ سوچا آیان
جو انہیں دیکھ کر جیتے ہیں وہ کدھر جائیں گے

قارئین کرام کیسی لگی میری کاوش امید ہے پسند آئی ہو گی اس کہانی کو لکھنے میں میں کہاں تک کامیاب ہوا یہ میں آپ پہ چھوڑتا ہوں۔
اپنے بھائی کو دعاؤں میں ضرور یاد رکھنا آخر میں ایک شعر کے ساتھ اجازت چاہوں گا اللہ نگہبان۔

کچھ ہار گئی تقدیر کچھ ٹوٹ گئے سپنے
کچھ غیروں نے کیا برباد کچھ چھوڑ گئے اپنے

غزل

زندگی تھکے ہوئے نصاب مسلسل
اس کی یادوں کے ہی باب مسلسل
وہ میرا ہے لوٹ کر میرے پاس آئے گا
خود کو دے رہی ہوں یہ فریب مسلسل
میرا دلدار ہی میرا نہیں رہا
اس حقیقت کا درد یہ عذاب مسلسل
کیا کمی رہ گئی میرے پیار میں چاہنے کو
پڑھ رہی ہوں عشق کی کتاب مسلسل
وہ ملتا ہے مل کے بچھڑ جاتا ہے
میں نے دیکھے ہیں یہ خواب مسلسل

غزل

مجھے محبت ہونے لگی ہے دھیرے دھیرے
حد سے بڑھنے لگی ہے دھیرے دھیرے
میں کہتی تھی محبت ہو نہیں سکتی مگر
سمجھ میں آنے لگی ہے دھیرے دھیرے
تیرا ساتھ جو ملا تو مجھ پر خوشیوں کی
ہونے لگی برسات دھیرے دھیرے
کسی شام وہ اور میں ہوں اک ساتھ
یہ خواہش ابھرنے لگی دھیرے دھیرے
تیرے احساس سے میرے دل میں
محبت کی کلی کھلنے لگی دھیرے دھیرے
تجھے پوچھنے سے فرصت نہیں ہے مجھے
محبت اپنی جتانے لگی دھیرے دھیرے
تیری میری باتیں سن کر اب تو
محبت بھی مسکرانے لگی دھیرے دھیرے

غزل

شام نیند سے جگا دیا گیا
مجھے میری زندگی کا مقصد بتا دیا گیا
اپنی تلاش میں نکلی جب خود کو پا لیا تو
مجھے میرے مقام سے گرا دیا گیا
میں چل پڑی زمانے سے لڑنے
مگر مجھے سازش سے ہرا دیا گیا
جب اپنوں نے ہی دیا دھوکا
تو گویا مجھے پھر سے سمجھا دیا گیا
میری قدر کیا ہے اس کی نظر میں
مجھے راستے میں آئینہ دیکھا دیا گیا
تیرے اپنے بھی بیگانے ہو گئے ہیں
بتا کر یہ حقیقت مجھ کو رلا دیا گیا
عائشہ نور عاشا۔ شادیوال۔ گجرات

شکی لڑکی

--تحریر- میر احمد میر بگٹی سوئی گیس، 0343,3223898

شہزادہ بھائی- السلام وعلیکم- امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔
قارئین میں نے ایک اور کہانی لے کر آپ کی محفل میں حاضری دی ہے امید ہے آپ میری حوصلہ افزائی کریں گے پیار کسی سے اور شادی کسی سے یہ اصول نہیں ہوتا کسی کو تباہ کر کے کسی کا گھر بسانا۔
ادارہ جواب عرض کی پالیسی کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں مقامات کے نام تبدیل کر دیئے ہیں تا کہ کسی کی دل شکنی نہ ہو اور مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی جس کا ادارہ یا رائٹر ذمہ دار نہیں ہوگا۔ اس کہانی میں کیا کچھ ہے یہ تو آپ کو پڑھنے کے بعد ہی پتہ چلے گا۔

میرا نام قاسم ہے میں ایک متوسط گھرانے میں پیدا ہوا میں بچپن سے ہی خوش مزاج اور شرارتی تھا اللہ تعالیٰ نے شکل وصورت بھی اچھی دی ہے مجھے بچپن سے ڈاکٹر بننے کا بہت شوق تھا میٹرک کے بعد میں نے تعلیم تو جاری نہ رکھ سکا لیکن میں نے ڈسپینسری کا کورس کر لیا اور پھر ایک ہسپتال بنایا جس کا نام---ہسپتال ہے اس میں بطور کمپوڈر کام کرنے لگا یہ ایک پرائیوٹ ہسپتال ہے اور ٹوٹل ہم ڈاکٹر کے ساتھ پانچ اسٹاف ہیں مجھے اس ہسپتال میں تقریبا ایک سال ہوا تھا کام کرتے ہوئے اور اب میں مریضوں کا علاج بھی کرنے لگا تھا۔
ایک دن ڈاکٹر نہیں آئے تھے مریض آ گئے تو میں ان کا چیک اپ وغیرہ کر لیا اور ان کا علاج کیا۔
پھر تھوڑی دیر بعد ہمارے ہسپتال میں دو لڑکیاں آئیں اور ان کے ساتھ ایک چھوٹا بچہ تھا وہ سیدھی لیڈیز روم میں گئے ہسپتال میں لیڈیز کے لئے الگ اور مردوں کیلئے الگ روم بنائے ہوئے تھے میں ان کا چیک کرنے گیا تو اس کے ساتھ جو بچہ تھا وہ لیکر آئے تھے میں نے بچے کو چیک کیا اور تھرمامیٹر لگا کر دیکھا تو اسے بخار تھا میں نے اس بچے کو انجکشن لگا دیا اور شام کو دوبارہ چیک کروانے کو کہا۔
جب لڑکیاں فیس دینے آئیں تو میں نے محسوس کیا کہ ایک لڑکی نے دوسری کو کچھ کہا ہے میری طرف اشارہ کر کے جب میں نے غور کیا تو وہ کہہ رہی تھی یہی ہے وہ ڈرامے والا لڑکا جو کرن سے ملتا ہے پھر وہ میری طرف غور سے دیکھنے لگیں اور پھر ہنستے ہوئے چلی گئیں شام کو وہ لڑکیاں پھر آئیں اور میں نے بچے کو چیک کیا اور اسے ہلکا سا بخار تھا۔
میں نے ایک اور انجکشن لگا دیا اور کچھ میڈیسن ساتھ دیں اور جاتے ہوئے ایک لڑکی نے مجھ سے اشارے سے بات کرنے کی کوشش بھی کی تھی مگر میں نے کوئی رسپونس نہ نہیں دیا۔
وہ چلیں گئیں شام کے میں چھٹی کے بعد گھر آ گیا اور میرے ذہن میں وہی لڑکیاں گھوم رہی تھیں میں کچھ سمجھ نہیں پا رہا تھا کہ ان دونوں کا کیا مقصد ہے خیرات سو گیا صبح جب اٹھا تو فریش ہو کر ہسپتال کی

طرف روانہ ہوگیا میں وہاں پہنچا تو کچھ دیر بعد پھر وہی لڑکیاں آئیں آج ڈاکٹر صاحب بھی تھے وہ لیڈز روم میں چلی گئیں تو ڈاکٹر صاحب چیک کرنے لیڈز روم میں گیا تو ان دونوں نے کہا کہ ہم قاسم سے علاج کروانے آئے ہیں اس لیے برائے مہربانی انہیں بھیج دیں تو ڈاکٹر صاحب نے آکر کہا کہ یہ مریض آپ کے ہیں انہیں آپ چیک کرلیں۔

میں بہت حیران ہوا کہ مجھے کیوں بلا رہی ہیں پھر میں روم میں گیا تو ان لڑکیوں نے مجھے اشارے سے اپنی طرف بلایا میں پہنچا تو ایک لڑکی تھوڑا سائیڈ پہ ہوگئی اور دوسری نے کہا مجھے چیک کرو میں نے نبض دیکھی تو مجھے کوئی بھی بیماری وغیرہ محسوس نہ ہوئی میں نے کہا آپ تو بالکل ٹھیک ہیں۔

لیکن میرے دل کو کوئی بیماری ہے میں نے حیرت سے پوچھا تو اس نے کہا ہاں مجھے دل کی بیماری ہے اور ڈاکٹر تم ہو میرا علاج بھی تم ہی کرو گے۔

اس نے مجھے بازو سے پکڑ کر کہا کہ میں تم سے پیار کرتی ہوں میں ایک ڈرامہ دیکھتی ہوں جس میں ایک لڑکا آتا ہے گرن اور تم بالکل کرن جیسے ہو وہ مجھے بہت اچھا لگتا ہے اور جب میں نے تم کو دیکھا تو تم بالکل مجھے گرن لگے ہو پلیز نہ مت کرنا پھر میں نے کہا ٹھیک ہے۔

یہاں سے ہمارے پیار کا آغاز ہوا تھا پھر میں نے اس کا نام پوچھا تو اس نے کہا صنم پھر ہم دونوں کافی دیر باتیں کرتے رہے پھر اس نے کہا مجھے انجکشن لگادو میں نے کہا تمہیں تو کوئی بیماری نہیں ہے پھر اس نے کہا کوئی بھی لگادو کیوں کہ اگر گھر میں کسی نے پوچھا تو میں انجکشن والی جگہ دکھا دوں گی ورنہ سب شک کریں گے۔

میں نے صنم کو دو انجکشن لگا دیئے کہ کوئی شک نہ کرے خدا غرق کرے اس لفظ شک کو جس نے میری زندگی تباہ برباد کردی جس نے مجھے بہت ستایا خیر وہ چلی گئی دوسری صبح وہ پھر آگئی اور اسی طرح ہر روز ہماری ملاقات ہوتی رہتی اور میں اسے بغیر کسی بیماری کے انجکشن لگا لگا کر تھک گیا تھا۔

اب میرا دل بھی گوارہ نہ کر رہا تھا کہ صنم کو انجکشن لگادوں مگر صنم ماننے کو تیار نہ تھی میں نے منت سماجت کر کے صنم کو سمجھایا مگر وہ پھر بھی روزانہ آتی رہی یہاں آپ کو ایک بات بتا دوں میری محبت سچی تھی میں نے صنم کے ساتھ کبھی کوئی غلط کام نہیں کیا تھا ہماری محبت میں کوئی کھوٹ نہ تھی صنم روزانہ آتی اور میرے لیے ایک بسکٹ بھی لے کر آتی اس وقت ٹائیگر بسکٹ آیا تھا جو بہت مزیدار تھا صنم تو مجھے وہی دیتی تھی لیکن میں کھاتا نہیں تھا صنم کے چلے جانے کے بعد میں انہیں سنبھال کر رکھ لیتا تھا۔

ہماری محبت تقریباً چار سال تک چلی تھی ان چار سالوں میں میرے پاس کل ملا کر بارہ سو اٹھاسی بسکٹ ہوئے تھے کیوں کہ جب میرے دوست قیصر علی نے میرے پاس بسکٹ دیکھے تو گن لیے جن میں سے میرے پاس ابھی بھی چند ایک ہوں گے۔

ہم نے ایک دوسرے کا نمبر لیا اور دن کو ہم دونوں ہسپتال والے نمبر سے باتیں کرتے رہتے تھے اور رات کو گھر والے نمبر پر اس وقت ایئریئے میں موبائل فون کے سگنل نہیں آتے تھے اب بھی کچھ زیادہ نہیں آتے اس لیے ہم دونوں پی ٹی سی ایل پر ہی باتیں کرتے ہیں کبھی کبھی تو ہم پوری پوری رات بات کرتے تھے۔

اب میں بھی صنم کو چاہنے لگا تھا اب تو اس کو دیکھے بنا میں اک پل بھی نہیں رہ سکتا تھا پھر یک دن صنم نے مجھے ایک خط دیا جو خون سے لکھی ہوئی تحریر کچھ یوں تھی۔

بسم اللہ سے ابتداء ہے میری
سدا خوش رہو یہ دعا ہے میری
چاند کی چاندنی۔ چشموں کے شفاف پانی۔

ساگر کی لہریں۔ جانے تمنا جانے آرزو۔ چودہویں کا چاند راتوں کے دیپ۔ دن کے اجالے خود کفیل مہربان۔ میری جان۔ میرا دل۔ میری سوچ۔ میری سانسیں۔ میری زندگی کی تمنا۔ میرے پیارے کرن جی سدا خوش رہو پھولوں کی طرح مسکراتے رہو ہم روزانہ ملتے ہیں ڈھیر ساری پیار بھری باتیں بھی کرتے ہیں لیکن میں جب میں تنہائی میں بیٹھی سوچتی ہوں کہ کبھی ہم ایک بھی ہو سکتے ہیں یا نہیں کرن جی اگر تم مجھے نہ ملے تو میں مرجاؤں گی آج میں نے اپنی محبت کو آزمایا ہے کہ میں خون سے لکھ سکتی ہوں یا نہیں میری محبت میں کوئی کھوٹ نہیں ہے کیوں کہ میں اپنی اس آزمائش پر پوری اتری ہوں اور دیکھو اپنے ہاتھ کو شیشے سے کاٹ کر آپ کے نام خط لکھا ہے میں اس سے بڑھ کر اپنی محبت کا ثبوت نہیں دے سکتی ہوں اگر ت وقعی مجھ سے پیار کرتے ہو اور مجھے دل سے چاہتے ہو تو پلیز مجھے تنہا نہ چھوڑنا مجھے آپ کی اور صرف آپ کی ضرورت ہے اور کچھ نہیں اتنا ہی لکھنا کافی ہے واسلام آپ کی صرف آپ کی صنم۔

میں نے جب اس کی لکھی ہوئی تحریر پڑھی تو میرے آنسو نکل آئے کہ کوئی ہے جو مجھے اس قدر پیار کرتی ہے اور میں نے اسی وقت فون سے صنم سے بات کی اور کہا کہ صنم تم نے یہ کیا کیا ہے میں نے تو ایسی کوئی بات نہیں کی میں نے کب کہا کہ تم مجھ سے پیار نہیں کرتی ہو صنم نے کہا کہ کرن میں تم سے پیار کرتی ہوں دوسری صبح جب صنم آئی تو میں نے اس کی کاٹی ہوئی انگلی کو چوما اور کہا کہ آئندہ ایسی غلطی مت کرنا مجھے پورا یقین ہے تم مجھ سے بہت پیار کرتی ہو۔

کچھ دن بعد میں نے بھی صنم کو یقین دلانے کے لیے اپنے خون سے ایک غزل لکھ کر دی جو یہ تھی۔

اب محبت کی وکالت نہیں کی جاسکتی
شہر بھر سے تو عداوت نہیں کی جاسکتی
میرا چہرہ میری آنکھیں اب بھی ملامت ہیں
کون کہتا وضاحت نہیں کی جاسکتی
بات یہ ہے کہ کوئی ٹوٹ کر چاہے تو سہی
ہر کسی سے تو محبت نہیں کی جاسکتی
آنکھ کہتی ہے کہ کہیں اور چلے جائیں ہم
دل یہ کہتا ہے کہ ہجرت نہیں کی جاسکتی
لوح دل پہ یہی تحریر لکھی ہے میر
عشق والوں کو نصیحت نہیں کی جاسکتی

ٹھیک اسی جگہ یہاں صنم کی انگلی کو کاٹ کر مجھے خط لکھا تھا میں نے بھی اپنے ہاتھ کی اسی انگلی کو کاٹ کر صنم کو یہ غزل لکھی پھر صنم نے مجھے خوب ڈانٹا اور کہا کہ بس آئندہ ہم ایسا کبھی نہیں کریں گے میں نے کہا ٹھیک ہے۔

اسی طرح ہماری محبت پروان چڑھتی رہی کہ ایک دن میری بھابی جو میرے دوست کی بیوی ہمارے ہسپتال آئی صائمہ میرے دوست ناصر کی بیوی تھی اور ہم خوشی غم میں ایک دوسرے کے گھر بھی آیا جایا کرتے تھے میں صائمہ کی بچی کو چیک کرنے کے بعد اس کے ساتھ بیٹھ کر گھر کے حالات پوچھ رہا تھا کہ صنم بھی آگئی وہ دور بیٹھ گئی میں نے صائمہ بھابی سے اجازت لی اور صنم کے پاس گیا تو اس نے بے رخی ظاہر کی۔ میں نے وجہ پوچھی تو اس نے کہا یہ لڑکی کون ہے میں نے کہا یہ میری بہن ہے میرے دوست کی بیوی ہے اور وہ مجھے اپنا بھائی اور میں اسے بہن سمجھتا ہوں۔

تھوڑی دیر بعد اس کا غصہ ٹھنڈہ ہوگیا اتنے میں صائمہ بہن چلی گئی لیکن مجھے کیا پتہ تھا کہ صائمہ کے دل میں میرے لیے شک بیٹھ جائے گا خیر صائمہ اسی طرح روزانہ آتی رہی پھر تیسرے دن بھابی صائمہ بچی کو لے آئی جب میں اس کی بچی کو چیک کررہا تھا تو دوسری طرف پھر صنم پہنچ گئی اس بار تو اس کا موڈ بالکل خراب لگ رہا تھا وہ بیٹھ تو گئی لیکن جب تک میں فارغ ہوا وہ اٹھ کر چلی گئی پھر میں نے کچھ دیر بعد اس

شکی لڑکی

کے گھر فون کیا لیکن صنم کے بجائے اس کی بہن نے فون اٹھایا اس نے کہا صنم رو رہی ہے اور کہہ رہی ہے کہ میں تم سے بات نہیں کروں گی میں نے اس کی بہن کی بڑی منت سماجت کی کہ وہ میری صنم سے بات کروا دے لیکن پھر صنم نہ کبھی میرے ہسپتال آئی اور نہ ہی کبھی مجھ سے بات کی۔

دل تو چاہتا تھا کہ اس کے گھر میں گھس کر اس کے ہاتھ سے پکڑ کر اس کو باہر لاؤں اور کہوں کہ میرا کیا قصور ہے مگر پھر سوچتا کہ میری وجہ سے صنم کی بے عزتی ہو جائے یہ کہاں کی محبت ہے خدا غرق کرے اس لفظ شک کو اس کی وجہ سے مجھ سے میری صنم دور ہوئی شک واقعی ایک گندی اور بری چیز ہے شک نے میری اور صنم کی پاک صاف محبت کی برباد کی کاش صنم مجھ پہ شک نہ کرتی تو میں اپنی زندگی اس طرح برباد نہ کرتا آج صنم سے بچھڑے ہوئے پورے تین سال ہو گئے ہیں لیکن میں صنم کو بھلا نہیں پا رہا۔

جب بھی اس کی یاد آتی ہے تو تنہائی میں بیٹھ کر رو لیتا ہوں اور دل کا بوجھ ہلکا کر لیتا ہوں

قارئین یہ تھی میرے کزن قاسم کی کہانی آپ سے گزارش ہے کہ میرے کزن کے لیے دعا کریں کہ وہ صنم کو بھلا دے کیوں کہ اب صنم میرے کزن کی نہیں ہو سکتی اس کی شادی ہو چکی ہے میں اس کہانی کو لکھنے میں کہاں تک کامیاب ہوا ہوں یہ تو آپ لوگ بہتر بتا سکتے ہیں مجھے آپ کی آراء کا انتظار رہے گا آخر میں اس شعر کے ساتھ اجازت چاہوں گا۔

تمنا وہ تمنا ہے جو دل ہی دل میں رہ جائے
جو مر کر بھی نہ پوری ہو اسے ارمان کہتے ہیں

میر احمد میر بگٹی سوئی گیس۔ بلوچستان۔

غزل

میں نے کیا سوچا تھا اور کیا ہو گیا
وہ ذرا سی بات پر خفا ہو گیا
ملی ہے جس کی اتنی بڑی سزا ہے
ایسا بھی قصور مجھ سے کیا ہو گیا
وعدہ تھا جس کا عمر بھر کا ساتھ نبھانے کا
اتنی جلدی کیسے بے وفا ہو گیا
جو کبھی اک پل نہ مجھ سے دور رہتا تھا
اس کی صورت دیکھے بہت عرصہ ہو گیا

غزل

کب تک رہو گے یوں آخر دور دور ہم سے
ملنا پڑے گا آخر اک دن ضرور ہم سے
دامن بچانے والے یہ بے رخی ہے کیسی
کہہ دو اگر ہوا ہے کوئی قصور ہم سے
ہم چھین لیں گے تم سے یہ شان بے نیازی
پھر مانگتے پھرو گے اپنا غرور ہم سے
ہم چھوڑ دیں گے تم سے یوں بات چیت کرنا
تم پوچھتے پھرو گے اپنا قصور ہم سے

غزل

ادا نظریں چرانے کی کہاں سے سیکھ لی تم نے
یہ عادت روٹھ جانے کی کہاں سے سیکھ لی تم نے
بھروسہ تھا تمہیں مجھ پر مکمل آج سے پہلے
روایت آزمانے کی کہاں سے سیکھ لی تم نے
محبت کے علاوہ کچھ نہیں تھا تیری آنکھوں میں
یہ نفرت زمانے کی کہاں سے سیکھ لی تم نے

غزل

ہر شام تم سے ملنے کی عادت سی ہو گئی
پھر دوستی نبھاتے نبھاتے محبت سی ہو گئی
شاید یہ تازہ تازہ جدائی کا تھا اثر
ہر شکل یک با یک تیری صورت سی ہو گئی
اک نام جھلملانے لگا دل کے طاک پر
اک یاد جیسے باعث راحت سی ہو گئی
خود کو سجا سنوار کر رکھنے کا شوق تھا
پھر اپنے آپ سے مجھے نفرت سی ہو گئی

نوید خان ڈاھا تحصیل عارفوالہ اینڈ ایم فرحان۔

زخمی پرندے

۔۔تحریر۔عامر جاوید ہاشمی۔چوک اعظم۔ 0300,7146494

شہزادہ بھائی۔السلام وعلیکم۔امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔
قارئین میں عامر جاوید ہاشمی ایک بار پھر آپ قارئین کی بزم میں ایک سٹوری لے کر حاضر ہوں امید ہے آپ سب میری حوصلہ افزائی کریں گے قارئین پیار میں دولت کونہیں دیکھنا چاہئے جولوگ دولت کیخاطر کسی کی بیٹی یا اپنے پیار کو چھوڑ دیتے ہیں وہ کہیں کے نہیں رہتے پیار کے آگے سب فضول ہے سعد نے دولت کے لالچ میں اپنی محبت کو ٹھکرا دیا مگر احمر جیت گیا۔اب سعد زخمی پرندے کی طرح پھڑ پھڑا رہا ہے۔
ادارہ جواب عرض کی پالیسی کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں مقامات کے نام تبدیل کر دیئے ہیں تا کہ کسی کی دل شکنی نہ ہو اور مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی جس کا ادارہ یا رائٹر ذمہ دار نہیں ہوگا۔اس کہانی میں کیا کچھ ہے یہ تو آپ کو پڑھنے کے بعد ہی پتہ چلے گا۔

سر راہ کچھ بھی کہا نہیں کبھی اس کے گھر میں گیا نہیں میں جنم جنم اس کا ہوں اسے آج تک یہ پتہ نہیں یہ خدا کے دین بھی عجیب ہیں کہ اسی کا نصیب ہے جسے تو نے چاہا وہ مل گیا جسے میں نے چاہا وہ ملا نہیں

تم نے آج خط میں جو من گھڑت باتیں لکھیں ہیں وہ میں پڑھ چکی ہوں اچھا ہی ہوا کہ جو تم کھل کر احمر کے سامنے آ گئے میں کسی حد تک تو تمہاری فطرت سے واقف تھی مگر تم اس حد تک گر جاؤ گے اس کا اندازہ نہ تھا۔
آج احمر بھی تمہاری اصلیت سے واقف ہو گیا ہے انہوں نے بھی تمہارے اندر چھپا انسان دیکھ لیا ہے پہلے صرف میں جانتی تھی اچھا ہی ہوا جو تم نے خود کوان کے آگے ننگا کر دیا۔
تمہیں تو مجھ سے محبت تھی یہ کیسی محبت تھی کہ تم میرا ہی گھر اجاڑنے کے درپے ہو گئے ہو سنو تمہاری کم ظرفی احمر کی اعلیٰ ظرفی سے مات کھا گئی ہے تم بری طرح ہار گئے ہو جو تم کہا کرتے تھے کہ میں نے ہارنا نہیں سیکھا ایک دفعہ پھر بری طرح ہار چکے ہو۔
مجھے تمہارے نام سے گھن آنے لگی ہے مجھے تم سے نفرت ہے کہ جسے میں لفظوں میں بیان کرنا ناممکن ہے۔ہوش سنبھالتے ہی اک نام جو اپنے ساتھ منسوب سنا تھا وہ سعد تھا۔
ہاں سعد تم تو ماموں کی پہلی اولاد ہو جسے شادی کی آٹھ برس بعد بڑی منتوں مرادوں سے لیا تھا تمہارے بعد تین بہنیں تھیں تم پانچ سال کے تھے جب تم نے مجھے اپنی گود میں اٹھاتے ہوئے کہا تھا پھوپھو یہ ننھی سی گڑیا کتنی پیاری ہے۔
میں تو اس سے شادی کروں گا تمہاری یہ بات سن کر سب ہنس پڑے تھے۔
مگر ماموں جو قریب ہی بیٹھے تھے بولے ہاں تیری بیٹی آج سے میرے سعد کی امانت ہے۔

یوں تب سے ہی میرا نام تمہارے ساتھ لیا جانے لگا لیکن ناجانے کیوں تمہاری امی کو تیرا میرے ساتھ کھیلنا اچھا نہیں لگتا مگر تم تو ہمیشہ میرے ساتھ کھیلتے تھے اور لڑتے بھی خوب میرے علاوہ تمہاری کسی اور کزن سے نہ بنتی تھی کیوں کہ تمہارے مزاج میں رعونت تھی میں احتجاج کرتی تھی تو تم میری پٹائی کر دیتے تھے اور میں روتے ہوئے ماموں سے شکایت کرتی تھی اس سے پہلے وہ کچھ کہیں تم کہہ دیتے تھے ثنا میری ہے میں چاہئے ماروں یا پیار کروں۔

تم ماموں کے اکلوتے ور لاڈلے بیٹے تھے وہ تمہاری بات سن کر ہنس پڑتے تھے والدین کے لاڈ پیار نے تمہیں بگاڑ دیا تھا اور تم اس طرح مجھ پہ ملکیت جتاتے تم اپنے سوا میرا کسی اور سے کھینا برداشت نہ کرتے تھے۔

میں جب بھی کسی دوسرے کزن سے کھیتی تھی تم میری چٹیا پکڑ کر کھینچتے تھے اور میں بلبلہ اٹھتی اور تمہیں تو مجھے اذیت دے کر مزہ آتا تھا۔

تمہاری ہمیشہ یہ کوشش ہوتی تھی کہ سب کو ہرا دوں چاہئے اس کے لیے تمہیں کتنی ہی بے ایمانی کرنی پڑے سنی اور عاشی تم سے اس لیے نہیں کھیلتے تھے کہ تم ان سے بے ایمانی کرتے تھے۔

مگر مجھے مجبورا تمہارا ساتھ دینا پڑتا تھا اچانک ابو کا تبادلہ ہو گیا ہم لاہور چلے گئے میں یہی سکول میں داخل ہو گئی چھوٹی دو بہنیں بھی سکول جانے لگیں نومی ابھی بہت ہی چھوٹا تھا شروع شروع میں سب بہت یاد آنے لگے۔

تم بھی شدت سے یاد آتے تھے اس کے باوجود کہ تم ہمیشہ مجھے مارتے تھے تم سے عجیب طرح کا انس تھا اسی لیے کسی اور کے ساتھ کھیلنے کو جی نہیں کرتا تھا مگر رفتہ رفتہ سب ٹھیک ہو گیا۔

میری بہت سی دوستیں بن گئیں تھیں اب ہم چھٹیوں میں ہی آتے مگر تمہاری بے ایمانیاں تو کم مجھے تو شروع سے ہی ناپسند تھیں اور نوشی تو ترجیح دیتی تھی کہ جوان بھانجی ہے اس کو تمہارے ساتھ کھیلنے نہ دیا جائے ویسے بھی انہیں میری ہر بات میں ہر کام میں خامی ہی نظر آتی تھی جس کا اظہار وہ سب کے سامنے کرتی تھی ان کے رویے سے میں دکھی ہو جاتی تھی مگر میں نے ہمیشہ تمہاری وجہ سے ان کے رویے کو بھی نظر انداز کیا ہے۔

کسی سے ہاتھ کسی سے نظر ملاتے ہوئے
میں بکھر رہا ہوں روداریاں نبھاتے ہوئے
کسی کو میرے دکھوں کی خبر ہو بھی کیسے
میں ہر اک سے ملتا ہوں مسکراتے ہوئے

ایک مرتبہ چھوٹیوں میں میں تمہارے ہاں گئی تو بڑی خالہ بھی آئی ہوئی تھی میں ان سے پہلی بار ملی تھی خالو کے تمہارے ابو سے کچھ اختلافات تھے اور اب ایک طویل عرصے بعد دل میں بھری نفرتیں دھلی تھیں احمر جو خالہ کی تنہا اولاد تھا وہ بھی ساتھ آیا ہوا تھا۔

وہ تم سے ایک سال ہی بڑا تھا ناجانے کیوں وہ مجھے پہلی بار ہی اچھا لگا تھا۔

ہم جتنے دن بھی رہے اس کی یہی کوشش رہی کہ وہ میرے زیادہ قریب رہے۔اور مجھے اس کی یہ ادا اچھی نہ لگی تھی۔

ایک دن ہم کھیلتے وہے ایک گیم کے بعد اس نے مجھے اپنا پارٹنر بننے کو کہا کیوں کہ میں سب سے اچھا کھیل رہی تھی سنی اور عاشی کی بھی کوشش تھی کہ ہو مجھے پارٹنر بنائیں مگر تم نے مجھے کبھی کسی دوسرے کے ساتھ کھیلنے کا حق نہیں دیا تھا۔

اور جب آج احمر نے اسی خواہش کا اظہار کیا تو تم جل ہی گئے اور نہائت بدتمیزی سے مسٹر احمر ثنا میری گیم پارٹنر ہے اور یہ میری ہی رہے گی آئندہ اس کا نام اپنی زبان پر مت لانا یہ سن کر میں

کانپ گئی احمر کو بھی شاید یہ بات تھوڑی گراں لگی ہولہذہ وہ خاموش ہی رہا اور اٹھ گیا۔

سنی اور عاشی کو بھی بہت برا لگا تبھی تو عاشی نے کہا بھائی جان آپ کو مہمانوں کا لحاظ تو کرنا چاہئے جواب میں تمہارا تمترانہ قہقہہ ابھرا تو وہ دونوں بھی اٹھ گئیں اس دن کے بعد احمر ہماری کسی سرگرمی میں شریک نہ ہوا مجھے تو ویسے بھی وہ اچھا نہ لگتا تھا احمر زیادہ ترچپ چاپ ہی رہتا تھا۔

اس کے بعد بھی تم نے اسے مخاطب کر کے طنزیہ کلمات کہے تھے مگر اس کے باوجود بھی اس نے اعلیٰ ظرفی کا ثبوت دیتے ہوئے ماموں یا اپنی والدہ کو تمہارے رویے کی شکایت نہیں کی تھی۔

شاید وہ سابقہ کسی بات کو دہرانا نہیں چاہتا تھا پھر اس کے بعد احمر ایک دفعہ خالہ کے ساتھ ہمارے گھر بھی آیا پھر خالہ نے امی کی موجودگی میں ہی کہا تھا کہ اگر ثنا سعد کی امانت نہ ہوتی تو میں اسے اپنی بہو بنا لیتی چاہے مجھے تمہارے پاؤں پکڑ کر اسے مانگنا پڑتا ان کے منہ سے یہ سن کر میں لرز گئی خالہ نے یہ کیا کہہ دیا ہے احمر کی نگاہیں بھی تو ہر وقت میرا طواف کرتی رہتیں وہ اکثر ٹکٹکی باندھے مجھے تکتا اور اس کو یوں دیکھنا مجھے بھی ناگوار گزرتا تھا۔

میں دل ہی دل میں اسے کوستی رہتی کہ جانتا بھی ہے میں کسی اور کی امانت ہوں پھر بھی ایسی حرکت کرتا ہے وقت کا بے لگام گھوڑا دوڑتا رہا اور گزرتے وقت کے ساتھ یہ جانتے ہوئے بھی کہ ممانی مجھے ناپسند کرتی ہے میں تمہارے سنگ آگے ہی آگے بڑھتی گئی۔

اگر کبھی اپنے خدشے کا اظہار کیا بھی تو تم آگے سے لاپرواہی کا اظہار کرتے کہ چھوڑو ثنا بیگم وہ میری ماں ہیں اور مجھے بے پناہ چاہتی ہیں وہ میری خواہش کبھی نہیں ٹالیں گیں۔

اور پھر تم تو پیدا ہوتے ہی میری بنا دی گئی ہو میرے ابو کے الفاظ گواہ بنا لئے گئے کہ جب میں بچہ تھا تو میرے ابو تو بچے نہ تھے۔

تمہاری ایسی باتیں سن کر میری ڈھارس بندھ جاتی ہے اور میں اپنے ذہن سے ایسے خدشات کو جھٹک دیتی ہوں احمر ہمارے ہاں سال میں تین چار چکر ضرور لگاتا تھا اور ایک بات تو طے شدہ تھی کہ وہ میری وجہ سے ہی آتا تھا لیکن میں کبھی بھی کی پزیرائی نہیں تھی حالانکہ اس کی یہی کوشش ہوتی کہ زیادہ سے زیادہ وقت میری سنگت میں گزرے۔

مجھے تو وہ ایک آنکھ نہ بھاتا تھا اور مجھے اس سے نفرت ہونے لگی تھی میں نے کبھی نفرت کا اظہار نہ کیا تھا احمر کے رویے کی وجہ سے میں نے کبھی تم سے بھی نہ کہا تھا کیوں کہ میں جانتی تھی کہ تم انتہا پسند ہو کچھ بھی کر سکتے ہو۔

ان دنوں تم ڈاکٹر بن چکے تھے اور میں تھرڈ ائیر میں تھی امی چاہتی تھی کہ اب ہماری باقاعدہ منگنی ہو جائے کیوں کہ ادھر اُدھر سے سننے کو مل جاتا کہ ممانی کہتی ہیں کہ میں ثنا کا رشتہ کسی بھی صورت نہ لوں گی وہ تو کسی بھی طرح میرے بیٹے کے قابل نہیں۔

امی ابو ایک عجیب سی کشمکش میں مبتلاء تھے اور اسی لیے انہوں نے تمہارے ابو سے بات کرنے کی ٹھان لی تھی۔

پھر تمہارے ابو سے امی نے بات کی تو انہوں نے کوئی واضح جواب نہیں دیا تھا اسی رات فون آیا کہ احمر کے والد فوت ہو گئے ہیں سب وہاں چلے گئے اور بات آئی گئی ہو گئی بات کو تین چار ماہ گزر گئے۔

پھر ایک بار احمر ہمارے ہاں آئے تو کٹے پٹے تھے خالو اپنے بھائیوں کے سبب چودہ لاکھ کا

قرضہ چھوڑ گئے تھے جو تقریباً ان کے ذمہ واجب تھا۔

مجھے ان پر بے حد ترس آیا جو محض چند لمحے تھا پھر ایک نامعلوم سی نفرت کود آئی اور میں نے ان سے افسوس بھی نہ کیا بس خاموشی سے ہر کام کیے جا رہی تھی پھر کچھ دنوں تک امی نے موقع دیکھ کر تمہارے ابو سے بات کی تو تمہارے ابو نے جواب دیا کہ صفو میں تم سے صرف بھائی بہن کا رشتہ رکھ سکتا ہوں۔ کسی نئے رشتے کو استوار کرنے کی میرے گھریلو حالات اجازت نہیں دیتے۔ ماموں نے بڑے سادھا الفاظوں میں جواب دیا اور اٹھ کر چلے گئے امی تو سناٹے میں آگئیں بھائی کو ان سے بہت پیار تھا۔ سب سے چھوٹی جو تھیں اور پھر اتنے بھی بے بس نہ تھے امی کو تمہارے ابو سے ایسی امید نہ تھی ان کے اس جواب سے یہی مطلب تھا کہ ہو تمہاری بڑھ چڑھ کر بولی لگانا چاہتے تھے وہ اپنے ڈاکٹر بیٹے کی اچھی قیمت وصول کرنا چاہتے تھے دکھ سے میرا دل بھی ڈوب گیا مگر میں اپنے دل کو سنبھالے ہوئے تھی پھر جتنے دن بھی ہم وہاں رہے ہم ماں بیٹی ایک دوسرے سے نظریں چراتے رہیں۔

صبر کی بھاری دل کو رکھے رکھی مگر گھر آتے ہی پھوٹ پھوٹ کر رو دی امی میرے دکھ کو سمجھتی تھیں اس لیے مجھے تسلیاں دیتی رہیں کہ سعد نہیں تھا جب اس کو معلوم ہوگا تو گھر والوں کو منالے گا۔

وقتی طور پر میں ان کے دلاسے سے بہل گئی تھی خالہ کو پتہ چلا تو فوراً انہوں نے احمر کے لیے جھولی پھیلا دی مگر میرے لیے یہ ممکن نہ تھا بیس سال سے ایک نام جو اپنے ساتھ سنتی آئی تھی۔ تو کیسے اسے بھلا دیتی ایک امید یہی تھی کہ جب تمہیں معلوم ہوگا تو تم ضرور کچھ کرو گے مجھے تم پر بھروسہ تھا اور اپنی محبت پر مان بھی۔ مجھے یقین تھا کہ جب تمہیں علم ہوگا تو تم ضرور کچھ کرو گے۔ گھر سر پر اٹھا لو گے۔

ماموں اور ممانی مجبور ہو کر مجھے اپنی بہو بنا لیں گے میری توقع کے مطابق ہوا بھی ایسا تھا تم نے اپنے والدین سے اپنی بات منوانے کی کوشش بھی کی مگر اس بار شکست تمہاری ہوئی تم جو سدا جیتنے کے عادی تھے اس محاذ پر مات کھا گئے تمہارے والدین نوشی کو بہو بنانے کے ساتھ ساتھ گاڑی کوٹھی اور کئی ایکڑ زمیں شامل نہ ہو سکتے تھے۔

اس دوران خالہ ایک بار پھر آئیں تو امی نے میری رضا مندی پوچھی تو میں روئے چلی جا رہی تھی یوں انہیں ایک بار پھر مایوس لوٹنا پڑا میں اب بھی پر امید تھی اک آس تھی کہ شاید گزرے وقت کی کوئی ساعت میری گرفت میں آ ہی جائے کوئی ایسا لمحہ آجائے کہ ممانی مان جائیں اور پھر جیت تمہارا مقدر بن جائے۔

کسک جب حد سے بڑھ جاتی تو میں کبھی کبھار تمہیں فون کر لیتی۔ اپنا حق مانگنے کی کوشش کرتی تھی مگر اس دن تو گویا آسمان ہی ٹوٹ پڑا جب تم نے فون پر امی کو کہا کہ پھوپھو ثنا کو سمجھائیں کہ خواں مخواں مجھے فون پر تنگ نہ کرے۔

جی چاہا کہ ذہن شل ہو جائے اور میں ایسا سماء پاؤں تم سے امید نہ تھی اور پھر نوشی کی امی نے بتایا کہ سعد کہتا ہے ثنا میرے پیچھے ہی پڑ گئی ہے میرے بچپن کی حماقت کو سچ مان بیٹھی ہے یہ سن کر میں ڈھے گئی اور سب امیدیں بھسم ہو گئیں۔

جس کی خاطر ڈٹی ہوئی تھی سب سط کچھ برداشت کر رہی تھی وہی بدنام کرنے کے درپے تھا ہاں سعد تم جو ہمیشہ بے ایمانیاں کر کے جیتتے تھے اب کے بار ایسی ہی غلط بیانیوں سے نوشی کا دل جیت لینا چاہیے تھا میں ہار گئی تھی اور یہ ہار بڑی

جان لیوا تھی تمہارے بے وفائی کے دکھ اور اذیت نے ہو کام سے دل اچاٹ کر دیا ہے۔

پڑھنے کو بالکل بھی دل نہ کرتا اور یہی دکھ رہتا ہے تم نے مجھے رسوا کیوں کیا ہے۔ اگر نوشی کی دولت کو جیتنا تمہارا مقصد تھا تو اتنی کم ظرفی کا ثبوت کیوں دیا تھا اگر میں تم سے رابطہ رکھے ہوئے تھی تو تمہارے ایمان پر تم ایسا نہیں چاہتے تھے تو تم مجھے کہہ دیتے میں قطع تعلق کر لیتی مگر یوں مجھے اپنی ہی نظروں سے تو نہ گراتے احمر کو جب حالات واقعات کا پتہ چلا تو وہ خود ہی دامن پھیلائے چلا آیا۔

مجھ سے پوچھا تو مجھے تو سوائے رونے کے کچھ نہ آتا تمہارے لگائے ہوئے زخم بھی تو ابھی ہرے تھے تم جو میرے حق میں ایسے نہ تھے میری خاطر دوسروں کو دشمن بنا لیتے تھے مگر تم نے مجھے ہی ڈس لیا تھا۔

اور احمر کو تو میں جانتی بھی نہ تھی اور جن حالات میں وہ مجھے اپنانے آیا تھا کیا پتہ کہ کل کو تمہارے ہی طعنے ملتے وہ اچھی طرح جانتا تھا میں تمہیں کس حد تک پسند کرتی تھی کتنا چاہتی تھی تمہیں

۔

پھر کیا امید رکھتی اور پھر احمر تو مجھے شروع سے ہی پسند نہ تھا خالہ کا اسرار حد سے بڑھ گیا اور تمہاری طرف سے بھی کوئی امید نہ رہی تو مجھے یوں محسوس ہوا کہ جیسے میں اپنے والدین پر بوجھ بنتی جا رہی ہوں۔

انہی سوچوں نے مجھے زیر کر دیا تھا اور میں ہار گئی بے شک وہ مجھے پسند نہ تھا مگر اس کی ثابت قدمی پر مجھے سرنگوں ہونا پڑا جس دن میں نے اس کے حق میں فیصلہ دے دیا اور وہ ساری رات خود بھی جاگے اور میرے بہنوں بھائیوں کو بھی سونے نہ دیا دوسری طرف میں ساری رات کمرے میں بند روتی رہی۔

سعد تم نے مجھے دھوکہ کیوں دیا۔ دوسری طرف احمر سیمی اور دانی کے قہقہے میرے وجود کو سڑکاتے تھے اس دن واپسی سے تھوڑی دیر قبل احمر میرے کمرے میں آیا میں نے انہیں آتا دیکھ کر کتاب پکڑ لی اور بالکل انجان بن بیٹھی شکریہ ثنا تم نے میرا مان رکھ لیا۔

میں ہمیشہ تم کو خوش رکھنے کی کوشش کروں گا۔

تو میں یہ سوچ کر رہ گئی کہ آہ تم کیا خوش رکھو گے مسٹر احمر اپنی خوشیوں کی قربت پر ہی تو تمہارے جذبات کے تاج محل کی بنیاد رکھی۔

بی اے کا رزلٹ آ گیا تو میں ہمیشہ فرسٹ ڈویژن میں پاس ہوتی تھی بڑی مشکل سے سیکنڈ ڈویژن لے سکی انہی دنوں خالہ احمر کے نام کی انگوٹھی مجھے پہنا گئیں احمر بہت خوش تھا ان کا پژمردہ چہرہ کھل اٹھا تھا اب وہ دوسرے تیسرے روز آنے لگے مگر اس نے کبھی تنہائی میں مجھ سے بات کرنے کی کوشش نہ کی مگر باتوں باتوں میں کوئی فقرہ ضرور چست کر جاتے وہ میرے منگیتر تھے مگر میرے دل میں ان کے لیے کوئی جگہ نہ بن سکی بلکہ میرے دل میں ان کے لیے ایک منگیتر کا مقام بھی نہ تھا انہیں دیکھ کر میرا دل کبھی اتھل پتھل بھی نہ ہو سکا۔

ان کے کسی محبت بھرے جملے پر میرا چہرہ کبھی گلنار نہ ہوا اب دبی دبی نفرت جو ان کے لیے میرے دل میں تھی میں اسے پوری طرح ختم نہ کر سکی تھی دل پر اختیار جو نہ تھا یہ دل تو اب بھی تمہارے لیے ہی دھڑکتا تھا ہاں سعد تمہاری بے وفائی کے باوجود بھی مجھے تم سے نفرت نہ ہو سکی بے شک تمہارے دیئے ہوئے گھاؤ بھرے نہ تھے۔

جب سب یاد آتا تو من دکھی ہو جاتا مگر کبھی کوئی بد دعا تمہارے لیے میرے لبوں سے نہ نکلتی

تھی یہ خبر کسی دھماکے سے کم نہ تھی کہ نوشی نے تم سے شادی سے انکار کر دیا تھا اس نے کہا تھا کہ تم نے سعد آج تھوڑی سی دولت کے لیے ثنا کو داؤ پر لگا دیا ہے تو کل کو کسی اور کے لیے مجھے بھی چھوڑ سکتا ہے۔

جس دن یہ خبر سنی وہ دن میری خوشی کا دن تھا مجھے خوشی ہوئی نوشی کی دور اندیشی پر اور تمہاری شکست پر ممانی کے غرور کے ٹوٹنے پر اسی دولت کی خاطر ماموں نے اس بہن کو چھوڑ دیا تھا جس سے شادی کے بعد بھی انہوں نے دوردھن گوارہ نہ کیا تھا اور تب تک انہیں پاس رکھا جب تک ابو تبادلہ نہ ہو گیا تھا۔

پھر پتہ چلا کہ تمہارے ابو بیمار ہیں وہ امی کے اکلوتے بھائی ہیں یہ سن کر امی پریشان ہو گئیں وہ جانا چاہتی تھیں مگر مجبور تھیں کہ ابو کا ڈر تھا پھر میرے اصرار پر ابو نے جانے کی اجازت دے دی۔

اور یوں وقتی دوری جو بہن بھائی میں حائل ہو گئی تھی وہ مٹ گئی میں خود بھی دلیر بن کر ماموں کی بیمار پرستی کے لیے گئی نوشی نے تمہیں ٹھکرا کر میرا بدلہ لے لیا ہے تو میں مطمئن اور پر سکون ہو گئی۔

اس دفعہ جب میں تمہیں سعد بھائی کہہ کر مخاطب کرتی تو تم چونک جاتے تم میرے چہرے پر بیتے لمحوں کی پرچھائیاں ڈھونڈتے گئے دنوں کی یادیں تلاشتے مگر سب کچھ میں دفن کر چکی تھی۔

میرے اس رویے پر تم جھنجھلا جاتے اور پھیکی سی مسکراہٹ میرے لبوں پر آ جاتی تھی۔

ایک دو بار تم نے ماضی کے حوالے سے بات کرنے کی کوشش کی مگر میں نے موضوع ہی بدلا دیا ممانی کا رویہ بھی اب میرے ساتھ ٹھیک ہو گیا تھا وہی جو میرے وجود کو ناگوار سمجھتی تھیں اب صدقے واری جاتیں ہیں اور میں ان کی اس تبدیلی پر حیران رہ جاتی ہوں مگر اس دنیا میں سب کچھ ممکن ہے۔

اس کے بعد بھی تم یا تمہارے گھر کا کوئی فرد ہمارے گھر آیا تو میں نے جی جان سے اس کی مہمان نوازی کی تم لوگوں کو تمہارا سابقہ رویہ یاد نہیں دلایا۔ تمہارے ابو کو اب احساس ہوا تھا کہ انہوں نے میرے ساتھ کتنی زیادتی کی تھی۔

اس کے ازالہ وہ خالہ کے پاس گئے کہ وہ میرے رشتے سے انکار کر کے عاشی کا رشتہ لے لے تا کہ وہ سعد کے لیے مجھے بہ بنالیں مگر یہ سب احمر نے سنا تو وہ بھڑک اٹھے کہ ثنا کوئی کھلونا نہیں ہے جب جی چاہا اسے توڑ دیں اور جب جی چاہا اس سے کھیلنا شروع کر دیں میں آپ کی طرح مطلب پرست نہیں ہوں اس کو حاصل کرنے کے لیے آپ کو میری لاش سے؛ پھلانگنا ہوگا۔

یوں تمہارے ابو اپنا منہ لے کر واپس چلے گئے ماموں نے بھی دوسری چال چلنے کی کوشش کی تھی کہ بیٹی کا گھر بھی بس جائے اور میرے سامنے بھی شرمندگی نہ ہو۔

شادی پر تم خاص طور پر پہلے ہی آئے تھے یہ دیکھنے کے لیے کہ میں خوش ہوں یا نہیں مگر میں نے بھی تم لوگوں سے وقت کے ساتھ چلنا سیکھ لیا تھا تم کچھ بھی نہ کر سکے میں سارا دن تمہارے سامنے ہنستی مسکراتی رہی اور تمہیں خوب جلاتی اور رات کو سارا غبار آنکھوں کے راستے دل کا نکال لیتی تھی۔

پھر ایک دن تم نے پوچھا ثنا تم خوش ہو ناں

ہاں کیوں ناں خوش ہوں ساری جائداد کا وہ اکیلا تو وارث ہے مجھے اور کیا چاہئے۔

میرا یہ جواب سن کر تمہاری آنکھوں میں جو چمک تھی وہ ماند پڑ گئی تھی تمہارے چہرے کا رنگ پھیکا پڑ گیا۔ ثنا تمہیں مبارک ہو تم میری تو نہ ہاسکی۔

بکواس بند کرو تمہاری بات ختم ہونے سے پہلے ہی میں چیخ اٹھی تھی تمہارے اس طرح مبارک دینے پر میرا وجود سلگ اٹھا تھا دفع ہو جاؤ یہاں سے میں نے غصے سے کہا اور یہی دفعہ نے تمہارے لیے میرے دل میں نفرت کا جذبہ پیدا کر دیا تھا وہ پھر تم شادی سے چار روز پہلے ہی چلے گئے۔

تم جو پلان بنا کر آئے تھے مجھے جلانے کے لیے مجھے اذیت دینے لے لیے اس میں خود ہی جل کر بھسم ہو گئے اور اس لمحے میں بہت ہی خوش تھی تم جو ہمیشہ دوسروں کو ہرایا کرتے تھے۔

اب قدم قدم پر ہار تمہاری منتظر تھی تمہیں علم تھا نہ کہ میں احمر کو ناپسند کرتی ہوں اس لیے تم میری آہ بکا سننے آئے تھے میرے ارمانوں کے لٹنے کا تماشہ دیکھنے مگر یہاں بازی الٹی دیکھ کر برداشت نہ کر سکے اور چلے گئے۔

ایک زخمی مسکراہٹ میرے لبوں پر پھیل گئی اور تمہاری امی حیران ہو کر مجھے دیکھنے لگیں جب میں شادی کے ایک ایک کام میں بھرپور حصہ لے رہی تھی گو کہنے والوں نے تو یہ بھی کہا تھا کہ لڑکی کتنی بے باک ہے مگر مجھے کیا پرواہ تھی۔

مگر میں نے ممانی کو بھی یقین دلایا کہ ان کے بیٹے کے بغیر میں مر نہیں گئی بلکہ زندہ ہوں اور بہت خوش ہوں۔

احمر نے شادی سے پہلے یہ کہا تھا کہ ثنا تم شادی دے پہلے جو کچھ بھی تمہارے جو جذبات تھے مجھے ان سے کوئی سروکار نہیں ہے کیوں کہ تب تم میری نہ تھی میں نے تمہاری سابقہ ہر غلطی ہر رویے کو معاف کیا آج سے تم میری ہو اور مجھے امید ہے کہ تم آئندہ کوئی قدم نہیں اٹھاؤ گی جس سے مجھے شرمندہ ہونا پڑے ان کے انہیں ان الفاظوں میں ہی سچائی تھی۔

ایسا احمر تھا جس نے میرے سارے خدشوں کو بے بنیاد ثابت کر دیا تھا اور احساس ممنوعیت سے میرا سر جھکتا چلا گیا۔

دل کی اتھاہ گہرائیوں سے ڈھیروں محبت احمر کے لیے عبور کر آئی آج میں بہت خوش ہوں وہ مجھے بہت چاہتے ہیں۔ اتنا کہ میں نے کبھی سوچا بھی نہ تھا کبھی تصور بھی نہ کیا تھا مگر تم زخمی پرندے کی طرح آج پھر پھڑ پھڑا رہے ہو۔

میری خوشیاں تمہیں بھسم کیے جا رہی ہیں اس دفعہ میری ہار میری جیت جو بن چکی تھی بھلا اک لڑکی کو اور چاہئے تھا جو میرے پاس ہے۔

سعد تمہاری گھٹیا سوچ اور ذہانت میرا کچھ نہیں بگاڑ پائی تم نے کئی مرتبہ میری پرسکون زندگی میں پتھر پھینک کر طلاطم پیدا کرنے کی کوشش کی ہے۔

احمر کے ساتھ اس طرح کی باتیں کیں ہیں کہ جن سے تمہارے ساتھ میرے سابقہ تعلقات ظاہر ہوں اور ان باتوں کو کوئی شوہر بھی برداشت نہیں کر سکتا یہ سب تم احمر کے دل میں میرے لیے نفرت پیدا کرنے کے لیے کرتے ہو۔

مگر تمہاری کوشش ہر بار ثابت قدم نہیں ہوتی انہیں مجھ پر مکمل اعتماد ہے اس کے باوجود بھی تم نے اپنی رہی سہی عزت بھی ان کی نظروں میں ختم کر دی ہے اور میرے دل میں اپنی نفرت کے پودے کو مزید تناور کر دیا ہے۔

تمہاری انہیں باتوں کی وجہ سے ایک دن تمہیں ڈانٹ دیا اور اپنے گھر آنے سے منع کر دیا جس پر احمر نے مجھے ڈانٹا کہ گھر آئے مہمان سے ایسا سلوک نہیں کرتے حالانکہ تم مہمان بن کر تو نہیں آئے تھے تو تم ہمارے درمیان نفرت کا بیج بونے آتے ہو۔

آج کی دوداد بھی سنا دوں تمہارا لکھا ہوا خط بھی موصول ہو گیا ہے اور میں اچھی طرح جانتی

ہوں کہ میں نے تمہیں اپنے گھر آنے سے روکا تھا اور خط تم نے اپنی بے عزتی کا حساب چکانے کے لیے رکھا تھا تمہارا لکھا ہوا خط تمہاری سوچ کے عین مطابق احمر نے ہی موصول کیا تھا۔

خط پڑھ کر وہ گم سم سے ہو گئے اور غور سے مجھے دیکھنے لگے تو مجھے پریشانی ہوئی بہت پوچھا تو انہوں نے کچھ نہیں بتایا اور باہر چلے گئے۔

آدھی رات کے قریب وہ گھر لوٹے اس سے پہلے وہ گھر سے اتنی دیر باہر کبھی نہیں رہے تھے میں بہت پریشان تھی وہ بہت خوش اور ہشاش بشاش تھے انہوں نے وہ خط میری جانب بڑھا دیا جو دوپہر کو موصول ہوا تھا میں نے اسے کھولا اور جیسے جیسے پڑھتی گئی ہوش ہواس سے بیگانہ ہوتی گئی۔

تمہارا لکھا ہوا خط مختصر دہرا دیتی ہوں۔

جان سے عزیز ثنا۔

اب یہ دوری ناقابل برداشت ہوتی جا رہی ہے تم نے جو وعدہ کیا تھا کہ شادی ہو جائے تو میں طلاق لے کر ہمیشہ کے لیے تیری ہو جاؤں گی کیوں کہ بقول تمہارے تم احمر کو سبق سکھانا چاہتی ہو۔

اس کا یہی جرم ہے کہ اس نے ہم دونوں کے درمیان میں آ کر ہم دونوں کو جدا کر دیا ہے اپنے پچھلے خط میں تم نے لکھا تھا کہ دن کا جگہ کا یقین کر لو میں کپڑے اور زیور لے کر پہنچ آؤں گی۔

لیکن مجھے تمہاری دولت کی نہیں تمہاری ضرورت ہے مزید دیر مت کرو کافی عرصے سے تمہیں دیکھا بھی نہیں اور تم اپنی امی کے ہاں بھی نہیں آئی ہو یہاں آتی تو کم سے کم تمہیں دیکھ کر آنکھوں کی پیاس تو بجھ جاتی بس اب جلدی سے کوئی فیصلہ کر دو اور آنے سے پہلے جگہ کا بتا دینا۔

جگہ کے بارے میں پوچھو تو اب بھی لاہور کا وہی ہوٹل ہے جہاں تم شادی سے پہلے ملا کرتی تھی شدت سے انتظار رہے گا۔ تمہارا سعد۔

میں نے رونا شروع کر دیا تھا اس سے پہلے کہ میں اپنی بے گناہی بتاتی وہ مسکرائے اور بولے جان میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ یہ گری ہوئی حرکت کس کی ہے میں نے سوالیہ نظروں سے دیکھا تو انہوں نے یقین سے کہا یہ سب سعد کی کارستانی ہے۔

انہوں نے خط پر لگی ہوئی مہر دکھاتے ہوئے کہا جس سے تمہارے شہر کا نام صاف پڑھا جا سکتا ہے اور میں سب کچھ سمجھ گئی کہ تم نے یہ خط احمر کے جذبات سے کھیلنے کے لیے لکھا تھا۔ تاکہ وہ جذبات میں آ کر ناقابل تلافی کوئی قدم اٹھائے۔

مگر سعد کان کھول کر سن لو میرا شوہر تمہاری توقع سے بھی تحمل مزاج اور دور اندیش انسان ہے انہوں نے مجھے پریشان کیے بغیر کوئی بھی قدم اٹھانے سے پہلے خوب غور و فکر کا ہے اور جب غلطیاں سمجھ گئے تو مجھے بتایا ان کی عظمت ایک بار پھر تمہیں مات دے گئی جب کہ تمہارے جیسا جلد باز یا کوئی مطلب پرست ہوتا تو مجھے طلاق دے دیتا۔

تمہارے عزائم پھر ناکام رہے سعد تم نے تو میرا گھر اجاڑنے کی کوئی کسر نہ چھوڑی تھی احمر کتنے عظیم انسان ہیں اور تم ان کے پاؤں کی دھول کے برابر بھی نہیں ہو اس لمحے وہ کہہ رہے تھے ثنا پریشان مت ہونا تمہارا احمر اس طرح بغیر دیکھے بغیر پرکھے بدگمان ہونے والا نہیں ہے تمہارا احمر لوگوں کی باتوں میں آ کر اپنی خوشیاں برباد نہیں کرے گا۔

پتہ نہیں کیا کیا کہہ رہے تھے مجھے تو کچھ سنائی نہیں دے رہا تھا میں تو ان کی مستی میں تحلیل ہو گئی

تھی

قارئین کیسی لگی کہانی ضرور بتایئے گا۔

دل سوال کرتا ہے
منزلیں بھی اس کی تھیں راستہ بھی اس کا تھا
اک میں اکیلا تھا قافلہ بھی اس کا تھا
ساتھ ساتھ چلنے کی سوچ بھی اس کی تھی
پھر راستہ بدلنے کا فیصلہ بھی اس کا تھا
آج کیوں اکیلا ہوں دل سوال کرتا ہے
لوگ تو اس کے تھے کیا خدا بھی اس کا تھا

لو اپنا جہاں دنیا والو ہم اس دنیا کو چھوڑ چلے
جو رشتے ناطے جوڑے تھے وہ رشتے ناطے توڑ چلے
کچھ سکوں کے سپنے دیکھ چلے کچھ دکھ کے سپنے جھیل چلے
تقدیر کی اندھی گردش نے جو کھیل کھلائے کھیل چلے
ہر چیز تمہاری لوٹا دی ہم لے کر کچھ بھی نہ ساتھ چلے
پھر دوش نہ دینا دنیا والو ہم لے کر خالی ہاتھ چلے
یہ رہ اکیلے کٹتی ہے یہاں ساتھ نہ کوئی یار چلے
اس پار نا جانے کیا پائیں اس پار تو سب کچھ ہار چلے

۱۔وہ کیسے لوگ تھے یارب جنہوں نے پالیا تجھے
ہمیں تو ہو گیا دشوار اک انسان کا ملنا
۲۔میرے دل کی وفاؤں کا صلا تو دیکھو دوستو
طلبگار اس کا ہے جس کو میرا کچھ احساس نہیں
۳۔خیرات میں ملی خوشی ہمیں اچھی نہیں لگتی
ہم اپنے دکھوں میں رہتے ہیں نوابوں کی طرح

۴۔ہم تو ہنستے ہیں دوسروں کی ہنسانے کی خاطر
ورنہ دل پہ زخم اتنے ہیں کہ رویا بھی نہیں جاتا۔

عامر جاوید ہاشمی۔چوک اعظم

انسان سے دعا لینی بڑی بات ہے مخلوق کو راضی کر لیجئے۔اگر مخلوق راضی ہو جائے تو دلوں کو راحت حاصل ہوتی ہے کبھی کسی کی بات مان لیں اور کبھی اپنی منوالیں ۔۔۔۔۔۔۔محمد صفدر دکھی گلستان کالونی

جب وہ آیا تو کوئی در، کوئی کھڑکی نہ کھلی
اس نے آنے میں بہت دیر لگا دی ہو گی
دوش اپنا بھی ہے کچھ بات بگڑ جانے میں
اور لوگوں نے بھی کچھ اس کو ہوا دی ہو گی

✪ ....اے جی۔حافظ آباد

دل کے بازار میں دولت نہیں دیکھی جاتی
ہو جائے محبت تو صورت نہیں دیکھی جاتی
ایک ہی انسان پر لٹا دو سب کچھ
کیونکہ جو چیز پسند آ جائے اس کی قیمت نہیں دیکھی جاتی

✪ ....محمد نوید۔کنگن پور

دل رہی ہے کیوں آن تیری نظر ہم سے
کر رہے ہو بات کرنے میں درگزر ہم سے
دیدار دے کے تو مجھے جینے کی آس دے دے
ہوتا نہیں اب اور صبر ہم سے

✪ ....محمد نوید۔کنگن پور

تجھے بھول کر ہم سے بھلایا نہ گیا
تیرے جانے کے بعد ہم سے گھر سجایا نہ گیا
نہ خاطر ہی تھے سب سے ناطے
پھر کسی سے تم جیسا تعلق بنایا نہ گیا

✪ ....محمد نوید۔کنگن پور

ترک تعلق کی اس نے کوئی معقول وجہ نہ بتائی مجھے ساغر
بس اتنا کہا محبت کے ساتھ دولت بھی ضروری ہے

✪ ....ثقلین ساجد۔آزاد کشمیر

میں نے جواب عرض کیوں پڑھنا شروع کیا

میں میٹرک میں پڑھتا تھا مجھے قلمی دوستی کا شوق پیدا ہوا دراصل میں اپنی دوستی کا نیٹ ورک پورے پاکستان میں پھیلانا چاہتا تھا جس کے لیے میں نے چند ایک قلمی دوستی کے راسالے منگوائے مگر پھر بھی میں تشنہ لب رہا کیوں کہ ان رسائل میں کوئی صداقت نہ تھی سب ایڈریس فرضی تھے پھر میں نے جواب عرض دیکھا تو اس میں کالم ملاقات ملا اس میں جتنے بھی دوستوں سے رابطہ کیا الحمد اللہ سب نے جواب دیا اب وہ میرے سچے اور پکے دوست ہیں اب جواب عرض کی صداقت پر یقین آیا اور میں جواب عرض سے ناطہ جور لیا یاسمین لاہور۔اقصیٰ ٹوبہ۔رقیہ پنڈی۔اقراء تلہ گنگ۔اور میری محسن عزیز النساء۔میری اچھی دوست ہیں اب تو جواب عرض ہے اور میں ہوں یہ بھی میری جواب عرض سے تعلق کی وجہ۔

خلیل احمد ملک شیدانی شریف------------

میں نے جواب عرض اس لیے پڑھنا شروع کیا کہ اس میں حقیقت پر مبنی کہانیاں ہوتی ہیں جن سے انسان بہت کچھ سیکھتا ہے جواب عرض کے اندراتنی سچائی اور درد چھپا ہوا ہے کہ بعض اوقات تو میں اسے مکمل پڑھنے سے ناکام ہو جاتا ہوں------

نامعلوم ------------

میں نے جواب عرض اس لیے پڑھنا شروع کیا کہ میرے ایک دوست نے مجھے عید موقعہ پر جواب عرض گفٹ میں پیش کیا تھا تب سے جواب عرض میرا دوست بنا ہے اور اس سے میرا رشتہ جڑا

محمد آصف دکھی شجاع آباد

میں نے جواب عرض اس لیے پڑھنا شروع کیا کہ میں ایک دن میر احمد میر کے گھر گیا تو ان کے گھر میں مجھے جواب عرض نظر آیا میرا دل چاہ رہا تھا کہ میں اس کو پڑھنے کے لیے لے جاؤں اس سے اجازت لیکر میں گھر لے گیا اور پورا پڑتا گیا اور سکون ملتا گیا تب سے جواب عرض سے میرا رشتہ ہے ------

رمضان بگٹی سوئی گیس

میں نے جواب عرض تب پڑھنا شروع کیا جب میں سارا دن روتی رہتی تھی تو میں نے جواب عرض کا سہار لیا اس لیے مجھے اس سے پیار ہو گیا ہے اب میں ہوں جواب عرض ہے میں نے کبھی بھی خود کو تنہا نہیں سمجھا دنیا کے ہر دکھ ہنس کر سہہ لیتی ہوں کیوں کہ جواب عرض سن لیتا ہے اس نے مجھے حالات کا مقابلہ کرنا سکھا دیا ہے

رقیہ باریاض لاہور

میں نے جواب عرض تب پڑھنا شروع کیا جب مجھے میرے سبھی رشتہ دار چھور گئے تو میں نے جواب عرض کا سہارا لیا اور ہر ماہ اپنا ہر دکھ اسی کو سناتی ہوں

روبینہ ناز لاہور

میں نے جواب عرض تب پڑھنا شروع کیا جب میں اکیلا رہ گیا تھا میری جان مجھے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے چھوڑ گئی پھر میں نے جواب عرض کا سہارا لیا

فیضان قیصر راولپنڈی

میں نے جواب عرض اس وقت پڑھنا شروع کیا جمیری کزن کشور کرن کی کہانیاں آنے لگی تو مجھے بہت خوشی ہوئی تب سے آج تک میں وہ جواب عرض لیتا ہوں جس میں آپی کشور کی کہانی ہو تو بہت شوق سے پڑھتا ہوں

---طالب حسین پتوکی

گلدستہ

اچھی باتیں

☆ آہستہ مگر مسلسل چلنا کامیابی کی ضمانت ہے۔
☆ اگر چڑیوں میں اتحاد ہو جائے تو وہ شیر کی کھال اتار سکتی ہیں۔
☆ عقل منداس وقت تک نہیں ہوتا جب تک خاموشی نہیں ہو جاتی
☆ رزق کی کمی اور زیادتی دونوں برائی کی طرف ہی لے جاتی ہیں
☆ دوست وہ ہے جو دوست کا ہاتھ پریشانی اور تنگی میں پکڑتا ہے
☆ جو کوئی اپنی کمائی سے روٹی کھاتا ہے اسے حاتم طائی کا احسان نہیں اٹھانا پڑتا۔
نفرت دل کا پاگل پن ہے
محمد صفدر دُکھی گلستان کالونی کراچی

دعاؤں کے قبولیت اوقات

☆ فرض نماز کے بعد
☆ اذان اور اقامت کے درمیان
☆ تہجد کے وقت
☆ بارش برستے وقت
☆ سفر میں

اقوال ذریں

☆ زندگی بسر کرو سادگی کے ساتھ
☆ کام کرو دلجمی کے ساتھ
☆ بحث کرو دلیل کے ساتھ
☆ کسی کے کام آؤ خلوص کیساتھ
☆ تاریخ پڑھو عبرت کیساتھ
☆ عبادت کرو عاجزی کے ساتھ
☆ چھوٹوں سے ملو شفقت کیساتھ
☆ بڑوں سے ملو احترام کے ساتھ
ضیاقت علی کوٹلی

عقل

عقل پر پردہ آنکھوں میں موتیا کی مانند نہیں اترتا اس سے نظر کمزور ہوتی ہے اس سے وقل مثبت کام سے محروم ہو جاتی ہے سوچ منفی رخ اختیار کر لیتی ہے بینائی کمزور ہو جاتی ہے ہم عینک کی ضرورت محسوس کرتے ہیں لیکن عقل پر پردے کو ماننے کو تیار نہیں ہیں اپنی اصلاح کے بجائے اپنے منفی رویوں کے حق میں دلائل دیتے ہیں حالانکہ ہم جانتے ہیں کہ یہ سراسر غلط ہے
محمد آفتاب شاد کوٹ ملک دو کاٹھ

مسکراہٹ کی طاقت

اگر اک ہارا ہوا انسان ہارنے کے بعد مسکرائے تو جیتنے والا اپنی جیت کی خوشی کھو دیتا ہے یہ ہے پاور آف سمائل۔

اچھا دوست

اچھا دوست سفید رنگ جیسا ہوتا ہے سفید رنگ میں کوئی بھی رنگ ملا کر نیا رنگ بنایا جا سکتا ہے مگر دنیا کے سارے رنگ ملا کر بھی سفید رنگ نہیں بنتا
محمد زبیر شاہد چک 4\MR ملتان

مسکرائیے

☆ ویٹر۔ دس روپے ٹپ تو میری انسلٹ ہے
سردار۔ تو پھر
ویٹر۔ بیس روپے تو دیں ناں۔
سردار۔ نہیں یار ہم تمہاری ڈبل انسلٹ نہیں کر سکتے
☆ ایک چرسی نے اپنے دوستوں کی دعوت کا پروگرام اپنے ہی گھر میں بنایا اپنے ہی گھر سے بکرا چوری کیا اور خوب دعوت اڑائی صبح جب چرسی گھر پہنچا تو بکرا گھر میں موجود تھا اس نے اپنی بیوی سے پوچھا کہ بکرا کہاں سے آیا بیوی بولی بکرے کو گولی مرو یہ بتاؤ رات کو تم چوروں کی طرح کتے کو کہاں لے جا رہے تھے
عامر شہزاد چکسوئم شورکوٹ سٹی
☆ ایک زمیندار لڑکا اپنی نئی نویلی دلہن کو بگھی میں شہر سے گاؤں لے جا رہا تھا ایک جگہ پر گھوڑے نے

ٹھوکر کھائی لڑکے نے سختی سے کہا یہ پہلی غلطی ہے پھر گھوڑا لڑکھڑایا لڑکے نے غصے سے کہا کہ یہ دوسری غلطی ہے پھر تیسری جگہ گھوڑے نے ٹھوکر کھائی تو لڑکے نے غصے سے کہا یہ تیسری غلطی ہے اور پھر نیچے اتر کا گھوڑے کو گولی مار دی جب گھر پہنچ کر دلہن نے شوہر کو آڑے ہاتھوں لیا اس کی بے رحمی پر شوہر کو خوب کھری کھری سنائی جب دلہن بول کر چپ ہو گئی تو لڑکے نے کہا یہ پہلی غلطی ہے اس کے بعد شوہر اور بیوی میں کبھی جھگڑا نہیں ہوا تھا۔

عامر شہزادا اینڈ حوالدار ارشد بٹ

موتی کی قیمت

ایک مرغ بھوک سے بے تاب ہو کر دانے دنکے کی تلاش میں ایک کوڑے کے ڈھیر پر جا پہنچا کافی محنت کے بعد آخر اسے ایک قیمتی موتی ملا موتی کو دیکھ کر مرگ نے بڑی حسرت کے ساتھ آہ بھر کر کہا افسوس اتنی محنت کے بعد ملا بھی تو موتی جس سے نہ میرا پیٹ بھر سکتا ہے اور نہ دل کو تسلی مل سکتی ہے کاش اس کے بدلے گندم یا چنے کا ایک دانہ ہی مل جاتا جس سے میں پیٹ کی آگ بجھا لیتا۔ موتی کی قیمت جوہری جانے

راشد لطیف صبرے والا ملتان

گلدستہ

☆ کوئی پیار کرنے والا اگر دکھ دے تو آپ کی آنکھوں میں آنسو آ جائیں تو اس یقین کے ساتھ آنسو صاف کر لینا کہ وہ تم سے زیادہ دکھی ہوگا

☆ اگر تمہیں وہ نہ ملے جس کو تم نے مانگا ہو تو سمجھ لو کہ تمہیں کسی اور نے مانگ لیا ہے۔

☆ محبت کسی ایسے شخص کی تلاش نہیں کرتی جس کے ساتھ رہا جائے بلکہ ایسے شخص کی تلاش کرتی ہے جس کے بغیر نہ رہا جائے

سیدہ امامہ راولپنڈی کہوٹہ

اچھی باتیں

سلطان محمود غزنوی نیا پنے غلام ایاز کو ایک انگوٹھی دی اور کہا کہ اس پر ایک جملہ لکھو جس میں اگر خوشی میں دیکھو تو غمگین ہو جاؤ اگر غم میں دیکھو تو خوش ہو جاؤ غلام یاز نے لکھ دیا کہ یہ وقت بھی گزر جائے گا

امداد علی عرف ندیم عباس میرپور

سچا پیار

☆ ضرور چھپا ہوتا ہے اس میں جب ماں ماتھا چومے۔

☆ جب بہن کام ختم ہونے کے بعد کہے کہ جب میں چلی جاؤں گی تو تمہارا کام کون کرے گا۔

☆ جب بڑا بھائی تم نے یہ پسند ہے تو رکھ لو میں اور لے لوں گا۔

☆ جب چھوٹا بھائی کہے اچھا نہ ایک تمہارا ایک میرا۔

☆ جب استاد شفقت سے سر پہ ہاتھ رکھ کر سبق دے۔

☆ جب کوئی راہگیر یا مسافر کو گھر لے جا کر کھانا کھلائے۔

☆ جب ایک نوجوان بس میں احتراماً کسی بزرگ کو سیٹ دے۔

جب کائی کسی کی زندگی سنوار دے

☆ جب ایک دوست دوسرے سے کہا کہ ٹینشن مت لو یار میں ہوں ناں۔

خلیل احمد ملک شیدانی شریف

کامیڈی غزل

کہا کس نے کہ کر کے شادیاں ارمان کم نکلیں
ہیں چار بیویاں ایسی کہ ہر بیوی پہ دم نکلے
کل اک خاتون کی تعریف جن صاحب کے آگے کی
ہماری شامت عمال وہ اسی کے خصم نکلے
گئے تھے حال دل ان کو سنانے تو اکیلے تھے مگر جب گھر سے نکلے تو
پولیس کے ساتھ ہم نکلے
وہ حرکت تھی ایسی کہ جس پہ کہنا پڑا
طاہر بہت بے آبرو ہو کر تیرے کوچے سے ہم نکلے۔

دکھی طاہر سلیم مٹھو بلوچ سرگودھا سٹی

گرمیوں کا موسم

گرمیوں کا موسم تھا اپنے عروج پر تھا گاؤں میں ایک ماسی رہتی تھی اس کے دو بیٹے تھے گاؤں کے زمیندار کی ایک بیٹی تھی جس کا نام بلو تھا ماسی کے بیٹے کا نام گلو تھا گول بلو کو پسند کرتا تھا اور بلو گلو کے بھائی کو جبکہ گلو کے بھائی کو بلو کی کزن اچھی لگتی تھی لیکن بلو کی کزن گلو کو پسند کرتی تھی حالانکہ گلو پہلے ہی بلو کو چاہتا تھا اب جبکہ بلو کو گلو اچھا نہیں لگتا اور گلو کا بھائی بلو کے لیے راضی نہیں ہے اور گلو بلو کی کزن سے پیار نہیں کرتا جبکہ بلو کی کزن کو گلو کا بھائی اچھا نہیں لگتا یہ تو ان کا مسئلہ ہے یار آپ ٹینشن نہ لو ہمیں کیا یہ بتاؤ آج گرمی کے یا کہ مجھے ہی لگ رہی ہے۔

اقصد علی فراز گاؤں پانڈوال

لطیفے

☆ ایک سردار کے گھر میں گیس کا بل آیا وہ گیس آفس گیا اور پوچھا مجھے یہ تو بتاؤ کیا دوزخ بھی ہمارے میٹر سے چلتی ہے

☆ ایک سردار کے سر میں چوٹ لگ گئی وہ نرس کے پاس گیا نرس نے کہا کہ تین ٹانکے لگیں گے

سردار کتنے پیسے لگیں گے

نرس تین ہزار

سردار باجی جی صرف ٹانکا لگوانا ہے کڑھائی نہیں کروانی

☆ لڑکی ڈاکٹر سے پلیز میرے بوائے فرینڈ کو بھی اندر بلا لیں

ڈاکٹر۔ ڈرنے کی کوئی ضرورت نہیں میں نہایت شریف آدمی ہوں

لڑکی۔ تو سر آپ کی نرس باہر اکیلی ہے اور وہ نرا کنجر ہے

☆ استاد۔ بندر اور گدھے میں کیا فرق ہے۔

شاگرد۔ اگر لطیفہ پڑھنے والا ہنس پڑے تو بندر اور نہ ہنسے تو گدھا۔

ٹیچر اگر سچے دل سے دعا کی جائے تو ضرور قبول ہوتی ہے۔

شاگرد۔ رہنے دو میڈم۔ اگر ایسا ہوتا تو آپ میری بیوی ہوتیں۔

☆ کلاس میں استاد نے کہا تم میں سے جو بے غیرت ہے ہو کھڑا ہو جائے کوئی لڑکا کھڑا نہ ہوا ایک ہوا تو استاد نے کہا تم بے غیرت ہو۔ شاگرد نے کہا سر آپ اکیلے کھڑے تھے اس لیے مجھے شرم آ گئی تھی۔

حضرت عمر فاروق

ایک شخص نے کسی سے پوچھا عمرؓ کون ہیں۔

جواب ملا۔ حضرت عمرؓ وہ ہیں جن کو ہمارے نبی ﷺ نے مانگا تھا وہ عمر جنہوں نے بائیس لاکھ افواج میں غیر مسلم علاقے میں اسلام کا جھنڈا لہرایا۔

وہ عمرؓ جن کو دیکھ کر شیطان رستہ بدل لیتا ہے وہ عمرؓ جن کی بہادری پر یہودی یہ کہنے پر مجبور ہو گئے کہ اگر حضرت عمرؓ ایک سال اور حکومت کرتا تو پوری دنیا پر اسلام کی حکومت ہوتی۔

محمد سلیم چدھڑ۔ روڈہ تھل

اپنے بھائی کے نام

بھائی لوٹ آنا ماں کی آنکھوں میں امید کی جوت بجھنے سے پہلے۔ باپ کے دل سے آس کا دامن چھوٹنے سے پہلے لوٹ آنا بھائی کی نظر میں اعتماد ٹوٹنے سے پہلے بہنا کے دل سے خواہشوں کے جگنوں اڑنے سے پہلے اور اس معصوم لڑکی کی آنکھوں سے معصوم خواب ٹوٹنے سے پہلے جس کا دل تیری آواز پہ دھڑکتا ہے۔ بھیا جلد لوٹ آنا بھیا جلد لوٹ آنا۔ رابعہ ارشد رابی منڈی بہاوالدین۔

مہکتی کلیاں

☆ خوبصورتی علم و آداب سے ہوتی ہے لباس سے نہیں۔

☆ آنسو بہانا دل کو روشن کر دیتا ہے

☆ حیا اور کم بولنا عقل کی نشانیاں ہیں

☆ زبان ایک خنجر ہے۔

منصور ادریس بیگم پورلاہور

میری زندگی کی ڈائری

محمد زبیر کی ڈائری

زندگی کی ہے جو خوش ہوتا ہے اس کے لیے زندگی جنت ہے اور جس کی زندگی میں غم ہیں وہ کہتا ہے کہ اے زندگی بس تو میرا حساب کر لے میں جس کے بارے میں نے جس کے بارے میں بھی اچھا سوچا ہے جس کا بھلا کیا اسی نے مجھے دکھ دیا ہے پتہ نہیں میرا قصور کیا ہے چلو اللہ جو کرتا ہے بہتر ہی کرتا ہے اب میں زندگی میری خوشیاں ہی خوشیاں میں ایف کے ساتھ بہت خوش ہوں سات ماہ بعد ایف سے میری شادی ہونے والی ہے ایف زیڈ اک دوسرے سے بہت پیار کرتے ہیں مجھے میری محبت مل گئی ہے اور ایف زیڈ سے بہت پیار کرتی ہے اللہ سے دعا ہے کہ ہمارے پیار کو کسی کی نظر نہ لگے

محمد زبیر شاہد۔ ملتان

خرم کی ڈائری

انسان زندگی کی مشکلات سے تو گزرتا ہے لیکن اسے کبھی زندگی میں ہمت نہیں ہارنی چاہئے ہمت انسان کا حوصلہ بڑھاتی ہے ہمیشہ اپنے آپ پر بھروسہ رکھنا چاہئے اور اپنے آپکو اعتماد کا ووٹ دے کر ہی زندگی میں کامیابی سے ہمکنار ہوا جاسکتا ہے میری زندگی میں اسی بات کا ثبوت ہے جو آپ سب کے سامنے چند الفاظ کی صورت میں پیش کی ہے

خرم شہزاد مغل بھمبر آزاد کشمیر

عبدالجبار کی ڈائری

جو انسان اپنے اچھے حالات کو پیش نظر رکھ کر زندگی گزارتا ہے وہ کامیاب رہتا ہے ماضی کی غلطیوں سے سبق سیکھتا ہے دوسروں کے بجائے اپنے والدین کی کہی بات کو ترجیح دو ہمیشہ اپنی اور دوسروں کی خوشیوں کی بھی قدر رکھوں رومی یہ آپ کے ساتھ ہی نہیں سب کے ساتھ ہوتا ہے محبت چیز ہی ایسی ہے بار بار واپس آتی ہے یاد دلاتی ہے اپنے آپ کو بار بار دل دھڑکتا ہے ایسے ہی انسان دکھ درد سہتے ہوئے سکھ کی چھاؤں میں مسلتا ہوا عمر کی منزلیں طے کرتا ہے محبت میں کسی کے ساتھ بتائے تعلق اور اچھے لمحات یاد رہتے ہیں ہمیشہ یاد رہتے ہیں جن کے دل سچے ہوں اور وہ خوشی کے جذبات میں کسی کیلئے اتنی محبت اور ہمدردی رکھتے ہوں انہیں کسی طرح کے اعتبار کے کم ہونے کا افسوس نہیں ہوتا اور مجھے بہت خوشی ہے اپنے سچے جذبوں کی اور یقیناً یہ آپ بھی بہتر سمجھ سکتے ہیں یہی ہے زندگی کی ڈائری ہے جس سے آپ بہت کچھ سیکھ سکتے ہیں

عبدالجبار رومی انصاری

چوہنگ ملتان روڑ لاہور

سحرش کی ڈائری

انسان اس دنیا میں آتا بھی اکیلا ہے اور جاتا بھی بس زندگی میں رنگ رشتوں کی محبت سے بھرتے ہے لیکن انسان دنیا کو رنگین صرف دولت کی وجہ سے سمجھتے ہے اگر دولت ہو تو آپ کی عزت ہے ورنہ آپ کا کوئی وجود نہیں ہمارے اپنے صرف زندگی کو آسان بنانے کے لئے برون ملک جاتے ہیں ساری عمر دولت کما کما کر بیوی بچوں کو بھیج دیتے ہے کہ ان کی زندگی آسان ہو لیکن کیا وہ اپنے کی ہنسی ان کا پہلی بار بابا کہلانا ان کی شرارتیں ان کا مذاق ان کی ضم ان کے پیار کی دولت بھی سمیٹ نہیں سکتے اور جو

محبت ساتھ رہنے میں ہوتی ہے وہ دولت سے نہیں خریدی جا سکتی کسی امیر کے پاس دنیا کی ہر شے ہوگی قسم قسم کی خوراک آرام دہ بستر اور جو وہ خواہش کرے دولت کی وجہ سے لے سکتا ہے پھر کیا فائدہ ایسی دولت کا جو اُسے سکون کی نیند نہ دے سکے ہماری وجہ سے وہ خوراک کی لعنت نہ اٹھا سکے اولاد ہوتے ہوئے ان کے ساتھ وقت [illegible]

محمد عرفان کی ڈائری

محبت سیپیوں کا گھروندہ
محبت ارمانوں کا سودا
محبت جذبوں کی دنیا
محبت آس و نراس کا کھیل
محبت خود غرضی ہوتی ہے

کرنے والے اپنی حالت زار پر روتے ہوئے لوگ محبت کو کوستے ہوئے لوگ کب تک یوں ہی زندگی اس ڈگر پر چلے گی کوئی نہیں جانتا ہم سے کتنے ہی لوگ محبت کے نام پر قربان ہوئے۔ کب تک ہوئے۔ کوئی نہیں جانتا۔ محبت کانچ کے ٹکڑوں سی۔ جس کو چنتے ہوئے ہاتھوں سے نکلتا خون۔ دل سے نکلتی ہوئی آہیں کب تک یوں چلے گا۔ محبت جسکی بنیاد ہم اپنے ارمانوں کا گلا گھونٹ کر پورا کرتے ہیں وہی محبت ہمیں دنیا کے بازاروں میں رسوا کرتی ہے محبت نے کتنے عاشق اور معشوق پیدا کیۓ ہیں اجڑنے کے بعد کبھی مزاج پرستی نہیں کی محبت برباد کر کے کبھی ہماری حالت زار پر ندامت کے آنسوں نہیں بہاتی محبت آنسوؤں کی محفل ہے محبت درد کی سوغات ہے محبت احساسات کا وجود ہے محبت وہ ہنڈولا ہے جو اس میں جھول لے اور آئندہ کے لیے توبہ کر لے اور دیکھنے والے دیکھنے والے ہنڈولا میں بیٹھنے کی خواہش کرے محبت اپنے کام میں ہر فن مولا ہم میں سے کوئی بھی نہیں جانتا کب تک یہ کھیل ہوگا۔

محمد عرفان ملک۔ راولپنڈی

ندا کی ڈائری

میری زندگی کی ڈائری

بہت عجیب ہے کچھ لڑکے لڑکیاں ہوتے ہیں اپنی پرسنل ڈائری بناتے ہیں لیکن میری پرسنل ڈائری میری میرا دل ہے میں ہر بات اپنے دل میں ہی رکھتی ہوں کیوں کہ لوگ دوسروں کی ڈائریوں کو کھول کر پڑھ لیتے ہیں مگر دل نہیں کھول کر پڑھ سکتے میں نے سوچا کہ اپنے کی چند جواب کی عرض کی پرسنل ڈائری میں لکھ دوں تو شاید میرا بوجھ کچھ ہلکا ہو جائے میں قارئین کی طرح یہ نہیں لکھوں گی کہ مجھے بھی کسی سے محبت ہوگئی ہے وہ مجھے چھوڑ گیا ہے نیور ایسا کچھ نہیں ہے میری زندگی میں میں نے کہا ناں میری زندگی کی ڈائری ذرا عجیب ہے میں حافظ قرآن ہوں انیس سال میری عمر ہے دس اپریل کو میری برتھ ڈے ہوتی ہے اور سب سے اہم بات تو یہ ہے کہ میں ایک انپڑھ اور جاہل لڑکی ہوں لگتا بالکل بھی نہیں جو مجھ سے ملتا ہے اسے ایک بار تو شدید جھٹکا لگتا ہے میں شکل وصورت سے انپڑھ تو نہیں لگتی اور سمجھ لیں میری سب سے بڑی خوبی بھی یہی ہے ہمارا خاندان بہت سخت قسم کا ہے نہ تو لڑکیوں کو تعلیم دی جاتی ہے اور نہ ہی موبائل یوز کرنے دیتے ہیں انٹرنیٹ نہ ٹی وی نہ کمپیوٹر کچھ بھی نہیں دیکھ سکتے حتیٰ کے گھر کے مردوں سے بھی پردہ کیا جاتا ہے جس گھر میں رہتی ہیں اس گھر کے چار دیواری سے باہر جھانکتی تک نہیں ہیں یہی سمجھیں ہم نے باہر کی دنیا دیکھا تک نہیں ہے میرے بھائی جو مجھ سے بے انتہا محبت کرتے ہیں اور میرا باپ کو مجھ سے بے انتہا نفرت کرتا ہے میں وجہ نہیں جانتی بس اتنا جانتی ہوں کہ میرے باپ کو لڑکی ذات سے ہی نفرت ہے صرف اپنی بیٹی کی حد تک باہر کی بیٹیوں کی بات نہیں کرتی میں اپنے باپ کی محبت پانے کے لیے ہر ممکن کوشش کرتی

ہوں لیکن ہر بار محبت نفرت کی صورت میں ہی ملتی ہے کبھی کبھی میرا دل کرتا ہے کہ میں گھر سے ہی بھاگ جاؤں اس لیے مجھے مرد ذات سے ہی نفرت ہے گر کوئی مجھ سے پوچھے کے سب سے زیادہ کس سے محبت کرتی ہوں تو میرا جواب ہوگا کہ اپنے باپ سے اور اگر کوئی پوچھے کہ نفرت کس سے کرتی ہو تو میرا جواب یہی ہوگا کہ باپ سے بھی کبھی میرا دل بغاوت کرنے کو کرتا ہے کہ کوئی مرد میری بھی زندگی میں آئے اور مجھے بے حد چاہے میں اپنی زندگی میں صرف اسی کو پیار کروں اور اس کی ہر بات مانوں اور اپنی ہر بات منواؤں میں اسے بے انتہا چاہوں لیکن پھر خود ہی ہنستی ہوں کہ میں یہ کیا سوچتی ہوں باقی باتیں انشاء اللہ پھر کبھی اللہ حافظ۔

ندا علی عباس سوہاوہ گجر خان

آصف کی ڈائری

میں کافی عرصے سے جواب عرض پڑھ رہا ہوں 2000 جواب عرض ایک دوست نے تحفے میں دیا تھا اس کے بعد جواب عرض سے میری دوستی ہوگئی پھر اس کو پڑھنے کے بعد میں نے اس میں لکھنا شروع کر دیا جو کہ الحمد اللہ شائع بھی ہو رہا ہے شہزادہ عالمگیر کو بہت مس کرتا ہوں جب کوئی دوست بچھڑ جائے تو اس کا دکھ ہوتا ہے انہوں نے ماں کے بارے میں بہت لکھا جس کی وجہ سے پتہ نہیں کتنے بیٹے راہ راست پر آئے ہوں گے اسی دوران میں بیمار ہو گیا تھا جس کی وجہ سے جواب عرض میں لکھنا چھوڑ دیا تھا لیکن باقاعدگی سے پڑھتا رہا تھا جیسے ایک دوست دوسرے دوست کے بنا نہیں رہ سکتا میں بھی جواب عرض کے بنا نہیں رہ سکتا پھر آپ سب کی دعاؤں سے میں صحت یاب ہو گیا اور پھر سب کے اصرار پر میں نے اس میں لکھنا شروع کر دیا جواب عرض دکھی دلوں کی ترجمانی کرتا ہے اور انشاء اللہ کرتا بھی رہے گا میں تہہ دل سے جواب عرض کے لیے دعا گوں ہوں کہ یہ ہمیشہ ترقی کی منازل طے کرتا رہے اس میں لکھنا میرا شوق ہے اور جب تک یہ سانس ہے میں انشاء اللہ اس میں لکھتا ہی رہوں گا آخر میں میں اپنی ماں کے بارے میں کچھ کہنا چاہتا ہوں میری ماں کافی عرصہ سے اک بیماری میں دعا کریں وہ ٹھیک ہو جائیں تھوڑے دن پہلے ہی آپریشن کروایا ہے دوستو دعا کریں وہ ٹھیک ہو جائیں مجھے ماں کی دعاؤں کے علاوہ اور کچھ نہیں چاہیے۔

محمد آصف دکھی شجاع آباد۔

بشیر احمد کی ڈائری

گھڑی کی ٹک ٹک پر ہر انسان کو غور کرنا چاہیے یہ ٹک ٹک انسانوں کے لیے ہی ہے گھڑی کی ٹک ٹک انسان کو یہ بتا رہی ہیں کہ لمحے بیتے جا رہے ہیں زندگی کی شمع مانند ہو رہی ہے موت قریب آ رہی ہے اس لیے نماز قائم کرو قرآن پاک کی تلاوت کی عادت ڈالیں تلاوت سے دلوں کا زنگ اتر جائے گا دل کو سکون ملتا ہے پریشانیاں دور ہوتی ہیں قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے اور جہنم ایک گڑھا ہے نماز اور قرآن کی تلاقت کرنے والے قیامت تک جنت جیسی لذت سے ہمکنار رہیں گے۔

بشیر احمد بھٹی

راشد کی ڈائری

انسان کی زندگی کتنی عجیب ہوتی ہے وہ اپنے ساری زندگی اس امید پر گزار دیتا ہے کہ کبھی تو اچھے دن آئیں گے کبھی تو کوئی سچا دوست بنے گا کبھی تو زندگی میں کوئی سچا پیار کرنے والا ملے گا کبھی تو زندگی میں بہار آئے گی کبھی تو کبھی تو زندگی خوش اور صرف خوش ہوگی پر یہ سب کچھ اک خواب کی مانند ہے جو دوست بن جاتا ہے وہ ڈستا ہے ایسا کیوں دوستو میں بھی

آپ کی طرح ہی انسان ہوں دوستو کیوں کسی کے ساتھ جھوٹ بولتے ہو ایک بات تو ہے کہ انسان آیا بھی اکیلا ہے اور جائے گا بھی اکیلا ہی اس زمانے میں کوئی بھی کسی کا نہیں بنتا یہاں سب سنگ دل اور بے وفا لوگ ہیں یہ تو سچ ہے کہ غریب کا کوئی دوست نہیں بنتا اللہ تعالیٰ سب کو خوشیاں دے آمین۔

راشد لطیف صریے والا

خلیل کی ڈائری

کسی نے بھی محبت بھرے دل کو کسی کی محبت کے ہاتھوں قتل ہوتے دیکھا ہے محبت جب محبت کو مارے پر آجائے تو فضاء سے زیادہ تکلیف دیتی ہے محبت صرف روح کھینچ لیتی ہے اور سانسیں چھوڑ دیتی ہے جسم کو پانی سے بھرا ہوا چھالا بنا دیتی ہے تکلیف دہ زندگی جس طرح رقیبہ خلیل کی محبت نے مجھے دکھ دیا ہے رقیبہ خلیل میں نہیں جانتا کہ تیری محبت نے مجھے اتنی تکلیف کیوں دی ہے یا پھر میرا نصیب ہی ایسا ہے رقیبہ شاید میرا نصیب ہے ادھ جلی لکڑی کی طرح ہے جو ہر وقت سلگتا رہتا ہے اور مقدر اور بدنصیبی کی ہوا کا جھونکا اسے اک پل میں بھڑکا دیتا ہے میرے اندر دکھوں کے موسم کا راج ہے ان موسموں کو تعلق خزاں اداسی اور بے کلی سے ہے ایسے میں میرا من کرتا ہے کہ تم پل دو پل کو ہی سہی اک بار میرے کندھے پہ ہاتھ رکھ کر کہوں کہ کہ خلیل آؤ ہم اپنے اپنے دکھ اور خوشیاں آپس میں آدھی آدھی بانٹ لیتے ہیں میری ساری محبتیں تمہارے لیے اور تم اپنے آدھے دکھ مجھے دے دو تم صرف میری بن کر اپنے کندھے پر سر رکھنے دو اور میں تمہارے کندھے پر سر رکھ کر اپنے سارے دکھ بھول جاؤں کاش تم میری اس تڑپ کو محسوس کر سکو اور جان جاؤ کہ تمہاری یاد میں گزرنے والا ہر پل مجھے کیسے تڑپاتا ہے جب سورج ڈھلنے لگتا ہے تو تیری یاد اور بھی ستانے لگتی ہے شام کے سائے اور حسین سرکی تیری یاد کا عکس بن کر میرے دل کو اور بھی بے تاب کرتی ہے کاش ڈھلنے والا ہر سورج تم تک میرا پیغام پہنچائے۔

خلیل احمد ملک شیدانی شریف۔

عاصم کی ڈائری

میں ان دنوں میں کلاس کا بیسٹ سٹوڈنٹ تھا جب مجھے کسی نے اپنی زلفوں کا اسیر بنالیا تھا کسی نے سچ ہی کہا کہ خود اندھیرے میں بسر کرتے رہے اپنی ساری زندگی محبوب کے گھر میں اپنا دل جلا کر روشنی کی میں نے اس کے لیے سب سے منہ موڑا سب رشتے چھوڑے صرف اسی کے لیے دن رات اس کے خواب دیکھنے لگا زندگی اسی کی یادوں کے سہارے گزرنے لگی لیکن ایک خامی مجھ میں بھی رہی اسے حال دل نہ سنا سکا ہر کسی سے کہہ دیا کہ میں زوبیہ سے محبت کرتا ہوں اس کے خفا ہونے کے ڈر سے اس سے نہ کہہ سکا میرے لیے اتنا ہی کافی تھا کہ وہ میرے ساتھ ہنس کر بات تو کر لیتی تھی جب بھی اس کے گھر میں جاتا وہ میری بہت عزت کرتی میں پاگل تھا اس کے احترام اخلاق کو محبت سمجھتا رہا میں اس کی ہر خواہش پسن نہ پسند کا خیال رکھنے لگا میرے بے دروز مانے کو میری پاکیزہ محبت ایک آنکھ نہ بھائی اور ارد گرد کے لوگوں نے اس کے گھر والوں کو میرے خلاف کر دیا پھر گاؤں محلے میں ہماری باتیں ہر زبان پر تھیں وہ میری وجہ سے بدنام ہو گئی آج بھی جب میں اس کو دیکھتا ہوں تو دل کو سکون ملتا ہے اللہ اس کو خوش رکھے جہاں بھی رہے۔

ایم عاصم شاکر چوک میتلا۔

اقبال کی ڈائری

آج میں اپنی زندگی کی

ڈائری لکھ رہا ہوں جو ایک گہرائی کی سوچ تک لے جاتی ہے اور اپنے اور پرانے زخموں کو تازہ یاد دلاتی ہے جو ایک ایسی پیار کرنے والی بیوی ہیں جو مجھ سے مرتے دم تک محبت کرتی رہی اور وہ ایک محبت کرنے والی بیوی ثابت ہوئی جو ہر وقت ہی پیار کرنے والی دشمنوں کی دیواریں گرا دیتی تھی وہ ہر راستی توڑ دیتی تھی اور دنیا والوں کو بتا دیتی تھی کہ کیسے محبت کرنی چاہئے اور ایسی محبت کرنی چاہئے جو زندگی بھر کوئی بھی لڑکی نہ کر پائی ہو آج مجھے اس کی یاد شدت سے آتی ہے اور اس کے بغیر میرا جینا مشکل ہو گیا ہے اس کی یاد میں ہر وقت روتا ہوں۔

سردار اقبال خان مستوئی
۔سردار گڑھ

پرنس کی ڈائری

آج کل ہر کوئی پیار محبت کے لیے لکھ رہا ہے لگتا ہے پیار محبت کے سوا کوئی کام نہیں ہے خدا کے لیے کسی سے پیار مت کرو اگر کرو تو دل سے کرو خدا کے لیے کسی کے دل سے کسی کے جذبات سے نہ کھیلو کسی کے سچے پیار کے جذبات کو ٹائم پاس مت بناؤ آپ کا ٹائم پاس کسی کی جان بھی لے سکتا ہے آپ کو معلوم ہونا چاہئے کے کسی کی جان لینا پوری انسانیت کی جان لینا ہے اور کسی کو دکھ بھی نہ دو آج کل جو ہو رہا ہے دنیا بہت جلد ختم ہونے والی ہے توبہ کر لو ہو سکتا ہے کل کو تمہارے پاس توبہ کرنے کا بھی ٹائم نہ ہو اور یہ زندگی ایک ہی بار ملتی ہے اسے فضول کاموں میں ضائع مت کرو زندہ رہو زندہ دلی کے ساتھ اللہ سب کو خوش رکھے۔

پرنس عبدالرحمٰن گجر گاؤں
نین رانجھا منڈی بہاوالدین۔

عابدہ کی ڈائری

بظاہر تو میں بہت خوش ہوں لیکن میرے اندر سناٹے میں کوئی خلش کوئی کسک مجھے اندر ہی اندر کھوکھلا کر رہی ہے اداسی میرے چہرے پر ہر وقت قبضہ جمائے بیٹھی ہے میرے ارمان سب خاک میں مل گئے میری خوشیوں کو نظر انداز کیا گیا میری دن بدن گرتی حالت اسی بات کا ثبوت ہے مجھے اندر ہی اندر کسی کی چاہ ہے دیکھنے والے مجھے کہتے ہیں تم خوش رہو ہر خوشی تمہارے پاس ہے تمہیں کیا روگ ہے لیکن کوئی کیسے سمجھ سکتا ہے کسی کے دکھ کو گھر والوں کی توجہ کی ضرورت تھی تو آنسوؤں نے چھوٹی سی عمر میں ہی تو ان لوگوں نے توجہ ہی نہ دی احساس نہ کیا مجھے کسی سے بھی پیار نہیں اور کوئی مجھے پیار نہیں کرتا۔

عابدہ رانی گوجرانوالہ

وسیم کی ڈائری

جب ہمیں ایک دن یہ سب کچھ چھوڑ کر جانا ہی ہوتا ہے تو پھر ان در و دیواروں رشتوں ناتوں اور پھر آس پاس کے ماحول سے اتنا جڑ کیوں جاتے ہیں کہ ذرا سی دوری ہمیں توڑ کر رکھ دیتی ہے یہ دنیا عارضی ٹھہراؤ ہے تو پھر اپنے ساتھ عارضی پن لے کر کیوں نہیں آئی۔

ملک وسیم عباس قتال پور۔

ریاض کی ڈائری

میری ڈائری تو میرے محبوب کے نام ہے میں اپنی اس محبت کو کامیاب ہوتا دیکھنا چاہتا ہوں میرا زندگی کا ایک ہی مقصد ہے کہ میں اس کا اور وہ میرا ہو جائے دنیا کچھ بھی کر لے کچھ بھی کہے مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں ہے میری جان ناز مجھ پر خوش رہے ناز میں آپ سے بہت پیار کرتا ہوں اور کرتا ہی رہوں گا تم جہاں کہیں بھی ہو جیسی بھی ہو میرے دل کی دھڑکن ہو اور تم میرے دل میں ہمیشہ ہی دھڑکو گی تمہیں میرے دل سے کوئی نہیں نکال سکتا اور کسی بھی بات کی کسی بھی پریشانی کی کوئی کسی قسم کی ٹینشن مت لینا۔۔ریاض احمد۔

اپنے پیاروں کے نام اشعار

پرویز سہو کے نام

ہمیں تمہاری محبت مل نہ سکی
ہمیں خوشی ہے تمہیں پسند کا مل گیا
کوئی

۔۔۔۔۔شاہد رفیق سہو کبیر والہ

سدرہ سیف کے نام

تیر جدائی میں آنسو بہانہ عادت سی
ہو گئی ہے ۔تمہیں ہی یاد کرتے
رہنا عادت ہو گئی
تم بن کیسے جی رہے ہیں ہم سدرہ
زہر جدائی کا پینے کی عادت ہو گئی
۔۔۔سیف الرحمٰن زخمی سیالکوٹ

راشد کے نام

کتنا کروں انتظار اس کا حالات
رولاتے ہیں۔ میں کیسے بتاؤں
دنیا کو جذبات رلاتے ہیں
۔۔۔۔محمد سلیم میئو کوٹھ کلاں

کنول شہزادی کے نام

تم یاد کرو مجھے یا بھول جاؤ تمہاری
مرضی ۔تم یاد تھے تم یاد ہو تم یاد رہو
گے یہ یاد رکھنا
بشارت علی پھول باجوہ ،صفدر آباد

نزاکت علی کے نام

کوئی اداس ہوتا تھا تو ہماری
راتوں کی نیند اڑ جایا کرتی تھی
آج ہم اداس ہیں تو کسی نے
محسوس تک نہ کیا
ضیاقت علی چوک مونگ کوٹلی

کسی اپنے کے نام

مت چھیڑو میرے دل کی کہانی
ارے دیوانوں ۔اس میں کچھ
پردہ نشینوں کے نام آتے ہیں
حماد ظفر ہادی گوجرہ

حماد ظفر ہادی کے نام

اھے نکی جئی عمر دے وچ دیتا کھول
طوفان حماد اَئے ۔ایہہ مان تران
علاقے دا اپنے پنڈ دی شان حماد
رانا نذر منڈی بہاؤالدین

ریاض احمد کے نام

پاگل نہ کر دے تیری یہ جدائی اے
دوست ۔لوٹ آ تیرا دور رہنا ہمیں
اچھا نہیں لگتا ۔
ندیم عباس ڈھکو ساہیوال

سیف الرحمٰن کے نام

جب خوشیوں کا موسم اتنا مختصر تھا تو
میرے درد کا موسم کیوں اتنا طویل
ٹھہرا
فنکار شیر زمان پشاوری

ایس ائے کے نام

ہم نے وقت سے بہت وفا کی
لیکن وقت ہم سے بے وفائی کر گیا
کچھ تو نصیب ہمارے برے تھے
کچھ لوگوں کا ہم سے جی بھر گیا
عابد علی آرزو سانگلہ ھل

محمد عرفان کے نام

اس بے چینی کی دنیا میں دو سوال
میرے بھی کس طرح سے جیا
جائے کس کے لیے جیا جائے
محمد عرفان ملک راولپنڈی

اک بے وفا کے نام

ہم سے بھی پوچھ لیا کرو کبھی حال
دل ذوالفقار
ہم بھی یہ کہہ سکیں دعا ہے آپ کی
ذوالفقار ناز کوٹلی

ایم افضل کے نام

حد سے بڑھ کر نہ چاہتے تو کیا
کرتے ۔حال دل نہ سناتے تو کیا
کرتے ۔تڑپ بہت تھی اس دل
میں تم سے ملنے کی ۔تم سے جدا ہو
کر مر نہ جاتے تو کیا کرتے ۔
رخسار افضل۔ سیالکوٹ

اے این کے نام

اسے روکا تھا کہ نہ ملا کرو مجھے اتنے
لوگوں کے سامنے ۔وفا اس کی تھی
دیکھو مجھے خواب میں ملنے لگا ۔
عاصم شہزاد عاصی چوکی سکھکی

ندیم عباس کے نام

کبھی آنسو کبھی سجدے کبھی ہاتھوں

کا اٹھ جانا۔ محبتیں ناکام ہو جائیں تو رب ہی یاد آتا ہے۔
ندا علی عباس سوہادہ

کسی دوست کے نام

پھر نہیں بستے وہ دل جو اک بار اجڑ جاتے ہیں۔ قبریں جتنی بھی سنوار و وہاں رونق نہیں ہوتی۔
ملک فیضان، رحیم یار خان

ماں کے نام

تیرے ہاتھوں کی کرامت کی تو پھر بات ہی کیا ماں۔ مجھ کو تیرے قدموں کی مٹی بھی شفا دیتی ہے۔
تنزیلہ حنیف ٹلہ جوگیاں

زیڈ کے نام

اگر تو بھی چھوڑ گیا تو محبت پھر سے نہ کریں گے محسن۔ تھوڑی سی تو عمر ہے کس کس کو آزماتے پھریں گے
محمد اعجاز احمد محسن، عبدالحکیم

اے ایم کے نام

ہم نے محبت کو چاہا محبت ہی چھوڑ گئی فراز۔ تیری جدائی میں جینا چاہا زندگی ساتھ چھوڑ گئی۔
ملک بشارت سہگل آباد

سمیرا مقصود کے نام

آؤ کسی شب مجھے ٹوٹ کر بکھرتا دیکھو۔ میری رگوں میں زہر جدائی کا اترتا دیکھو۔ کس کس ادا سے تجھے مانگا ہے رب سے۔ آؤ کبھی مجھے سجدوں میں سسکتا دیکھو۔
ربیعہ ارشد۔ منڈی بہاؤالدین

مجھ کو تیرے قدموں کی مٹی بھی شفا دیتی ہے۔
تنزیلہ حنیف۔ ٹلہ جوگیاں

سمیرا مقصود کے نام

آؤ کبھی مجھے ٹوٹ کر بکھرتا دیکھو میری رگوں میں زہر جدائی کا اترتا دیکھو۔ کس کس ادا سے تجھے مانگا ہے رب سے آؤ کبھی مجھے سجدوں میں سسکتا دیکھو
ربیعہ ارشد منڈی بہاؤالدین

اطہر خان کے نام

تجھ کو دیکھا نہ تھا تو تیری طلب بھی نہ تھی۔ مگر جس دن تجھے دیکھا تو تیرے طلبگار ہو گئے
سردار مستوئی۔ سردار گڑھ

عصمت خلیل کے نام

میرے اشکوں کو پلکوں پہ مچلنا نہیں آتا اظہار ضبط سے مجھ کو نکلنا نہیں آتا۔ گئی ہو ایسی راہوں میں اکیلا چھوڑ کر۔ کہ جن پر ٹھیک سے مجھے چلنا بھی نہیں آتا۔
خلیل احمد ملک شیدانی شریف

آر کے نام

میں ہار گئی دکھوں کی جنگ لڑتے لڑتے۔ آنکھیں تھک گئیں تیرا انتظار کرتے کرتے۔ اک مدت سے تیری راہوں میں بیٹھی ہوں۔ قدم بھی تھمتے گئے یوں چلتے چلتے۔
عابدہ رانی۔ گوجرانوالہ

کنول شہزادی کے نام

میں چاہت کی اس منزل پہ آ پہنچا ہوں۔ تمہارے چاہنے والے مجھے اچھے نہیں لگتے۔
بشارت علی پھول باجوہ شیخوپارہ

اسماء کے نام

راز فاش نہ کرو تو اک بات کہوں رفتہ رفتہ ہم تیرے بن مر جائیں گے
وقاص تنہا جڑانوالہ

سمی کے نام

کوئی الزام لگا کر تو سزا دی ہوتی پھر میری لاش سر عام جلا دی ہوتی اگر نفرت ہے تو کیوں پیار دیا تھا اتنا۔ پہلے ہی میری اوقات بتا دی ہوتی
عابد علی آرزو۔ سانگلہ ہل

ایم سلمان کے نام

تم بن جو ہم محسوس کرتے ہیں اقراء اگر تم تک پہنچ جائے تو بس اتنا سمجھ لینا کہ ان جذبوں کی خوشبو ہے جسے ہم سہہ نہیں سکتے کہ تم بن رہ نہیں سکتے۔ محمد سلمان بہاؤ لنگر

ایس کے نام

وہ میرے پیار کے حصار سے نکل گیا ہے اب۔ وہ تو خوشبو ہے میر اسے کہاں کہاں ڈھونڈوا
پرنس عبدالرحمٰن گجر نین را..

عصمت کے نام

میرے دل کی مجبوری کو الزام

دے مجھے یاد رکھ بے شک میرا نام نہ لے۔ یہ تیرا وہم ہے، کہ میں نے بھلا دیا تجھے میری ایسی کوئی سانس نہیں جو تیرا نام نہ لے
خلیل احمد ملک شیدائی شریف

شہزادہ عالمگیر کے نام

رنج جتنا بھی کریں زمانے والے جانے والے تو نہیں لوٹ کر آنے والے
حماد ظفر بادی۔گوجرہ

این کنول کے نام

چھوڑ دیا سنگ تراشی کا ہنر ہم نے ورنہ تیرے جیسے تو میں مٹی کے بنا لوں
حماد ظفر بادی گوجرہ

صوبیہ کے نام

بہانہ کیوں تلاش کرتے ہو مصروف ہونے کا بس اتنا ہی کہہ دیا کر، کہ دل میں جگہ نہیں رہی آپ کے لیے
اکم زخمی جھنگ

ثمرا عجاز کے نام

پھول کچھ دعاؤں کے ہم تیرے نام کرتے ہیں۔خدا ہر خوشی سے نوازے اگر میری دعا قبول ہو
ممریز بشیر گوندل

سویٹ ایس کے نام

تم سنوارو نہ اپنی زلفوں کو میری حالت خراب رہنے دو چاند بادل میں اچھا لگتا ہے

آدھے رخ پہ نقاب رہنے دو
رائے اطہر مسعود آکاش

رشید کے نام

دل کی بستی بھی تھی ویران کچھ غم کا سمندر تھا آفتاب کچھ میری اداسی تھی کچھ غم کا زور بھی تھا
محمد آفتاب شاد کوٹ ملک دوکوٹہ

محمد انیس زخمی کے نام

زندگی ملی بھی تو کیا ملی اتنے میرے گناہ نہ تھے جتنی مجھے سزا ملی
محمد انیس زخمی ملک وال

امجد گوجرانوالہ کے نام

چھوڑ جاؤ گے مجھے تنہا یہ بھی سوچا نہ تھا۔بچھڑ کے تم سے ہم جئیں گے یہ کبھی سوچا نہ تھا
صائمہ امجد گوجرانوالہ

بلال قصور کے نام

برسی اکھیاں جس کی یاد میں برسات کی طرح۔وہ بھی بدل گیا میرے حالات کی طرح حال جیتے جی انسان کو کوئی پوچھتا نہیں پھر میت پہ کیوں آتے ہیں سب برات کی طرح
نور مہک قصور

شازیہ جاوید کے نام

تقدیروں کے جھیلنے کو چاہئے پتھر کا دل۔ہاتھ بھر کا ہو کلیجہ دل لگانے کے لیے
سمیر ارمان سنگم۔فیصل آباد

بے نام کے نام

کوچہ یار بھی سنسان نظر آتا ہے اہل دل آج پریشان نظر آتا ہے اے غم جان جہاں دور چلا جا مجھ سے۔تجھ کو بس میرا ہی گریبان نظر آتا ہے
محمد وقاص احمد حیدری۔بھگل آباد

کسی بے وفا کے نام

زنگ لگ نہ جائے کہیں تیری وفاؤں کو۔کچھ تو آپ بھی رابطوں کا سلسلہ رکھو۔
سونو گوندل جہلم

آپی کے کے نام

لے لو سلام میرا تجھ کو ثواب ہو گا قسمت کی بدنصیبی ہے کب ملاپ ہو گا
حافظ شفیق عاجز سلطانی کوٹلی

سعدیہ شہزادی کے نام

میں آپ سے دوستی کرنا چاہتا ہوں اگر آپ مجھ پہ یقین رکھتی ہیں تو جلد از جلد لکھیں
حافظ محمد شعیب رسول ہارون آباد

عطا اللہ حسین کے نام

عید جب آئی ہے تو ہر اک چہرے پر مسکراہٹ ہی مسکراہٹ ہوتی ہے تو بے وفا کیوں یاد آتی ہے چاروں طرف اندھیرا ہی اندھیرا ہوتا ہے
عطا اللہ محمد حسین تربت بلوچستان

سمیرا مقصود کے نام

عدیل کے نام

کہہ دو اسے جدائی عزیز ہے تو
روٹھ جائے ۔اگر وہ جی سکتا ہے تو
مرتے ہم بھی نہیں
پرنس مظفر شاہ ۔پشاور

ذوالفقار ناز کے نام

اتنا بھی ہم سے ناراض نہ ہوا کر
بدنصیب ضرور ہیں پر بے وفا نہیں
ذوالفقار پردیسی ۔

خبیب بیٹا کے نام

ہم سے بھلایا نہیں جاتا بیٹے کا پیار
لوگ جگر والے ہیں جو اپنوں کو
بھول جاتے ہیں ۔
حکیم طفیل طوفی کویت سٹی

کسی اپنے کے نام

محبت کے اندھیروں میں پتھر بھی
پگل جاتے ہیں ۔غیروں سے کیا
گلہ اپنے بھی بدل جاتے ہیں
ایم طہیر عباس جنڈ

ائے کے نام

ہمیں بھی کیوں دیتے ہو پیار کا
الزام عشرت ۔کبھی خوب بھی تو
پوچھو کہ اتنے پیارے کیوں ہو ۔
محمد افضل آزاد ۔ساہیوال

جان زیبا کے نام

نہ جانے کیوں اکیلا چھوڑ کر جا
رہے ہو مجھے ۔آنسوؤں کی
سوغات دے کر جا رہے ہو مجھے
ن ساغر فاروق آباد

کسی اپنے کے نام

یقین دونوں کو ہے اس محبت کا
نہ اعتراف کبھی میں کروں نہ تو
چاہے ۔
محمد طیب کنول لاہور

فرینڈز کے نام

ہے شوق سفر ایسا کہ اک عمر سے ہم
نے تو ،منزل بھی نہیں پائی رستہ بھی
نہیں بدلا
عبدالسلام ۔بہاولنگر ۔

نادیہ قدیر کے نام

منزلوں کی بار چھوڑ کس نے پائی
ہیں منزلیں ۔اک دوست اچھا لگا
اک ہم سفر اچھا لگا
محمد صفدر کراچی ۔

ایس این کے نام

جو ہمت شجاعت کا پیکر تھے وہ
لوگ کیوں ٹوٹ گئے ہم ان سے محبت
کرتے ہیں ہو کیوں ہم سے
روٹھ گئے ۔
محمد سلیم مٹھو کوٹھ کلاں

ندیم عباس کے نام

تیری خاموشی جلا دی ہم نے
باقی سب ٹھیک ہے تیری تصویر
میں
ندا علی عباس سوہادہ

ماریہ عباس کے نام

شدت غم میں تو پتھر بھی پگل جاتے
ہیں کون کسے یاد رکھتا ہے عمر بھر تنہا
وقت کے ساتھ تو خیالات بدل
جاتے ہیں ۔
ماریہ عرف مقدس ایمن رانا لاہور

اپنی یاسمین کے نام

اگر روک سکتی ہو تو روک لو ہماری
ان سانسوں کو ۔دل جب بھی
دھڑکے گا یاد تو تم ہی آؤ گی
مزمل ساگر موڑ ایمن آباد

آسیہ زینب کے نام

ائے آسیہ تیرا شہر بھی تو ہے بے
وفاؤں سے بھرا ہوا
جہاں اکثر لوگ محبت کر کے بدل
جایا کرتے ہیں
ارشد ساقی ڈاہرانوالہ

ثوبیہ حسین کے نام

نیند اپنی بھلا کر سلایا ہم کو
آنسو اپنے گرا کر ہنسایا ہم کو ۔
درد کبھی نہ دینا اس خدا کی تصویر کو
زمانہ کہتا ہے ماں باپ جس کو
نامعلوم

سب کے نام

سماعتوں میں نہ دم ہو تو کیا کہا
جائے ۔یہی درست ہے ہونٹوں کو
سی لیا جائے
ثوبیہ حسین کہوٹہ

مس مصبا کے نام

تو نگاہیں پھیر کے خوشیوں میں کھو
گئی ۔ہم نے اداسیوں کو اپنا قدر
بنا لیا ۔
اظہر سیف دکھی سکھیکی منڈی

عائشہ ملک کے نام

تیری یاد میں روتا رہتا ہوں
ساری رات مسلسل۔
اتنی ساون میں نہیں ہوتی برسات
مسلسل۔
حافظ شفیق جز سلطانی کوٹلی

وقار احمد کے نام

چاند کو گرور ہے اس کے پاس نور
ہے۔میں غرور کس پہ کروں میرا
ماموں مجھ سے دور ہے
اشفاق دکھی مرغی فارم

خیر بخش کے نام

لکھا تھا نام تیرا ائے دوست
ساحل کی گیلی ریت پر
مٹا دیا اسے بےرحم لہروں نے چوم
چوم کر۔
محمد خادم جتنگ مراد جمالی

بہادر علی شاہ کے نام

آتی ہیں جب بھی تجھے چھور کر
تیری یادیں کر دیتی ہیں ہر شے کر
معطر تیری یادیں
سیدہ حبا عباس شیرازی۔

خرم شہزاد مغل کے نام

خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے
پہلے۔خدا بندے سے خود پوچھے
بتا تیری رضا کیا ہے۔
خرم شہزاد مغل کشمیر۔

بے وفا زیڈ کے نام

ہم کو نہ ملا ہم سا مانے بھر میں زیڈ
ائے خدا کاش کوئی ہم سا بھی بنایا
ہوتا۔ہم دعا لکھتے رہے وہ دعا

پڑھتے رہے اک ہی نقطے نے محرم
سے مجرم بنا دیا۔
آصف جاوید ساہیوال۔

حمیرا گوجر کے نام

میں اپنی تنہائیوں میں خوش ہوں
سہارا دے کر مجھے سوگوار مت کرو
نوید اشرف نظامی کوٹ مومن

فیضہ کے نام

نہ تیرے آنے کی خوشی نہ تیرے
جانے کا گم۔گزر گیا وہ لمحہ جب
تیرے دیوانے تھے ہم جب بھی
میرے دل کی مسجد میں تیری
یادوں کی اذان ہوتی ہے۔
میں اپنے ہی آنسوؤں سے وضو کر
کے تیرے ملنے کی دعا کرتی ہوں
رابعہ ارشد منڈی بہاؤالدین

کسی اپنے کے نام

آجا کے تیری راہ میں پلکیں بچھا
کے ہم۔بیٹھے ہیں انتظار کی شمعیں
جلا کے ہم
محمد اسحاق انجم کنگن پور

مقصود احمد کے نام

ہم چپ سے رہتے ہیں کہیں کوئی
خفا نہ ہو جائے۔
بھول کر بھی ہم سے کوئی خطا نہ ہو
جائے۔بڑی مشکل سے بنا ہے
کوئی اپنا۔ڈر لگتا ہے کہیں وہ بھی
جدا نہ ہو جائے۔
سجدہ صابر بوریوالہ

سمیرا کے نام

لگتا ہے اسے بھی زمانے کی ہوا لگ
گئی ہے۔دکھ درد کے سوا وہ کچھ
دینے کو تیار ہی نہیں ہے
عافیہ گوندل جہلم

آمنہ بی بی کے نام

گو بات ذرا سی تھی برسوں کے
یارانے گئے۔چلو اچھا ہوا کچھ
لوگ تو پہچانے گئے
راجہ فیصل مجید۔مندرہ

ریاض احمد کے نام

مت پوچھ آج کتنے اکیلے ہیں ہم
ریاض
آج جب رونے کو جی چاہا تو آنسو
بھی ساتھ چھوڑ گئے۔
ندیم عباس ڈھکو ساہیول

شاہد محمود کے نام

جو ہم محسوس کرتے ہیں اگر تم تک
پہنچ جائے تو بس اتنا سمجھ لینا
تیرے جذبوں کی خوشبو ہے
جنہیں ہم کہہ نہیں سکتے مگر تم
اجازت دو۔تو چند لفظوں میں
کہتے ہیں کہ تم بن مر تو سکتے ہیں مگر
ہم جی نہیں سکتے۔
خضر حیات روڑہ تھل۔

عبدالرشید کے نام

ہم کسی کے ارمانوں کے قاتل نہیں
اپنوں کی یاد سے کبھی غافل نہیں
تمہاری بے رخی کا کیا گلہ کریں تبسم
شاید ہم بھی یاد کے قابل نہیں
منظور اکبر تبسم۔جھنگ

آمنہ شہزادی کے نام

کہا ہم نے کسی اور کے ہونے لگے ہو تم
وہ مسکرا کے بولے کہ پہلے کب تیرے تھے
عامر وکیل جٹ۔ساہیوال

خالدہ ملک کے نام

وہ جب بھی بات کریں تو خود کو مصروف کہہ کر ٹال دیتے ہیں صباء انہیں کیا پتہ کہ ہمارے بھی دن مصروف گزر جاتے ہیں انہیں یاد کرتے کرتے۔
ملک ارشد محمود بھلوال

زیڈ کے نام

سب سے ہم دور ہوئے تم سے ملنے کے بعد۔عشق میں چور ہوئے تم سے ملنے کے بعد
اقصد فراز پانڈوال

الف کے نام

روک دیتے ہیں مجھے شریعت کے تقاضے ورنہ۔تیرا ذکر ہر ذکر سے افضل کر دوں
محمد زبیر۔ملتان۔

ایچ کے نام

تم اپنوں میں خوش رہنا مجھے بھلا دینا۔کبھی آجائے میری یاد تو مسکرا دینا بہت مشکل ہے تیرے بنا جینا اے جان۔مر جاؤں تو دل کے کونے میں دفنا دینا۔
وسیم احمد تنہا۔میاں چنوں۔

احمد رضا کے نام

محبت بھی کیا چیز ہے مجھے بھی چھوڑ کر گزر گئی ناصر اب دل بے چین اس کی یاد میں رہتا ہے۔
قاسم انصاری۔گوجرانوالہ

محمد اشرف سہو کے نام

بے بس کر دیتا ہے قانون محبت ورنہ میں تمہیں اتنا چاہوں کہ انتہا کر دوں۔
محمد ندیم سہو چیچہ وطنی۔

اپنوں کے نام

دشمنوں ہاتھ اٹھاؤ کے میں جیوں برسوں۔اپنوں نے میرے مرنے کی دعا مانگی ہے۔
غلام فرید جاوید حجرہ شاہ مقیم

محمد شاہد کے نام

اس کا پیار تو ہمارے دل میں خوب سجا تھا۔شاہد اگر چھوڑ کر جانا تھا تو کیوں اجڑا دل بسایا تھا
ذیشان پیا سمندری۔

اپنوں کے نام

ہزاروں منزلیں ہوں گی ہزاروں کارواں ہوں گے۔نگاہیں ہم کو ڈھونڈیں گی نہ جان ہم کہاں ہونگے
غلام فرید جاوید حجرہ شاہ مقیم۔

ایس اے کے نام

اے شمع ذرا ہٹ کر جل میرے مزار سے۔میں خود ہی جل رہا

ہوں کسی کے انتظار سے
محمد نعمان رفیع گوجرہ

رانا اویس کے نام

تو بھی لاپرواہ نکلا زمانے والوں کی طرح۔سوچا تھا کہ تجھ سے زمانے کی بے وفائی کا گلہ کروں گا
ملک ندیم عباس ڈھکو ساہیوال

غلام علی کے نام

کفن میں لپٹی میری لاش کو دیکھ کر رونا نہیں اے دوست۔وہ فقط آخری ملاقات ہوگی مسکرا کے الوداع کہنا۔
ندیم عباس ڈھکو ساہیوال

کشور کرن پتوکی کے نام

حال یہ ہے کہ تیری یاد میں ایسی گم ہوں۔سب کو میری اور مجھے تیری پڑی رہتی ہے۔
ندا علی عباس سوہاوہ۔

طیب عثمان کے نام

چاند بھی میری طرح حسن کا شناسا تھا۔اس کی دیوار پر چڑھا کھڑا ہے کب سے۔
طیب کنول۔لاہور

بے وفا کے نام

اسے خبر نہ ہوئی ہم مرتے چلے گئے وہ اس وقت آئے جب ہم اس جہاں سے چلے گئے۔بے چینی کی انتہا تو دیکھو۔انہیں یہ جان کر خوشی ہوئی ہوگی کہ ہم ان کی زندگی سے چلے گئے

عابدہ رانی گوجرانوالہ ۔

صدا حسین کے نام

رابطے ضروری ہیں اگر رشتے
بچانے ہیں ۔لگا کر بھول جانے
سے یہ پودے سوکھ جاتے ہیں
ایس ناز آزاد کشمیر۔

عابد شاہ کے نام

بہت تمنا تھی کسی کا ہوجانے کی ۔پر
کیا پتہ تھا جن کو ہم اپنا بنانا چاہتے
تھے ان کو عادت نہیں ہے کسی کو اپنا
بنانے کی ۔
عابد شاہ جڑانوالہ

تنویر خالد کے نام

میں تو دوستی کے قابل ہوں دشمنی
مجھے اچھی نہیں لگتی شاد۔
لوگوں نے دوستی کے نام سے
دھوکے دینے شروع کر دیئے
محمد آفتاب شاد کوٹ ملک دوکوٹہ

طالب پتوکی کے نام

تم تو رہ لوگے ساتھ کسی کے بھی مگر
میرا کیا ہے مجھے تو راستہ بدلنا بھی
نہیں آتا ۔
محمد ندیم عباس میواتی پتوکی

ایس کے نام

یہ ٹھیک ہے نہیں مرتا کوئی جدائی
میں ۔خدا کسی کو کسی سے جدا نہ
کرے ۔
پرنس عبدالرحمٰن گجر نین رانجھا

کائنات کے نام

چلو دیکھتے ہیں خود کو برباد کر کے
کہ بربادیوں میں کون ہمارا بنتا
ہے ۔بنا پھل کے درختوں کو کاٹ
دیا جاتا ہے ۔کسی بے سہارا کا کون
سہارا بنتا ہے ۔
خلیل احمد ملک شیدانی شریف

غلام عباس کے نام

اے خدا میری اک امانت رکھنا
اگر میں مرگیا تو میرے دوست کو
سلامت رکھنا
سہیل جبار مظفر گڑھ

آئی ۔ کے نام

مجھ سے نہ پوچھ میری محبت کی
کہانی دوست
مرنے والے سے مرنے کی وجہ
نہیں پوچھی جاتی
محمد عرفان پانڈوال

اپنوں کے نام

اندھیرا تو نہ تھا شہر کے بازاروں
میں ۔کھونے والے مجھے کچھ دیر تو
ڈھونڈا ہوتا ۔
الیاس لاہور ۔

حفظہ نور کے نام

رابطہ ضروری ہے اگر رشتے بچانے
ہیں ۔لگا کر بھول جانے سے
پودے سوکھ جاتے ہیں
تنزیلہ حنیف ۔ٹلہ جوگیاں

سب کے نام

زندگی میں اتنی غلطیاں نہ کرو کہ
پینسل سے پہلے ربڑ ختم ہو جائے
۔

تنزیلہ حنیف ۔ٹلہ جوگیاں ۔

قارئین کے نام

زندگی میں جو چاہو حاصل کرلو مگر
اتنا خیال رکھنا کہ آپ کی منزل کا
راستہ لوگوں کے دلوں کو توڑتا ہوا
نہ گزرے ۔
وقار یونس ساگر۔چیچہ وطنی

ایس کے نام

تم کو جان سے پیارا بنا لیا ۔دل کو
سکون آنکھوں کا تارا بنا لیا
اب تم ساتھ دو نہ دو یہ تمہاری
مرضی ہے
ہم نے تو تمہیں زندگی کا سہارا بنا
لیا
غلام عباس ساگر لبستی جمیل آباد

اپنی امی جان کے نام

میری ماں تو مجھ کو اپنے سارے غم
ادھار دے دے ۔سانسیں بھی وار
دوں میں اک بار تو ہاں کہہ دے
مٹ جائے گر یہ جیون تیری ہی
خدمتوں میں ۔خوش رب کی ذات
ہو گی میری عبادتوں میں
کشور کرن پتوکی

فاطمہ طفیل کے نام

خدا سے سب کچھ مانگ لیا تجھے
مانگ کر
اب اٹھتے نہیں ہیں ہاتھ میرے
اس دعا کے بعد
حکیم طفیل طوفی ۔کویت سٹی

میرا بہترین دوست

میرا بہترین دوست

مس جوشہ ہے
کہ کراچی کی مارکیٹ جو
میں رہائش پذیر ہیں میرا اس سے
روح کا رشتہ ہے ہر دکھ پریشانی
اس سے شئیر کر کے مجھے سکون ملتا
ہے خدا ہماری دوستی کا مان رکھے
آمین۔

سید ہمراز۔ مظفر آباد

میرا سب سے بہترین
دوست امین رضا ہے کیوں کہ وہ
میرے دل کی ہر بات جانتے ہیں
اور کسی اور کے آگے نہیں کرتے
مجھے وہ بس وہ اس ادا سے پسند
ہے اور بہت اچھے ہیں۔

مزل ساگر گوجرانوالہ

مجھے بہترین دوست کی
تلاش ہے جب کوئی ایسا ملے گا تو
بتاؤں گا مجھے یقین ہے ایک دن
وہ میرے سامنے ضرور آئے گا جو
صرف میرا ہوگا صرف میرا اور میں
ایسے دوست کے لیے کچھ بھی
کروں گا۔

فوجی شاہد احمد۔ ڈیرا
رڑانوالہ

میرا بہترین دوست غم ہے
کیوں کہ وہ مجھے کبھی اکیلا نہیں
چھوڑتا غم بھی دیئے کہ یوں واپس
نہ آئے ان کے ہمارے ذات پر
احسان ہی رہے۔

محمد وقاص مان 204\9R

میرا بہترین دوست جواب
عرض ہے جو تنہائی میں ساتھ دیتا
ہے

ممریز گوندل

حافظ عاشق المعروف رافع
الاسلام ہے جس کے ساتھ میں
نے دو سال گزارے ہیں وہ میرا
بہت اچھا اور مخلص دوست ہے
اس کے بعد ملک علی رضا ہے ان
دونوں سے بہت دوستی ہوگئی ہے
اللہ ان دونوں کو سلامت رکھے

حافظ شفیق۔ کوٹلی آزاد کشمیر

میرے والدین اور بہن
بھائی ہیں کیوں کہ ان کے علاوہ
کوئی اچھا دوست نہیں ہو سکتا اس
دنیا میں ان کا پیار سچا اور بے لوث
ہوتا ہے یہ میرا تجربہ ہے کیوں کہ
میں نے باہر کسی سے دوستی نہیں کی
۔

احسن علی لالہ موسیٰ

میرا بہترین دوست نازش
ہے کیوں کہ وہ مجھے سمجھتی ہے اس
نے مجھے جینا سکھایا ہے میں موت
کا منتظر تھا کہ نازش نے مجھے نئی
زندگی دی تھینکس نازش۔

ایم وکیل عامر۔ ساہیوال

طالب حسین ہے اس لیے
کہ وہ کبھی بھی جھوٹ نہیں بولتا اور
نہ ہی کسی کو تکلیف دیتا ہے وہ میرا
بہترین دوست ہے۔

محمد ندیم میواتی۔ پتوکی

میرا بہترین دوست رمیض
اور خرم علی شیرو ہے جو ہر وقت اچھا
کرنے کو کہتے ہیں وہ بہت اچھے
ہیں اور میں ان سے جب بھی ملتا
ہوں وہ دعا دیتے ہیں۔

محمد افضل آزاد۔ ساہیوال

سب دوست آزما لیے اب
ہمارا بیٹا پیارا پھول ہمارا دوست
ہے اور جگر کا ٹکڑا اور دادا کا پہلوان
اور ماں کا فوجی دادی کا ڈاکٹر ہمارا
یار۔

حکیم طفیل طوفی۔ کویت سٹی

میرے بہت سے دوست ہیں کسی ایک کا نام نہیں لکھ سکتا پھر بھی اگر لکنا ہو تو ذوالفقار علی میرا بہت اچھا دوست ہے اور بھائی بھی جناب آپ سے ملاقات کر کے اچھا لگا۔
پرنس عبدالرحمٰن گجر

ذاکر علی عطاء اللہ اسماعیل ہے میں ان تینوں سے بہت محبت کرتا ہوں یہ تینوں میرے دکھ سکھ میں ساتھ ہیں۔
شکیل احمد۔ تربت

میری دوست صباء یار ہے جو ہر وقت دکھ سکھ میں مجھ پر اپنی جان بھی دیتی ہے اس لیے مجھے وہ بہت اچھی لگتی ہے۔
کنزہ آپی۔ حجرہ شاہ مقیم

میرا بہترین دوست ماں اور میرا بیٹا علی ہے اور بھی بہت سارے دوست احباب ہیں جو مجھے اپنے قیمتی وقت میں دعائیں دیتے ہیں اور بہترین دوست میرے قلم اور کاغذ کے ہیں جو میرے ساتھ ساتھ چل رہے ہیں
ایم ولی اعوان گولڑوی لاہور

میرا غم ہے اور میں غموں سے ہی محبت کرتا ہون کیوں کہ آج کل کے دور میں ہر انسان خود غرض ہوتا ہے اور میں خود غرض سے نفرت کرتا ہوں کیوں کہ آج کل کے دور میں ہر انسان خود غرض ہے۔
محمد آفتاب شاد کوٹ ملک دو کوٹہ

ویسے تو میرے بہت سے دوست ہیں جن میں ایم امتیاز عرف شانی۔ ظفر۔ مظہر حسین دینوی۔ ناصر رضا۔ یہ میرے دوست ہیں یہ اچھے دوست ہیں کیوں کہ ہم ایک دوسرے کی قدر رکرتے ہیں۔
مظہر عباس تنہا۔ چک 9 ب عبدالحکیم۔

میرا بہترین دوست مدثر علی ہے جو مجھ سے بات نہیں کرتا دوست ایک ہیرا ہوتا ہے اور ہیرے کو توڑنا نہیں چاہئے۔
محمد اعجاز احمد محسن۔ عبدالحکیم

میرا بہترین دوست فیاض غوری ہے غوری دوست دوستی کے بعد میں ہر کام سے پہلے غور کرتا ہے سوچتا ہوں پھر کوئی قدم اٹھاتا ہوں یہ غور کرنے کی عادت بھی مجھے غوری نے ہی سکھائی ہے۔
بشیر احمد بھٹی۔ بہاول پور

میری سب سے بہترین دوست میری تنہائی ہے جو مجھے چھوڑتی نہیں ہے اتنی اچھی دوست اتنی وفا دار کوئی بھی دنیا داری نہیں ہوسکتی۔
بشارت علی پھول باجوہ

میرا بہترین دوست عمر سلطان ہے اس سے دوستی کی وجہ اس کا مجھے بے لوث پیار اور میرے دکھ سکھ میں شریک ہوتا ہے عمر آئی لو یو۔ نامعلوم

میرا سیل فون ہے جو تنہائی میں بھی ساتھ اور محفل میں بھی مین دوستوں سے رابطے کے لیے اس کا سہارا لیتا ہوں۔
حماد ظفر ہادی منڈی بہاؤلدین۔

جواب عرض ہے مگر مجھے شکوہ ہے وہ میری تحریروں کو نظر انداز کرتے ہیں تو میرا دل ٹوٹ جاتا ہے پھر بھی لکھنے کو من کرتا ہے
---حماد ظفر ہادی

میرا سب سے اچھا دوست ارسلان ہے کیوں کہ وہ ہر کام میں میرا ساتھ دیتا ہے میں اس سے ہر دل کی بات شئیر کرتا ہوں میری دعا ہے کہ اللہ اس کے دل کی دعا قبول کرے آمین۔
نامعلوم

کوئی بھی نہیں ہے آج کے دور میں کوئی کسی کا دوست نہیں ہوتا سب کھانے کے یار ہوتے ہیں جب نہ ملے تو راستے میں چھوڑ کر چلے جاتے ہیں اسی لیے میں نے دوست بنانا ہی چھوڑ دیا ہے میرا دوست جواب عرض ہے۔
عابد علی آرزو۔ سانگلہ ھل

لفظ دوستی زبان سے ادا کر دینا بہت ہی آسان ہے مگر کر کے نبھانا اتنا ہی مشکل ہے لاکھوں میں ایک ہونا بڑی بات نہیں ہے باقل ذکر بات تو یہ ہے کہ لاکھ خوبیاں ایک ہی انسان میں ہوں مگر میری نظر میں میرا ایک دوست ہی عزیز النساء یہی میرا اچھا دوست ہے کیوں کہ وہ ہر قدم پر میری رہنمائی کرتا ہے۔
خلیل احمد ملک ۔شیدانی شریف۔

ریاض جان ہیں جو میں نے تین بہاریں ان سے ملنے میں گزاریں جو کہ آج تک مجھے نہ مل سکا وہ تو مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز ہے تمام دوست اور قارئین میرے لیے دعا کریں کے ان کا دل نرم ہو جائے۔
سیف الرحمن تنہا۔

وہ ہیں جو اچھی کتابوں کا مطالعہ کرتے ہیں اور اس لیے کہ ان کے علم میں اضافہ ہوتا ہے وجہ یہ ہے کہ وہ اپنی زندگی اچھے طریقے سے گزارتے ہیں اور دوسرے لوگوں کے علم میں بھی اضافہ کرتے ہیں۔
فنکار شیر زمان پشاوری۔

حماد ظفر ہادی ہیں ہم اچھے دوست ہونے کے ساتھ ساتھ اچھے پڑوسی بھی ہیں ایک دوسرے سے دل کی باتیں بھی شئیر کرتے ہیں۔
قمر گوندل ۔گوجرہ

میرے دوست بہت سارے ہیں مگر سارے پیسے کے یار ہیں کوئی بھی وفا دار نہیں ہے میرے پاس بھی اگر دولت ہوتی تو سارے ہی وفادار ہوتے۔
محمد آفتاب شاد ملک دوکوٹہ

ممریز گوندل ۔اقصد علی فراز ۔راجہ کامران ۔حیدر کمانڈو ۔رانا نذر عباس ۔زخمی عبدالرحمٰن ۔احسن ریاض پریمی اور شعیب ریاض فرام قادر آباد حماد ظفر ہادی۔ گوجرہ

میرا بہترین دوست جا قب ہے وہ میرا دکھ سکھ کا ساتھی ہے خدا اسے ہمیشہ سلامت رکھے آمین

عابد شاہ جڑانوالہ

میرا بہترین دوست کوئی نہیں ہے کوئی انسان دوستے کے قابل نہیں ہے جو بھی ملا لوٹنے والا ہی ملا اس لیے میرا کوئی دوست نہیں ہے۔
محمد اکمل ۔کنڈ سرگانہ۔

میرے دوستوں کے نام
روزِ ازل کی طرح آج
بھی تمہیں یاد کرتے ہیں
کون کہتا ہے فاصلے
دوستوں کی یاد مٹا دیتے ہیں۔
عثمان غنی قبولہ شریف۔

سید عابد شاہ ہیں کیوں کہ وہ نہائت مخلص اور رحم دل انسان ہیں اور دوستی کی ایک عظیم مثال ہیں مجھے ان پر فخر ہے اللہ تعالیٰ ان کو ہمیشہ خوش رکھے آمین۔
رائے اطہر مسعود آکاش۔

ہم تین دوست ہیں میری دوستوں کے نام ہیں ماہ نور۔ نور حرم اور عائشہ ۔ہم تینوں سکول میں اکھٹی رہتی ہیں یہ تینوں مجھے بہت پیاری لگتی ہیں میں ان سے ہمیشہ دوستی کو قائم رکھنا چاہتی ہوں
زینب کاشف ۔بیگم پورہ ۔لاہور

غزلیں نظمیں

غزلیات

غزل

وہ پانی کی لہروں پہ کیا لکھ رہا تھا
خدا جانے وہ حرف دعا لکھ رہا تھا
لکھا تھا جس نے وفا کی معنی ادھورا
وہ شخص پیار کی انتہا لکھ رہا تھا
ذرا بھی اس کی آنکھوں سے آنسو نہ نکلے
وہ جس وقت لفظ سزا لکھ رہا تھا
محبت میں نفرت ملی تھی اسے بھی
وہ ہر شخص کو بے وفا لکھ رہا تھا
وقاص انجم جڑانوالہ

غزل

آج ہمدرد یاد مجھے پرانے آئے
پھر تصور میں وہی گزرے زمانے آئے
یاد آتی رہی سر شام کی محفل اپنی
یار وہ رات کو کچھ خواب سہانے آئے
اک مدت سے میری آنکھ نے دیکھی ہی نہیں
اک منظر جو میرا چین چرانے آئے
وہ اگر مجھ سے خفا ہے تو کوئی بات نہیں
وہ کسی اور سے ملنے کے بہانے آئے
میری اتنی سی تمنا ہے وہ میرے ساتھ چلے
کب یہ کہتا ہوں میرے ناز اٹھانے آئے
پرنس عبدالرحمٰن گجر نین رانجھا

غزل

کون ہے آئینہ خانوں میں
پتھر ایک لیے ہاتھوں میں
کچھ بھی دکھائی نہیں دیتا
دھول بہت ہے ان راہوں میں
روز نکلتا ہوں میں گھر سے
خواب لینے ان سونی آنکھوں میں
شہر تھا جن سے روشن سارا
اب وہ جسم بھی ہیں قبروں میں
خاک ہوئے جل بجھ کر آخر
شعلے ریشم کے کپڑوں میں
شب کو بناتے ہیں کچھ منظر
دن کو بانٹتے ہیں اندھوں میں
جن میں چاند اگا کرتے ہیں
سبزہ نہیں ان باغوں میں
شمع یہ کس نے روشن کی ہے
پھر سے جنگ چھڑی سائیوں میں
ملک علی رضا۔فیصل آباد

غزل

ذرا سا مسکرا دینا تم اب کے عید سے پہلے
ہر اک غم کو بھلا دینا تم اب کے عید سے پہلے
ذرا سوچو کہ کس کس نے دل دکھایا ہے
ہر اک کو معاف کر دینا اب کے عید سے پہلے
کیا پتہ پھر موقعہ نہ مل پائے ہمیں
بس دل کو صاف کر لینا اب کے عید سے پہلے
ہو سکتا ہے ہم دنیا میں رہیں یا نہ رہیں
اس لیے عید مبارک کہتے ہیں عید سے پہلے
نوید خان ڈاھا۔163 عارفوالہ

غزل

یہ رم جھم یہ بادل یہ بارش کا موسم
یہ ٹھنڈی ہوا یہ پتوں کی سرسراہٹ
کرتی ہے دل میں ہلچل پیدا
یاد آتے ہو تم ہو صنم او صنم
کالے گھرے بادل پیارے
برستے ہیں صاف زمیں پہ سارے
ہوتی ہے ہر سو رونق
یاد آتے ہو تم او صنم او صنم
گھوموں ناچوں گاؤں
میں تیرے پیار میں جھومتی ہی جاؤں
ہو گیا ہے ہر سو خوشیوں کا راج
ٹپ ٹپ گرتی ہے جب یہ بارش آج
یاد آتے ہو تم او صنم او صنم
پیار میں انتظار میں اقرار میں

اظہار میں
کتنا سکون ہے میری جان تیری یاد میں
یاد آتے ہو تم او صنم او صنم
عابدہ رانی گوجرانوالہ

غزل

تیرے پیار میں ایسے پاگل ہوئے
جیسے دنیا میں رہنا بھول گئے
کھائی تھی قسمیں ساتھ نبھانے کی
وہ قسمیں نبھانا بھول گئے
جو تم کو دیکھا تھا پیار بھری نظروں سے
اب وہی نظریں اٹھانا بھول گئے
آرزو اب تو پیار کرنا چھوڑ دے ان سے
وہ تو بے وفا نکلے پھر بھی ان کو بھلانا بھول گئے
عابد علی آرزو سانگلہ ہل

غزل

وہ میرا کب ہوگا ساری رات یہ ہی ہم سوچتے رہے
تو ہے اپنی جان بس بتاتے رہے
ہمیں تو صرف تم سے ہی محبت ہے
پر وہ مانتا ہی نہ تھا
کیوں یقیں نہیں اسے ہم پہ
بس یہی سوچتے رہے
پتہ چلا جب وہ کسی اور کا ہو گیا
بس پھر ساری رات روتے رہے
ہمارے پیار میں کمی بھی سب سے
بس یہی کہتے ہی رہے
اس کی یادیں ہیں اپنے ساتھ بس
یہی سوچ کر ہم جیتے رہے

خوش رہے وہ اپنی زندگی میں
بس یہی دعا دیتے رہے
محمد یاسر تنہا۔ سلطان خیل

غزل

جا جان سے پیارا تھا زندگی میری تنہا چھوڑ گیا
نجانے کیا شکوہ تھا اسے جو سارے بندھن توڑ گیا
اس کی یادوں کو دل میں بسایا تھا اپنا بنانے کے لیے
پھر وہ کیوں پل بھر میں میرا شہر چھوڑ گیا
ہم تو پروانے تھے جو عاشق تھے چراغ سحر پر
اپنی جدائیوں سے میرے آنکھوں میں بہتے آنسو چھوڑ گیا
ہمیں زندگی کے آشیاں میں جستجو تھی جس کی
وہ گلفان میری زندگی میں برگ گل چھوڑ گیا
لکھ نہ سکے برگ ورق پر اس کی دوری کے غم
کچھ سپنے اپنی یادوں کے وہ ادھورے چھوڑ گیا
اگر وہ کلال تھا تو کیوں آیا میری زندگی میں
پیا پیلا کے مجھے جام وہ اپنے ہاتھوں سے تنہا چھوڑ گیا
ذیشان پیا سمندی

اس غم تو اب دل میں سمونا ہی پڑے گا
آنکھیں جو بھر آئی ہیں تو رونا ہی پڑے گا
وہ شخص مزاروں پہ جسے پایا تھا ہم نے
محسوس یہ ہوتا ہے کہ کھونا ہی پڑے گا
اب جی کو جلاتے ہوئے اک عمر ہوئی ہے
اب ہم کو بھی تیری طرح ہونا ہی پڑے گا
یہ ہجر کا موسم کہیں بے کار نہ ہو جائے
باقی جو بچا ہے اسے کھونا ہی پڑے گا
اس گشت ملامت میں میری جان ذرا دیکھ
یہ تخم محبت ہے کہ بونا ہی پڑے گا
رینا محمود قریشی میر پور

غزل

ہو چکا ہے اب کسی کا وہ جو میری زندگی تھا
کون بھولا ہے پہلی محبت کو
میری ساری خوشی تھا وہ
پھولوں کی طرح مسکراتا تھا
میرے ہونٹوں کی ہنسی تھا وہ
بعد برسوں دیکھا تھا اسے
آج بھی اتنا ہی حسیں تھا وہ
زندگی جس کے نام کر دی زخمی
افسوس کہ لوگ کہتے ہیں اجنبی تھا وہ
اکمل زخمی۔ روڈو سلطان جھنگ

غزل

نگاہ جب ترستی ہے مجھے تم یاد آتے ہو

محبت جب تڑپتی ہے مجھے تم یاد آتے ہو
سما جاتا ہے آنکھوں میں تیرے جذبوں کا بھیگا پن
کہیں بارش برستی ہے مجھے تم یاد آتے ہو
زمانے کے سوالوں کو میں ہنس کر ٹال دوں سمیرا لیکن
نمی آنکھوں کی کہتی ہے مجھے تم یاد آتے ہو
رابعہ ارشد۔منڈی بہاوالدین

غزل

رہنے والوں سے نہیں جانے والوں سے پوچھو
کہ زندگی کیا چیز ہوتی ہے
پانے والوں سے نہیں کھونے والوں سے پوچھو
کہ عزت کیا چیز ہوتی ہے
امیروں کو کیا دیکھتے ہو غریبوں سے پوچھو
کہ دولت کیا چیز ہوتی ہے
جس نے دل دیا ہو اس سے نہیں
جس کا دل ٹوٹا ہو اس سے پوچھو کہ
محبت کیا چیز ہوتی ہے
محمد وقاص ساگر فیروزہ

غزل

مجھے جینے کی امید دوبارہ دے دو
میری ڈوبتی کشتی کو کنارہ دیدو
میں درد کے ساحل پہ تنہا ہی کھڑا ہوں پھر آکے اپنی بانہوں کا سہارا دے دو
تیرا دامن تو بھرا ہے ستاروں سے
مجھے بھی صدقے میں ایک ستارہ دے دو میرے آنگن میں آج اندھیرا ہے بہت
میری دہلیز کو پھر اپنا نظارہ دے دو
چند لمحے تجھے دیکھنے کی حسرت ہے بس
میں نے کب کہا وقت اپنا سارا دے دو
محمد یاسین اڈا ملھوآنہ موڑ

غزل

پوجنے سے پتھر کبھی خدا نہیں ہوتا
وفاؤں کا صلہ لازمی وفا نہیں ہوتا
وہ مجھ میں میری محبت کی گہرائی پوچھتا ہے
چشم جتنا بھی گہرا ہو دریا نہیں ہوتا
ہر کسی کے جلنے کا اپنا انداز ہوتا ہے
انسان جتنا بھی جلے دیا نہیں ہوتا
تم جب بھی چلنا اپنے پاؤں پر ہی
چلنا آج کل کے لوگ کسی کا آسرا نہیں ہوتا
وہ لاکھ سمجھیں کہ غیر ہوں میں وصی
اسے کیا خبر پھول کبھی کانٹوں سے جدا نہیں ہوتا
ثوبیہ حسین کھوٹہ

غزل

اپنی خاموش زندگی میں بلانا مجھ کو
اپنی حسین خواب کی تعبیر دکھانا مجھ کو
میں جو پوچھوں تمہارا حال دل
تو اپنی ہر دھڑکن کی آواز سنانا مجھ کو
جو کبھی ہو دل میں حسرت تمہارے کوئی
بے جھجک اپنے حسرت سنانا مجھ کو
ہو جاؤ تنہا زندگی میں کسی پل
اپنی پیاری سی آواز میں بلانا مجھ کو
ایم عمر فاروق چانڈیو۔سی ایچ

غزل

اور اک دن انکشاف ہوا
میرے قاتل کا جرم معاف ہوا
سب نے مجھ کو قصور وار کہا
معاملہ سب میرے خلاف ہوا
چلو اچھا ہوا برا نہ ہوا
داغ و دھبہ لہو کا صاف ہوا
ہوا فائدہ کیا جو اس کی قفئے پر
چند لوگوں کو اختلاف ہوا
قتل دانستہ نہ معافی ہے اس
حقیقت سے احتراف ہوا
میرا ہی خون میری گردن پہ
میرے خونی قاتل کا خون صاف ہوا
سات خون کو بھی ڈھانپ سکتا ہوں
ڈالروں کا اگر شاہد غلاف ہوا
شاہد رفیق سہو کبیر والا

غزل

میرے پہلو میں اک شمع جلا کرتی تھی۔جس کی لو سے اک تصویر بنا کرتی تھی۔سامنے تیرے زبان بند رہتی مگر دل کی جو بات تھی وہ آنکھیں ادا کرتی تھیں۔چپ کیوں ہو ہم سے کوئی بات کرو ایسے خاموشی سے تو تکلیف ہوا کرتی تھی۔شمع جلتی ہے تو زمانے کو پتہ چلتا ہے ماہی۔
آصف علی دکھی۔شجاع آباد

آئینہ روبرو

ماہ جولائی میں سدرہ کی کہانی سب کچھ کھو دیا جس نے میری آنکھوں میں آنسو جاری کر دیئے اس کے علاوہ آپی کشور کرن کی شاعری اور غزلیں نظمیں بھی اچھی تھیں مجھے بہت پسند آئیں میں جواب عرض کی تمام ٹیم کو سلام پیش کرتا ہوں کہ وہ اس قدر محنت کرے ایسی سچ پر مبنی داستانیں ہم تک پہنچا کر ہماری رہنمائی کرتے رہیں۔

----------کریم بگٹی۔سوئی گیس۔0346.3466389

اسلام علیکم۔بھائی صاحب میں ایک غریب لڑکا ہوں ایک چھوٹے موٹے کسان کا بیٹا ہوں میں کافی عرصے سے جواب عرض پڑھ رہا ہوں اور کچھ تحریریں بھی آپکو ارسال کی ہیں اور اب میں کچھ ٹوکن ارسال کرر ہاہوں اور ان کو شائع کرنا آپ کی بڑی مہربانی ہوگی کیونکہ جن کے پاس دولت ہوتی ہے انکو کوئی پریشانی نہیں ہوتی کیونکہ وہ تو دولت کے بل پر کسی کو بھی خرید سکتے ہیں لیکن غریب انسان کے پاس محبت کی دولت ہوتی ہیں جو کسی سے بھی محبت کر لیتے ہیں سرمایا کی دولت سے کوئی فائدہ نہیں جن لوگوں کے دلوں میں محبت ہوتی ہے ان لوگوں کو اللہ تعالی بھی پسند کر لیتا ہے جن لوگوں کے پاس روپے پیسے کی دولت ہوتی ہے اس کو تو خدا بھی پسند نہیں کرتا کیونکہ وہ لوگ اللہ تعالی کو بھولے ہوتے ہیں دولت ہو تو محبت کی جس سے خدا بھی راضی ہوتا ہے اب میں دعا کرتا ہو کہ اللہ تعالی جواب عرض کو دن دگنی اور رات چوگنی ترقی دے۔آمین۔

----------ذوالفقار تبسم میاں چنوں

اسلام علیکم مجھے اندازہ بھی نہیں ہے اور کچھ سمجھ بھی نہیں ہے کہ کیا لکھوں کہاں سے لکھوں جواب عرض ہی اگر پسند نہ ہوتا تو ہم کوئی بھی نہ پڑھتے تمام سلسلے زبردست تھے شاعری مجھے سب سے زیادہ اچھی لگتی ہے سب سے پہلے شاعری ہی پڑھتی ہوں پانچ سال سے میں اس کی خاموش قاری ہوں لیکن اب لکھنے کی جسارت کر رہی ہوں ٹائم کی کمی کی وجہ سے بالکل وقت نہیں ہوتا لکھنے کا بی ایس سی کی پڑھائی اوپر سے تین جگہوں پر ریاضی پڑھاتی ہوں اکیڈمیز میں پلیز میری نگارشات کو ضرور شائع کیجئے گا ورنہ ہمت نہیں رہے گی پہلے سے ٹوٹا دل مزید بکھر جائے گا تمام بہن بھائی اچھا لکھتے ہیں آپ مجھے موقعہ دیجئے میں جواب عرض کے لیے آپ کو اچھا اضافہ ثابت ہوں گی انشاء اللہ مہربانی فرما کر میری تحریر کو ضرور جگہ دیجئے گا دعا ہے کہ آپ کی پوری ٹیم یوں ہی جواب عرض کی سربلندیوں کے لیے کوشاں رہے اور آپ دن دگنی رات چگنی ترقی کریں آمین۔رسالہ یہاں سے بہت مشکل ملتا ہے تو میں کوپن نہیں بھیج سکتی اس وجہ سے اتنے سال نہیں لکھ رہی تھی جولائی کا اوکاڑہ سے جلد ہی مل گیا پھر ڈاک کا انتظام بھی اتنا موثر نہیں ہے تو میں ویسے ہی یعنی کوپن کے بغیر ہی لکھ سکتی ہوں تحریر نگار اشاعت وغیرہ اتنا عرض کر دیجئے گا فی امان اللہ۔

----------حرا رمضان۔اختر آباد

اپریل کا جواب عرض ملا پڑھ کر بہت خوشی ہوئی اسلامی صفحہ پڑھا ایمان تازہ ہو گیا اس رسالے کی جتنی

تعریف کروں کم ہے تمام کہانیوں کا مزہ اور لطف علیحدہ ہے۔ ویران زندگی۔ ویران گلشن۔ ہائے محبت۔ جنت کے بدلے نصیب۔ جھلسی محبت۔ مانوس اجنبی۔ سحر۔ سفارش۔ وہ لڑکی کون تھی۔ بے خبری کا سکھ۔ وہ شخص قیامت تھا۔ عشق سزا ہے۔ میری فرمائش یا تیری۔ اپنی یاد کو روک پیا۔ ان سب کہانیوں نے بہت مزہ دیا میری طرف سے تمام رائٹروں کو دلی مبارک باد قبول ہو۔

مولانا عبدالغفور نقشبندی کیلانی۔ حافظ آباد

جولائی کا شمارہ اس وقت میرے ہاتھوں میں ہے جو کہ میں مکمل پڑھ چکا ہوں سب سے پہلے اسلامی صفحہ پڑھا اللہ تعالیٰ ہم سب کو زیادہ سے زیادہ درود پاک پڑھنے کی توفیق دے آمین اس کے بعد ماں کی یاد میں پڑھا پلیز ہر ماہ لکھا کریں ذاتی صفحہ پڑھ کر شہزادہ انکل کی یاد آئی نئے ابھرتے ہوئے شاعروں میں ہمیشہ کی طرح آپکی کشور کرن اور عابدہ رانی ولی محمد اور عافیہ گوندل۔ کی غزلیں اچھی تھی کہانیوں کی نگری میں ثمینہ بٹ لاہور۔ انیسہ ناز۔ مس افشاں سیدہ جیا عباس۔ ڈاکٹر سدرہ۔ کی کہانیاں بھی اچھی تھیں ایم جاوید نسیم کی کہانی کے ساتھ راضی ہوا۔ یونس ناز کو نہ پا کر دل کو دکھ ہوا حاجی انور لانگ رفعت محمود۔ نثار احمد حسرت۔ منظور اکبر ایم انجم کی کہانیاں اچھی تھیں مجید احمد جائی۔ انتظار حسین ساقی۔ اشفاق بٹ۔ نثار چوہدری کہاں گم ہو

میں کافی عرصے سے جواب عرض پڑھ رہا ہوں اور لکھ پہلی بار رہا ہوں وہ بھی اپنے دوستوں کے کہنے پر کیوں کہ دوستوں نے مجبور کیا اور میں نے سوچا کیوں نہ قسمت آزمائی جائے اور ان لوگوں کا شکریہ کو میری تحریروں کو پسند کرتے ہیں ان کو خلوص بھرا اسلام خاص کر مجید احمد جائی۔ ذوالفقار علی سانول۔ مسرت ناز۔ انور لانگ۔ گلشن ناز۔ ثوبیہ حسین۔ اشفاق بٹ انکل ریاض حسین اور تمام دوستوں کو خلوص بھرا اسلام ماہ اگست کا شمارہ جو کہ میں مکمل پڑھ چکا ہوں ہمیشہ کی طرح سب سے پہلے اسلامی صفحہ پڑھا اس کے بعد ماں کی یاد میں ہم سب کو اللہ تعالیٰ ماں کی خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اس کے بعد میری شاعری شائع کرنے کا شکریہ باقی عابدہ رانی۔ ثوبیہ حسین کہوٹہ۔ رینا محمود۔ بلقیس خان عرف بلو۔ کی شاعری بہت اچھی لگی اب آتے ہیں کہانیوں کی طرف جن میں تمام کہانیاں اچھی تھیں کس کس کی تعریف کروں خاص کر سحرش شاہین انتظار حسین ساقی عابد شاہ یونس ناز ایم عاصم شاکر نجم دانش۔ کی کہانیاں تھی باقی ایک انمول کی تحریر بہت اچھی تھی ناز منڈی بہاولدین نیہا گجراوکاڑہ طاہر عباس گجر۔ ہو سکے تو رابطہ کریں نیہا اور طاہر آپ تو میرے ہی خاندان کے ہو۔

پرنس عبدالرحمٰن۔ نین رانجھا منڈی بہاؤالدین

میں ماہنامہ جواب عرض کو کافی عرصہ دراز سے پڑھتا آ رہا ہوں لیکن اس مصروف زندگی میں جواب عرض کے لیے لکھ بھی نہ سکا میں جواب عرض کو بہت شوق سے پڑتا ہوں میرا مشغلہ بھی جواب عرض پڑھنا ہے میں جواب عرض کو اتنی لگن سے پڑھتا ہوں کہ مجھے اپنے آس پاس کی کچھ خبر نہیں ہوتی کہ کیا ہو رہا ہے انشاء اللہ اب میں جواب عرض کے لیے کچھ نہ کچھ تو لکھتا ہی رہوں گا میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس جواب عرض کو دن دگنی رات چگنی ترقی عطا فرمائے۔ اور ادارہ جواب عرض اور اس کے پڑھنے لکھنے والوں کو صحت اور لمبی عمر دے آمین۔

وسیم احمد تنہا میاں چنوں

اسلام عرض کے ساتھ جناب ریاض احمد بھائی اور جواب عرض کی پوری ٹیم سے معافی چاہتا ہوں جون 2013 کے بعد شرکت کر رہا ہوں کافی مصروفیات تھیں جس کی بنا پر دیر سے حاضر ہوا ہوں مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ اپنے محبوب رسالہ جواب عرض کو خیر آباد کہہ دوں ایک شمارہ بھی مس نہن کیا یہ کبھی نہیں ہو سکتا کہ ہم جواب

عرض چھوڑ دیں جواب عرض نے ہمیں پڑھنا لکھنا سکھا دیا ہے انشاء اللہ لکھتے رہیں گے جب تک دم ہے اس وقت اپریل کا رسالہ میرے ہاتھ میں ہے یقین نہیں ہو رہا کہ جواب عرض پہلے کی طرح اس بار بھی ٹائم سے مل گیا یہ سب ریاض احمد کی مہربانی ہے جو ہمارے بہت اچھے دوست ہیں بھائی ہیں ہماری ہر بات سنتے ہیں میرے پاس ایسے قابل الفاظ نہیں جو میں یہاں تحریر کروں اس نئے جواب عرض کا ٹائٹل بہت اچھا تھا نئے دوست جو سٹوریاں لکھنے لگے ہیں بہت کمال کا لکھتے ہیں اس بار سٹوریز غزلیں اشعار باقی سب کالم ایک سے بڑھ کر ایک تھے اگر کہانی کے ساتھ رائٹر کا کال نمبر اور تصویر بھی لگ جائے تو خوشی کی بات ہوگی جواب عرض کو ہم ہر رسالہ سے بڑھ کر چاہتے ہیں کیوں کہ یہ شہزادہ بانی کی طرف سے ایک انمول تحفہ ہے دن رات اس کی ترقی کے لیے دعا ہے اپنے پیارے دوستوں کے ساتھ پیار محبت سے پیش آؤ میری گزارش ہے کہ ناراض نہ ہوا کریں ایک دوسرے کے ساتھ محبت سے رہا کریں کیوں کہ یہ بہت نازک ٹائم ہے اس لیے رابطہ کم کیا ہے ناراضگی معاف۔انشاءاللہ رابطہ ہوتا رہے گا میں نے اپنی تحریریں بھیج دیں ہیں ہمیشہ کی طرح پڑھ کر رائے دیجئے گا مہربانی ہوگی شرکت نہ کرنے کی معافی چاہتے ہیں عمر دراز آکاش۔ایک ولی اعوان۔آصف سانول۔احمد نجمی۔جمیل فدا۔واصف۔خالد سانول۔قاسم بھائی۔اظہر دکھی۔چاند بھائی۔خالد فاروق۔ملک عاشق ساجد۔جواد احمد آکاش۔شارجہ۔ان سب کو دل سے سلام مجید احمد جائی ہر لمحہ دل سے یاد کرنے والے میری طرف سے شادیہ مبارک ہو آخر میں جواب عرض کے سٹاف کو سلام۔

---------ایم جبرائیل آفریدی۔لاہور کینٹ

پیارے انکل سر ریاض صاحب اور قارئین سب کو میری طرف سے اسلام علیکم۔ماہنامہ جولائی کا شمارہ میرے ہاتھ میں ہے میری کچھ تحریریں اور لیٹر شائع کرنے کا شکریہ میں نے بھی کہانی بھیجی ہوئی ہے اس کی باری کب آئے گی باقی جن لکھاریوں کی کہانیاں اچھی ہیں ان کو میری طرف سے مبارکباد قبول ہو ان کے نام لکھ رہا ہوں۔عاشق حسین ساجد۔نزالہ مغل۔ایم جاوید نسیم چوہدری۔آپی کشور کرن۔رعفت محمود۔مصباح محبوب۔منیر رضا۔مس افشاں۔انیسہ ناز۔آصف جاوید زاہد۔نزاکت علی۔ایم یعقوب۔ثمینہ بٹ۔پرنس مظفر شاہ۔آپ سب کو میری طرف سے اچھا لکھنے پر مبارکباد قبول ہو۔اللہ آپ سب کا حامی و ناصر ہو۔والسلام۔

---------بشارت علی پھول با جوہ تھوتھیاں صفدر آباد

اسلام علیکم۔میں ہر ماہ جواب عرض لیتا ہوں ہم سب دوست مل کر پڑھتے ہیں پلیز میری تحریں شائع کر دیا کریں مہربانی ہوگی جواب عرض ہی ایک واحد دکھی دلوں کا سہارا ہے جب تک ہم ہیں پڑھتے رہے گئے مارچ کا جواب عرض پڑھ رہا ہوں جس میں شازیہ چوہدری کی کہانی عورت کی پہچان بہت اچھی لگی پلیز لکھتیں رہنا

---------فوجی شاہد احمد ڈیرہ روڑاں والہ رسول نگر

اسلام علیکم۔کیسے ہیں آپ خدا آپ کو بھی صحت دے اور اس دکھوں کی نگری کو بھی جو ہمارے غم اپنے سینے میں دفن کر کے ہمیں سکون بخشتا ہے ہماری بے چین روح کو بھی قرار آجاتا ہے،ہم اپنے دکھ بھولنے لگتے ہیں جو خوشی ہمیں اپنوں نے نہیں دی اس کو جواب عرض سے مل رہی ہے ہمیں اسنے بہت خوشیاں دی ہر ماہ اس کا بے چینی سے انتظار رہتا ہے کہ کب آئے اگست کا شمار بھی میرے ہاتھ میں ہے اس میں میری شاعری بھی شائع ہوئی جس کو دیکھ کر دل کو سکون آگیا خدا آپ کو خوش رکھے اور تمام قائین کو بھی جو اس سے اپنا ناطہ جوڑے بیٹھے ہیں کئی لوگ تو چھوڑ گئے وہ بھی واپس آجائیں زاہدہ عندلیب اور سلمی ہری پور کیا ہوا آپ دوبارا انٹری دیں اور میرے لئے بھی دعا

کیجئے گا کہ میں بھی لکھتی رہوں چھوڑوں نہیں کیوں کہ یہ میرے دکھ مدد کا ساتھ ہے میری چیزیں شائع ضرور کیجئے گا

------عابدہ رانی گوجرہ نوالہ

ماہ اگست کا تازہ شمارہ ملا جسے پڑھ کر بہت خوشی ہوئی یہ دکھوں کی نگری یونہی آباد رہے جو ہمارے غم اپنے سینے میں دفن کر کے ہمیں سکون بخشتا ہے روح کو قرار آ جاتا ہے ہمیں اپنے دکھ بھولنے لگتے ہیں جو خوشی ہمیں اپنوں نے نہیں دی وہ اس جواب عرض سے تو مل رہی ہے اس نے ہمیں بہت سی خوشیاں دیں ہیں ہمیں اس کا ہر ماہ بے چینی سے انتظار ہوتا ہے کہ کب آئے گا اگست میں میری شاعری بھی شائع ہوئی جسے دیکھ کر دل کو سکون آ گیا اللہ آپ کو خوش رکھے اور تمام قارئین کو بھی جو اس سے اپنے ناطے جوڑے بیٹھے ہیں عندلیب اور سلمیٰ ہری پور کہاں ہیں آپ اس کو چھوڑیں نہیں دوبارہ انٹری دیں کہانیاں سبھی اچھی تھی خاص کر حکیم جاوید نسیم صاحب کی سٹوری ویران گلشن ٹاپ سٹوری تھی جناب اتنی اچھی سٹوری لکھنے پر مبارک باد جواب عرض کی پوری ٹیم کو خلوص بھرا اسلام اور نیک تمنائیں باقی تمام سٹاف کا بے حد شکریہ جو میری تحریروں کو جگہ دیتے ہیں امید ہے آئندہ بھی ضرور میری حوصلہ افزائی کریں گے جواب عرض کی ترقی کیلئے دُعا گو ہوں

------شگفتہ ناز آزاد کشمیر

اسلام علیکم ۔جواب عرض کے تمام قارئین اور جواب عرض کے پورے سٹاف کو محبت بھرا اسلام اگست کا شمارہ بہت جلد مل گیا تھا سب سے پہلے اسلامی صفحہ پڑھا۔ذکر نبی پڑھ کر دل بہت خوش ہوا اسکے بعد ماں کی یاد میں پڑھ ماں کے بارے میں پڑھ کر دل بہت اچھا لگا ماں کے بارے میں جتنا بھی لکھا جائے کم ہے۔اللہ تعالی ہماری ماؤں کا سایہ ہمیشہ ہمارے سروں پر ہمیشہ قائم لکھے۔امین۔اسکے بعد سب کی شاعری بہت اچھی تھی خاص کر عابدہ رانی کی شاعری بے حد پسند آئی میری دعا ہے اس سے بھی اچھا لکھیں اُس کے بعد غزلیں بہت اچھی تھیں کہانیوں کیطرف آیا تو سب سے پہلے جلتے خوابوں کی راکھ بہت اچھی تھی خلش حسن رضا اسکے بعد میرا مقدر شاہد رفیق اسکے بعد ناکام محبت کے اندھیرے رفعت محمود اس کے بعد آخری محبت یونس ناز انوکھی محبت سیف الرحمن ۔پتھروں کے شہر میں لہولہو محبت مقصود احمد بلوچ ۔تلافی ساحل ابڑو۔دل ہوا ویران عامر جاوید ہاشمی ۔زندگی سنوار دے مولا عابد شاہ۔کیا یہ عشق ہے نجم دانش۔دل کے زخم ندیم طارق۔جو مجھے سب سے زیادہ پسند آئی وہ انتظار حسین ساقی کی کہانی تھی کیا درد اور سچ چھپا ہوا تھا اس میں بلکہ اس بار تو جواب عرض کا ٹائٹل بھی بہت اچھا تھا میں شکر گزار ہوں انکل ریاض کا جو میرے کوپن اور خطوط شائع کر رہے ہیں میری دعا ہے کہ اللہ ان کو ہمیشہ خوش رکھے صحت اور تندرستی عطا فرمائے اور ان کی عمر دراز کرے اور دعا ہے کہ جواب عرض دن دگنی رات چوگنی ترقی کرے آمین۔

------محمد وقاص انجم۔126 گ ب شیر وانہ تحصیل جڑانوالہ فیصل آباد

اسلام علیکم اگست کا شمارہ فیصل آباد کے مشہور بک سٹال سے ملا دوسو روپے کے تین شمارے لیے وہ اس لیے کے کچھ دوست احباب کو اس عید پر گفٹ کرنا تھا رسالہ کا ٹائٹل اچھا تھا اس بار تو ویسے بھی جواب عرض کے قارئین کارواں محبت میں دن بدن اضافہ ہوتا جا رہا ہے جس کا ثبوت ملک بھر میں باقاعدگی سے شائع کرنے پر منفرد رسالوں میں شمار کیا گیا ہے مزے کی بات تو یہ ہے کہ پورا اسٹاف بڑی محنت اور لگن سے سٹوری رائٹر اور ہر لکھاری کے لیے ادب اور آبیاری کے فرائض سرانجام دے رہا ہے میں سمجھتا ہوں مشکل حالات کے باوجود بھی آپ نے ہمت نہیں ہاری اس بار محترم جناب باقل قدر ریاض حسین کی سٹوری پڑھ کر دل باغ باغ ہو گیا عامر وکیل جٹ کی

کاوش بھی بہت ہی اچھی تھی آپ واقعہ وکیل ہو یا وکیل کے ساتھ والے گھر میں رہتے ہو محترم آباد رہو خوش رہو اس بار میری جواب عرض کے کچھ قارئین سے ملاقات ہوئی ان میں محترم حاجی انور لانگ صاحب میاں جاوید جالندھری۔ اشرف زخمی دل۔ مس فوزیہ۔ کنول ریاض تبسم۔ محترم روبینہ ناز روبی۔ اور اسلم جاوید۔ اور بابا اسلم دنگ والے۔ اور بہت ہی پیارے دوست خان محمد وٹو جو عید سے پہلے مجھے ملے اور عید مبارک ہو گئی محترم آپ خوش رہیں اور ادب کی خدمت کرتے رہیں باقی اس بار آپی کشور کرن کی سٹوری نے دل کو نیا زخم لگا دیا ہے واہ جی کیا کہنے عید کے دن ساتھیوں سے بات ہوئی ان میں ملک عاشق حسین ساجد۔ امین مراد انصاری۔ مقصود احمد بلوچ۔ خالد فاروق آسی۔ بابا فقیر بخش صابر۔ پرنس عبدالرحمٰن گجر۔ اظہر سیف دکھی۔ محمد اسلم جاوید۔ ولی اعوان۔ محمد افضل آزاد۔ حافظ محمد شفیق عاجر سلطانی۔ عاصم بوٹا شاکر۔ دکھی آصف۔ منیر رضا صدا حسین صدا۔ سونیا رحمت۔ راحیلہ منظر شاہد سلیم۔ مجید احمد جائی۔ اشفاق بٹ۔ انتظار حسین ساقی۔ دین محمد بلوچ۔ وارث پنڈی۔ فاطمہ لاہور۔ شامل ہیں میری دلی دعا ہے کہ جواب عرض دن دگنی رات چوگنی ترقی کرے آخر میں اپنے پیارے بھائی ریاض احمد حسین باغبانپورہ اور پوری ٹیم کو سلام عرج پیش کرتا ہوں نیک تمناؤں کے ساتھ اجازت چاہتا ہوں اللہ حافظ۔

------------------------------ ملک علی رضا فیصل آباد۔

اسلم علیکم۔ سب کو میری طرف سے ہزاروں دعاؤں کے ساتھ سلام اور آنے والی عید قبول ہو پھر ان نئے رائٹروں کو ویلکم جو لکھنے کا بہت شوق رکھتے ہیں بالکل میری طرح اللہ ان کو کامیابی عطا فرمائے اور یہ لکھتے ہی رہیں پھر ان کا تھینکس جو میری تحریروں کو پسند کرتے ہیں بعد بہن بھائی کہتے ہیں کہ آپی کشور کرن نام لے کر تھینکس بھی نہیں کہہ سکتی ہم آپ کے بہت بڑے فین ہیں یہ ہے وہ ہے تو میں ان کی شکر گزار ہوں کہ وہ میری تحریروں کو پسند کرتے ہیں اور میری حوصلہ افزائی کرتے ہیں سب سے پہلے جو خط پڑھ کر دکھ ہوا وہ یہ کہ ندا علی عباس کی بات کا کہ ان کا ایکسیڈنٹ ہوا اور ندا آپ اور آپ والدہ محترمہ بچ گئیں اور باقی خالہ۔ ماموں۔ بی جی۔ اور بڑی امی کی موقعہ پر ہی ڈیتھ کا سن کر بہت افسوس ہوا ہے شدید دکھ پہنچا ہے اللہ تعالیٰ ان کے صغیرہ وکبیرہ گناہوں کو معاف فرما کر ان کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے اور ان کے ورثہ کو صبر وجمیل عطا فرمائے آمین۔ اور ندا علی عباس اب آپ اور آپ کی والدہ محترمہ کیسی ہیں اللہ تعالیٰ اپنے حبیب ﷺ کے صدقے میں آپ دونوں کو صحت اور تندرستی عطا فرمائے آمین۔ باقی آپ نے میری کہانیوں اور میری شاعری کو پسند کیا بہت شکریہ۔ اور میں آپ کی آپی ہوں بلکہ سب کی آپی ہوں ایک کو چھوڑ کر۔ اگلا سوال مت پوچھنا او کے۔ بھائی وسیم عباس آپ نے میری شاعری اور کہانیوں کو پسند کیا بہت شکریہ۔ عافیہ گوندل آپ نے ماں کے بارے میں میری تحریر کو پسند کیا بہت شکریہ اور آپ نے مجھے پکارہ میں آ گئی۔ گھریلو مصروفیات کی وجہ سے میری کہانی مس ہو جاتی ہے اس کے لیے معذرت آپ میری فین ہو بہت خوشی ہوئی آپ بھی اچھا لکھتی ہیں لکھتی رہا کریں ویری تھینکس۔ ثوبیہ حسین میری شاعری کو پسند کرنے کا شکریہ۔ اور بھائی اظہر سیف نے میری شاعری اور ماں کی یاد صفحہ پسند کیا بہت شکریہ۔ اور نیہا گجراوکاڑہ نے میری شاعری کو پسند کیا اور میری فین ہیں بہت خوشی ہوئی۔ باقی بہن بھائیوں کے نام نہ لکھ سکی اس کے لیے معذرت خواں ہوں کیوں کہ مصروفیات ہی ایسی ہیں کہ میں رسالے کو بہت کم ٹائم دے پا رہی ہوں جنہوں نے میری امی جان کے لیے دعا خیر کی ان کا بہت شکریہ میں نے ماں کی یاد میں صفحہ بہت درد کے ساتھ لکھا تھا کیوں کہ میں اپنی امی سے بہت پیار کرتی ہوں اور ان کی بیماری مجھ سے دیکھی نہیں جاتی اس لیے دعا کیجئے گا

۔باقی جس نے میری زلف محبوب کہانی کو پسند کیا ان کا بھی بہت شکریہ جو میرے فین ہیں انکا بھی اور جنہوں نے میرے خط کو پسند کیا ان کا بھی شکریہ۔ ستمبر میں زلف محبوب کا تیسرا حصہ نہ بھیج پائی سوری کچھ مصروف تھی اور ستمبر میں ماں کا صفحہ نہیں تھا دل کو دکھ ہوا پلیز ماں کا صفحہ ضرور لکھا کریں اور دعا ہے کہ ہماری یہ محفل یونہی سجی رہے اور ہم ایک ساتھ چلتے رہیں تمام قارئین کر سلام اور ڈھیروں دعاؤں کے ساتھ اجازت اللہ نگہبان

کشور کرن۔ پتوکی

ماہ اگست کا تازہ شمارہ ملا جسے پڑھ کر بہت خوشی ہوئی ہے کہانیاں سب کی اچھی تھیں خاص کر کے حکیم جاوید نسیم صاحب کی سٹوری ویران گلشن ٹاپ سٹوری تھی جناب اتنی اچھی سٹوی رلکھنے پر مبارک باد قبول کیجئے جواب عرض کی پوری ٹیم کی بے حد مشکور ہوں جو میری تحریروں کو جگہ دیتے ہیں امید ہے آئندہ بھی میری حوصلہ افزائی کریں گے جواب عرض کے لیے دعا گوں ہوں۔

نامعلوم

خوبصورت ٹائٹل خلش نمبر ملا اپنے نمبر کے حساب سے ہر تحریر ہی لاجواب تھی اسلامی صفحہ میں صبر وتحمل اور بھر پور کفائت اور شعیاری اور سبق ملتا ہے کہ کفن کم پڑ گیا اور پھر بھی تب بھی اس میں حضرت حمزہؓ کو ہی دفنایا گیا یہ ہیں ہم مسلمانوں کے لیے بے مثال قربانیاں جس میں حضور ﷺ نے بھی صبر تحمل کا درس دیا ماں کی یاد میں تحریر ہے اور اگر انسان سمجھے تو واقعہ اپنی ماں کی قدموں کی خاک ہے یہ انسان۔ شاعری میں محمد خان انجم۔ شاہد رفیق پرنس گجر۔ محمود ساحل اور عابدہ رانی کی کچھ لفظ ہیں بے زبان سے اور بشارت علی پھول باجوہ اور محمد عامر رحمن کی کٹا کے پرندہ پر اپنی جان سے بھی گیا بہت پسند آئی ساتھ میں غزلیں نظمیں بھی اپنے لکھنے والوں کے جذبات کی عکاسی کر رہی ہیں۔ میں رائے اطہر مسعود۔ فرخندہ جبیں۔ بہاولپور۔ سدرہ سلطان۔ اور لباس تن سے اتار دینا عارف شہزاد نے کیا خوب لکھا ہے عمران فاروق چانڈیو۔ رخسار افضل۔ حماد ظفر۔ ہاشم یعقوب خیال اور کومل ممتاز نے بھی اپنی لفظوں کے موتی پرو دیئے کہانیوں میں جلتے خوابوں کی راکھ اف۔ تقدیر کے کھیل نرالے ہیں دیکھتے ہیں اگلی قسط کیا لہو رنگ لاتی ہے زلف محبوب کا دوسرا حصہ نارمل ہی رہا لیکن اچھا تھا پھر بھی رائٹر کی کاوش داد تحسین کے قابل ہے اور پھر میرے مقدر پر کس کا زور ہے جہاں درد ملتا ہے وہاں پانی میں کشتی ڈوبا ہی کرتی ہے۔ شاہد رفیق کی تحریر اچھی ہے سیدہ امامہ نے آج کے دور کی اچھی عکاسی کی ہے۔ تم میری تم میری ہو کسی کو جان بوجھ کر تکلیف میں مبتلاء کرنا محبت نہیں کہلاتا آج کے دور میں۔ آج کے اس طرح کے کرداروں پر بہت افسوس ہوتا ہے خدارا معصوم مصنف نازک کو اس کے جینے کا حق دو۔ خلش نمبر میں خلش کی کہانی نے بھی اچھا خاصا درد دیا ہے۔ ہم سے بدل گیا وہ نگاہیں تو کیا ہوا مگر محبت کر کے بدل جانا بہت تکلیف ہوتی ہے آخر میں شگفتہ ناز کی شاعری ہر پل تیرے لیے لبوں پر دعا رکھوں گی اچھی لگی شاز یہ جاوید شازی ویلکم ناکام محبت کے اندھیرے میں آگ اور شبنم کے کھیل میں ایسا ہوتا ہے خدا ڈولی کو بھی کبھی ڈولی میں بٹھائے گا رفعت محمود کی تحریر بھی زبردست تھی۔ اپنی بے چینی تم کیسے آپ حال دل سنانے میں عورت ہمیشہ مجبور ہی ہوتی ہے اچھا فیصلہ کیا ہے سحرش شاہین نے۔ دوست یا دشمن اچھی لگی پتھروں کے شہر میں لہولہو محبت خلش نمبر بہترین تحریر تھی یقیناً گڑیا کی داستاں بھول نہیں پائے گی اور زخم پر زخم ۔ میری آخری محبت۔ اور محبت زندہ ہے میری شاعری کے ساتھ ساتھ اچھی تحریر ثابت ہوئی۔ میری عید لہولہو۔ تلاش جو تاریک پس منظر پر لکھی گئی اچھی لگی دل ہوا ویران۔ گاؤں کی یادوں میں یادگار محبت بے شک دل کو ویران کرتی اچھی تحریر ہے دولت کے پجاری کی پوجا تو اپنی جگہ ہے مگر شاہد نے موقع گنوا دیا ہے وقت کبھی ایک سا نہیں

رہتا۔ جب موقع ملے تو کر گزارو۔ زندگی سنوار دے مولا۔ محبت میں ایسا بھی ہوتا ہے اشرف سانول ڈاہر ونوالہ ویسے میں بھی بہاولنگر سے تعلق رکھتا ہوں بس ہر انسان کی کوئی نہ کوئی مجبوری ہوتی ہے اور کوئی جان بوجھ کر چھوڑ جاتے ہیں کیسا یہ عشق ہے۔ عجیب سارنگ کیسی کیسی محبت کی کہانیاں بنتی ہیں اور زندی گزرتی چلی جاتی ہے۔ یہ دل کے زخم ہوں یا پھر زخم محبت جس کو بھی مل جائیں زندگی اجیرن بنتی چلی جاتی ہے پامال جاؤ۔ کی یہ فریاد بھی اللہ ایک دن ضرور سنے گا ایسے چاہنے والوں کے لیے ڈھیروں دعائیں ہیں منظور اکبر جھنگ اور عباس جانی کی ڈائری اچھی لگی آئینہ رو برو میں زارا زکیہ۔ سیدہ در آب کاظمی۔ محمد اسلم آزاد۔ اور آپی کشور کرن کا تو خط ہوتا ہی حوصلہ افزائی سے بھر پور ہے وہی ہمیں بھی سیکھنے کا موقع ملتا ہے اپنا خط دیکھ کر بہت خوشی ہوئی ادارہ جواب عرض کے لیے نیک تمنائیں اور دعائیں جو ہماری تحریروں کو جگہ دے کر ممنون کرتے ہیں سب کو سلام اور ایک دوسروں میں خوشیاں بانٹتے رہا کرو۔

---------------عبدالجبار رومی انصاری چوہنگ لاہور

محترم قارئین کرام۔ آپ سب کا بہت شکریہ کہ آپ نے ہمیشہ جواب عرض کو بلند مقام پر دیکھنے کا پختہ ارادہ کر رکھا ہے اور ہماری بھی کوشش ہوتی ہے کہ ہم جواب عرض میں ہر کسی کو بلاتفریق جگہ دیتے جائیں۔ آپ ساتھیوں کا ساتھ ہمارے لیے بہت اہمیت رکھتا ہے ہم چاہتے تو یہ ہیں کہ آپ سب کی تحریریں ایک دم شائع کر دیں لیکن ہماری کچھ مجبوریاں ہیں کیونکہ جواب عرض کے صفحات کی تعداد کے حساب سے چلنا ہوتا ہے۔ اس کے باوجود بھی ہم کوشش کرتے ہیں کہ ہم سے کوئی ناراض نہ ہو لیکن ایک بات کہنا ضروری سمجھتا ہوں کہ کچھ قارئین کرام اپنی سٹوری بھیجتے ہی کال کر دیتے ہیں کہ ہم نے کہانی ارسال کر دی ہے لہذا اس کو فوری اور اسی ماہ شائع کر دیں۔ سوچنے والی بات یہ ہے ہمارے پاس روزانہ کئی کہانیاں آتی ہیں اور ایک ماہ میں تقریبا تین سو سے چار سو کہانیاں جمع ہو جاتی ہیں اور ایک رسالہ میں تین چار سو کہانیاں تو ہم شائع نہیں کر سکتے۔ لہذا میری آپ لوگوں سے درخواست ہے کہ کہانی بھیجنے کے بعد کچھ انتظار کر لیا کریں تا کہ ہمارے لیے پریشانی نہ ہو امید ہے کہ آپ ساتھی میری باتوں کو سمجھ گئے ہوں گے اور میں نے ایک محسوس کی ہے کہ جس کی کہانی کچھ ماہ تک لیٹ ہو جائے وہ مختلف طریقوں سے اپنے قارئین ساتھیوں میں ادارہ جواب پر الٹی سیدھی باتیں کرنا شروع کر دیتے ہیں یہ کوئی اچھی بات نہیں ہے۔ ہمیں اس بات کی بہت خوشی ہو رہی ہے کہ جواب عرض پڑھنے والوں کی تعداد بڑھتی جا رہی ہے اور ان کے اندر جنون پیدا ہوتا جا رہا ہے ہم کوشش کرتے جا رہے ہیں کہ ان کی حوصلہ افزائی کرتے جائیں اور خط کو تھوڑا چھوٹا لکھا کریں مہربانی۔ ہماری ایک بہت ہی اچھی رائٹر کشور کرن سے گزارش ہے کہ وہ ایسے ہی لکھتی رہیں ان کی تحریروں کو پسند کرنے والوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ وہ ایسی رائٹر ہیں کہ انہوں نے جواب عرض کے لیے اپنا سب کچھ چھوڑ دینے کو کہا تھا ان کا یہ جنون تھا کہ وہ جواب عرض کو سب پر ترجیح دیتی تھیں۔ ان سے گزارش ہے کہ وہ ادارہ جواب عرض سے رابطہ کریں کیونکہ کچھ لڑکیاں ان سے رابطہ کرنا چاہتی ہیں اور ہم سے ان کا نمبر پوچھتی ہیں امید ہے کہ وہ جلد ادارہ جواب عرض سے رابطہ کریں گی۔

---------------منیجر جواب عرض۔

ماہ جون کا جواب عرض بہت اچھا تھا پر ملا بہت دیر سے ہر بار کی طرح اس بار بھی کہانیاں بہت اچھی تھیں غزلیں اور شاعری بھی تعریف کے قابل تھی اور عابدہ رانی آپ کیسی ہیں آپ کی غزلیں اور کہانیاں اچھی ہوتی ہیں ماہ جولائی کا شمارہ بھی ہر ماہ کی طرح اچھا تھا کہانیاں بھی اچھی تھیں جن میں افغانی محبت۔ بدنامی کی موت

۔اک ماں کی بددعا۔اور سب کہانیاں بھی اچھی تھیں غزلوں میں کشور کرن آپی۔شاعری میں آمنہ شہزادی عابدہ رانی وسیم احمد۔حماد ظفر ہادی کی شاعری اچھی تھی باقی سب کی بھی تعریف کے قابل ہیں میری جواب عرض سے گزارش ہے کہ **پلیز پلیز قسط وار** کہانیاں نہ لکھا کریں ایک ہی بار پوری کہانی شایع کر دیا کریں تا کہ دوسروں کو بھی لکھنے کا موقع ملے ماہ اگست کا جواب عرض بھی اچھا تھا کہانیاں بھی بہت اچھی تھیں جن میں شگفتہ ناز۔سیدہ امامہ سحرش شاہین کی کہانیاں اچھی تھی باقی سب نے بھی اچھی لکھی ہیں غزلوں میں عابدہ رانی۔شاہد رفیق مقصود احمد بلوچ۔راشد لطیف۔پرنس عبدالرحمن۔اور عابدہ رانی کی غزلیں اچھی تھیں سب کی تعریف کرنے لگوں تو خط لمبا ہو جائے گا میں تعریف میں کنجوسی نہیں کرتی اور اکمل بھائی میں نے آپ کے خط کا جواب دے دیا ہے خدارا کسی کو مجبور نہیں کرتے میں نہ تو مجبور ہوں اور نہ مغرور ہوں آخر میں سب لکھنے پڑھنے والوں کو سلام

------------ثوبیہ حسین کھوٹہ

جواب عرض سے محبت تو کافی عرصہ سے ہے لیکن خاموشی کی حد تک آپ بھی اچھی طرح جانتے ہیں کہ جب محبت حد سے بھی زیادہ بڑھ جاتی ہے تو اس کا اظہار کرنا ضروری ہو جاتا ہے جیسے زندہ رہنے کے لیے سانس ضروری ہوتی ہے اس لیے میں نے محبت کے اظہار کے لیے کچھ لکھنے کی جسارت کی ہے اور امید ہے کہ آپ اس محبت کو منظر عام رتک لائیں گے جواب عرض دوسروں کی طرح میری زندگی کا بھی اہم حصہ ہے کیوں کہ اس میں لوگوں کے دکھ درد بانٹے جاتے ہیں اس طرح ہم میں ایک دوسرے کے لیے ہمدردی پیدا ہوتی ہے اس لیے میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو دن دگنی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے اور اس کے بانی شہزادہ عالم گیر اور اس کے ساتھیوں اور رائٹروں کو صحت تندرستی عطا فرمائے جو کہ جواب عرض جیسے ڈائجسٹ کے لیے کوشاں ہیں۔

------------ایس علی خان E.B \38

جواب عرض کی دید ہونے سے گویا عید ہو جاتی ہے سرورق کی نازنین مہ جبیں آنے والے خوش کن نظاروں میں محو ہے۔ثوبیہ حسین کھوٹہ۔اور رینا محمود میرپور کی کاوشیں صراط مستقیم پر چلنے والو کے لیے پراشوب ہیں ناموں کی محفل میں آپی کشور کرن فی الحال تو سرفہرست ہیں۔ثوبیہ جی اپنے موڈ کو ذرا ٹھنڈا رکھا کریں ہمیں بھی کچھ جگہ دے دو اور رینا محمود تو چھا گئی۔خوش آ ہے ناں۔باقی سب کچھ زبردست چل رہا ہے ادارے سے التجاء ہے کہ وہ بیرون ملک میں جواب عرض کو حاصل کرنے کا طریقہ بتائیں امید ہے کہ عنقریب ہمیں بھی سرکاری خرچے پر ایک سال کے لیے روانہ ہونا پڑے ثوبیہ جی دعا کیجئے گا کھوٹہ کے لوگ ویسے ہی بڑے سنگ دل ہوتے ہیں کیپٹن ارسلان طاہر بھائی پلیز ناراضگی چھوڑیں لیپ ٹاپ اب اپنے پاس رکھیں خیر سب کی تحریریں اور کاوشیں بہت پسند آئیں اسد الرحمن بھنگو کیا بھنگ پی رکھی ہے آپ نے جو اتنا خفا ہو خیر گستاخی معاف سب کو میری طرف سے سلام۔

------------عامر شہزاد چوہدری حکیم چکسوئم شورکوٹ سٹی

اسلام علیکم۔جون کا رسالہ ملا غزلیں شاعری اور کوپن دیکھے بہت ہی زیادہ خوشی ہوئی کہ آپ نے ہم کو اتنی خوشی دی اور عزت دی کہ ہم آپ کا شکریہ ادا کرتے رہیں پر حوصلہ افزائی کی اور مجھے ناچیز کو بھی اس قابل سمجھا اس کے بعد میں اپنے پیار دوستوں کا بھی شکر گزار ہوں جو میری تحریروں کو پسند کرتے ہیں اور مجھے فون کال کر کے میری حوصل افزائی کرتے ہیں سب دوستوں کا بہت بہت شکریہ کہ آپ میرے لیے اپنے دل میں محبت رکھتے ہیں دوستوں میں بھی آپ سب کو ہر وقت یاد کرتا ہوں بس وقت کی کمی کی وجہ سے میں آپ کو کال نہیں کر سکتا اب

آتے کہانیوں کی طرف جس میں ہر رائٹر نے خوب لکھا ہوا تھا سب کی کہانیاں بہت اچھی تھیں سب کو مبارک باد قبول ہو سب کے لیے سب ہنستے مسکراتے رہو سب کو اللہ تعالیٰ اتنی خوشیاں عطا فرمائے جس کا کوئی بھی حساب نہ کر سکے دوستو میری زندگی تو ایک بہت بڑے دکھ کا نام ہے جتنا میں دکھی ہوں اتنا اللہ تعالیٰ کسی کو نہ کرے اور نہ کسی کو اتنے دکھ ہوں اللہ سب کو سکھی رکھے آمین۔

-----------اظہر سیف دکھی مسجد بلال سکھیکی منڈی

ماہ جولائی کا شمارا اس بار تھوڑا لیٹ ملا سرورق اچھا تھا سب سے پہلے اسلامی صفحہ پڑھ کر ایمان تازہ کیا شان علی آپ نے ماں کے بارے میں بہت اچھی تحریر لکھی ہے مبارکباد قبول فرمائیں شاعری میں کشور کرن، ریاض احمد، عابدہ رانی، دلی محمد اعوان، عافیہ گوندل، کالم غزلوں نظموں میں مس فوزیہ۔ کنول۔ صبا ملک۔ آمنہ شہزادی۔ سونو گوندل عبدالجبار رومی۔ گلشن ناز۔ انعم نذیر چاند۔ روبینہ نواز پریاد عا اٹک۔ ثنا کنول۔ اے ڈی مخلص۔ آپ سب کی شاعری لاجواب تھی کہانیوں میں میرا آخری عشق نزالہ مغل۔ نزالہ جی ویری گڈ کیا سٹوری بنائی ہے۔ آپی کشور کرن زلف محبوب آپی جی آپ کی تحریر کے کیا کہنے۔ شیشے کی گڑیا رفعت محمود۔ افغانی محبت پرنس مظفر شاہ۔ بدنامی کی موت مصباح محبوب۔ میری ہمدم میری دوست ثمینہ بٹ۔ ثمینہ جی آپ کی تحریر میں بھی جان تھی۔ کیوں بدنام ہے محبت منیر رضا۔ پیارے دوست ہمیشہ اسی طرح اچھا لکھتے رہنا۔ ہم تو بس آپ کے ہیں انیسہ ناز۔ بہت خوب۔ دیوانگی کہاں جا کے ٹھہری۔ منظور اکبر تبسم۔ میرا مان ٹوٹ جائے گا۔ مس افشاں آپ کے قلم میں جادو ہے۔ محبت رنگ بدلتی ہے سیدہ جیا عباس۔ سب کچھ کھو دیا ڈاکٹر سدرہ جی ویلڈن آپ کی کہانی بھی قابل تعریف تھی آپ کی تحریر میں جان تھی نیکسٹ ٹائم بھی لکھتی رہنا آپ سب کی کہانیاں ہی سپرہٹ تھیں آپ سب کو نثار احمد حسرت کی طرف سے لکھ لکھ مبارکاں تسی گریٹ او۔ کالم زندگی کی ڈائری میں مقصود احمد بلوچ۔ اے ڈی ناز۔ عافیہ گوندل۔ عابدہ رانی۔ محمد وقاص۔ فوجی شاہد۔ سیدہ جیا عباس۔ ان سب کی ڈائریاں ابہت کمال کی تھیں میری کہانی اک ماں کی بد دعا کو پڑھ کر جن دوستوں نے رابطہ کیا اور میری حوصلہ افزائی کی اور مزید لکھنے کا کہا ان میں سر فرست ہیں۔ ایم اشفاق بٹ۔ ایم شفیع تنہا۔ پرنس عبدالرحمن۔ حماد ظفر ہادی۔ حسن رضا۔ شہزادہ کیف۔ ابرار شاہ۔ ایم صدیق شاکر۔ کاوش۔ سرفراز۔ اے ڈی مخلص۔ مقصود احمد بلوچ۔ صدا حسین صدا۔ حاجی انور لانگ۔ یونس ناز صاحب سہیل افضل بٹ۔ نوید آرٹسٹ۔ قاری اللہ یار کاتب۔ شاہد آرٹسٹ۔ ایم ارشد وفا۔ حق نواز۔ ملک عمر حیات۔ کاشف علی کاشی۔ راشد بلوچ۔ منظور اکبر تبسم۔ علی شاہ۔ غلام دستگیر۔ حافظ عاجز شفیق۔ ندیم عباس۔ نیلم شہزادی۔ رابعہ علی۔ نیلم شہزادی۔ زینت اسحاق۔ نادیہ۔ ڈاکٹر نازیہ۔ شازیہ جاوید شازی۔ مسکان آرزو۔ صنم ناز۔ اور ڈاکٹر رخسانہ عدنان۔ محمد ارشد، عبدل ارشید آپ سب دوستوں مشکور وممنوع ہوں جو آس ب میری تحریروں کو پڑھ کر گاہے بگاہے رائے سے نوازتے ہیں۔

ماہ اگست کا شمارہ سارا مکمل پڑھ چکا ہوں سب سے پہلے اسلامی صفحہ پڑھ کر ایمان تازہ کیا اس کے بعد ماں کی یاد میں شاہد صاحب کی خوبصورت تحریر پڑھنے کو ملی ویلڈن شاہد بھائی شاعری میں شاہد رفیق سہو۔ محمد خان انجم پرنس عبدالرحمن گجر۔ عابدہ رانی۔ بشارت علی پھول باجوہ۔ کالم غزلوں نظموں میں فرخندہ جبیں ڈاکٹر سدرہ۔ عافیہ گوندل۔ ثوبیہ حسین رینا محمود قریشی۔ ایم عمر فاروق۔ سیدہ جیا عباس۔ مومل مہناز حافظ شفیق عاجز۔ حماد ظفر ہادی فاطمہ کومل۔ رابعہ ارشد آپ سب کی شاعری لاجواب تھی آپ سب مبارکباد قبول کیجئے اور کہانیوں میں میرے بیسٹ فرینڈ حسن رضا کی سٹوری خلش۔ میرا مقدر۔ شاہد رفیق سہو۔ دوست یا دشمن۔ راشد لطیف۔ پتھروں کے

شہر میں لہولہو محبت ۔انتظار حسین ساقی ۔آخری محبت یونس ناز ۔ویلڈن بہت خوب لکھا ہے آپ نے دولت کے پجاری اللہ دتہ چوہان ۔تم میری ہو سیدہ امامہ ۔میری آخری محبت یہ بھائی کمال کر دیا وری گڈ ۔میری عید لہولہو بھائی محمد خان انجم ۔ہم سے بدل گیا شگفتہ ناز ۔جی بہت اچھا لکھا ہے لکھتی رہنا ۔زلف محبوب آپی کشور کرن آپ کی جادوئی قلم سے لکھی گئی ہر تحریر ہی قابل تعریف ہوتی ہے بہت اچھا لکھ رہی ہیں آپ خدا زور قلم اور زیادہ دے حال دل سحرش شاہین زخم پر زخم عامر وکیل جٹ ۔انوکھی محبت سیف الرحمن زخمی ۔محبت زندہ ہے میری ایم عاصم بوٹا شاکر ۔زندگی سنور دے مولا عابد شاہ ،زخمی محبت ،ریاض حسین ،چوہان ،میری طرف سے آپ کو اتنا اچھا لکھنے پر مبارکباد قبول ہو آپ کی چاہتوں اور وفاؤں کا مقروض ۔

----------نثار احمد حسرت ۔نور جمال شمالی گجرات

جناب مدیر جواب عرض آداب جہاں وقت نے اپنے انمٹ نقوش مٹا دیئے وہاں کچھ ماضی بعید کے مسافروں نے اپنا سفر جاری رکھا جواب عرض بھی ماضی کا ایک دلچسپ راہی ہے جس کا سفر ابھی تک جاری ہے اس کے ساتھ کئی ہمراہی اس کا ساتھ نہ نبھا سکے اور گوشہ گمنامی میں کھو گئے جواب عرض کی کتابت بھی بہت عمدہ ہو چکی ہے۔

----------فقط بشیر احمد بھٹی فوجی بستی بہاول نگر

ماہ اگست کا شمارہ ملا جسے پڑھ کر بہت خوشی ہوئی میں نے سب سے پہلے اسلامی صفحہ تو دل کو سکون ملا اس کے بعد ماں کی یاد میں پڑھ کر دل اور بھی خوش ہو گیا میری طرف سے شاہد اقبال صاحب کو مبارکباد قبول ہو ۔۔میرے پیارے محترم جناب عاشق حسین ساجد صاحب کی کہانی جلتے خوابوں کی راکھ اپنی مثال آپ تھی میری خدا سے یہ دعا ہے آپ ہمیشہ اسی طرح کی پیاری پیاری کہانیاں لکھتے رہیں میری طرف سے آپ کو مبارکباد ۔حسن رضا کی خلش شاہد رفیق کی میرا مقدر انجم دانش سہو کی یہ کیسا عشق ہے انتظار حسین ساقی کی پتھروں کے شہر میں لہولہو محبت ۔شگفتہ ناز ہم سے بدل گیا ۔سیدہ امامہ کی تم میرے ہو محترم جناب میرے دل کا سکون مقصود احمد بلوچ کی میری آخری محبت ۔سحرش شاہین کی حال دل میری طرف سے ان تمام دوستوں کو مبارکباد قبول ہو آخر میں میں اپنے پیارے دوست ریاض صاحب سے کچھ پانے دل کی بات کر لوں ریاض صاحب میں جو بھی ہوں آپ کی محبت کی وجہ سے ہوں آپ جیسے دوست تو اس دنیا میں بہت کم ملتے ہیں میری وفا میری دعا آپ کے ساتھ ہیں ہر پل آپ کے ساتھ ہوں میری طرف سے جواب عرض کے تمام سٹاف کو سلام قبول ہو۔

----------سیف الرحمن زخمی سیالکوٹ

جون کا شمارہ ملا سب سے پہلے اسلامی صفحہ پڑھا ایمان تازہ ہو گیا پھر کہانیوں کی طرف آیا سب سے پہلے جو کہانی اچھی لگی وہ ہے ملک عاشق حسین ساجد کی کہانی جلتے خوابوں کی راکھ ملک عاشق حسین آپ کی کہانی بہت اچھی تھی سر ریاں احمد صاحب میں نے ایک سٹوری بھیجی ہے پلیز شائع ضرور کرنا سر مجھے لکھنے کا بہت شوق ہے اگر آپ میری حوصلہ افزائی کریں گے تو ہمیشہ لکھتا رہوں گا آخر میں جواب عرض کے لیے دعا گو ہوں جواب عرض دن دگنی رات چوگنی ترقی کرے

----------حق نواز لسبیلہ ۔بلوچستان

اسلام علیکم بہت امید کے ساتھ میں یہ شاعری بھیج رہا ہوں مجھے امید ہے کہ آپ یہ شاعری ضرور شائع کریں گے میری طرف سے جواب عرض کی پوری ٹیم کو سلام۔

----------یاسر تنہا۔

ماہ اگست کا جواب عرض مجھے دو تاریخ کو مل گیا اپنی سٹوری پا کر دل بہت خوش ہوا لیکن بھائی آپ نے تو کہا تھا کہ میری سٹوری کا نمبر آئے گا خیر جواب عرض کی مقبولیت میں روز بروز اضافہ ہوتا جا رہا ہے اگست کے شمارے میں سب سٹوریاں قابل تعریف تھیں کس کس سٹوری کی تعریف کروں ریاض بھائی ایک سٹوری بھیج رہا ہوں زندگی لائی کس موڑ پہ اسے کسی قریبی شمارے میں شائع کر کے میری حوصلہ افزائی ضرور کرنا اور ان دوستوں کا شکر گزار ہوں جنہوں نے میری بے ضمیر لڑکی کہانی کو پسند کیا اور آگے لکھنے کا کہا میں ان دوستوں کے نام لکھنا چاہوں گا۔عنایت بھائی پاک آرمی سرسندھ۔ کرن سرگودھا۔ تانیہ کراچی۔ زارا زکیہ مانوالہ۔ شیزہ گجرات۔ مسکان ٹوبہ ٹیک سنگھ۔ ثنا مسٹر لاہور۔ ثنا جہلم۔ صائمہ کراچی۔ نور چیچہ وطنی۔ نائلہ منڈی بہاولدین۔ ندا صادق آباد۔ مسرت گجرانوالہ۔ صبا ڈیر پتوکی۔ زرقا آزاد کشمیر فیضہ علی فیصل آباد۔ بینش قصور۔ عائشہ میانوالی۔ ماہین ننکانہ صاحب۔ نرگس سرگودھا۔ بلال فیصل آباد۔ دیا لاہور۔ عائشہ سیالکوٹ۔ فرزانہ رحیم یار خان ہادیہ جہلم۔ حورین نور راجن پور۔ عامر چوک اعظم۔ صدف راولپنڈی۔ اور بھی بہت سارے دوست ہیں جن کا میں شکر گزار ہوں اور دوست جس نے میری سٹوری کی تنقید کی اس کا بھی شکر گزار ہوں کیوں کہ اگر تنقید ہو تو اس سے اپنی سٹوری کی غلطیاں سدھارنے کا موقع ملتا ہے اللہ تعالیٰ جواب عرض کو دن دگنی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے اور آخر میں تمام قارئین جواب عرض کی ٹیم کو پیار اور خلوص بھرا اسلام اور آپی کشور کرن آپ کی کہانیاں اور شاعری مجھے اچھی لگتی ہے اسی طرح لکھتی رہا کریں ریاض بھائی اللہ تعالیٰ آپ کو صحت اور تندرستی عطا فرمائے آمین آخر میں م قارئین اور رائیٹر حضرات دعا کریں کہ میری دلی تمنا پوری ہو جائے اور میرے ماں باپ کا سایہ مجھ پہ ہمیشہ رہے آمین۔

آصف علی شجاع آباد

اسلام علیکم۔ جواب عرض کے پورے دفتری عملہ کو سلام کرتا ہوں اس کے بعد تمام قارئین کو بہن بھائیوں کو کی خدمت میں سلام عرض ہے بعد از سلام سب بہن بھائیوں کا شکر گزار ہو کہ جنہوں نے میری تحریروں کو پڑھا اور پسندیدگی کا اظہار کیا اور میری حوصلہ افزائی کی اور میری خامیوں کو اجاگر کر کے مزید اچھا لکھنے کی ترغیب دی اس کے بعد ریاض بھائی کا شکر گزار ہو کہ انہوں نے میری تحریروں کو شائع کر کے مجھے ایک اعلیٰ مقام دیا میں امید کرتا ہوں کہ آئندہ بھی اسی طرح نظر کرم فرمائیں گے اس کے علاوہ میری گزارش یہ ہے کہ ماں سے پیار کا اظہار۔ مجھے شکوہ ہے اور غم کے بعد خوشی۔ پرانے سلسلے کو پن دوبارہ شروع کریں ایک اور گزارش ہے کہ عمدہ تحریروں کو جگہ دیں اور ایک ہی تحریر کو قارئین نقل نہ کریں اس طرح یکسانیت پیدا ہوتی ہے ہاں یاد آیا میں اپنی دوست راحت کا احسان مند ہوں اس کا میں شکریہ ادا کرتا ہوں کہ راحت جی آپ نے مجھے میری کہانی لکھوائی میں اپنی پوری محنت اور لگن سے اسے لکھ رہا ہوں اور بہت ہی جلد اپنے محبوب جواب عرض کے حوالے کر دوں گا میں جواب عرض کی پوری ٹیم کا شکر گزار ہوں کہ ان کی انتھ محنت اور کوششوں سے جواب عرض ہر ماہ ان ٹائم پڑھنے کو ملتا ہے میں اس سب کی محنت کو سلام کرتا ہوں اس کے بعد ان قارئین کو سلام کرتا ہوں جو اپنے قیمتی وقت سے ٹائم نکال کر دوسروں کی تحریروں کو پڑھتے ہیں اور سراہتے ہیں آخر میں ان دوستوں کا شکر گزار ہوں جنہوں نے میری کمی کو پورا کیا دوستو میں ذاتی مصروفیات اور حالات کی وجہ سے کچھ نہ لکھ سکا اس کا خاص جو میرا لکھنے پر مجبور کیا پسندیدہ مشغلہ ہے شاعری کا اب میں آپ سب دوستوں سے وعدہ کرتا ہوں کہ غیر حاضری نہیں کروں گا یہ وعدہ خاص کر اپنی دوست رقیہ زیب۔ یاسمین لاہور۔ نیہا خان نارووال۔ اقراء تلہ گنگ۔ اقصیٰ ٹوبہ ٹیک سنگ کا جس نے بار بار اسرار کر کے مجھے لکھنے پر مجبور کیا اس وقت میرے ہاتھ میں اگست کا خلش نمبر ہے اسلامی صفحہ پڑھ کر روح کو

تازہ کیا اس کے بعد شاعری میں عابدہ رانی کی شاعری قابل تعریف تھی اور دل کو لگنے والی تھی عابدہ جی آپ شاید مجھ کو بھول گئی ہیں اور رابطہ بھی ختم کر دیا ہے میں آپ کو نہیں بھولا ہوں میں نے تو آپ کو سچ میں سمجھایا تھا مگر آپ تو ناراض ہو گئی ہیں اس کے غزلوں میں اپنی ذاتی غزل دیکھ کر دل خوش ہو گیا باقی سب دوستوں کی غزلیں پیاری ہیں فرخندہ جس کی غزل کا تو جواب ہی نہیں۔ عافیہ گوندل۔ ماجدہ رشید۔ فاطمہ کومل صادق آباد۔ کی غزلیں بھی قابل تعریف ہیں کہانیوں میں سب کی کہانیاں بہت سرس بھری اور پیاری ہیں باقی سب کالم بھی قابل تعریف ہیں آگے بھی امید کرتا ہوں کہ سب دوست اسی طرح دل جمی اور جان فشانی سے لکھتے رہیں گے اس سے بھی اچھی تحریریں جواب عرض کی زینت بنیں گی ایک بات اور کہوں گا کہ سب قارئین اس بات کو یقینی بنائیں اور پرانے میگزینوں میں سے کچھ نہ لیں بلکہ نئی اشراع کریں تاکہ پڑھنے والے یکسانیت کا شکار ہو کر بور نہ ہوں آخر میں اپنی محسن کو پیار بھرا اسلام پیش کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس کو اپنے پیارے حبیب کے صدقے میری دوست عزیز النساء کی سب پریشانیاں دور کرے آمین۔

خلیل احمد ملک۔ شیدانی شریف

اسلام علیکم دعا ہے کہ آپ سب خیریت سے ہوں جواب عرض کا تمام سٹاف خوش وخرم اور سلامت رہے آمین۔ خاص کر ریاض احمد صاحب جناب ماہ اگست کا شمارہ بہت دلچسپ اور پیارا تھا اس کی سبھی کہانی دلچسپ اور اچھی تھی میری طرف سے تمام قارئین کو بہت بہت مبارک ہو اسلامی صفحہ اور خاص کر یہ سٹوریاں پسند آئیں۔ محبت میں ایسا بھی ہوتا ہے محمد اشرف سانول۔ محبت زندہ ہے میری ایم عاصم وہاڑی۔ پتھروں کے شہر میں لہولہو محبت جناب انتظار حسین ساقی صاحب آپ کو اسپیشل مبارک ہو۔ باقی تمام تحریریں شاعری اور جواب عرض اچھا تھا تمام قارئین سے ریکویسٹ ہے کہ آج سے میرا نام اشرف زخمی دل کے بجائے اشرف شریف دل سے پکاریں کیوں کہ میری جان سے پیاری دوست نے یہ نام بدل دیا ہے آپ سب قارئین اور سٹاف مجھے زخمی دل کے نام سے یاد نہ کریں آخر میں ساری دنیا سے پیار مومنہ گل پری کو دل کی تہہ گہرائیوں سے سلام اور آسے ریکویسٹ ہے کہ آپ کے لیے میں ساری دنیا کو چھوڑ سکتا ہوں۔

محمد اشرف شریف دل۔ بچیکی ننکانہ صاحب

اسلام علیکم امید کرتا ہوں کہ جواب عرض کی پوری ٹیم بالکل خیریت سے ہو گی مجھے دوستی کے کالم میں سے کچھ دوستوں نے خط لکھے ہیں جن میں کچھ دوستوں کے خط ملے ہیں اور کچھ کے نہیں اور نہ ہی کوئی ایڈریس لکھا ہے اور ایک دوست نے تو شکوے کیے ہیں لیکن میں اس دوست سے اتنا ہی کہوں گا کہ آپ کا نہ تو مکمل ایڈریس آیا ہے میں جواب کیسے دوں اور مجھے نوید خان ڈاھا نے بھی خط ارسال کر دیا ہے اور میری درخواست ہے کہ پلیز اپنا نام اور مکمل ایڈریس بھی لکھا کریں بعض دفع ایسا ہوتا ہے کہ اکثر خط غلط ایڈریس پر چلے جاتے ہیں اور وہ واپس ارسال بھی نہیں کرتے تو پلیز دوستو آپ کے شکوے شکایت بھی ٹھیک ہے لیکن میں ایسا بھی نہیں ہوں کہ آپ کے خطوط کا جواب نہ دوں اور ایسی سوچ تو کبھی میں نے رکھی ہی نہیں ہے کیوں کہ کسی کا دل توڑنا مجھے نہیں آتا کچھ دوست مجھے خط لکھتے بھی ہیں مگر ہو سکتا ہے وہ میرا ایڈریس کچھ آگے پیچھے لکھتے ہوں اس لیے مجھے خط نہ ملتا ہوں تو یہ میرا ایڈریس ہے۔ ڈاکخانہ خاص الجامعہ اسلامیہ تحصیل عارفوالہ ضلع پاک پتن اس ایڈریس پر مجھے کوئی بھی خط فوراً مل جائے گا میرے پاس اس وقت ماہ اگست کا جواب عرض موجود ہے جس میں تمام دوستوں نے اچھے سے اچھا لکھا ہے سٹوریز بھی اچھی ہیں اور غزلیں اور باقی کے کالم میں بھی بہت سے دوستوں نے ایک

دوسرے سے بہت شکوے شکایت کی ہیں یہ سلسلہ تو پھر چلتا ہی رہے گا شکوے شکایتوں سے ہی تو پھر محبت بڑھتی ہے اگر شکوے نہ کیے جائیں تو پھر کسی کو کیسے پتہ چلے گا کہ کون کس کے بارے میں کیا سوچتا ہے کیوں کہ میں اکثر شکوے شکایت کرتا رہتا ہوں کیوں کہ اور کچھ ہو نہ ہو لیکن دل کا بوجھ ضرور ہلکا ہو جاتا ہے ورنہ ہمارے شکوؤں کا کون جواب دیتا۔ یا جس سے شکوہ ہوتا ہے اس کو تو خبر بھی نہیں ہوتی خیر میری شاعری اور غزل کو کچھ دوستوں نے پسند کیا جس میں ثوبیہ جسین کہوٹہ سے۔ لیکن ثوبیہ جی آپ کی شاعری اور غزل میں بھی کافی شکوے ہوتے ہیں اور بہت اچھی شاعری اور غزل ہوتی ہے آپ نے میری شاعری پسند کی اس کے لیے شکریہ آخر میں سب سے یہی کہوں گا بس خوش رہو اور دوسروں کو خوش رکھنے کی کوشش کرو کیوں کہ دوسروں کی خوشی میں ہی ہماری خوشی ہے اور جواب عرض کے ادارے کے لیے دعا گوں ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کو دن گنی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے آمین۔

عثمان غنی عارفوالہ پاک پتن

اسلام علیکم ستمبر کا شمارہ دیکھ کر تو خوشی ہوئی مگر جب لیٹر پڑھے تو بے حد افسوس ہوا کہ جواب عرض کے لیٹروں میں صرف جواب عرض کے بارے میں ہی لکھا جائے اور اکثر ایسا ہوتا ہے ہے کہ جواب عرض میں لڑکے لڑکیوں سے کہتے ہیں کہ ہم سے دوستی کرو ہم سے رابطہ کرو۔ دوستو کیا آپ کے گھر میں ماں بہنیں نہیں ہیں اگر ان کے بارے میں کوئی ایسا لکھے تو آپ کو کیسا لگے گا دوستو وہ بھی کسی کی ماں بہنیں ہیں پلیز ایسا لیٹر مت لکھا کریں کسی کی عزت کا خیال کریں ہر لڑکے کی تحریر کے ساتھ اس کی فوٹو کاپی یا ب فارم منگوایا کریں تا کہ ہر کوئی سوچ سمجھ کر لکھے اب آتا ہوں جواب عرض کی طرف ستمبر کے جواب عرض میں ایک لیٹر خصوصی میرے نام تھا جو کہ آپ سب نے پڑھا بھی لیا ہوگا اور آپ کے ذہن میں طرح طرح کے سوال بھی پیدا ہو رہے ہیں گے۔ قارئین کچھ ماہ پہلے ان کا لیٹر شائع ہوا تھا جس میں لکھا تھا کہ اچھے دوست ہیں آپ مجھ سے ناراض کیوں ہو اتنی ناراضگی اچھی نہیں ہوتی۔ ایک میں لکھا تھا کہ میں آپ سے رابطہ کرنا چاہتی ہوں اپنا ایڈریس شائع کروائیں یہ الفاظ لکھے تھے ندا صاحبہ نے آپ دو یا تین ماہ پرانا جواب عرض دیکھیں آپ کو لیٹر مل جائے گا میں نے جواب میں لکھا تھا کہ سوری میں اپنا ایڈریس نہیں دے سکتا آپ جواب عرض کے اور رائٹروں سے رابطہ کرلو جن کے ایڈریس شائع ہوتے ہیں لکھا کافی تھا مگر ادارے نے الفاظ کاٹ کر شائع کیا تھا۔ پھر میں نے کسی لیٹر کا جواب نہیں دیا تھا کیوں کہ میں ندا کو جانتا تک نہیں تھا یہ کون ہیں کیا کرتی ہیں کہاں سے ہیں ہاں قارئین یہ بھی لکھا تھا کہ رونگ نمبر کی وجہ سے موبائل فروخت کر دیا ہے قارئین خود سوچو اگر ان کو میرے نمبر کی ضرورت ہوتی تو موبائل فروخت کرنے سے پہلے ہی لے سکتی تھی قارئین یہ ستمبر کا لیٹر پڑھ کر مجھے بے حد افسوس ہوا ہے اگر چاہوں تو میں بھی لکھ سکتا ہوں مگر مجھے یہ زیب نہیں دیتا اور نہ ہی ایسا کچھ لکھوں گا سب باتیں میں کھول کو آپ سب کے سامنے کر دی ہیں۔ باقی بقول ندا صاحبہ کے کہ ہمارا رابطہ رہا ہے اگر میں نے رابطے کے دوران کوئی غلطی کی ہے تو بتائیں سب کے سامنے صرف آپ نے ایسا اس لیے کہا کہ آپ نے مجھ سے ایڈریس مانگا اور میں نے دیا نہیں تو وہ میری مرضی ہے میں اپنا ایڈریس دوں یا نہ دوں باقی مجھے آپ سے کچھ نہیں کہنا قارئین آپ کے فیصلے اور آپ لوگ میری باتوں پر کتنا اتفاق کرتے ہیں ضرور بتانا میں انتظار کروں گا قارئین کے جواب کا اگر زندگی نے ساتھ دیا تو ۳ پھر ملاقات ہوگی اللہ حافظ۔

ندیم عباس ڈھکو۔ ساہیوال

ماہ اگست کا شمارہ حسب روائت وقت اے پہلے ہی مل گیا تھا سب سے پہلے اسلامی صفحہ پڑھا اس کے بعد

شاہد اقبال پتوکی نے ماں کی بارے میں کیا خوب لکھا جناب آپ کی عظمت کو سلام ۔ جواب عرض ادارے سے اک ریکویسٹ ہے کہ جناب میں نے آپ کو کچھ تحریریں بھیجی ہوئی ہیں انہیں شائع کر دیں آپ کی بہت مہربانی ہو گی ماہ اگست کے شمارے میں جو اشتہار شائع ہوا ہے محترمہ آمنہ راولپنڈی کے نام اس کے لیے میں معذرت خواں ہوں مجھے امید ہے کہ آمنہ صاحبہ مجھے معاف کر دیں گی جواب عرض کی پوری ٹیم کو سلام ۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔غلام فرید جاوید ۔ حجرہ شاہ مقیم

اسلام علیکم ۔ میں جواب عرض کے قارئین کا بے حد شکر گزار ہوں جو میری تحریروں کو پڑھ کر مجھے اپنی قیمتی رائے سے نوازتے ہیں اور جنہوں نے مجھے اتنے کم عرصے میں اتنی پزیرائی بخشی ماہ نور ۔ گڑیا اٹک ۔ ناز گوجرانوالہ شہزادہ سلطان کیف الکویت ۔ حماد ہادی ۔ شگفتہ ناز ۔ ماہ نور گوجرانوالہ ۔ محمد ریاض فیصل آباد ۔ عاشق حسین ساجد ۔ الطاف حسین دکھی ۔ خاور شہزاد مغل ۔ محمد بشارت علی مغل ۔ سب کو سلام ۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔خرم شہزاد مغل ۔ بھمبر آزاد کشمیر

جی میں پہلی بار جواب عرض میں خط لکھ رہی ہوں جواب عرض میں لکھنا میری خوشی یا شوق تو نہ تھا مگر آہستہ آہستہ لکھنے کا شوق بھی پیدا ہو گیا مگر افسوس کہ میرے گھر والے مجھے لکھنے کی اجازت نہیں دیتے میں پھر بھی کوشش کروں گی جواب عرض میں ایک مقصد کے لیے پڑھ رہی ہوں اس آپ سب دعا کریں کہ میرا مقصد پورا ہو جائے اس کے بعد مجھے گھر والے نہ بھی لکھنے دیں تو مجھے کوئی ٹینشن نہیں ہوگی ۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مسکان ۔ شانگلہ

اسلام علیکم جون کا جواب عرض ملا پڑھ کر بہت خوشی ہوئی باقی جن دوستوں کی تحریریں پڑھی ان میں ملک عاشق حسین ساجد ۔ امداد علی ۔ شوکت علی ۔ خرم شہزاد ۔ سلیم میئو ۔ رفعت محمود ۔ ایم ولی اعوان ۔ محمد شہزاد کنول ۔ جبرائیل آفریدی ۔ عمر حیات ۔ آصف دکھی ۔ ایم جاوید نسیم چوہدری ۔ محمد یونس ۔ ماجدہ رشید ۔ ثمینہ بٹ ۔ سمیرا ریاض ۔ سائرہ ارم ۔ عافیہ خان گوندل ۔ ان سب کی تحریریں زبردست تھیں آپ سب کو اس ادنیٰ سے انسان کے طرف سے مبارکباد ہو اب میں اس عظیم ہستی کا ذکر کروں گا جن کی ماہ محترمہ نام مقام سے تو کری تعارف کی محتاج نہیں پھر بھی ان کا نام لینا پسند کروں گا محترمہ فرزانہ سرور فرزانہ جی آپ کی تحریر تو واقعہ قابل تعریف تھی مگر آپ کی تحریر میں ایک بہت بڑی غلطی تھی اگر آپ لڑکیاں ہو کر ایسا لکھیں گی تو لڑکے کیا کریں گے باقی اور بھی غلطیاں تھیں آپ قلم چلاتے وقت الفاظوں پر توجہ دیا کریں اگر آپ کا رابطہ ہوتا تو میں کال پر ہی سب کچھ بتا دیتا اور یوں جواب عرض میں واضع لیٹر کبھی نہ لکھتا اگر آپ کو اپنی غلطیوں کا پتہ نہ چلے تو ریاض احمد سے میرا نمبر لے کر رابطہ کرنا میں بتا دوں گا ۔ محترمہ کشور صاحبہ اب مخاطب ہوں آپ سے کہ میں نے آپ کا لیٹر جون میں پڑھا اچھا لگا اپنے ساتھیوں کا دل نہیں دکھانا چاہیے مگر ان کی اصلاح کرنا بھی تو ہمارا فرض ہے آج کل کے دور میں اگر کسی کی بہتری کے لیے ان سے کہا جائے تو ان کو برا لگتا ہے چند دوستوں کی ایسی تحریریں بھی شائع ہو رہی ہیں کہ جھوٹ واضع نظر آتے ہیں پھر بتاؤ بندہ کیا کرے ہم اتنا وقت نکالتے ہیں تو کیا جھوٹ پڑھنے کے لیے سٹوری چاہیے ہلکی ہی ہو مگر ہو تو سچ اگر ہم جھوٹ لکھیں گے تو اس کو جتنے لوگ بھی پڑھیں گے ان کا گناہ بھی ہمیں ہی ملے گا محترمہ کشور کرن جی مانہ کہ آپ ایک سینئر رائٹر بن گئی ہیں اور میں تو آج سے لکھ رہا ہوں آج تک خود کو رائٹر نہیں کہا پہلے بوٹا دکھی بہاولپور کے نام سے لکھتا رہا اب نام تبدیل کر کے ایم عاصم بوٹا کے نام سے لکھ رہا ہوں میں آپ کی تحریروں کو پسند کرتا ہوں اور جو بھی آپ کی تحریروں کو پسند کرتا ہے آپ کا حق بنتا ہے کہ اس کا نام لے کر شکریہ ادا تو کریں

آپ لڑکے تو ہو نہیں جو آپ کو کالیں آئیں گی اگر میری باتیں بری لگیں تو سوری باقی جو دوست میری تحریروں کو پسند کرتے ہیں میں ان کا تہہ دل سے شکر گزار ہوں۔ مس فوزیہ کنول منڈی بہاوالدین آپ کہاں غائب ہو پلیز حاضر ہو جاؤ والسلام۔

ایم عاصم بوٹا چوک منتیلا

اسلام علیکم۔ ماہ جون کا شمارہ میں مکمل پڑھ چکا ہوں اور جواب عرض کے سٹاف سے ریکویسٹ ہے کہ پرنٹنگ کرنے وقت میرے نام میں کچھ غلطی ہوئی ہے جو میں بتانا چاہتا ہوں کہ جولائی میں آفتاب شاد کی جگہ پر شادی لکھا ہوا تھا اور اور جون کے جواب عرض میں بھی ایڈریس نہیں تھانہ شہر کا نام لکھا ہوا تھا تو پلیز ایسا مت کریں ہم تو پرانے لکھاری ہیں ہماری پہچان تو ہو گی اب آتے ہیں ماہ جولائی کی طرف جو میں نے مکمل پڑھ لیا ہے سب سے پہلے اسلامی صفحہ پڑھا اس کے بعد ماں کی یاد میں پڑھا جو کہ علی شان کا لکھا ہوا تھا علی شان کی تحریر بے مثال تھی اس کے بعد آپ کا ذاتی صفحہ پڑھا جس میں قیمت بڑھانے کا ذکر تھا باقی کہانیوں میں جلتے خوابوں کی راکھ پڑھی جناب ملک ساجد کی کہانی بہت اچھی جا رہی ہے ویران گلشن کی آخری قسط بہت اچھی تھی حسن علی کو بہت بہت مبارکباد ہو کہ ان کی محبت اس کو مل گئی باقی زلف محبوب اچھی تھی مگر اس کی سمجھ نہیں آئی افغانی محبت پرنس مظفر شاہ کی کہانی بھی اچھی تھی۔ آخری عشق نرالہ مغل کی کہانی اپنی مثال آپ تھی ہم تو بس آپ ہیں انیسہ ناز آپ نے بھی اچھا لکھا ہے میرا مان ٹوٹ جائے گا مس افشاں لاہور کی کہانی بھی زبردست تھی۔ جھوٹی محبت ندیم عباس ڈھکو آپ بھی بہت اچھا لکھتے ہیں محبت عذاب ماضی حاجی انور لانگ آپ بھی بہت اچھا لکھتے ہیں آپ کی کہانی بھی سپر ہٹ تھی ان سب لکھنے والوں کو میری طرف سے مبارکباد قبول ہو باقی کہانیاں کچھ خاص نہیں تھی آخر میں جواب عرض کی پوری ٹیم کو سلام خدا حافظ۔

محمد آفتاب شاد۔ کوٹ ملک دوکوہہ

سب سے پہلے جواب عرض کی پوری ٹیم کو سلام قبول ہو جواب عرض میرا پسندیدہ رسالہ ہے اور اس میں ہر کہانی ماشاءاللہ بہت معیاری اور سبق آموز ہوتی ہے پہلے ہر ماہ بہت بے صبری سے جواب عرض کا انتظار رہتا ہے حسن رضا کی سٹوری پڑھ کر بہت اصلاح ملی اس سٹوری کو پڑھ کر بہت زبردست کہانی تھی منظور اکبر تبسم آپ کی کہانی بھی بہت پیاری تھی بھلے ہی میرے الفاظ سادہ اور بے معنی ہوں مگر ان الفاظوں میں گندھی ہوئی جو محبت ہے اور ہمیں جواب عرض سے محبت ہی تو ہے اگر محبت کا جواب محبت سے نہ دیا جائے تو دل دکھتا ہے کیوں کہ یہ میرا پہلا خط ہے جو کہ اس امید کے ساتھ بھیج رہی ہوں کہ شائع کر کے میری حوصلہ افزائی کرنا

گڑیا چوہدری۔ علی ہسپتال سیہ پور

اسلام علیکم۔ ماہ ستمبر کا شمارہ بدلتے رشتے کیا ہی خوب تھا جسے دیکھ کر میرا دل خوشی سے باغ باغ ہو گیا سرورق بھی بہت خوب تھا اندر جھانکا تو رنگ برنگی تحریروں سے ملاقات ہوگئی اس کے تمام سلسلے اپنی جگہ پر بہتر ہیں مثلاً ۔غزلیں۔ پسندیدہ اشعار۔ ملاقات ائینہ روبرو۔ ماں کی عظمت۔ دیگر کہانیاں اہر لحاظ سے بہتر تھیں میں جواب عرض کا بہت پرانا قاری ہوں یہ ایک معیاری پرچہ ہے ہر ماہ کے آخر میں مجھے اس کا بڑی بے چینی سے انتظار رہتا ہے ویسے بھی اس مہنگائی کے دور میں ایسا پرچہ نکالنا آپ کا ہی کام ہے قارئین اور آپ کی انتھ محنت سے ہی پرچے کو چار چاند لگتے ہیں غزلیں شائع کرنے کا بہتر شکریہ اور اب میرے کالم کو بھی جگہ دے دیں تو عنائت ہو گی پرچے کا ہر نمبر ہی لاجواب ہوتا ہے جواب عرض کا مطالعہ ہی ہماری اندھیری نگری کو روشن کرتا ہے اور دردناک

کہانیاں بہتے آنسو اور سسکتی آہیں ہی دکھی دلوں کی پکار ہے اور اس جگمگاتے معاشرے اور بے بس لوگوں کی ترجمانی کرتا ہے چند غزلیں ارسال کر رہا ہوں انہیں بھی جگہ دیدینا خدا آپ کی عمر دراز کرے اور صحت دے میرے لائق اگر کوئی خدمت ہو تو میں حاضر ہوں تحریر میں کوئی خامی ہو تو معذرت خواں ہوں اس کے ساتھ ہی اجازت چاہتا ہوں اللہ حافظ۔

----------محمد اسلم۔فیصل آباد۔

اسلام علیکم بھائی کیسے ہیں آپ میں جواب عرض کی جتنی بھی تعریف کروں کم ہے میں پہلے رسالے نہیں پڑھتی تھی مگر اب میرے اندر جواب عرض پڑھنا کیا لکھنے کا بھی شوق ہو گیا ہے اور مجھے لکھنا بھی ہے اب جواب عرض ہی میری زندگی میں روشنیاں لے کر آئے گا میں نے کچھ شاعری بھی بھیجی ہے اور اور ساتھ آپ سے جواب کی طلبگار ہوں کیا میں آپ کو کہانی لکھ کر بھیج سکتی ہوں میرے پاس ارد گرد کے لوگوں کی بہت سی سچی کہانیاں ہیں میں چاہتی ہوں کہ وہ جواب عرض کے اوراق کی زینت بنیں اس کے علاوہ میں نے بہت سی شاعری بھی لکھی ہے کیا وہ ساری ایک ساتھ بھیج سکتی ہوں کیا وہ شائع ہو جائے گی آپ کے جواب کی منتظر۔

----------عائشہ نور عاشا۔شادیوال گجرات

اسلام علیکم۔جواب عرض کی تمام قارئین کو اور پورے سٹاف کو محبتوں بھرا اسلام قبول ہو کافی دنوں تک میں مصروفیات کی وجہ سے کئی ماہ جواب عرض کا کوئی بھی شمارہ نہ پڑھ سکا جیسے ہی کام سے فارغ ہوا ہوں بک سٹال سے جا کر اگست کا جواب عرض خریدہ اوراق گردانی کی تو انتظار حسین ساقی کی کہانی پتھروں کے شہر میں لہولہو محبت پر آ کر رکا اور پڑھنے لگا میں نے سوچا کہ ایک آدھا پیج پڑھ کر باقی گھر جا کر پڑھوں گا جیسے ہی کہانی کو پڑھنا شروع کیا تو پڑھتا ہی چلا گیا میں گھر پہنچنے سے پہلے ہی کب پڑھ گیا پتہ نہ چلا اس کی جتنی بھی تعریف کروں کم ہے انتظار حسین ساقی جیسے قابل رائٹر تو اک انمول تحفہ ہیں جیسے پھول خوشبو کے بغیر ادھورا ہے گلشن پھولوں کے بغیر ادھورا ہے اس طرح ہی جواب عرض انتظار حسین ساقی کی تحریروں کے بنا ادھورا ہے اللہ تعالیٰ ان کو اور بھی لکھنے کی توفیق عطا فرمائے آمین ان کے قلم میں جادو ہے پر ان کی زبان میں بھی جادو ہے اچھے اخلاق کے مالک ہیں بہت ہی پیارا ان کا بات کرنے کا لہجہ ہے میرے دل میں تو ساقی صاحب ہمیشہ تھے ہیں اور رہیں گے۔

محبت کے لیے کچھ دل مخصوص ہوتے ہیں۔۔ یہ وہ نغمہ ہے جو ہر ساز پر گایا نہیں جاتا۔۔

----------ملک عبدالرحمان ساحل۔خانپور

اسلام علیکم ماہ جوالائی کا جواب عرض ملا پڑھ کر بہت خوشی ہوئی اور خاص کر اپنی کہانی پڑھ کر دل باغ باغ ہو گیا تھا ریاض صاحب کا بہت بہت شکریہ مجھے میری کہانی پر جن دوستوں نے مبارکباد دی ان کا بہت مشکور ہوں جہلم سے توقیر صاحب۔آصف۔دین محمد فوجی قاسم۔راحیل۔جہانگیر۔سدھیر اسلام آباد۔ندیم لالاموسیٰ۔نعیم ایم پی والا۔راجہ محفوظ۔رانا حسین۔اور بہت سے دوستوں نے مبارکباد دی ان سب کا میں دل کی گہرائیوں سے شکریہ ادا کرتا ہوں یاد رہے کہ میں جواب عرض پڑھتے پڑھتے اپنے بال سفید کر بیٹھا ہوں اور یہ ریاض حسین صاحب اور حاجی انور لانگ بتا سکتے ہیں کہ میں کب سے جواب عرض پڑھتا ہوں بحر حال ریاض صاحب اور اس کی ٹیم کا شکریہ ادا کرتا ہوں جو مجھے شمارے میں برابر جگہ دیتے ہیں ابھی آتے ہیں شمارے کی طرف تو ملک عاشق حسین کی کہانی جلتے خوابوں کی راکھ زبردست جاری ہے۔حکیم ایم جاوید کی ویران گلشن اور رفعت محمود کی شیشے کی گڑیا منیر رضا کی کیوں بدنام ہے محبت افشاں کی میرا مان ٹوٹ جائے گا حاجی انور لانگ کی محبت عذاب ماضی

ڈاکٹر سیدرہ کی سب کچھ کھو دیا محمد خان انجم کی زہرا اچھی کہانیاں تھی اور میری کہانی افغانی محبت کا فیصلہ آپ کریں گے کیسی تھی اس ماہ کی ٹاپ سٹوری نزالہ مغل کی آخری عشق تھی نزالہ باجی بہت بہت مبارک ہو باقی میرے دوست منظور اکبر کی کہانی دیوانگی تم کہاں جا کے ٹھہری بہتر تھی ندیم عباس ڈھکو صاحب ۔نزاکت علی ۔اور سیدہ جیا عباس ۔ مصباح محبوب ۔ثمینہ بٹ صاحبہ اور ایم یعقوب صاحب آپ سب اپنی کہانیوں پر مزید محنت کریں شکریہ ۔

---- پرنس مظفر شاہ پشاور

اسلام علیکم ۔امید کرتا ہوں کہ آپ سب لوگ خیریت سے ہوں گے میں نے جواب عرض پڑھا اسلامی صفحہ اچھی باتیں پڑھ کر ایمان تازہ ہو گیا اس کے بعد سٹوریاں پڑھیں بہت ہی اچھی تھیں ان کے دکھ کا بہت احساس ہوا کچھ لوگ ہیں جنہوں نے میری سٹوری پڑھ کر مجھے داد دی میں ان کا ذکر کر رہا ہوں ۔انجم خان دیپالپور ۔حماد ظفر ہادی صاحب ۔عامر جاوید ہاشمی صاحب ۔ڈاکٹر توقیر صاحب ۔عمران بھائی ۔اعجاز بھائی ۔حسن بھائی ۔سعید بھائی ۔اسد بھائی ۔منظور اکبر ۔ابوبکر بھائی کراچی ۔نزاکت بھائی ۔وقاص ۔وقار ۔راشد ۔ڈاکٹر شہزاد ۔یاور صاحب ۔اشرف خان ۔انیلہ ۔حرا ۔شگفتہ ۔گڑیا جی ۔ثناء ۔ثنا رحیم یار خان ۔آزرو ۔رخسانہ ۔رابعہ ۔مشال ۔نادیہ ۔حنا ۔کوثر ۔مہک ۔جنت ناز ۔عینی ۔اقراء ۔مسکان ۔عروج فاطمہ ۔پرنس مظفر شاہ ۔دیا خان ۔زویا خان ۔فوزیہ ۔جن کے نام رہ گئے ہیں ان سے میں معذرت کرتا ہوں میں تمام جواب عرض پڑھنے والوں کی عزت کرتا ہوں میں بہت شوق سے جواب عرض پڑھتا ہوں آخر میں میرے لیے دعا گو رہیے گا شکریہ ۔

---- سید عابد شاہ ۔جڑانوالہ

اسلام علیکم ۔تمام رائٹروں کو ڈھیر وسلام ۔بالخصوص انکل ریاض صاحب کو میرا ڈھیر سلام ۔ریاض انکل میں آپ کی بہت شکر گزار ہوں جو آپ میری تحریروں کو اپنے پرچوں کی زینت بناتے ہیں اور میری ڈھارس بندھاتے ہیں اگر آپ کا تعاون رہا تو انشاء اللہ میرے قلم کی سیاہی کبھی ختم نہیں ہوگی جون کے شمارے میں بھول کر جولائی کے بعد اگست کا شمارہ میرے ہاتھ میں ہے پرچہ لیٹ ملنے کی وجہ سے تبصرہ بھی دیر سے کر رہی ہوں امید ہے جگہ مل ہی جائے گی جواب عرض ایک مکمل پرچہ ہے جہاں نئے لوگوں کو ویلکم کیا جاتا ہے ورانہیں مایوس نہیں کیا جاتا تمام رائٹر بہت اچھا لکھتے ہیں لیکن کچھ رائٹر حضرات سے میں گزارش کرتی ہوں کہ پلیز لکھتے وقت اخلاقیات کو مدنظر رکھ کر لکھا کریں کیوں کہ یہ پرچہ ہر عمر کے لوگ پڑھتے ہیں کشور کرن جی آپ نئے رائٹر کا حاصلہ بڑھاتی ہیں بہت اچھا لگا بڑا دل رکھنا بھی بڑی بات ہے تو بیہ حسین کھوڑہ سے لکھتی ہیں بہت اچھا لکھتی ہیں اور سب سے بڑی بات تو یہ ہے کہ میرے ہی شہر سے لکھتی ہیں اسی طرح اچھی اچھی شاعری لکھتی رہیے گا اس کے علاوہ میری تحریریں جن کو پسند آتی ہیں ان کا بھی بہت بہت شکریہ میری دعا ہے کہ جواب عرض اسی طرح ہی جگمگاتا رہے اور لکھاریوں کے تیر کو نکھارتا رہے زندگی رہی تو پھر نئے تبصرے کے ساتھ حاضر ہوگی ۔

---- سیدہ امامہ علی ۔راولپنڈی کہوٹہ

اسلام علیکم بھائی ریاض صاحب آہپ کا بہت شکریہ کہ آپ نے میری کہانی کو ماہ جون میں جگہ دے پھر ایک کہانی لے کر آپ کی خدمت مین حاضر ہوا ہوں پہلے کی طرح اس بار بھی شائع کر کے شکریہ کا موقع دیجئے گا جواب عرض سے ہماری بہت سی امیدیں ہیں یہ ہمارا پسندیدہ رسالہ ہے مہربانی کر کے جلد ہی کسی قریبی شمارے میں جگہ دے دیں کیوں کہ یہ سٹوری میرے پاس دو سال سے ہے گھریلو حالات تنگ ہونے کی وجہ سے سٹوری آپ تک نہ پہنچا سکا یہ ایک سچی اور دکھ بھری داستاں ہے ضرور شائع کرنا ،بھائی اظہر سیف دکھی نے ایک بینر چھپوا

کر سکھیکی منڈی میں لگوایا ہوا ہے کہ میں جواب عرض میں کہانیاں لکھتا ہوں اگر کسی کے پاس سچی کہانیاں ہیں تو مجھے دو میں جواب عرض میں لکھوں گا بہت محبت ہے اس کو جواب عرض سے۔ اسلام علیکم سب سے پہلے جواب عرض کے پورے سٹاف کو اور تمام رائٹروں کو اور پڑھنے والوں کو جو نہیں پڑھتے جو بیرون ملک رہتے ہیں جو پاکستان میں ہیں جواب عرض رسالے کو پسند کرنے والوں کو سلام ڈھیروں دعاؤں کے ساتھ خوش رہو ماہنامہ اگست خلش نمبر میرے ہاتھ میں ہے سب سے پہلے اسلامی صفحہ جو کہ باجی کشور کرن نے لکھا تھا اور اس کے بعد ماں کی یاد میں شاہد اقبال پتوکی نے لکھا تھا پڑھ کر ایمان تازہ ہو گیا۔ پھر شاعری میں شاہد رفیق سہو۔ محمد خالد انجم کی شاعری۔ پرنس عبدالرحمن کی شاعری۔ محمود ساحل کی شاعری عابدہ رانی کی شاعری۔ بشارت علی پھول باجوہ کی شاعری۔ محمد عامر کی شاعری بہت پسند آئی غزلوں میں رائے اطہر آکاش۔ اظہر سیف دکھی۔ فرخندہ جبیں۔ ماجدہ رشید۔ ان کی غزلیں بہت اچھی تھی کہانیوں میں ملک عاشق حسین رفعت محمود۔ ان کے علاوہ تمام کہانیاں بیسٹ تھیں ماہنامہ جون میری ایک کہانی بے وفا شائع ہوئی جن دوستوں نے میری کاوش کو پسند کیا ان کا میں نام لینا چاہتا ہوں اظہر سیف دکھی۔ جگر سمندری۔ آمنہ گجرات۔ صبا عروج میانوالی۔ علینا فیصل آباد۔ انجم منڈی بہاوالدین۔ عروج اسلام آباد۔ عائشہ میانوالی۔ اشمل پشاور۔ کرن ملتان۔ کرن منڈی بہاولپور۔ شمائلہ نازیہ چکوال۔ سائرہ تلہ گنگ۔ یاسمین سرگودھا۔ زویا ملتان۔ اس کے علاوہ کئی دوستوں نے نام نہیں بتایا لیکن ایس ایم ایس ضرور کیے ہیں اس کے بعد سعودی عرب سے بھی کالیں آئیں ان تمام دوستوں کا میں بہت شکر گزار ہوں اس کے علاوہ اور بھی بہت سے دوست ہیں جن کا نام نہیں لکھ سکا ان کو بھی چاہتوں بھرا اسلام اور جنہوں نے نہیں یاد کیا ان کو بھی محبتوں بھرا اسلام اللہ ان سب کو بہت بہت خوشیاں عطا فرمائے آمین۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔دکھی شوکت علی انجم مسجد بلال سکھیکی منڈی

اسلام علیکم۔ جولائی میں ڈاکٹر سدرہ کی کہانی بہت اچھی تھی اس کو پڑھ کر میری آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اس کے علاوہ آپ کشور کرن کی شاعری اور غزل اور نظم مجھے بہت پسند آئی۔ میں جواب عرض کی تمام ٹیم کو سلام کرتا ہوں وہ اس قدر محنت کرے اور ہم تک سچی کہانیاں پہنچائے اور ہماری رہنمائی کرتے رہیں۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔نامعلوم۔ نام نہیں لکھا

اسلام علیکم جولائی کا شمارہ اس وقت میرے ہاتھوں میں ہے جو میں پورا کا پورا پڑھ چکی ہوں جیسے ہی رسالہ میرے ہاتھ میں آئے جب تک میں پورا نہ پڑھ لوں رسالے کو چھوڑتی نہیں ہوں جولائی کا رسالہ نوے روپے کا ہو گیا ہے خیر ہم سمجھ سکتے ہیں اسی لیے تو فورا خرید لیا ہے کیا ہوا اگر پانچ روپے بڑھا کر ایک اچھا رسالہ لے لیں تو اس میں خوشیاں ہی خوشیاں اور ہمدرد لوگ ہمارے غموں پہ مرہم رکھنے والے خیر چلو میں کہانیوں کی طرف آتی ہوں ورنہ جواب عرض کی تعریف تو ختم ہی نہیں ہوگی مگر ورق ختم ہو جائیں گے۔ جو مجھے سب سے زیادہ کہانی اچھی لگی وہ تھی آپی کشور کرن کی تھا تو پہلا حصہ مگر بہت اچھا تھا بہت پسند آیا۔ اس کے بعد نزالہ مغل۔ ندیم عباس ڈھکو۔ منظور اکبر تبسم۔ آصف جاوید زاہد۔ سیدہ جیا عباس۔ منیر رضا۔ ثمینہ بٹ۔ مس افشاں۔ رفعت محمود سب کی کہانیاں لاجواب تھیں غزلوں میں آپی جی کشور کرن۔ ریاض احمد انکل۔ عابدہ رانی کی شاعری میرے دل میں اتر گئی ہر لفظ پہ واہ واہ میری طرف سے مبارک ہو۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔رینا محمود قریشی میر پور خاص

اسلام علیکم انکل جی کیسے ہیں آپ اللہ تعالی آپ کو اور آپ کی ٹیم کو خوش رکھے ماہ جولائی کا شمارہ ساتھ جولائی

کو جلوہ گر ہوا شمارہ بہت زبردست اور اچھا تھا اسلامی صفحہ درود شریف کی برکات پڑھ کر مزہ آ گیا اس کے بعد آتے ہیں کہانیوں کی طرف سب کہانیاں بہت زبردست اور اچھی تھی سب کہانیاں ایک سے بڑھ کر ایک تھیں سب اشعار اور غزلیں ایک سے بڑھ کر ایک تھے غزلوں نے پورے شمارے کا مزہ ہی دوبالا کر دیا اشعار میں اپنے اشعار اور پھول اور کلیاں اپنی تحریر دیکھ کر دل خوشی سے باغ باغ ہو گیا اتنی خوشی ہوئی کہ میں بیان نہیں کر سکتا مجھے تو یاد بھی نہیں تھا کہ مجھے تو جواب عرض رسالے کے لیے کوئی تحریر بھیجی تھی گلدستے میں سب تحریریں بہت بہت زبردست تھی انکل جی میں مزید کچھ تحریریں بھیج رہا ہوں پلیز نواز کر کے شائع کر دیجئے گا۔

-----------خضر حیات، حسن رضا، محمد وسیم۔ رانا شاہد۔ روڈہ تھل

اسلام علیکم بندہ آپ کی خدمت میں پہلی بار خط ارسال کر رہا ہے امید ہے آپ مایوس نہیں کریں گے بندہ کو تقریباً دس سال کا عرصہ ہو گیا ہے ماہنامہ جواب عرض پڑھتے ہوئے اور دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر غزل کے چند اشعار بھیج رہا ہوں شائع کر کے بندہ کو مہربانی کا موقعہ دیں اور اس امید پر اجازت چاہوں گا کہ آپ شائع کر کے بندے کا مان رکھ لیں گے اور آگے بھی لکھنے کا موقعہ دیں گے آگے بھی لکھنے کا دل کرتا رہے گا ہماری دعائیں ہر وقت آپ کے ساتھ ہیں اللہ آپ کو ہمیشہ خوش رکھے آمین۔

-----------اویس تنہا کراچی

اسلام علیکم ستمبر کا بدلتے رشتے بیس تاریخ کو مل گیا سب سے پہلے اپنی چیزوں کو دیکھا تو ایک لیٹر ملا مرتضیٰ ہے ریاض بھائی آپ کی کہانیاں سب کی اچھی تھی نداعلی عباس کی بڑی امی۔ بی جان۔ ماموں اور خالہ کے لیے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور نداعلی عباس کو اور ان کی والدہ کو جلد صحت اور تندرستی عطا فرمائے آمین۔ میری دعا ہے کہ جواب عرض اور ترقی کرے آخر میں حسنین کاظمی ریاض تبسم اور نزاکت کو محبت بھرا اسلام آخر میں قارئین کے نام ایک شعر۔ آپ کی دعاؤں کا طلبگار۔

رہ گئے بہت ہم سے بچھڑ کر مان لوز بیر۔۔۔ یہ خلوص کے سجدے ہیں سوچ کر قضا کرنا۔

-----------محمد زبیر شاہد۔ ملتان

اسلام علیکم۔ جواب عرض ستمبر کا شمارہ اپنے خوبصورت انداز میں مارکیٹ کی زینت بنا ٹائٹل بہت اچھا تھا ویسے جواب عرض بہت اچھا سرسبز باغ ہے جس کے رنگ بلکہ رنگ رنگ کے پھولوں پھلوں سے سجا ہوا ہے۔ خطوط میں آئینہ روبرو میں بیٹھو تو دل میں بہت خیال آتے ہیں باقی اس بار ہمارے پیارے بیٹے لکھاری کی سٹوری جواب عرض کی زینت بنی میں اپنے دل سے ذیشان حیدر کا خوش آمدید کہتا ہوں محترم بہت اچھی کاوش تھی نام بھی اچھا تھا بدلتے رشتے جنام وٹو کی سٹوری سبق آمیز ہوتی ہے واہ کمال کی سٹوری تھی ایک سٹوری پڑھ کر بہت رونا آیا وہ سٹوری تھی میرے سپنے ٹوٹ گئے بہت خوب جناب آپ ہمیشہ اسی طرح لکھتے رہیں نام غزلیات میں حکیم جاوید نسیم۔ حافظ شفیق عاجز۔ فاطمہ۔ سعدیہ۔ راحیلہ منظر۔ اقبال اور جناب زخمی دل۔ عمر دراز آکاش۔ منظور اکبر۔ حسن علی۔ محترمہ آپی کشور کرن صاحبہ کا کلام بہت اچھا تھا جواب عرض زندہ باد سب دوستوں کو بڑی عید مبارک ہو سب کی زندگی میں ایسی ہزاروں عیدیں نصیب ہوں باقی کچھ دوستوں کے نام بہت دیر ہو گئی ہے جن میں امین مراد انصاری۔ ریاض تبسم۔ مجید احمد جانی۔ خالد فاروق۔ مجاہد۔ جناب آپ سب کہاں ہو آ جاؤ یار دنیا میں دکھ درد کا سہارا ایک ہی ہے وہ ہے جواب عرض ملک عاشق حسین ریاض احمد آپ سدا سلامت رہیں سب دوستوں کو سلام۔

ملک علی رضا فیصل آباد۔

اسلام علیکم۔ امید ہے آپ سب خیریت سے ہو گے ماشاءاللہ جواب عرض ترقی کی طرف گامزن ہے ہر دکھی دل آدمی بس جواب عرض پڑھنے سے دل بے قرار کو قرار آجاتا ہے میں بھی ایک چھوٹا سا رائٹر ہوں جواب عرض نے مجھے بھی اچھے اچھے دوست دیئے جو میری جان ہیں میری سٹوری بے ضمیر لڑکی کو میری سوچ سدے بھی زیادہ دوستوں نے پسند کیا مجھے بے انتہا میسجز اور کالز کیں میں ان دوستوں کا شکر ادا کرتا ہوں اور تہہ دل سے مشکور ہوں کہ انہوں نے مجھے چھ سال بعد بھی یاد ہی رکھا انہوں نے مجھے آگے لکھنے کو کہا ان تمام دوستوں کے فرمائش کو مدنظر رکھتے ہوئے آج میں ایک سٹوری بھیج رہا ہوں جس کا نام ہے جلتے سپنے امید ہے کہ قریبی شمارے میں جگہ مل جائے گی اور اپنی ذاتی غزلیں بھی بھیج رہا ہوں اس دعا کے ساتھ اجازت چاہتا ہوں کہ جواب عرض دن دگنی رات چوگنی ترقی کرے آمین میں جواب عرض کے سٹاف کو سلوٹ کرتا ہوں جو اس دکھی نگری کو چلا رہے ہیں اور دکھی انسانیت کی خدمت کر رہے ہیں اجازت چاہتا ہوں اللہ حافظ۔

محمد آصف علی دکھی بستی محمد پور شجاع آباد

اسلام علیکم۔ میری طرف سے تمام جواب عرض کی پوری ٹیم اور میرے تمام دوستوں اور قارئین کو میرا محبت بھرا اسلام قبول ہو ماہ اگست کا جواب عرض لیٹ ملا ہے سب سے پہلے ماں کی یاد میں شاہد اقبال نے بہت خوبصورت لکھا ہے اس کے علاوہ کہانیوں میں راشد لطیف ،انتظار حسین ،سحرش شاہین ،اللہ دتہ ،یونس ناز آزاد کشمیر ،سید احامہ ،عاشق حسین ،ر محمود کی کہانیوں کے علاوہ باقی بھی سب اچھی تھی غزلوں میں ثوبیہ حسین کھوٹہ ،امداعلی عرف ندیم عباس ،سید امراز اور باقی سب کی شاعری بھی بہت اچھی ہے دکھ درد ہمارے میں فرحت جبیں سرگودھا اور نور فاطمہ مانسہرہ آپ کے دکھ بہت زیادہ ہے مگر اللہ پاک آپ سب کو بہتر کریں گے آخر اللہ میں اللہ پاک۔ جواب عرض کے تمام قارئین کو فرید لکھنے کی توفیق دیں تا کہ ہمارے رشتہ جواب عرض سے ہمیشہ قائم رہے۔ آمین۔ اگر کسی قارئین یا دوست کو میری بات بری لگی تو معافی چاہتا ہوں آپ سب کی دعاؤں کا طلبگار رہوں گا۔ ماہ ستمبر کا شمارہ بھی مل گیا سب سے پہلے اپنی تحریروں پر نظر ڈالی پر میری تحریریں نہیں تھی کہانیاں سب ہی اچھی تھی نئی ابھرتی ہوئی شاعرہ ثوبیہ حسین کھوٹہ۔ محمد اسلم فیصل آباد۔ راشد لطیف صبرے والا۔ منیر رضا ساہیوال ۔عابد علی گجر۔ ڈاکٹر اورنگزیب بھتی گجرات۔ انعم نزیر وہاڑی۔ اور ان کے علاوہ بھی تمام شاعری بہت اچھی تھی اس کے علاوہ تمام قارئین کو اللہ پاک لکھنے کی توفیق عطا فرمائے تا کہ جواب عرض ہمیشہ قائم رہے اس کے علاوہ جواب عرض کی ٹیم سے گزرش ہے کہ میری تحریریں بھی لگا دیں مہربانی ہوگی آپ سب کی دعاؤں کا طلبگار۔

ضیافت علی کوٹلی آزاد کشمیر

اسلام علیکم۔ ماہ ستمبر کا شمارہ میرے ہاتھ میں ہے بدلتے رشتے بہت ہی خوبصورت ہے کہانیوں میں بدلتے رشتے ذیشان حیدر اظہار نہ کر پائیں حسین کاظمی رکن سٹی محبت ایک دھوکہ غزالہ شبنم محبت امر رہے گی دوست محمد خاں وٹو شہزاد عالمگر عظیم انسان ہے،عرفان ملک سوہنی کچے گھڑے دی اشرف زخمی دل ،فریب یا پیار شاہد رفیق سہو تجھے میرا اسلام ندیم زنگلائی۔ غموں سے بجی زندگی عتیق احمد۔ میرے سپنے ٹوٹ گئے۔ عشق بے پرواہ رضوان آکاش۔ ان کی کہانیاں بہت پسند آئیں ریاض صاحب میری تحریر بھی لگا دیں آخر میں چند دوستوں کو سلام ارشد گوجرانوالہ۔ بھائی شاہد رفیق سہو۔ ساجد حسین ڈھکو۔ کہاں ہو مر گئے ہو یا زندہ ہو۔ آپ کا اپنا۔

راشد لطیف صبرے والا

پر خلوص سلام ۔ ریاض بھائی میں دو سال سے جواب عرض کا خاموش قاری ہوں لیکن آج آپ کے پیار کو دیکھتے ہوئے دل نے قلم اٹھانے پر مجبور کر دیا ہے کہ کیوں نہ میں بھی آپ کی دکھی نگری میں شامل ہو جاؤں جناب ماہ ستمبر کا شمارہ سب سے پہلے اسلامی صفحہ پڑھا بہت اچھا لگا اس کے بعد غزلیں بہت اچھی تھیں پھر کہانیوں کی طرف آیا سب سے پہلے بدلتے رشتے پھر محبت امر رہے گی پھر شہزادہ عالمگیر ایک عظیم انسان تھے پھر تنہا کر گئی اس کے بعد دکھی زندگی بہت اچھی لگی رؤتقریبا سارا ٹائٹل ہی بہت پیارا تھا ریاض بھائی میں ایمان سے آپ کو خط لکھ رہا ہوں مجھے امید ہے کہ آپ مجھے اپنی محفل میں شامل کریں گے اس کے ساتھ ہی جواب عرض کی پوری ٹیم کو سلام امیں اجازت چاہتا ہوں اگر زندگی نے موقعہ دیا تو پھر لکھوں گا۔

-----------------محمد رضوان 126 گ ب جڑانوالہ ضلع فیصل آباد۔

اسلام علیکم محترم ریاض احمد صاحب کیسے ہیں آپ۔ ماہ ستمبر کا شمارہ اس وقت میرے ہاتھ میں ہے جو بہت جلد ملا سب سے پہلے اسلامی صفحہ پڑھا اور ایمان تازہ کیا اس کے بعد غزلیں بہت اچھی تھی اس کے بعد کہانیوں کی طرف آیا سب سے پہلا بدلتے رشتے ۔ اظہار نہ کر پائے ۔ ہم بچھڑے بہاروں میں محبت اک دھوکہ ہے محبت کی ادھوری داستاں ۔ شہزادہ عالمگیر ایک عظیم انسان تھے ۔ سوہنی کچے گھڑے دی تمہیں پشیمانی ہوگی جانا بہت ہی اچھی لگی فریب یا پیار یہ بھی بہت ہی اچھی تھی اس کے بعد غموں ست بجی زندگی ۔ تنہا کر گئی ۔ میرے سپنے ٹوٹ گئے ۔ یہ کیسی محبت ہے زخم محبتاں دے ۔ اس کے دکھی زندگی کو پڑھ کر تو میری آنکھوں سے آنسو ہی آ گئے قسم سے بہت درد چھپا ہے اس میں اس کے بعد عشق بے پرواہ بہت اچھی تھی رضوان صاحب کمال کا لکھتے ہو اس بار تو ٹائٹل ہی بہت پیارہ تھا ریاض احمد میں آپ کا کیسے شکریہ ادا کروں لپ آپ میرے خطوط شعار شائع کرتے ہیں اور مجھے پھر لکھنے کا موقع دیتے ہیں میری دعا ہے کہ پھولوں کی طرح مسکراتے رہو جناب میری ایک گزارش ہے میں نے ایک چھوٹی سی سٹوری آپ کو بھیجی تھی وہ بھی شائع کر دیں تو مجھے شکریہ کا موقع مل جائے گا میں آپ کا احسان مند رہوں گا میری طرف سے جواب عرض کی پوری ٹیم کو اس کے ساتھ جڑے ممبران کو میری طرف سے محبتوں بھرا سلام میری دعا ہے جواب عرض کی ترقی کے لیے خلوص دل دے دعا گو ہوں۔

-----------------وقاص انجم 126 گ ب تحصیل جڑانوالہ ضلع فیصل آباد

ماہنامہ جواب عرض میں سب قارئین کو محبت بھرا اسلام سر میری کہانیوں کو بھی جگہ دیں جواب عرض کی اس نگری کو جو دوست چار چاند لگا رہے ہیں میں آپی کشور کرن کا تو پہلا نمبر ہے باقی سب قارئین بھی بہت اچھا لکھتے ہیں اور لکھتے ہی رہیں ان ایس یونس ناز ۔ راشد لطیف ۔ رینا محمود ۔ سیدہ امامہ علی ۔ فقیر بخش ۔ ملک عاشق حسین صاحب تو ہمارے مایہ ناز رائٹر ہیں بہت اچھا لکھتے ہیں آپ ویلڈن جناب ۔ میر احمد ۔ سدھیر احمد ۔ شاہد رفیق ۔ آصف جاوید ۔ راشد وسیم ۔ زاراز کیہ ۔ مظہر حسین ۔ انتظار حسین ساقی ۔ سحرش شاہین ۔ ذوالفقار علی ۔ ان دوستوں نے بہت اچھی کہانیاں لکھیں اور شاعری بھی کمال کی تھی دوسرے شمارے میں جن قارئین کی سٹوریاں اچھی تھی ان میں آپی کشور کرن ۔ ملک ، عاشق حسین ۔ نزالہ مغل ۔ ایک جاوید نسیم چوہدری ۔ نثار احمد حسرت ۔ رفعت محمود ۔ انیسہ ناز ۔ پرنس مظفر شاہ ۔ نصباح محبوب ۔ منیر رضا ۔ ثمینہ بٹ ۔ منظور اکبر ۔ ندیم وباس ڈھکو ۔ حاجی انور لانگ ۔ آصف جاوید زاہد ۔ سیدہ جیا عباس ۔ ڈاکٹر سدرہ ۔ نزاکت علی ۔ اور میری فیورٹ رائٹر مس افشاں بہت پیاری کہانی لکھی آپ نے اللہ آپ کو اور بھی اچھا لکھنے کی ہمت دے آمین شاعری میں شاعری اور ڈائری بھی بہت لاجواب تھیں سب دوست بہت محنت اور لگن سے لکھ رہے ہیں اور ایک بات میں ریاض بھائی سے کہنا چاہتا

ہوں کہ ریاض بھائی آپ میری کہانی بھی لگا دیں پلیز بہت انتظار کر رہا ہوں پھر انشاء اللہ ایک اچھی کہانی کے ساتھ حاضری دوں گا آخر میں دعا ہے کہ جواب عرض دن دگنی رات چوگنی ترقی کرے آمین۔

رانا بابر علی ناز۔لاہور۔

ماہ اگست کا شمارہ پڑھ کر دل خوش ہو گیا بہت اچھی تحریریں پڑھی مگر جو تحریر عابد شاہ نے لکھی تھی پڑھ کر دل خون کے آنسو رونے لگا خدا عابد بھائی کو لمبی عمر دے کامیاب کرے ان کی سٹوری پڑھ کر ہم نے عبرت حاصل کی بھائی عابد بیسٹ ایسی ہی سٹوری لکھا کریں اور انکل ریاض احمد جی آپ کی سٹوری نہیں آ رہی انکل جی میری ریکویسٹ ہے کہ عابد شاہ کو جگہ دیا کریں ہر ماہ میں ان کی سٹوری شائع کریں مجھے ان کی سٹوری کا بے چینی سے انتظار ہوتا ہے۔خلش۔دوست یا دشمن۔زخم پر زخم۔میری محبت زندہ ہے یہ سٹوریاں بہت پسند آئیں میں تمام رائٹروں سے یہ کہوں گی کہ اپنا بہت بہت خیال رکھا کریں اور نماز پڑھا کریں زندگی کا کچھ پتہ نہیں ہے ریاض انکل آپ اپنی تحریر جلد شائع کیا کریں اور پلیز ہر ماہ عابد شاہ کی تحریر بھی شائع کرنا عابد شاہ خدا آپ کو خوش رکھے آمین۔جواب عرض کے سٹاف کو سلام۔

سارہ یہ تنہا

اپریل کا جواب عرض ملا پڑھ کر بہت خوشی ہوئی اسلامی صفحہ پڑھ کر ایمان تازہ کیا اس رسالے کی جتنی بھی تعریف کروں کم ہے مجھے اس سے بہت پیار ہے جناب جی اگر آپ میری کوئی کہانی نہ بھی شائع کریں تو پھر بھی اس کو نہیں چھوڑوں گا اس دفعہ سب دوستوں نے بہت اچھا لکھا ہے س کو میری طرف سے مبارکباد قبول ہو۔

محمد سلیم مٹیو کوٹھ کلاں والا

ستمبر کا شمارہ خانیوال طاہر نیوز ایجنسی سے ملا بدلتے رشتے کہانیوں میں یہ کیسی محبت ہے مبشر علی ہیرا۔زخم محبتاں دے زوبیہ کنول۔تمہیں پشیمانی ہو گی جانا ثنا اجالا۔غموں سے سجی زندگی عتیق احمد ملک کی کہانی بہت پسند آئی۔باقی سب بھی اچھی تھی شاعری میں ثوبیہ حسین کھوٹہ بہت پسند آئی۔آخر میں چند دوستوں کا شکر گزار ہوں جو اپنی دعاؤں میں مجھے یاد رکھتے ہیں زبیر شاہد ملتان۔بھائی راشد لطیف۔بھائی سیف الرحمن سیالکوٹ۔بھائی مقصود احمد بلوچ۔بھائی نعیم۔بھائی ارشد گوجرانوالہ۔بھائی نزاکت علی سانول رسول پور۔بھائی اشرف سانول ڈہرانوالہ۔بھائی اظہر سیف دکھی۔سکھیکی منڈی۔بھائی مجید احمد جائی ملتان۔بھائی یعقوب احمد ڈی جی خان۔بھائی ابراہیم۔بھائی انیس قصور۔آپ سب کا اپنا۔

شاہد رفیق سہو کبیر والا

اسلام علیکم۔بھائی ریاض صاحب میں پہلی بار خط لکھ رہی ہوں ہم دس کزنز ہیں اور ہر بار الگ جواب عرض لیتے ہیں اور جواب عرض لانے والا میری پسندیدہ کزن شاہد رفیق ہے جو جواب عرض ہر وقت اپنے پاس ہی رکھتا ہے میں بھی کہانی لکھنا چاہتی ہوں اگر آپ نے ویلکم کیا تو۔جواب عرض کی رائٹر کو سلام۔کشور کرن آپی چتو کی۔ثوبیہ حسین کھوٹہ۔عابدہ رانی گوجرانوالہ سیدہ امامہ۔نرگس ناز سکھر۔آمنہ راولپنڈی۔گلشن ناز ٹھٹھہ قریشی۔آپ سب کی تحریریں بہت اچھی لگتی ہیں اور آپ سے دوستی کرنا چاہتی ہوں جواب ضرور دینا آپ کا انتظار کروں گی۔

ثمینہ شہزادی کبیر والا

اسلام علیکم میں جواب عرض کا دو سال سے خاموش قاری ہوں اور جواب عرض اور خوفناک ہر ماہ پڑھتا ہوں ور جواب عرض میں یہ میرا پہلا خط ہے اگر آپ ویلکم کہیں تو میں بھی اس میں لکھنا چاہتا ہوں مجھے امید ہے کہ آپ

میری حوصلہ افزائی ضرور کریں گے میں نے اس میں بہت سے ایسی باتیں لکھی ہیں جو دوسرے رسالوں میں نہیں ہیں آخر میں سب قارئین کوادارہ جواب عرض کے پورے سٹاف کودل کی گہرائیوں سے بڑی اور مبارک اور سلام جواب عرض کی ترقی کے لیے دعا گوں ہوں۔

---------ابوسفیان۔لاہور

اسلام علیکم بھائی جان میں نے ایک کہانی کر بھیجی ہے جس کا نام ہے دولت مند بے وفا ہوتے ہیں امید کرتا ہوں کہ آپ ضرور اسے شائع کر کے مہربانی کا موقع دیں گے مجھے ایک دوست ملا جو بے وفا نکلا اس نے میرے ساتھ بے وفائی کی ہے اس وقت مجھے بہت دکھ ہوا وہ دکھ بھی مجھے خون کے آنسو رلا رہا ہے اس لیے مجھے دولت مند برے لگتے ہیں کیوں کہ دولت ہوتے ہی بے وفا ہیں اس لیے میں یہ کہانی بھی دولت مند کی لکھ رہا ہوں غریب بہت اچھے ہوتے ہیں ہو بے وفا نہیں ہوتے دولت مند غرور کرتے ہیں غریب میں غرور نہیں ہوتا اس لیے یہ خط اور کہانی بھی ضرور شائع کرنا کیوں کہ میرے دوست کو پتہ چل جائے کہ دولت مند بے وفا ہوتے ہیں بھائی صاحب خط کو جلدی شائع کرنا تا کہ میرا دوست اس کو پڑھے تو اس کو پتہ چل جائے کہ میں اسے کتنا مس کرتا ہوں اور اس کو اپنی بے وفائی کا بھی پتہ چل جائے گا میں دعا کرتا ہوں کہ جواب عرض دن دگنی رات چوگنی ترقی کرے آمین۔

---------ذوالفقار علی۔چک نمبر L.92\15 تحصیل میاں چنوں ضلع خانیوال

قارئین میں ان تمام قارئین کا شکر گزار ہوں کہ وہ ہمارے ساتھ قدم بقدم چل رہے ہیں اور جو کوئی ناراض ہیں وہ بھی مان جائیں کیوں کہ اس دوستی اور اس دکھی نگری میں ہم نہیں چاہتے کہ کوئی ہم سے ناراض ہو اور جو میں کہنا چاہتا ہوں وہ یہ کہ بعض کہانیاں ہمارے پاس ہیں جن کے رائٹروں کے نام نہیں ہیں اور بعض کہانیاں ایسی ہیں جو بالکل حقیقت ہیں نام مقام کچھ بھی فرضی نہیں ہیں کہانیاں سچی اور نام مقام فرضی لکھا کریں مہربانی اور لیٹروں کے بارے میں پہلے بھی ہم کہہ چکے ہیں کہ لیٹر مختصر اور چھوٹا ہونا چاہئے پھر کہتے ہیں کہ ہمارا لیٹر کاٹ چھانٹ کرتے ہو کیوں کہ ہم اتنا لمبا اور کسی کی ذات کے بارے میں شائع نہیں کر سکتے لیٹر صرف اور صرف رسالے کے بارے میں ہو جواب عرض کی تعریف وتنقید کے بارے میں ہو کہانیوں کے بارے میں ہو فضول باتوں سے پرہیز کریں اور۔اور ہاں ہمیں کانٹ چھانٹ کرنا پڑتا ہے اس لیے کہ جو کچھ بھی ادارے والوں کو پیغام لکھا ہوتا ہے وہ تو ہم پڑھ ہی لیتے ہیں اور جو کچھ شائع کرنے والا ہو وہ شائع کرتے ہیں کچھ قارئین بہت ہی لمبا لیٹر لکھ کر بھی اعتراض کرتے ہیں تو یہ اچھی بات نہیں ہے ہاں اور تصویروں کے بیک پہ اپنا نام ضرور لکھا کریں یا انہیں کوپن کے ساتھ چپکا کر بھیجا کریں اور دوسری بات ہم نے ایک کوپن شروع کیا تھا میں نے جواب عرض کیوں پڑھنا شروع کیا تو قارئین نے اس کو بے حد سراہا ہے اور اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہے ہیں اور ہم ان کو باری باری شائع کرتے جائیں گے اور ماں کے بارے میں بھی زیادہ سے زیادہ لکھیں تا کہ ہم شائع کرتے جائیں اور آپ لوگوں کو اچھی اچھی تحریریں پڑھنے کو ملیں امید ہے اس پر عمل کیا جائے گا اور ایک ضروری بات کہ کچھ رائٹرز حضرات ابھی بھیجتے بھی نہیں ہے پہلے ہی فون کرنا شروع کر دیتے ہیں کہ اگلے ماہ شائع ہو جائے گی ان رائٹر حضرات سے گزارش ہے کہ کچھ انتظار کر لیا کریں کیونکہ ہمارے پاس لاکھوں کہانیاں پڑی ہوئی ہیں سب کو جگہ دینا پڑتی ہے۔ اس کے باوجود ہم کوشش کرتے ہیں کہ آپ کی تحریر جلد از جلد شائع کریں۔

---------ریاض احمد مینجر جواب عرض لاہور

کوپن جواب عرض میں مختصر اشتہارات کیلئے استعمال کریں

آپکے دیئے گئے ان اشتہارات کا مضمون بے حد مختصر، واضح اور خوشخط انداز میں ہونا چاہئے
اگر اشتہار کمرشل ہے تو اس کی فیس ۸۰۰ روپے ارسال کریں۔ ورنہ اشتہار ضائع کر دیا جائے گا.....ایڈیٹر

....

....

....

نام .... مکمل پتہ ....

....

کوپن کالم ملاقات کیلئے

یہ کوپن ہیس کالم "ملاقات" کیلئے کاٹ کر ارسال کریں

جواب عرض

اور اس میں اپنا تعارف لکھ دیجئے۔ کوپن کے ساتھ کسی قسم کی کوئی فیس یا ڈاک ٹکٹ ارسال نہ کریں
کوپن کے بغیر آپ کا تعارف شائع نہیں کیا جائے۔

نام .... عمر ....

مشغلہ ....

مکمل پتہ ....

....

اس کوپن کے ہمراہ اپنی ایک عدد تصویر ارسال کریں، ہم شائع کریں گے۔ ایڈیٹر

حاضی کا ساتھ ....

WWW.PAKSOCIETY.COM
ماہنامہ
جواب عرض
J
ماہنامہ خوفناک ڈائجسٹ میں باقاعدگی سے پڑھتی ہوں
آپ بھی اسے فوراً خریدیں
WWW.PAKSOCIETY.COM